

جامعہ رشیدیہ سہیل

کا

ایضاً تالیفی مجلہ

نمبر

# الرشیدی

دعا العظمیٰ

جلد

۱۹۱۹

پبلشرز  
پروفیسر رشیدی

۱۹۱۹ء

پاکستان میں دارالعلوم دیوبند کا مل دلی خادم ہر کی ادارہ۔

# جامعہ شہید ساجیوال

- ۱۔ مؤسس اول حضرت مولانا حافظ الحاج محمد صالح صاحب اسنے پوری رحمت اللہ علیہ خلیفہ حضرت مگھوئی
- ۲۔ مہتر اول حضرت مولانا فضل احمد صاحب رکن پوری رحمت اللہ علیہ توسل حضرت مگھوئی
- ۳۔ مفتی اعظم حضرت مولانا حافظ فقیر اللہ صاحب رحمت اللہ علیہ تلمیذ شہید حضرت شیخ البندہ
- ۴۔ مبلغ اعظم شہید دلی جیل اللہ حضرت مولانا حافظ قاری لطف اللہ صاحب رحمت اللہ علیہ تلمیذ اللہ حضرت علامہ عثمانی
- ۵۔ سرپرست موجودہ دہرلی عالیہ حضرت مولانا عبد العزیز صاحب انپوری مظاہر خلیفہ حضرت رائے پوری
- ۶۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ الحاج محمد عبد اللہ صاحب مدظلہ توسل حضرت مخاضی خلیفہ حضرت رائے پوری
- ۷۔ صدر مدرسین حضرت مولانا حافظ الحاج علامہ سلام رسول صاحب علمہ پوری مظاہر و فاضل علوم عربیہ اسلامیہ
- ۸۔ بانی نشاۃ ثانیہ پاکستان فاضل جنینب اللہ رشیدی القاسمی خادم و تلمیذ حضرت ملہ
- ۹۔ ماہر علوم و میراث حضرت مولانا حافظ الحاج محمد احمد صاحب ظاہری جالندہری
- ۱۰۔ صدر مسلم القرآن الحاج حافظ مسیحا فلذہ صاحب صاحب اقوی لدھیانوی مدظلہ



- ۶۔۔۔۔۔ ۱۹۰۱ ع میں رائے پوری حضرات نے رائے پور جالندہر میں مدرسہ قائم فرمایا۔ اور حضرت رائے پوری نے سرپرستی فرمائی۔
  - ۶۔۔۔۔۔ ۱۹۴۸ ع میں رائے پوری حضرات کے حکم سے شگری، ساجیوال میں احیاء ہوا۔
  - ۶۔۔۔۔۔ حضرت علامہ عثمانی و حضرت مولانا فقیر اللہ صاحب رحمت اللہ علیہ کے ایما سے جاری و ساری ہوا۔
  - ۶۔۔۔۔۔ حضرت شیخ سید دلی نے اربعہ کلمات سے نوازا۔ حضرت شیخ القسیر رائے پوری نے آغاز و افتتاح فرمایا۔
  - ۶۔۔۔۔۔ اور منہ ہر ذیل اکابر نے سنگ بنیاد میں حصہ لیا۔
  - حضرت علامہ سید سلیمان ندوی، حضرت قادی محمد طیب صاحب مدظلہ، حضرت علامہ شمس الحق اعجازی مدظلہ۔
  - حضرت درخماستی مدظلہ، حضرت سید زبوری، حضرت رائے پوری، سنے قدوم ہیئت سے مشرف فرمایا۔
  - محمد اللہ تعالیٰ حضرت اکابر دارالعلوم دیوبند کی طرز پر سنگ بنیاد کی حفاظت مدرسہ ہذا کے لیے۔ تقبل اللہ تعالیٰ
- سے خدا میں جامعہ را قائم ہوا  
فیض ہا میں بسا ہی بود میل ڈہر ساد

ترجمان جامعہ رشیدیہ ساجیوول

# الرشیدیہ

مدنی و اقبال نمبر

۱۳۲۶ھ

جلد ۶ - شمارہ ۱۰ - ۱۱ - شوال و ذیقعدہ ۱۳۹۸ھ - ستمبر اکتوبر ۱۹۷۰ء

16488  
159/152  
33539

مجلس ادارة (قیمت ۳ روپے) شعبہ کتابت

بسرپرستی اہلسنیۃ النفاہین حضرت سید بریلوی رحمہ اللہ  
 ذاب سلیف اشد غامد  
 محمد عزیز اشد غامد  
 ناشر: شعبہ تبلیغ، ادارہ جامعہ رشیدیہ  
 مقام اشاعت: مکتبہ رشیدیہ، لاہور  
 پرنٹر: کافی محلہ ساجیوول، مطبعہ و کنٹرول آرٹس پریس لاہور

مدیر و سرپرست: فاضل حبیب اللہ فاضل دیوبند  
 مدیر کسٹومرز: محمد رفیق امجد رشیدی اشد  
 مدیران مہمان  
 شریفیہ مسلمہ طاہر  
 مسند الدین شرقی  
 سلین اللہ سلسٹاڈ

بادارت - فاضل حبیب اللہ رشیدی  
 ناظم و مسند ترجم جامعہ رشیدیہ ساجیوول پاکستان

## ادارہ الرشید

تو نے کھجورے موتیوں کو آج بچا کر دیا      پر ک تو یہ سبے بنداک کوزے میں دیا کر دیا  
مازجتا بھی کریں تجھ پر وہ کم ہے الرشید      تو نے زروں کو ستاروں سے شناسا کر دیا

تو نے ہرل میں سجایا نقشہ دردارِ اسلام

ہر نظر میں تو نے اس کا نقش پیدا کر دیا

(مشرقی شیوہ)

## رشید

خاک گنگوہ را نوید رشید      گنجینہ نغزنا کلید رشید

ادار الرشید مہاجد کی را      اللہ اللہ عجیب مرید رشید

(مولانا گرامی)

## حضرات اہلکار رشیدیہ و بزرگانِ رائے پور نام

- حضرت مولانا محمد امان محمد صاحب رائے پوری خلیفہ حضرت گنگوہی بزرگ اہل جامہ رشیدیہ
- حضرت مولانا فضل احمد رائے پوری خلیفہ حضرت رائے پوری دہسٹم اہل جامہ رشیدیہ
- حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ رائے پوری تلمیذ حضرت شیخ الحداد رحمہ اللہ بزرگ اہل جامہ رشیدیہ
- حضرت مولانا احمد الدین رائے پوری خلیفہ حضرت رائے پوری (دعوت) جامہ رشیدیہ
- حضرت مولانا رحمت علی بہرہائی خلیفہ حضرت تھلہ پوری (رکن اہل علم و دین) سرپرست جامہ رشیدیہ
- حضرت مولانا خیر محمد جانہری بانی خیر المدارس (رکن اہل علم و دین) سرپرست جامہ رشیدیہ
- حضرت مولانا رشید احمد علی رشیدی (بانی جامہ سفید مدینہ منورہ)
- حضرت مولانا حبیب الرحمن ڈھانی (فضلاً جامہ رشیدیہ)
- حضرت مولانا محمد علی جانہری (بانی مجلس تحفظ ختم نبوت) فضلاً جامہ رشیدیہ
- حضرت مولانا محمد انوری جانہری (تلمیذ خاص حضرت مفتی فقیر اللہ صاحب)
- حضرت مولانا عبد الجبار اہری (تلمیذ خاص حضرت مفتی فقیر اللہ صاحب) مبلغ دارالعلوم دیوبند
- حضرت مولانا محمد ابراہیم سلیم پوری (میاں چنوں) سرپرست جامہ رشیدیہ
- مولانا سید بیگم حضرت مولانا غلام قاری لطیف اللہ رائے پوری (معلم جامعہ رشیدیہ)
- استاد العلماء حضرت مولانا امجد الغزنی پوری جانہری تلمیذ خلیفہ حضرت راہ پوری سرپرست جامہ رشیدیہ
- حضرت پیری امجد علی اللطیف رائے پوری (پہلیں) خلیفہ حضرت رائے پوری سرپرست جامہ رشیدیہ



# آئینہ مضامین

۱۰	.....	بانو دارالعلوم دیوبند	۱	.....	فصلتِ عقیدت
۱۱	.....	ادارہ	۲	.....	خطبہ الرشید
۱۵	.....	عبد الرشید ارشد	۳	.....	تذکرہ محمود
۱۶	.....	"	۴	.....	سوانح ملتان
۲۰۳	.....	آزاد شہزادی	۵	.....	نظم
۲۰۴	.....	میرزا حسن صدیقی	۶	.....	مولانا سلیمان مدنی
۲۱۶	.....	مولانا حفیظ الرحمن میر بادشاہ	۷	.....	متحدہ قومیت اور اسلام
۲۳۸	.....	مولانا سید حامد سیال	۸	.....	سند قومیت اور اسلام
۲۹۵	.....	مولانا حسین احمد نجفی	۹	.....	مسلم قومیت کا مسئلہ
۳۱۵	.....	حضرت سید نعیم الحقینی مظاہر	۱۰	.....	مہربان
۳۲۱	.....	حکیم فضل الرحمن سواتی	۱۱	.....	ڈاکٹر اقبال کی تنقیدات
۳۳۲	.....	آغا شادوش کاشمیری سرحد	۱۲	.....	جاری مجبوری کی زبان درازیاں
۳۳۶	.....	اقبال اہل دل (پہلی جلد)	۱۳	.....	اقبال بنام اقبال، نظم
۳۳۶	.....	ترتیب مجددین شوق	۱۴	.....	مکتوبات مدنی
۳۵۱	.....	مولانا یاسین احمد اشرفی	۱۵	.....	حضرت مدنی و حضرت متوالونی
۳۶۲	.....	پروفیسر ریاضیہ مسلمہ	۱۶	.....	سند قومیت کی نوعیت
۳۶۵	.....	سید سہیل عباسی	۱۷	.....	حضرت سید مدنی، اقبال و نظم

۳۰۹	.....	شرف احمد طاہر	.....	۱۸	.....	ٹکائی ربانی کا تجزیہ
۳۰۶	.....	عبدالمجید مساکت	.....	۱۹	.....	ڈاکٹر اقبال اور فتویٰ تکفیر
۳۰۵	.....	"	.....	۲۰	.....	ذکر اقبال
۳۰۶	.....	ڈاکٹر اقبال	.....	۲۱	.....	اقبال بنام اقبال تنظیم
۳۰۶	.....	آغا شہری مرحوم	.....	۲۲	.....	سیکفرین اور ڈاکٹر اقبال دلائل بظرف علیاں
۳۰۵	.....	"	.....	۲۳	.....	غلامی استبا اقبال
۳۰۶	.....	قاضی افضل حق قریشی	.....	۲۳	.....	ڈاکٹر اقبال اور علماء
۳۱۵	.....	پروفیسر کلیم اختر ایم ایف	.....	۲۵	.....	ڈاکٹر اقبال اور مولانا سید شاہ صاحب
۳۰۶	.....	محمد ضیف شاہہ ایم ایف	.....	۲۶	.....	اقبال اور انجمن حمایت اسلام
۳۳۳	.....	ڈاکٹر مسین الدین حقیل	.....	۲۷	.....	اقبال اور روحانی تحریک
۳۲۳	.....	مولانا سید ابو الحسن علی ندوی	.....	۲۸	.....	اقبال اور عصری نظام تعلیم
۳۵۲	.....	مش کر سیاگونی	.....	۲۹	.....	ذکر علماء طاہر
۳۵۵	.....	علماء طاہر	.....	۳۰	.....	نظم
۳۵۱	.....	مولانا محمد یوسف درینات کراچی	.....	۳۱	.....	پرویز الہی ایضاً
۳۶۰	.....	مولانا سعید احمد رشیدی	.....	۳۲	.....	کیا اقبال مسکوک الحدیث تھے ؟
۳۶۳	.....	درینات ندوی سیرا	.....	۳۳	.....	ایک اور فہرستہ
۳۶۸	.....	مش کر سیاگونی	.....	۳۴	.....	ایشیا اعظم، اعظم
۳۶۹	.....	دانا العلوم دیوبند نمبر	.....	۳۵	.....	تصحیح ۲۰
۳۷۰	.....	"	.....	۳۶	.....	عکس خطوط





# خوابگہ قطب الارشاد

ختم المحدثین شیخ الاسلام و المسلمین سید الاولیاء سید العلماء حضرت لانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ

ہے یہ کس کی خوابگہ حیس، یہ نفیس کس کا مزار ہے

کہ نفس نفس کو جو ہے سکوں تو نظر نظر کو تار ہے

یہاں اک بنگار ہے خیمہ زن، یہ حریم حسن نگار ہے

یہاں محو جلوة سردی، وہ ہزار رشک بہار ہے

یہ فرود گاہ رشید ہے، یہ مقام سرد فرید ہے

یہ مکان غلہ نشان ہے یہ میکن عرش وقار ہے

جو ابو حنیفہ وقت تھا، جو کبھی بخاری عصر تھا

جو حنیفہ و شبلی دہر تھا، یہ اسی کی خاک مزار ہے

یہ مزار بقعہ نور ہے، یہ بہان عشق کا طور ہے

یہاں آفتاب جمال ہے، یہ تجلیوں کا دیار ہے

یہاں قدسیوں کا نرول ہے، یہ دلیل حسن مستبرل ہے

یہاں سور ہے وہ نازیں، جو نبی کا عاشق زار ہے

جو غلام دوست کا نور ہے، تو حدیث یار کا فیض ہے

اسی فیض سے، اسی نور سے یہ مزار قمع شہ زار ہے

یہ جُبنوں کا محلِ شوق ہے، اینٹوں کی منزلِ شوق ہے

مرا عشق حاصلِ شوق ہے، مرا عشق اس پر شمار ہے

وہ کہ تھا مجاہدِ شاملی، صفیں جس نے اُنہیں فرنگ کی

اُسی صفِ شکستہ کی یہ گھات ہے، اُسی شیر کا یہ کچھار ہے

کبھی جامِ پینے پہ آگئے، تو سمندروں کو چڑھا گئے

یہ جو آج تک نہیں ہوش ہے، اُسے عشق ہی کا شمار ہے

یہ عنایتیں، یہ نوازشیں، ابھی آپ مجھ سے نہ پوچھیے

مری آنکھ جو جمال ہے، مرے سامنے رُخِ یار ہے

میں نگاہِ شوق کا کیا کروں، دلِ ناصبوسے کیا کروں

ابھی حشر میں بڑی دیر ہے، ابھی دُور روزِ شمار ہے

کوئی نکتہ چیں ہو، ہوا کرے مگر اسے نگاہِ کمال ہیں

ذرا کر کے دیکھ مشاہدہ، یہاں ٹور ہے، وہاں نار ہے

کسی خشک طبع سے کیا غرض، کسی تنگ ظرف سے کام کیا

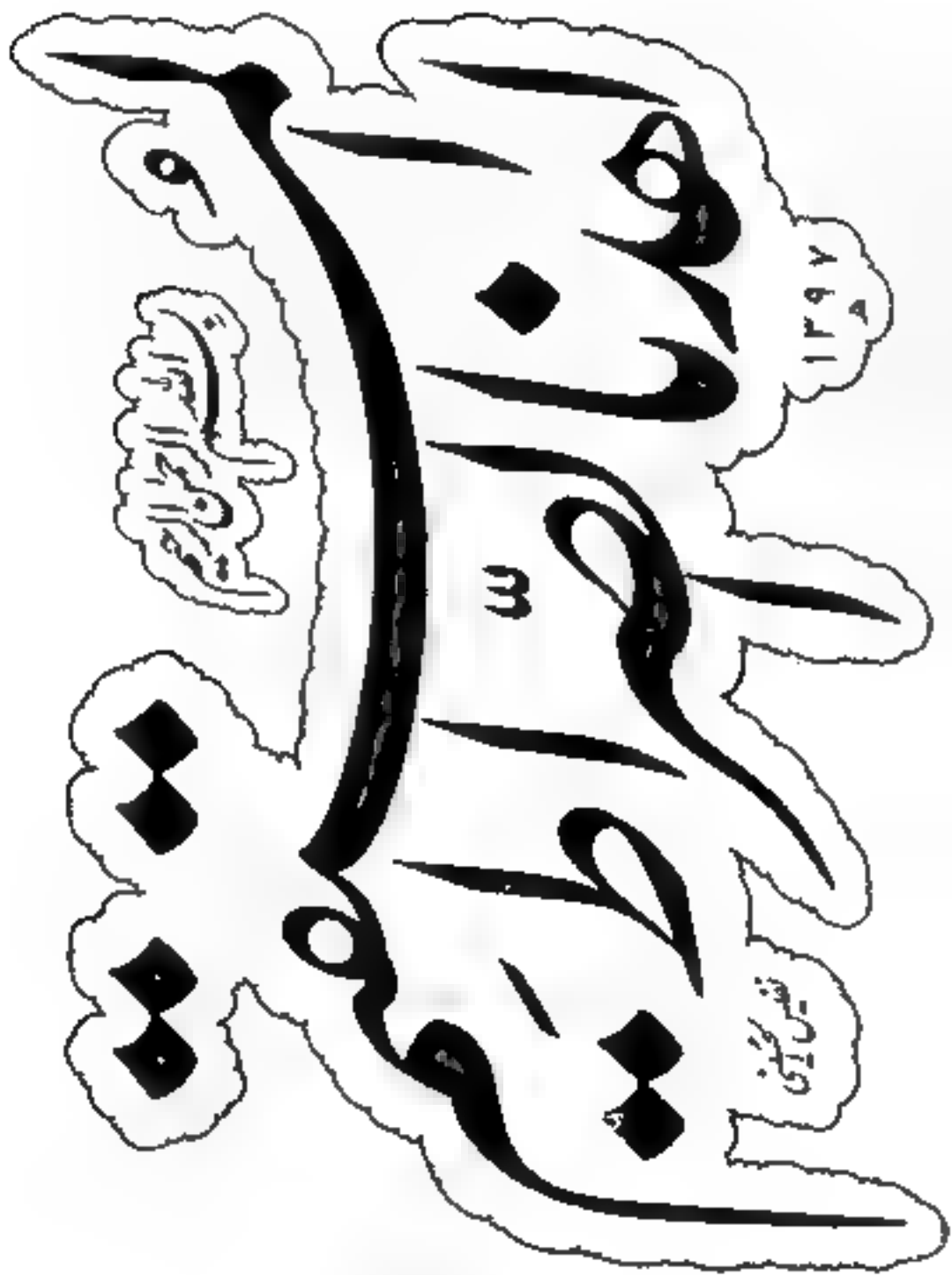
مری اہلِ دل سے ہے دوستی، مجھے اہلِ درد سے پیار ہے

یہی میرا ناز و نیاز ہے کہ اسیرِ زلفِ رشید ہوں

اسی سلسلے کا مریہ ہوں، میرا بس پہ دار و مدار ہے

میں غبارِ کھٹے رسول ہوں، میں نبی کے پاؤں کی دھول ہوں

مرا دل خدا کے حضور میں، بہ نسیبِ زسجدہ گزار ہے



# نعت عقیدت بجزورتی مرتبت

حوا الاسلام حضرت بلوٹا محمد قاسم نادر ترقی ملی دارالعلوم دیوبند

الہی کس سے بیاں ہو سکے شمار اس کی  
 جو تو اسے نہ بہتا تو سانس سے عالم کو  
 تو فخر کون و مکان ، نہ بدہ زمین و زمان  
 تو بوئے گل ہے اگر مثل گل ہیں اور می  
 حیات جاں ہے تو ہیں اگر وہ جان جہاں  
 جہاں کے سارے کمالات اک تجھ میں ہیں  
 امیدیں لاکھوں ہیں مگر بڑی امید ہے یہ  
 جیوں تو ساتھ سگان حرم کے تیرے پھروں  
 جو یہ نصیب نہ ہو اور کہاں نصیب میرے  
 اڑا کے باد میری مشت خاک کو پس برگ  
 تھامے عشق میں رو رو کے ہوں نحیف اتنا  
 کہ جس پہ ایسا تری ذات خاص کا ہو پیار  
 نصیب موتی نہ دوست وجود کی زینار  
 امیر شکر سفیب ان شبہ ابرار  
 تو نور شمس ہے اگر اور ہی ہیں شمس نہار  
 تو نور دیدہ ہے اگر وہ نور دیدہ بیدار  
 تیرے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار  
 کہ ہو سگان بدینہ میں مسد اشمار  
 مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو مرغ و مار  
 کہ میں ہوں اور سگان حرم کے تیرے قطار  
 کرے حضور کے روغن کے آس پاس شمار  
 کہ انکھیں چسپہ آبی درون غبار

وہ نے یہ رتبہ کہاں مشت خاک قاسم کا  
 کہ جائے کو پڑا طہر میں تیرے بن کے غبار

# خطبات شریف

ادوار

16488  
 153 | 153  
 -----  
 501339

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبي بعده ولا  
 رسالة بعده وهو آخرا الانبياء وخاتم النبيين وعلى خلفاء  
 الراشد بين المهديين وعلى آله وصحبه أجمعين اليوم التزمنا  
 خدام انتظار مسجد ماغيست محمد ششم پراہ ثنا مہبت  
 محمد زانوے نما بیسم خدا، خدا یا از فرست مصطفی ما

بھاری ماورطی دارالعلوم دیوبند، اور اس کے اکابر علمائے دیوبند نے ہم لوگوں اور ملت اسلامیہ  
 پر جو احسان کئے، ان کا بدلہ دینے سے ہم کیا پوری قوم عاجز ہے دارالعلوم کے جو خدمات سر انجام دی ہیں  
 ان کا صلہ اللہ کریم ورحیم دیں گے۔

ہم خدام ہشت جید، دارالعلوم دیوبند کی اشاعت کر کے حق تک بھی ادا نہیں کر سکے صرف خریداران  
 یوسف میں نام لکھا سکے۔  
 مست سکہ خدمت سلطان ہے کی مست تئیں از در کج خدمت داشت  
 تا ہم کار کی موصلہ اترانی سے مست بڑھی اور ادارہ نے "مقبض تالی" کی تعمیر شروع کر دی اور انتظام  
 بیضان دیوبند سے آئندہ بھی سنبھل گیا جائے گا۔ اسی منا و الانعام صر اللہ  
 سبحانہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہماری دعا ہے  
 وبالله التوفیق بیعتنا و بین قومنا بالحق و نت غیر الفاتحین :-

وما نقل من آتک است السبع المصیر۔ وتب علينا انک است التواب الرحیم  
 ربنا لا توأخذنا ان حسینا و اطفالنا و ربنا اعفر لنا ذنوبنا و سرمانا  
 فی امرنا وثبت اقدامنا۔ ربنا عبدک قو حکمتنا والیک نباد الیلک  
 الصبر۔ ربنا لا تجعلنا فتنۃ للقوم العالمین۔ فاطر السموات والارض  
 انت ویناف الذنبا و الاخرة قوما مسلما والعسا بالصالحین  
 للہم الیک انت حکما ضعف قوتک وقلة حیلک وهو الیک علی الناس  
 دار بعد الراحین یا مظهر العجایب بالحیر۔ یا مدیع

○  
 "ادارہ الرشیدیہ" سے "دارالعلوم دیوبند نمبر" میں اکابر علی کی صد سالہ تاریخ اور دارالعلوم  
 کی تعلیمی خدمات کو پیش کیا گیا۔ دارالعلوم کی خصوصیات پر تبصرہ ہوا۔ اکابر دارالعلوم کی مکی و مدنی جہاد کے واقعات کو  
 لکھا۔ اس میں اکابر سے حضرت نالقرنیہ و بانی دارالعلوم اور حضرت گنگوہی، سرپرست دارالعلوم کا تذکرہ آیا  
 اور حضرت تھانوی کا ذکر بھی ہوا۔ سید الطائفہ حضرت تاج العبدہ اور حضرت شیخ مدنی کا ذکر مجید صوفیہ آیا۔ مگر لٹریچر  
 تکمیل رہا۔

○  
 سال گزشتہ کو بارہ لوگوں سے سالہ اقبال کا قرار دیا جنہم بارہ کوشش دل نشاد۔ لیکن بقول آغا شہنشاہ کاشغری  
 مرحوم "اقبال مجریوں" سے "اقبال" کے تذکرے کے ساتھ حضرت اکابر ملانے تھے، خصوصاً حضرت مولانا مسعود  
 حسین احمد مدنی، علامہ علیہ پر صرف تعقید بلکہ تنقیح، اور بددیہ عناصر سے بھری بازی کو روکا گیا۔  
 پھر یہ سال اقبال کے نام سے دو نئے اشعار ایک تلافی یا ترمیمی کو اجماعاً جاتا ہے۔ اور حضرت مدنی  
 کو گالیاں دینی جاتی ہیں۔ اور اپنے خیمت باطن کا اظہار کیا جانتے ہیں۔ حالانکہ یہ بحث فرسودہ ہو کر چلی اور دم توڑ چکی ہے  
 جسے کہ ڈکٹر اقبال مرحوم نے الفاظ و اہم سے لیتے ہوئے درج کر لیا۔ اور مات و رفت گزشتہ برس کی

○  
 دارالعلوم دیوبند کی ذمہ داری سے لکھنے پر مجبور ہے کہ حضرت سید مدنی کا ذکر اقبال مرحوم کے درمیان مصالحت کرانہ لے  
 حکم حکم اور واسطہ علامہ طاہر ترمذی اور علامہ سید محمد رفیع (دارالعلوم اعلیٰ دارالعلوم دیوبند) نے کیا ہے۔ علامہ سید محمد رفیع  
 مدنی سکون چھوڑتے ہیں۔ تعلیمی کام کو دیکھا۔ یہ جملہ کہبت اور رسالت کا کام رہا۔ ان کے سپرد تھا۔ حضرت علامہ طاہر ترمذی نے دارالعلوم  
 علامہ لکھتے ہوئے میرے سپرد کر دیئے۔ دارالعلوم ان کی مقبول کرنے ہوئے۔ دیوبند و لاہور کے درمیان دہلی اور سال کا کام کرنا۔

مکتبہ مدنیہ واقفالہ کی مجلسوں میں ہندو کے پاس موجود ملی اور ہی نہیں کہ تقسیم ملک کے وقت قائم رہیں  
 موقوفہ ہندو، جلالہ، تعلیمات کے واسطے چلا گیا اور مصلحت و حکومت کا مصلحتاً سب سے بڑی سکول میں تقسیم کی گئی  
 ہو گئیں۔ گاہ

○  
 تقسیم ملک کے بعد مٹاؤں میں حضرت علامہ مصلحت مرحوم گورنمنٹ ہائی سکول میں تعینات تھے۔ مٹاؤں میں  
 کے وقت قائم رہے مگر نفول حاصل کر لیں جو بعض حساب سے اشاعت کے لئے لکھے اور وصول کر کے شائع  
 بھی کروائیں۔

واقفالہ صاحب البیت اور نبی برادریہ اور صاحب مغلربے۔ اس لئے سخت رکھتے کہ اس پر تسلیم  
 برخواستہ کچھ لکھوں۔

”ملی اقبال سر“ میں حضرت مدنیہ کے استاد و مدرسہ شیخ الہدیہ کے تذکرہ نمودار کا کیفیت بیان کی  
 قدرت ضروری سمجھتے ہوئے۔ اولاً حضرت شیخ الہدیہ نامی حضرت مدنیہ جو اللہ علیہ کے اجمالی نقوش کا حاکم ہیں  
 کیا جا رہا ہے۔ ”پھر جب ملائے دلہند“ کی بات شروع ہوئی ہے تو ایک تاریخ ہی کر سکتے آتی ہے اور  
 واقعات کا تسلسل عجیب طبعیت بھی اختیار کر جاتا ہے۔

اسی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں      زماں میری سب سے بات ان کی !  
 انہی کی محفل سسوار تا ہوں      چراغ میرا ہے رات ان کی !

○  
 یہ دین جماعتوں اور ان کے مفکر ہی سے جو متحدہ قومیت کے نام کا فتنہ کھڑا کی۔ اس کا جواب حضرت  
 مولانا احمد الرحمن صاحب سید نادر دیوبند، ناظم اعلیٰ جمعیتہ علامتہ ہند، رفیق اخصین کا مضمون ایک تمام حجت ہے اور  
 مستند ہے کے لئے کافی و کافی۔ امید ہے کہ قارئین کرام اس سے علی استفادہ فرما سکیں گے۔

○  
 حصہ دوم میں ڈاکٹر صاحب مرحوم، قبیل مرحوم دستور پر ان کے اصل و صحیح مشن کی تباہی کی گئی ہے۔  
 ڈاکٹر صاحب مرحوم کو خود ”دیوبند“ سے متاثر کیا تھا اور حضرت علامہ سید احمد شاہ صاحب شہرہ شریف نے ثبوت کا وہ  
 مزاج سے لکھتے ہیں کہ ”اگر ڈاکٹر اقبال مرحوم“ دیوبند سے یہ سبق حاصل کرتے و شاید ان کا انجام کیا ہوتا  
 لیکن ڈاکٹر صاحب مرحوم نے ڈاکٹر اقبال کو ماریت دی۔ اور انہوں نے ”علامہ احمد علیہ“ اور ”علامہ احمد برادریہ“

دوہم، دونوں کے نظریات و عقائد پر شدہ پرورد اور حکمت تنقید کی اور بالآخر مراثیت کی زبردست تکجیرک



کی حرب سے سٹھام سپہراں پر سارا

اس ساری سیاسی پیکر بازی اور جتنا بھٹی میں تو اتنے وقت تو کھن "ابن الوقت" سے اس کے ہیں منظر میں  
 فقہ قلام احمد اول "در غلام احمد ثانی" پر درودم اور بعض بر دین طبقے قلم کلاری کسے کہتے ہیں  
 کہ ان کو معلوم نہیں کہ ڈاکٹر اقبال مرحوم نے مراثیت اور منکرین ختم سوت و بہاد کے حلال کیا کچھ لکھ  
 ہے اور کتنا لکھا ہے اور کس قدر جہاد کیا اور کیوں کر لکھا، کیا وہ ڈاکٹر تھاں کے اشعار ہیں، مسلئ نائل  
 برم قبال، وہم اقبال میں ان کو کیوں نہیں پیش کیا جاتا؟

بے شردی بے سبب نہیں فاسبت

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

ان نادان دوستوں سے مظلوم اقبالی کو سمجھائی نہیں، بلکہ تھاں کے ساتھ بے افعال کی ہے۔ اقبال کی کوئی  
 خدمت نہیں کی۔



آخر میں ایک بات لکھنا چاہتا ہوں کہ سید عتی کے عقائد اور جانشینانہ عقائد صاف کار زندہ ہیں۔ تم صرف پاکستان کو دیکھو،  
 حضرت عتی کے علاوہ اور نام میرا پور سے عالم اسلام، عرب و عجم میں پھیلے ہوئے ہیں جو شریف تو ہیں مگر بے حسیت  
 ہیں۔ دلائل سے بات کر تو ہم اختلاف رائے کا سبب ملتدم کریں گے۔ روز بقول اقبال -

ہاں سے شبے سے آسماں میں ہم سوار کر چکا ہے تو استہاں ہمسارا  
 اور بقول ظفر اللہ والدین -

ہر حسابے کوئی حرکت پر غنہ لہن پھر کہیں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا  
 اندک باقر غنہ مستم و جل تر سپیدم کو آ رہا خاطر نشانی روز سخن سید است

فقط ھہنا قسم منا الحکلام

عجب مصطلحاً النور الاسلام



عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّخْمُومًا

الہی عاقبت محمدؐ وگرواں بلائے بود را نابود گروں

# تذکرہ محمود

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی قدس اللہ سرہم

اسیران

محدث دارالعلوم دیوبند

۵۱۴۳۹  
۶۱۹۲۰

۵۱۴۶۸  
۶۱۸۵۰

ترتیب

مولانا الحاج الحافظ عبدالرشید ارشد

# در مدح حضرت شیخ الہندؒ

از جناب گرامی معزم

زمین فقر بوسم دیو این جا در کس آمد  
نگاہ حضرت مجسود ایک دیو بند آمد  
قیامت را بقیامت نسبت دادم غلط کردم  
قیامت تا بزرگدان آن بالا بند آمد  
ادب تا آشنائے سخنانش چه میدانند  
کہ در دو گاہ حضرت ہر کہ آمد از جنب آمد  
چہ خواتم از تنانش چہ گوئم از تماشانش  
تسا خود فروش آمد تماشا خود پسند آمد  
ہر پیش روی میل مہر دم را بر نئے بند  
نگاہ حضرت مجبول چہا مشکل پسند آمد

ز انخاس گرامی خاک بچسب آب و دارد!

گرامی از مریدانش عظامی سربند آمد

## سآلار فافلہ حریت

# حضرت شیخ الہند

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ۱۸۵۷ء کے پہلے تک ملک میں کام کرنے والوں کا ایک ہی طبقہ تھا وہ ملا اور ذہبی مسلمانوں کا طبقہ تھا۔ ۱۸۵۷ء میں ملی گراؤ سکون قائم ہوا ہے (جو بعد میں پراپرٹی کی کمیٹی بنا) اس وقت سے جدید و قدیم کا فرق ہونے لگا ہے مولانا محمد قاسم نانوتوی نے اس حقیقت کو پہلے دن سے پھر پھر لکھا کہ ہندو مسلمانوں کی خیر نہیں ہے۔ اور اب ذہبی و دماغی، مذہبی اور سیاسی اعتبار سے ہندوستان کے مسلمانوں کے معاملات میں ایسا فرق ہر جہت سے لگا کر ہر وقت ملی گراؤ سکول کے قیام کی تحریک میں اصلاحات نہ کی گئیں تو آئندہ چل کر پوجہ دار علی گڑھ کی وہ حقیقت پیدا ہوگی جو کبھی ختم نہ ہوگی اور اس علاج کو پائیدار بنانا ہوگا۔ مولانا نانوتوی کی راست بینی اور نگاہ مرد مومن کے سامنے ہندوستان کی پچاس سال قبل اور پچاس سال بعد کی سیاست تھی۔ اس نے آپ سے مرید مرحوم سے حطوط کتابت شروع کی، اور جب تک جدید تعلیم کے روق کو پچھ سے نکال کر صحیح اسلامی فکر کو اصول تعلیم کے میدان کو جیت لیا جائے گی کہ دین کی مبادی صحیح علم و عمل پر ہے اور علم نام ہے خود کشی ناشی اور خدا کشی ناشی کا۔ بعض امور پر اتفاق کے باوجود کچھ حالات ایسے پیش آسکتے ہیں کہ وہ سے ان دونوں کے اشتراک سے جامع مصوبہ تیار نہ ہو سکا اور دونوں کی راہیں الگ الگ ہو گئیں

حضرت شیخ ہند مولانا محمد قاسم نانوتوی کی ایسی کہانی تھی کہ جو علوم و فنون، فنکارہ خیالات میں لہے استاد کے حقیقی جانشین اور چھوڑے ہوئے کاموں کے پورا کرنے والے تھے۔ شیخ الہند تھے کون، ایک عالم بانی و عدوت بر ذمائی تھا جو اپنے کلمہ و دھن میں۔ اور انکلام کی زبان رکھتا تھا۔ اہل حق میں شہسلی کا تعلم۔ اس نے نہ انقلاب لڑائی کی تاریخ پڑھی تھی اور نہ وہ سواد نہ ماسکو کے انقلاب انگریز اور پھر کاملاً لکھا کیا تھا، وہ وہ گلیڈسٹون کے مجروح قرائین سے واقف تھا اور وطن اسپر کے افکار و نظریات سے۔ اس نے دکنی دکن کی کاہل اٹھایا تھا اور نہ عشرت کہہ فرنگ کی کسی لغت سے کام چینی کی تھی ان سب چیزوں کے برعکس

اس کا تیز رفتاریہ حیات فان اللہ و قال الرسول دور اس کی زندگی کا غیر اتباع سنت نبویہ تھا۔ اس کے فکر و نظر کا تاثر و  
 احکام الہی کے انوار سے بنا اور شریعت اسلام کے آفتاب جہاں تاب کی شعاعوں سے گزرنے لگا تھا۔ سید میں  
 صبر و استقامت کا ایک کوہ گراں رکھتا تھا۔ جہاں وہ اپنے گوشہ عزلت میں سب سے الگ تھا لیکن اس کی نظر  
 جہاں ہیں میں نما۔ کی تمام کردہ نہیں اور اہل و عیال کی تمام فکر و کشمکشیں سمٹ کر جمع ہو گئی تھیں۔ مثل کا گریس حکومت سے  
 حقیقہ طبع کی جنگ لڑ رہی تھی۔ لیکن شیخ الہندیہ اس حکومت کا تختہ ہی الٹ دینے کا نقشہ تیار کر رہے تھے۔

(حیدرآباد)

ہم کو تسلیم ہے کہ مولانا شبلی مرحوم اور مولانا ابوالکلام آزاد کے زبان و قلم نے غفلت کدہ جسد کے خشخاش  
 میں آگ لگا رکھی تھی لیکن حریت طبعی کے دوق کی خامی کا یہ عالم تھا کہ ملک کی سب سے بڑی ترقی پسند جماعت کا قدم بھی  
 حقوق طلبی کی سرل سے لگے زبڑ سے پایا تھا۔ شکر علیہ و حق آئے والی جنگ آزادی کے لئے خاموشی سے بہادر  
 سپاہی تیار کرنے کی نعم میں مصروف تھے۔ ان کا لہجہ العین و توہین و دیباہ آمیز تھا اور ان کا سطح نظر درج العیر  
 کیف واد تھا۔ حکمران کا طرہ امتیاز "دماغ با تو ز سار تو با رماؤ ستر" پر تھا۔ ان کے نزدیک دین کا مفہوم  
 ایک محض نظام دہلی تھا جس کی پسمانی و دست کا ایک گوشہ زمیں و آسمان ہے۔

دیوبند کے چند مبارک اور دی ظلم خاندانوں میں سے ایک خاندان

وطن، خاندان، تولد اور اہل آلہ کی حالت

شیخ الہندیہ مولانا محمود حسن کا ہے حضرت کے جدا جدا بیٹے فتح علی

صاحب تھے۔ جن میں سے مولانا ذوالفقار علی صاحب ایک نہایت ہی صاحب اقتدار اور دیوبند و دیوبند کے  
 صاحب و جاہت و عزت عالم تھے۔ باوجود کہ ان علاقہ کے صورت سے سیادت اور رعیت عیان تھا۔ حق تعالیٰ  
 سے اہمال و ولاد و صحت و حیات سے ہمراہی وانی عطا فرمایا تھا اور مولانا اپنے شہر میں نہایت محسن قسمت اور  
 بلند نبال شمار ہوتے تھے۔ پچاسی سال کی عمر میں ۱۳۲۲ھ میں وفات پائی۔ اس وقت ساتھ افراد اولاد ذکر واد  
 چھوڑے۔ دہلی کے مشہور حرفی کالج میں آپ سے استاذ الملہ و دانش داغ مولانا محمد سلوک علی صاحب سے تعلیم پائی تھی۔  
 آپ کی تمام عمر علی حدت میں بسر ہوئی۔ علوم ادب و عربیہ سے خاص مہارت تھی۔ اور آپ کی نظم و نثر عربیہ  
 یاد دلاتی تھی۔ دیوبند حماسہ اور دیوبند شہر کی سفید شہر "تسبیل الراجستہ" اور "تسبیل البیان" آپ کی ستر  
 علمی یادگار ہیں اور تصنیف بردہ اور تصنیف بانہت سعادت کی شرح میں مطر اللودہ اور الازہاد جس ذوق و شوق  
 تحریر فرمایا ہے وہ جنت نبوی کی علامت اور بیستین ذبیحہ آخرت اور کہاں ایمان کی دلیل ہے اسی طور پر عرب کے  
 مشہور بہرہ عقائد کی شرح التعلقات علی السبع العقائد تحریر فرما کر طالبان ادب پر احسان فرمایا ہے اور جن  
 معانی و بیان کو نہایت خوب سے اسے اور وہ زمان میں کہہ کر تکررہ البلاغت نام لکھا ہے اور قرآن و ضوابط معانی

کی مثالیں اساتذہ اوروں کے کلام سے بکھار کر کہا گیا ہے بلکہ زمان اور دین میں سب سے پہلے سدوح سنیاس  
نہن کو صاف کر کے دکھایا ہے، ایسے مالک حضرت اب کمال پیدا ہوئے ہیں۔

جناب موصوف کے دو صاحبزادیاں اور چار صاحبزادے تھے۔

اول : غزیر آباد احمد حضرت مولانا محمد حسن۔

دوم : مولوی محمد حسن۔ جن کی ملازمت کا اکثر حصہ صلح بجنور میں گزرا۔

سوم : مولانا حافظ حکیم محمد حسن صاحب مدنی و طبیب دارالعلوم دیوبند۔ آپ نے حدیث تشریح حضرت مولانا  
رشید گد صاحب گنگوہی سے اور دیگر علوم دارالعلوم دیوبند میں اور اپنے بھائی حضرت شیخ الہدیہ سے  
اور طب و ہائیکیم بید اللہ محمد جان صاحب مرحوم و مسافر سے حاصل فرمائی۔

چہارم : مولوی حافظ محمد کن صاحب۔ اکثر مشغلہ ملازمت رہا۔ اپنے بڑے بھائی شیخ الہدیہ سے والہانہ محبت  
والصفت تھی۔ ان کے باپ امیر کا مالدار ہیں یاد کر کے دار و قنار دیا کرتے تھے

حضرت مولانا محمد حسن میں مقام بریلی (جس کے والد ماجد بوجہ ملازمت مع ابن عمیال وہاں  
مقیم تھے) عالم طور میں تشریح لائے والد ماجد نے نظر نشا نشہ اللہ صحت کیا اور محمد حسن نام رکھا اور حسن لطیف  
حضرت نے ولد و الفقہ اعلیٰ بنایا۔ چھ سال کی عمر میں پڑھنے شغف سے لگے۔ قرآن مجید کا اکثر حصہ میاں جی منگھوڑی سے  
پڑھا۔ بقیہ قرآن پاک اور فارسی کی ابتدا الی گنا میں میاں جی مولوی عبد اللطیف صاحب سے پڑھیں ماس کے بعد فارسی کی  
کتابیں اور ابتدائی کتب عربی اپنے معلم بچا اور مشہور استاد، مولانا مستاب علی سے پڑھیں۔ مولانا کچھ نہیں لکھیں کہ وہ سے منتخب  
و مفضل تھے۔ البتہ سیر و شکار سے ایک ماہیت اور علی توفیق تھا

مولانا شیخ الحدیث کی عمر پندرہ سال کی تھی اور آپ قدوری تہذیب و دیرہ پڑھ رہے تھے کہ عبدالغنی کے  
مقبول اور مراد اعلیٰ میں سدوں کی تخریب سے ۵۰ عزم ۱۳۲۰ ہجری کو دیوبند میں ایک عربی مدرسہ کا قیام عمل میں لایا گیا اور حضرت  
مولانا محمد قاسم نام توئی کی تخریب سے پہلے دیکھ کر مولانا محمد صاحب ریشاہرو بدوہ رو پہلے ماہار مشہور ہوئے اور دیوبند کی  
مشہور مسجد چھتہ میں تعلیم عربی شروع ہوئی

سنان، شہد! کیا مبارک سلامت دیکھ کیے غافل و سعید حضرت سے تھے کہ ان کی نسلی آواز پر پہلے ہی سال بسا کہ کسی  
پنجاب اور کابل ملک کے طلباء جمع ہوئے کہ انکی طالب علموں کی صحبت پر حد سے لاجواب ہوا تھا، اور اخیر سال اور وقت اختتام  
ملک انحضرت طلباء کا اجتماع ہو گیا۔ اور اب وہی مدرسہ عربی دارالعلوم دیوبند کی شکل میں دنیا کے اسلام کا سب سے بڑا  
غیر سرکاری دارالعلوم ہے کہ جہاں سے کتاب و سنت اور علوم اسلامیہ کے چٹے جاری و ساری ہیں۔ طلباء کی کثرت ہوئی  
اور حضرت مولانا محمد مقبول صاحب بن استاد انکی حضرت مولانا مسکون علی صاحب دیوبند تشریح سے آئے آپ اہل شریعت

میں سترہ پریش بہرہ پر لازم رہے تھے پھر دہلی میں ڈپٹی انسپکٹر دارہ میں رہ گئے تھے۔ حضرت مولانا محمد قاسم کے شمارہ میں خدمت کو ایک اسلامی خدمت سمجھ کر فائز شدہ ۱۳۲۲ میں بی بی، دوپہ ماہولہ کے قلیل مشاہیرہ پر کام کرنے لگے۔  
 مولانا شیخ الحدیث دارالعلوم کے سب سے پسند طلب علم تھے گویا بے باک استاد تھے حکومت  
 اور پھلا استاد کوشاگرد | اور پھلا شاگرد بھی محمد مسلمان ۱۳۲۲ میں آپ نے کنسرہ میڈی، حاضر صحنائی کا امتحان دیا، ۱۳۲۵  
 سال مشکوٰۃ، پایہ، مقامات پڑھیں ۱۳۲۵ میں کتب صحاح ششہ اور بیس دیگر کتب حضرت مولانا محمد قاسم نامہ توئی سے  
 پڑھیں۔ حضرت مولانا محمد قاسم نے اس دوران میں میرٹھ میں خوشی ممتاز علی کے مصلح میں تشریح کا کام بھی کیا، اور اسی طرح کبھی  
 دہلی میں اور دو سو بھی تشریف لاکر دارالعلوم کی دیگر مجال کرتے۔ مولانا شیخ الحدیث نے ان سب مقامات میں حضرت مفتوحی  
 کے ساتھ رہ کر سفرِ حصر میں سلسلہ و کس جاری رکھا۔

مولانا نامہ توئی کی خدمت میں بہت پڑھا کوئی آسان کام نہ تھا۔ حدیث میں غلطی کرنا یا ترجمہ کلمے کے خیال سے غمنا  
 گویا گناہ کبیرہ تھا اس قسم کے امور اور سبہ سرف سوائے مولانا محمد ہر جایا کرتے تھے اور سب کا لطف ہی جانا بہت۔  
 جو شخص دین اور استعداد ہوتا اور بہت کوشاگر میں خوب دین نشین کر کے جاتا وہ مولانا کے مصلح میں سمجھے کی امید کر سکتا تھا  
 اچھے، سچے ذی استعداد سوائے اس شرط پر شریک کے جانے سے کہ صرف سنتے ہیں، عبادت پڑھتے یا کچھ دینا  
 کرنے کا حق نہ ہوگا لوگ حشری سے قبول کرنے اور حاضر ہوتے۔ بہت عالی دماغ اور دل لوگ ہی مطالعہ پڑھتے اور  
 سوال کرنے کی عزت کرتے تھے۔

مولانا کا طرز ہی جدا تھا حدیث جو باطن کلام ہو یا معانی، ہر ن کے استحقاق عیب و عریب تحقیقات یہاں دریا  
 جس سے ہر مسئلہ کی انتہائی تحقیق اور اختلافات کی تفسیر دینی اور مشاہدہ طر پر ہوجاتی تھی، اور اس قسم کے عالی مصلحین یہ  
 لڑا سنے کہ کسی کے خیال میں کہنے سکتے۔ سنتے ہیں۔ مولانا کی جو دو چار تصنیفات ہیں وہ بھی اسی شان کی ہیں۔

مولانا شیخ الحدیث کا مدت سے ان کے ساتھ رہ کر ان سے استفادہ کرنا اس بات کی دلیل تھی کہ وہ ان کے  
 استعداد و صلاحیت و ماحی کے معترف تھے، لہذا ان کی خواہش تھی کہ یہ وہیں طالب علم مجھے جو کچھ حاصل کر سکتا ہے  
 کرے۔ مولانا شیخ الحدیث قدرتی طور پر شیخ سلیم اور بہن دسا اور قوی منظر کے مالک تھے، یہ سب فرقہ مزید شفقت کا اثر  
 تھے، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ مولانا نامہ توئی پہنچا ہجرت اور لوہ فرامت سے کچھ سب سے کچھ شخص ملنے رہا۔ کا تیار  
 اور مدت اسلامیہ کا نایاب ذرہ ہو گا، لہذا اس کی ضمنی صورت سے بستر تربیت ہونے کی جانتے۔

مولانا شیخ الحدیث ۱۳۲۵ میں صحاح ششہ اور دیگر علوم و فنون کی اعلیٰ کن میں مولانا کی خدمت  
 میں ختم فرما کر لہور میں مدرسہ دارالعلوم میں پڑھا سنے گے ۹ دی قندہ ۱۳۲۵ میں مدرسہ  
 کے صدر ہستار ہندی اور اہل اسلام کے مجمع عام میں اس وقت کے اکابر شیوخ و علماء کی موجودگی میں مولانا شیخ الحدیث

کی دستاورد شد کا جوئی اگرچہ مولانا اپنی تعلیم کے آخری سالوں ہی میں بطور معین مدرس کام کرنے لگے تھے اور درجہ  
 تحصیل تعلیم کے بعد اقامت دہلی میں کئی برسوں میں شمار ہوئے گئے تھے۔ تاہم ۱۹۲۲ء میں طلبہ کی کثرت کی وجہ سے  
 ایک مدرسہ چھارم جو خواہ دار جوہر کی ضرورت محسوس ہوئی۔ وہ مدرسے کی ایک ڈپٹی وائس چانسلر دارالعلوم کے فارغ التحصیل  
 بھی موجود تھے اور اپنی تعلیم کے زمانہ میں وہ بعض حیثیتوں سے مولانا سے ناواقف نظر آتے تھے۔ لیکن اس زمانہ کے  
 مقدس مہتمم و سلسلہ نقشبندیہ کے مشہور شیخ حضرت مولانا رفیع الدین صاحب کی واسطے صداقت سے نظر انتخاب فرمایا گیا  
 پڑھی اور مولانا کے والد ماجد مولانا دارالافتاء علی صاحب سے درگیا۔ آپ کے والد ماجد کو اتنے قدامت سے بہت  
 احوال معلوم فرمائی تھی اور یوں بھی نصیحتیں دیں۔ و شریف تھے اس لئے ان کو گوارا نہ ہوا کہ ان کا زمانہ مدرسے سے صاحب  
 سنے کہ کام کرنے لیکن وہ مدرسے پر گمان نہ کر کے سب سے مصالحت چیل نظر آئے لہذا ان سب ہمدردوں کے  
 ادب کو ملحوظ رکھ کر محاموش رہے اور مولانا شیخ الحدیث ۱۹۲۲ء میں مشاہیر و روئے ماہوار مدرسہ چھارم پتھر پتھر  
 مولانا اگرچہ درجہ چھارم کے مدرس تھے اور خود بھی فرمایا کرتے تھے کہ "ابتداء میں قلمی اور قلمی اور قلمی پڑھنے  
 کو بھی غنیمت سمجھتا تھا۔ لیکن طلبہ کیلئے جس سے آپ سے بڑی کتابیں پڑھ رہے تھے اور اب رہتے تھے آپ کی علمی  
 استعداد اور مددگار ذاتی نظر آ رہے تھے اور آپ کی کتابیں بھی سب سے بہتر تھیں آپ کے دروس آئے لگیں ۱۹۲۲ء  
 ہی میں آپ صاحبان سب کی نصیحتیں منگلی اور اہم کتاب قرمدی شریف، مشکوٰۃ شریف اور جامعہ جیسی نوکریوں کے  
 اسباق روزانہ سے لکھنے پڑھایا کرتے تھے۔ ۱۹۲۲ء میں ترجمان سنی کی دوسری کتب کے علاوہ سب سے بڑی  
 و آفس کتاب اور ایچ الکتب لیکچر کتاب اللہ بخاری شریف بھی آپ سے پڑھائی۔

۱۹۲۳ء میں بڑگان ہندوستان نے بیت اللہ کا قصد کیا۔ اور اس قافلے میں حضرت مولانا محمد قاسم  
 حج بیت اللہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا رفیع الدین صاحب، مہتمم دارالعلوم حضرت مولانا  
 محمد تقی و دیگر بہت سے فقیہ اور گامی علماء شامل تھے۔ مولانا شیخ الحدیث بھی زیارت کر میں غرض میں یہ  
 ان کا برطمان کی نصیحت میں بڑی سعادت سمجھتے ہوئے ساتھ شامل ہو گئے۔ ہندوستان سے اپنے ایک اور طلبہ اپنے  
 دلدار کا قافلہ ج سکتے دوا ہوا جو اس کی نظیر سابق میں ملتی ہے اور نہ آئندہ امید سے جن پیشکش پر گامی  
 دکن شرقی زیارت میں سیکڑوں شدگان خدا مصافحہ اور دست برسی کئے موجود ہوتے۔

پٹی میں جس دور جہاز کا استفادہ کرنا پڑا۔ پھر سب قافلہ جہاز میں سوار ہو کر تیرہ دن میں عتہ اور وہاں سے  
 اور شہر پر پہنچے منظر پہنچ گیا۔ ہر شہر میں سکے مرشد حضرت حاجی امداد اللہ ان دنوں کے منظر میں تھے۔ طرفت و  
 زیارت کے بعد سارا قافلہ ان کی زیارت کو حاضر ہوا اور بعد وصحت حج حیدر سوره ۱۱۲۲ سے اور پھر دن  
 دن قیام فرمایا۔

استاذ الاساتذہ شاہ عبدالغنی دہلوی صاحب مدظلہ العالی مدبرہ مخدوم تھے۔

سب حضرات اس کی خدمت میں حاضر ہوئے جناب مسعود صاحبی کمال شفقت اور بزرگوں کی عنایات فرماتے، اور اجمود استانی کنگڑی

شاہ عبدالغنی دہلوی سے اجازت حدیث اور صحاحی، طحاوی وغیرہ سے شرف صحبت

کے باعلاقہ عنایات سرریک سے حسب درجات و مراتب گستاخ فرماتے۔ سیر عالم کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اگر کسی مشہور محدث یا استاد حدیث سے ملاقات ہو تو اس سے اجازت منگئے اور پھر جن بزرگوں سے واسطے کم آتے ہوں ان سے اجازت لینے کو ہر کوئی سعادت سمجھتا ہے۔ مگر مولانا شیخ الحدیث کا استاد کا کماں ادب و احتیاط کیونکہ مولانا نافرقتی کی موجودگی میں شاہ صاحب سے اجازت و سند حدیث یہاں سباز مسجد ہی سمجھا۔ لیکن واپسی کے قریب جب حضرت سنازی نے تحریر فرمائی تو حضرت شاہ صاحب سے کمال تشاقت مولانا شیخ الحدیث کو سند حدیث خطا دہائی دہرہ منورہ سے مکہ منکرہ واپس آکر ایک ماہ قیام ہوا، تو حضرت نافرقتی کی اسستہ عاجز تہیہ پر شیخ العربیہ و ابھم حاجی امداد اللہ سے حضرت مولانا شیخ الحدیث کو شرف صحبت عطا فرمایا، باجگہ خلافت و اجازت صحبت سے سنازی کیا۔ اور ابہ میں تحریری اجازت نامہ جمعہ ہجرتان روانہ فرمایا۔

بعض رفقا کو مصروف کی دشواری ہونے لگی تو حضرت حاجی صاحب کے استاد پر پوچھا یہ مقدس

مراجمت وطن کا فائدہ مراجمت فرمائے جمعہ دستاں ہوا۔ جمعہ پہنچ کر گھنٹا انتظار سے بچنے کے لئے جلد ایک سیڑھی ہزار میں سوار ہو گئے جس میں سنازی تھے اور جگہ تنگ تھی۔ باوجود باہمی مروت و ایثار کے سب کو نہایت دقت اور تکلیف پیش آئی حضرت مولانا محمد قاسم کو مقامات مقدسہ اور اپنے بزرگوں کی جدائی کی گھنٹا اور غار کعبہ کے ادب احترام کی وجہ سے دو رنگ پایا وہ چلنے کی تکلیف سے خاصی تکان تھی۔ جمعہ اور منکرہ صحنہ کے درمیان بڑھ رہتے، پہنچ کر سنازی ہو گیا۔ چہاڑ کی تنگی اور کش مکش سے اس پر مزید اٹنا ہوا۔ سوار ہونے کے تیسرے دن بعد صبح کے دو دو سے بھاری تیر ہو گیا۔ روزتہ مرض اتنا بڑھ گیا کہ ساتھی ہائیکس ہو گئے۔ چہاڑ میں دبا بھی تھی، دو تین آدمی روزانہ فرقت ہو جاتے تھے اس لئے اور زیادہ خطرہ تھا، نہ دو اتنی رات لالچ رہا۔ راستہ دستار و سکون۔ مولانا شیخ الحدیث نے خدمت گزاروں میں دن رات ایک کر دیا اور استاد کا خوب خوب حق خدمت داکیا تمام تمام راستہ بیدار رہے۔ صبح پانچ بجے تو بھاگ دوڑ کر کہیں سے کوئین گلاب اور بیوں تلاش کر کے لائے اور حضرت مولانا کو قدموں سے اٹا کر جوڑے پر تانہ کی جان میں جان آئی۔ جمعہ ہجرتی روز چہاڑ بھری سبھا دو ایک روز وہاں قیام کر کے مولانا شیخ الحدیث سے اپنے استاد اور مولانا دہلوی کے قصبہ انور تہ سبھا کر و بیچ الاولیٰ ۱۲۹۵ھ میں واپس آئے۔

شیخ الحدیث کی حیرت انگیز حیرت میں تقریباً چھ ماہ مولانا صاحب مدظلہ العالی ان کی جگہ کا کام کرتے رہے۔ واپسی پر آپ پرستہ سابق مدعی و تالیس بیٹے صرافت ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد حضرت نافرقتی نے بھی واپس قیام فرمایا۔ اس سے استفادہ



کی بات مستادا کے لئے شیخ الحدادی کے مشاغل طبعیہ میں دلچسپی اور زیادہ ہو گئی۔ رونوں میں اسباق، وزن، نثر پڑھتے اپنی مشہور کتاب "ایضاح الادب" تحریر فرماتے اور حضرت امجد کو سارے دستخطوں کا اصل کتبہ لکھتے اور شب کو مستحکم صحرا دار کتبہ میں لکھواتے، اور وہ دلائل و خلاف میں گراہتے۔ اسی دوران حکیم حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے تکمیل علم کے لئے ایک بار بہ تشریف لائے اور کتبہ اسباق کے ماحول اور لفظ اسلامی حضرت شیخ سے پڑھے۔

حضرت شیخ الحدادی نے ان مسائل میں بھی کوئی ذکر نہ کیا اور حضرت نے ساریت کویت کے ساتھ مشمول تھے کہ تاگاہ ۱۲۹۵ھ کا واقعہ اور ان صدیوں کے حضرت امجد کی وفات کا پیش آیا۔ حضرت طبعی سرگرمی میں مشغول ہو کر حضرت بابہ ہو گئے تھے لیکن کلمہ کی شکایت رہ گئی تھی اور کئی کئی شخصوں کا دورہ ہوا، ان حضرات نے ۱۲۹۵ھ میں مریض میں آیا ہو گئی اور بہت صیغہ ہو گئے۔ (مستند امجدی لائبریری لائبریری) ان کا انتقال فرما گئے۔ اس کے تیسویں دن بعد سا پور میں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کتبہ سہارن پور سے بھی وفات پائی اور صرف ایک دن کے فاصلے میں آپ کے انتقال کے ۱۰۰ مرتبہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی سے عالی ہو گئی اور لفظ صفا اور اہل علم پر علم اور صفا پر صفا لکھتے دیکھا ہے۔

**رحلت استاد کا اثر**

مقدم ہوتا ہے کہ وفات کے حادثے سے حضرت شیخ الحدادی کو اہل تہذیب و کرامت پر زور دیا، فقیر تھانوی سے دل سوا ہو گیا، بیچ و دم تو تھانوی، اس کے ساتھ ہی یہ خیال میں ملے کہ شیخ جو گیا تھا میں کو کبھی نہ

ہوا اللہ عز و جل فرمایا کہ "ہمارے مشاغل ملے، اس دور میں صرف اسی لئے تھے کہ کچھ مستند اور قابلیت پیدا ہو جائے اور حضرت کے شاگردوں اور شاگردوں کے کہے گئے، اب کچھ تہذیبی شخصیت جو گئے اسی قبل، وقال الحدادی: "بہت تہذیبی شخصیت سے کیا فائدہ، مگر سائنس سے ایسا ہی نیک ہے کہ تو کلمہ کو سیر کر میں گئے، چنانچہ آپ نے مدرسہ امجدی چھوڑ دیا اور اپنے مکان میں گورنمنٹ ہائی اسکول اختیار کر لیا۔ حضرت اس حزم پر پھرتے تھے مگر حق خدا سے آپ کے دل سے دعا داریٹ ہو کر کی مشاغل شاعرت اور علوم دینی کی دوستی اور بریں قاسمہ کی افادت مفید لسانی تھی، حضرت مولانا۔

پہلے ہی میں صاحب تہذیب، قاسمہ سرور، گورنمنٹ ہائی اسکول، مولانا اشرف علی تھانوی، کی وفات کا بعد دیکھا کہ، تھا، کیونکہ آپ سے زیادہ مولانا کا لکھنا ہی کہن ہو سکتا ہے، لیکن عبادت و تہذیب کے وقت میں حزم مولانا ہی کہتے ہیں اور دوسروں کو بھی سمجھاتے ہیں اور حق خدا سے علم میں جو امر مفید ہو سکتا ہے، باوجود غلابری، اس حالت کے اس کے لئے ایسے ہی اسباب پیدا کر دیتا ہے۔

تعمیر حالت کے ایک اور مرتبہ کیا اور غیبی منزلت بہت ساتھ خدا سے آئے۔ ماہرین میں مولانا اشرف علی تھانوی کی خدمت میں جو کہ لائق ہے وہ حضرت ہی تھانوی کے ہوتے تھے مگر دوسری حالت کا لفظ تہذیب و تہذیب کو ترجیح دیتا تھا۔ مولانا شیخ تھانوی صاحب کتبہ سہارن پور کے ارشاد سے اللہ والی اور لطیف قیسی کا کام دیا، چنانچہ ان کی عظمت اور ان کے بارے کی وقت حضرت کے قلب میں ہمیشہ جود کا مال رہی۔ مولانا اشرف علی تھانوی کے ارشاد کی تہذیب کی اور حکیم گریں میں جاری و زاری۔

حضرت نانوتوی کے مخصوص تلامذہ میں سے دوسرے شاگرد مولانا انیس امرودیہ بھی ترک تہذیبی ہیں حضرت مولانا کے ہم خیال اور شریک حال تھے ایک ماہ تک معلوم و محزون اور شعل فطیم سے کنارہ کش رہے، لیکن اہل دیوبند کے اصرار و جبر سے حضرت مولانا محمد تقیوب صاحبت کے ارشاد سے مجبور ہو کر پستور سابق مزدا دار کی مسجد شاہی کے سامنے کی حدیث میں مشغول ہو گئے۔

ربیع الاول ۱۳۱۲ء دارالعلوم کو حضرت مولانا محمد تقیوب صاحبت مدنی اہل کی وفات کا سخت صدمہ پہنچ گیا مولانا مدنی خود بھی ایک کوزہ سلف و جامع العلوم، جامع شریعت و طریقت، برگ ستارے، دار بصیرت نانوتوی کے ہم عصر اور دانشمندانہ تھے۔ مدرسہ کے سرپرست اگرچہ حضرت مولانا کشید احمد گنگوہی قرار پائے تھے مگر چونکہ آپ کا قیام اپنے وطن گنگوہ میں تھا اس لئے ہر وقت پر معاظریں شریک حال رہ رہ سکتے تھے مولانا محمد تقیوب صاحبت کی وفات باسراکت سے گزرتی تھی ہر قسم کے امور میں مہایت قوی، عاقبت پہنچتی تھی اور ہر قسم کے فیوض و برکات سے مستفیج ہوا بہت تھا اور یہ کہ تمام علم برعص مولانا کے والد احمد مولانا مدنی صاحبت کے خوش نصیب اور شاگرد تھے، ایسے قوی الاثر جامع الصفات عالم کے ساتھ محروم ہونا دارالعلوم کے لئے کوئی معمولی صدمہ نہ تھا، لیکن مولانا صاحبت فطیم چارہ کار کچھ نہ تھا۔

اس حادثہ کے بعد مولانا سید احمد صاحبت جو خون ریز صدمہ یعنی خصوصیت کے ساتھ تمام کلاسوں کے استحقاق تھے ہمشاہرہ چامیں، دو پہلے حدیث اہل محترم ہوئے۔ مولانا محمد صاحب دیوبند کی پستور میں ۲۵ روز پہلے حدیث دوم اور حضرت تیس روز پہلے مشاہرہ پر حدیث سوم۔ اور مولانا عبدالعزیز صاحبت مدنی چامیں۔

اس تفریق سے تقریباً دو ہی سال کے بعد دارالعلوم کے سب سے قدیم اور باعین عالم قی محمد صاحبت کی وفات ہو گئی اور حضرت مولانا انیس کے مشاہرہ پر حدیث دوم ہو گئے۔ ترقی طبع اور اصناف مشاہرہ سے حضرت مولانا کے کا تعلیم پر کوئی خاص اثر نہیں پڑتا تھا۔ حضرت مخلص و نسبت تمام علوم کی کن میں پڑھا ہے تھے اور علم مہایت شوق و گرد و گی کی کے ساتھ دل و دست میں جب بھی موقع ملتا تھا حضرت کے فیوض حاصل کرتے رہتے تھے۔

۱۳۱۲ء میں مولانا سید احمد صاحبت مدرس اول اپنی صوریات کے خیال اور بعض مصالح سے دارالعلوم کے لئے مدنی [بڑی تخرابہ پر بھرا ہوا تشریح سے گئے۔ تعلیم کو حضرت پہلے ہی سے بڑی جماعتوں کو دے رہے تھے اور حدیث کی مباحث میں گزارا۔ اب سے ۱۰ سال پہلے ۱۲۹۵ء سے ۱۲۹۵ء سے کتاب مصالح و بھاری شریف و دیگر علوم کی انتہائی وہمات پڑھا ہے تھے۔ اب آپ مولانا سید احمد صاحبت کے مشاہرہ پر باعین آزار، اکابر و اصحاب حدیث اذی کمزور ہوئے۔ اس وقت سے آخر عمر تک ۱۳۱۰ء تک تین سال حضرت مولانا احمد حدیث دہے، اور آپ کی وفات پانچ سے دس روز کی تھی ہوتی وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔ مولانا کو کبھی ترتیب و درجات اور مقدار مت برابر پر نظر نہیں ہوتی اور حدیث ان کے طرز عمل سے ظاہر ہے وہ ہمیشہ دارالعلوم کی حدیث کو حدیث نے تعالیٰ کا کام اور وہی فرض کر کے چلائے

اسبے مشاہیر قبول فرماتے تھے مگر بعض وقت دکھایت اگر آپ محتاج دنیا کی طلب فرماتے تو صحت مزاج سے بچنے کو لوگ حضرت کو سزا گھڑی پر مٹھاتے اور صلے در پیر شاہروں اور نذرانوں کی صورت میں پیش کرتے لیکن آپ سے باہر ذاتی ضرورتوں کے ہمیشہ آپ سے امتداد و تہ منسوب ہونے کے لگاتے ہوتے تھے دارالعلوم دیوبند کی سرسبزی و دنیا داری کو صل نظر فرماتے رکھا اور اس میں خدمت میں جرقہ قائم کر دی۔ دارالعلوم کے مخالفوں نے بدعتی سے متعلق ہونے والی میں پیش ڈالی کر علی گڑھ کی پر آواہ کرنا چاہا مگر ناکام رہے۔ پیر علی عبدالرزاق صاحب گنگوہی ہستم دارالعلوم اسلامیہ دہلی سے نصرت اور حسن نیت سے کوئی تحریک کا موقف نہ چھوڑا۔ مگر دل میں مسرت ہی لینے دیا سے نصرت ہونے حضرت دینی قیام لڑا کر طرہ حجازی مرانیں۔ اور بجا طور پر الامام الحدیث شاہ ولی اللہ دہلوی کے خدماں کی نیابت کا حق دہلی میں رہ کر ادا فرمائیں۔

استقامت، استقلال اور محنت فرمایا حضرت

۱۳۱۰ھ میں جب بوجہ گرانی دیگر مدرسوں کے مشاہروں میں اپنے جہاز کو کلیم حضرت گنگوہی قدس سرہ آپ کا مشاہیر پچاس روپے بریگا آپ کے سامنے سے قبول فرمایا۔ دو مرتبہ لکھنؤ و شہر حضرت نا تو تو ہی دکھو اب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں "مگر حسن کب تک مدرسے مشاہروں سے ہونگے۔ دونوں مرتبہ بعد اعزاز مشاہیر چھوڑ دیے کا فرمایا لیکن حضرت گنگوہی کے ادب سے مجبور تھے اجازت دہی حکم میں کر فرمایا کہ۔ میں ان کو کہے ہوا ہرگز دیکھو نہ۔ مگر جب حضرت مولانا مدرس کی ولادت ہوئی اور انھیں مدینین کے اضافہ کے ساتھ آپ کے پچھتر روپے مقرر ہونے تو آپ سے اضافہ اگل فرمایا ہی دفرمایا اور گورنر کے بعد مشاہیر داخل ہو کر دیا مگر بھی اسی پانچ سو روپے سے دوسری سے دوسری دیتے رہے

حضرت فتوین کی مجال قشانی اور تاجیر حسد اور دانست اور ان کو بھوں جانا نظر ان سے ہے اور مناسب مزاج پر میں کا مسلسل اہلہ و احباب و انعام ہنگام میں بھی شک نہیں کہ حضرت مولانا کی معوی رکت کے ساتھ ظاہری مستعدی و تندہی اور دلی سوزی سے بھی مدرسے کے بارہاں راستہ کا کام کیا اور مدرسہ دیوبند کو ایک عظیم الشان دارالعلوم کی حیثیت تک پہنچا دیا۔ صبح کی سزا اور ناکارہ دیکھنے کے لئے آجائے۔ کبھی پیشاب یا دھو کے لئے درمیان میں اٹھتے تو مٹھنا لگتے ہیں وہ مشعل اور مسلسل دوس دیتے ہوتے گی وہ بارہ بج جاتے تھے اور ظہر کے بعد پھر بھی مشعل موجود تھا۔ عشاء کے بعد مست و تک گتہ بنی کرنا اور پھر کچھ دیر آرام کے لئے موفی کی عبادت اور ملازمتوں اور اسے توجہ میں مشغول ہوا اور بعد توجہ کے طلب کی ایک جماعت کو سبق پڑھا اور لہذا فرماتے کہ بعد عصر تک قطع میں مصروف رہنا آپ کا ہمیشہ معمول رہا

حضرت نے ۱۳۱۰ھ سے بحیثیت مبین الدرسین دارالعلوم میں کا تعلیم شروع فرمایا تھا اور ۱۳۱۲ھ میں آپ اتنا مدہ دوس ہونے لگے تھے۔ اس لحاظ سے ہر ایس سال کامل خدمت تعلیم میں بسر فرماتے اور ۱۳۱۵ھ سے ۱۳۲۲ھ تک ان تیس سال کامل عمل الاقتضال حضرت سے علم دین کی اشاعت فرمائی۔ سن درمیان میں حضرت پہلے سولہ مہینوں چھوڑ

سعرہوں کے۔ کوئی حویلی معمر رہا اور کوئی ایسا شعل نہیں آتا نہ کوئی مرز لائق ہوا جس سے کارہیوم میں دو چار ماہ کا قریل  
 صریح واقع ہوتا۔ یہ نصف صدی رتقریباً، کارہار گچہ کم نہیں ہے۔ ہندوستان میں کیا ان آخری قریلوں میں وہاں ایسے  
 سمت کہ علماء شمار ہو سکتے ہیں حصول سے اس قدر طویل زمانہ انارہ نگارہ اور علوم اسلامیہ کی خدمات میں گزارا ہو۔

حضرت سے چونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ ملی کام لیا تھا اس لئے ظاہری مختصر قد و قامت اور ضعیف بدن کے  
 ساتھ اندرونی قوی سہایت معصومیتا سے تھے، یہ خود خدمتِ تعلیم میں اس قدر محنت کرنے کے اور ہاد صفت شب  
 بیداری اور کثرتِ ذکر اللہ کے، ضعف و باع کی شکایت دہتی تھی، نہ ضعف بصر کا عمل، نہ وہاؤں کے محتاج تھے، نہ  
 مقربات کے خرفان، معمول سادہ خدا استعمال فرماتے تھے اور وہ بھی صحت قلیل۔

اس عرصہ میں تمام ہندوستان میں آپ کے علوم و کمال خصوصاً حقانیت کے شہرہ اور سہایت کی دنیا میں شہرت  
 چوکنی تھی اور حاجتا آپ کے بیوم میں گئے تھے، ہر وراج میں آپ کے شاگرد یا شاگردوں سے فیض یافتہ عالم باحث  
 شاعت معلوم و مرجع ہدایت حلقی اللہ بن گئے۔ دارالعلوم میں دو قدیم ہرگوں کے سوا تمام مدرس آپ کے شاگرد اور  
 فیض یافتہ ہیں۔ اور ہندوستان کی کوئی قابل اعتماد علمی درس گاہ ایسی نظر نہیں آتی جہاں آپ کے جلا واسطہ یا با واسطہ  
 شاگرد کسب مدرس پرگنی نہ ہوں

کابل، قندھار، پنج بخارا، مکرمنگر، عزیز سورد اور میں تک کے لوگ آپ کے علوم و فیض سے الایمان  
 ہو کر گئے۔ مولانا محمد اسحاق امرتسری ایک باقدا عالم نور انقیاسے سلف اعلیٰ مدید سورد جا کر درس جاری فرمایا ان  
 کی وفات کو زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ مولانا صدیقی احمد صاحب اسی مقدس دارالہجرت میں خصوصاً طور سے اپنے مکان  
 اور کچھ ہوتی علی صاحبنا الصلوۃ والسلام میں اشاعت علم کرنے لگے، اور ان کے چھوٹے بھائی حضرت مولانا سید سعید احمد  
 حلی کا عقد درس خاص مسجد بروی میں سید العرب والہم کے دو عرصہ سورد و طبرہ کے مسائل ایسی عظمت و برکت سے  
 جاری ہوا کہ بڑے بڑے کامل اہل علم اسناد کے حلقے مختصر رہ گئے، در شرفا سے ہینہ ازسوی و علی اللہ علیہ وسلم کی  
 اولاد مولانا سورت کی خدمت میں داخل ہونے اور تکرار کرنے لگی۔ داکٹر فضل اللہ نیو تیر میں یشاد۔ حضرت کے تمام عمر  
 چٹائی پر بیٹھ کر درس دیا، اخیر میں مرض برامیر کا عارضہ ہوا بعض مخلصین سے کہانی ہو گئے، جو اگر کہہ دیا۔ اس پر بصرہ دست  
 بیٹھتے تھے مگر کسی قدر گران و گراہت محسوس کر کے

حضرت کو صرف تفسیر و حدیث و اصول و فقہ اہل حق و معانی کی کتب محنت اور شوق سے  
 تبحر علمی اور طریق درکس | بے تکلف پڑھتا سنتے اور استاد میں نوست بھی زیادہ شعوریت و شفقت برداشت فرما  
 تھے، مگر اخیر میں بھی ۱۳۱۵ھ تک پانچ پندرہ روز اور دو دن دیتے تھے۔ اس زاد کے بعد کچھ ضعف و اعراض کے اور  
 ہذا اس سے کہ حضرت کے اسناد علامہ و علامہ ازسرت و محدث کشمیری، مولانا سید سعید احمد حلی، اور علامہ شیبہ اور علامہ

حدیث میں سوچ دیکھنے و آپ حسب ضرورت دورانہ دو یا تین گھنٹے درس دیتے تھے اور تمدنی شریف و کلبی شریف تقریباً ساڑھے نو گھنٹے پر مشامیت تمام کر دیتے تھے

حضرت کا حلقہ درس نہایت ہمدرد اور شائستہ ہوتا تھا دوسرے مدرس کے فرائض ادا اور بڑے شرم سے وہیں طالب علم نہایت خود بخود طریق سے حاضر حضرت بہتے اور حضرت کی عظمت و دکان سے درس دیتے۔ اور پراپر کی تحصیل باتوں کا ذکر تک نہ تھا، اور صدوں کی تحقیر اپنی تعریف کا نام و نشان نہ تھا، ہمیں حق اور تفریح طبع کے جلسے یا ذاتی مکتبہ کا بیان بالکل مفقود، جو طالب بالکل عام ہوتا تھا کسی کی خصوصیت نہ تھی، کم سواد طالب علم قرأت کسے سے خود ڈرتے تھے اور بے موقع سوال کرتے ہوتے پچھتاتے تھے، مستعد طالب علم بار بار اور طویل طرح سے اپنے شکوک و شبہات پیش کرتے تھے، اس طرح کہ حلقہ درس بالکل مجلس مناظرہ بن جاتی تھی کبھی حضرت الزامی جواب سے طالب علم کو مسکت کر دیتے تھے اور اور کسی صاحب طبع تقریر پر شعاع لسانی القصد کا کام دیتی تھی الزامی جواب میں مگر تمام تھا، اور چند دفعہ ہی طرح ٹاسنے پر توجہ بہت مدد دل کے بعد تحقیق شروع فرماتے اور اس حوالی اور نکتہ استدلال سے تقریر فرماتے کہ مسائل کو شرح صمد پر جاننا۔ بہت سے ذکی استفادہ وہیں اعلیٰ طالب علم جو مختلف مسائل کی استفادہ سے استفادہ و کسے کے بعد حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اپنے شکوک و شبہات کے کافی مشافی جواب پاسلے کے بعد حضرت مولانا کی زبان سے آیات قرآنیہ اور احادیث بیور کے معانی و مضامین سن کر سرسید غم گم کے معترف ہوتے کہ یہ علم کسی نہیں ہے اور ایسا محقق عالم، یا نہیں نہیں ہے۔

حلقہ درس دیکھ کر کلف صاحبین و اکابر محدثین کے حلقہ حدیث کا نقشہ نظروں میں پھر جاتا تھا قرآن و حدیث حضرت کو آ رہے تھے اور آئندہ اہل علم کے شاہجہاں رہاں پر، اور صحابہ و تابعین، فقہاء و محدثین کے اقوال محفوظ، تقریریں، گردن کی رگیں پھولتی تھیں، ہر میں گفت و آفاق، مصلحتی الفاظ سے تقریر کو اذوق اور مجاہدی بناتے تھے سہایت سکھ اور مسل انصاف میں یا باجماع اور وہیں اس روئی اور تسلسل سے تقریر فرماتے کہ معلوم ہوتا تھا دراصل اللہ ہے، ہر کچھ سہا سہا میں ہے اب بھی کئی دیکھئے واسے سوجوہوں کے کہ وہی صحتی جسم اور منکر الزواج یکے پشت استخوان، مصیبت لہذا مردود حاجت عد کی حصوں میں ایک مکتوبی سکھیں طالب علم معلوم ہوتا تھا اور بار بار اس حد کے روش پر بنا کسی بستر کے بیٹا جو انظر تا تھا صمد درس پر تقریر کرتے وقت بوقت معلوم ہوتا تھا کہ ایک شیر مرد ہے جو قوت و شکت کے ساتھ حق کا اعلان کر رہا ہے۔ آواز میں کڑھنگی، سیر چندی رہتی، لیکن سننے والے جانتے ہیں کہ حسب صمد درس گاہ "نورہ" میں تقریر فرماتے تو داؤد اور زہر قرآن مجید دستبہ قاری سکھ بچوں کی آواز، ہر مدرس کے دروازہ تک سے شکت قابل فہم آواز آتی تھی۔

لہذا میں تفسیح اور تفسیر نام کو دیکھی، پھر وہ بنایا یا اسو سحر لانا حضرت کا کام نہ تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے تقریر میں اثر دیا تھا، مات دل نشیں ہوجاتی تھی اور سننے والا ایسا گھبراہٹا تھا کہ جو ہر مار سے میں حق ہے، اس لئے

صحت سے لوگ جو دور ہی دور سے دشمنوں کے انفراسکے ہونے عقائد ماسدہ دین کو بدعتیہ سمجھ جاتے تھے۔ اپنی اولاد و حواریوں کے دروسہ آکر تحصیل علم کر سہ میں اس لئے اہل جنس ہوتے تھے کہ یہ بھی اسی رنگ میں رنگے جائیں گے۔ اس لئے علامہ علیہ کے حقائق و واقعات نقل فرماتے اور اپنی تحقیقات علیہ اور مضامین عالیہ سے منکر مصرعوں و نحو کی

شرح و تبیین کا ادب اس درجہ طور رکھتے تھے کہ نہیں بہت ائمہ تحقیق بھی نہ آسکے پاتا

مسائل مختلف پہا میں اثر ثلاثہ جسم اللہ جگہ دیگر مختصری کے ذمہ بھی میان فرماتے اور مختصر طور سے دلائل بھی نقل کرتے لیکن حساب ام الرعینہ کا کبریا تو مولانا کے قلب میں الشرح بہرہ پرناشت و تقریریں روانی و لہجہ میں جوش پیدا ہو جاتا۔ ذیل پر ذیل اہم شہد پر شاہد و قرینہ پر قرینہ میان کرنے پہنے ہاتھے تقریر کرتی ہی تھی۔ اور اس خوبی سے وہ بہت نام اظہر کو ترجیح دیتے تھے کہ یہ سہم علیہ اور صاحب الفرائض ہوتے تھے۔ اور دور کی مختلف نصاب میں احادیث میں کی طرح کبھی بیان بھی۔ جاتا تھا جس کی کہ اس طرح دعایا میان ناست فرماتے کہ بات دل میں اتر جاتی تھی اور سامعین کا دل گرا ہی دیتا اور آنکھوں سے نظر آ جاتا تھا کہ یہی صاحب حق ہے

ہاں ہر امر اسلام کا ادب و احترام اور ان کے کلمات کا احترام حضرت کی قدیم کا ایک جزو و نہ تنگ ہو گیا تھا خود بھی لڑی ہی تقریر راستہ اور صحت سے ذہن نشین کرانے کہ "طاسب عنہم دین حق میں اور سب مسئلہ مالکتاب و راستہ کی تحقیق موجب کی جاتی ہے اور سرور ادب و اہم حضرت علامہ علیہ من قرص ہذا لیتہ انما اللہ جملہ تلافی حقیقہ کے صدق اور اس شعر کے عمل تھے ۔

یعنی اور خود علوم آہستہ آہستہ کتاب و سب معین را دستا

اس کے ساتھ ہی آپ سے نہایت محنت شاقہ اٹھا کر درقول شخصے دو دو چاروں کی کر کتاب یعنی اور مطالعہ کا سارا زیادہ اہتمام فرمایا تھا حضورنا شروع حدیث کمال عمر و فہم مطالعہ فرمائی اور بعض کو کئی مرتبہ دیکھے کی نوبت آئی۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ "درا" یعنی "اشمال"۔ اور حضرت فرمایا کہ حضرت بگاری کی شرح : ہدایہ کی شرح اور اس کو کئی مرتبہ دیکھ چکا ہدایہ کی شرح آہ لیکن حضرت صرف شرح کی تعلیم کے معاملہ میں حضور سے تھے کہ وہ مفسرین عجیب اہمیں شروع دعا شہی کے ساتھ سے آپ کے دین معنی میں آتے تھے جو بدعتیہ دشمنیہ حضرت سے شروع احادیث کا عطر لگانا کہ رکھ دیا ہے اور چار سے فقہاء و شراح کے عمل دلائل کو ہی نشوونہ و سلسلے سے بیان کیا ہے کہ ہدایہ کا یہ حدیث میں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے محدثین میں حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ خاص تعلق تھا

امام بخاری کے علوم اللہ تعالیٰ سے آپ پر کھول دیے تھے یہاں تک کہ نظر سے ہی ماٹ کی یکسوئی میں آپ نے خود خود اس داعیہ الہی سے مجبور ہو کر تراجم بخاری کے متنوں تحریرت کئی شروع فرمائی تھیں بخاری کے متنوں کو کئی شخص ہر حال کرتا تو خوش ہو جاتے اور بیان فرمایا شروع کر دیتے۔

اہم اسلم ہے اپنی کتاب کے خطبہ میں امام بخاریؒ پر تصریح کر کے جو کلمت کی سب سے اس پر لایا اور کلمے کے حسب  
 طائفتہ جوئی نو بخاری کے حامی و تحریرت سے جو کلمے کا ش اسی طرح امام ابو سعیدؒ اور امام بخاریؒ کی لطائف ہر حال و  
 امام بخاریؒ ہا سب سے تمام اختراعات دلیل سے لیتے

امام ابو سعیدؒ رحمۃ اللہ علیہ کے فقہ کے سنی حقی تعالیٰ سے صحبت کو شرح صدر کر دیا تھا اسی کا اثر ظہر پر تھا  
 بہت فضا کے سبب از دل جو مرد و دل برز و وہ دقیق فرق و در لطف و در سر سنا کے کہ طالب علم سب سے ساتھ سبحان اللہ کہ سنتے  
 اگر امام صاحبؒ کے سابق بیان و کلمے کے لئے فرمایا کہ بعد و در سر سے کے بعد تیسرا بیان فرماتے پہلے جانتے  
 تھے، مسلم کا کلام تم ہی نہ ہوتا تھا۔ غلط سے وہی کے بعد ایک روز حسب عادت مصر کی بازار بڑھ کر بیٹھے امجد تھا  
 امام صاحبؒ کا ذکر آگیا پھر کی تھا۔ مخالف، وفاق و حالات و واقعات بیان ہوئے گئے اور حسب تک مغرب کی  
 اذان نہ پڑھ کر ہی کلام تم ہی دیوا حضرت مولانا کا طرز تکمیل و جمع من الکرمال والا عاریت وہی تھا جہہ بستان  
 کے نامی گرامی علی مدائن حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہما کا تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ  
 کے اقوال کو سنا سنا ہوا تھا و اعتماد و اختیار کے ساتھ نقل فرماتے اور سب سے نام لیتے۔ آپ کی سند حدیث کا مسلم  
 حضرت شاہ صاحبؒ ہی پر تھی جو کلمت۔ آپ کے کمال و جہر پر لفظ فرما کر اگرچہ حضرت مولانا کر شیدا محمد گنگوہیؒ اور مولانا  
 عبد الرحمن بانی تھی و اسے بقا نہ نہ موشی آپ کو اجازت حدیث حفظ فرمائی تھی لیکن وہی و تہدیس اور قرأت و حدیث کے  
 لیا سب سے آپ کی سند حدیث و در طرح حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ تک اور ان کے اساتذہ و کرام کے ذریعہ سے محمد بن و تو ہیں  
 کتب اعدا حدیث اور جناب سید الاولیاء و الاخرین صلی اللہ علیہ وسلم کلمت سنہتی ہے۔

اول۔۔ من مولانا ایشیخ محمد قاسم۔ من مولانا ایشیخ عبدالحی۔ من مولانا ایشیخ محمد الحق۔ من مولانا ایشیخ عبدالعزیز۔ من مولانا ایشیخ  
 ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہم ہمیں۔

ثانی۔۔ من مولانا ایشیخ احمد علی المسعودی۔ من مولانا ایشیخ محمد الحق۔ من مولانا ایشیخ عبدالعزیز۔ من مولانا ایشیخ ولی اللہ  
 قدس سرہما و صراہم۔

حضرت مولانا کے اساتذہ فاضل التحقیق و عالم شاگرد چالیس سال میں کم دیوا اور سب سے سالہ رکھے کے بعد ایک  
 ہزار ہوئے ہیں اور کوئی شاگردوں اور حدیث کتب پڑھ کر پیلے جلسے والوں اور بالاسطہ شاگردوں کی تو کچھ انتہا ہی ہیں۔

دارالعلوم دیوبند کے باغیوں اور سر سے حضرت اور تنظیم میں چونکہ علوم اور نقدی مدر ج کمال موجود تھا اس سب سے  
 دارالعلوم ابتدا ہی سے دہ رازوں ترقی کے مذاہج سنے کر لیا تھا اور ان کی ظاہری دہائی توجہ کے آثار و برکات اس میں  
 ملوانا جو سب سے اتنے ادا کا نتیجہ کو کبھی کبھن چاہتے کہ وہ گراما بر کے بعد حضرت مولانا اس کی صدہ دہری کے لئے توجہ  
 کئے گئے پھر آپ کی علمیت و شہرت و عظمت اور شہد و در دست اور ایثار و خلوص اور باطنی بہت کی وجہ سے جو شہرت

و عظمت دارالعلوم کو حاصل ہوئی وہ محتاج بیان نہیں ہے اور گویا آپ ہی کے فیوض سے اس کو بجا طور پر دارالعلوم کا لقب دیا گیا ہے۔ اس کے غنیمتیں سے جب بڑھے بڑھے خطرے کاں فتنوں میں سے اس کو سلامت بچا کر نکالا، وہ ششہ یا طوفانوں میں سے اسے اسل نجات پر لگا یا تو مولانا اس کے پشت پناہ تھے اور جب اپنی خوش سعی سے اس کو دیوبند ترقی پر پہنچایا تو حضرت ان کے دست راست تھے۔

حضرت کو دارالعلوم سے اس قدر گفتگو رہی کہ شاید ہی کسی کو نصیب ہو۔ حضرت کے والد ماجد اس کے استاد باپوں اور اہلین سرپرست کبریاں میں تھے۔ حضرت کبھی اس کے سابقین سترین طلبہ میں تھے، کبھی معین کلاس تھے کبھی مدرس موم و جہاد نظر آتے تھے، کبھی مدرس دوم سے صدر مدرس کی کسند پر متاد دکھائی دیتے تھے اور اسی کے ساتھ ساتھ کبھی مہر مشورہ اور کبھی اعلیٰ سرپرست تسلیم کئے جاتے تھے، ہر حادثہ کی انتہا ہے وہ ہر شے کو دیا۔ انوکھ ہے کہ اس کے بعد جب حضرت کے روحانی سرپرست جوئے کا مہر کیا تو حضرت کا وقت بھی قریب آپسچا۔ ایسی آپ دارالعلوم کی سلسل بنیالیں سال تک خدمت کرتے ہوئے حکومت کی آزادی کی خاطر جب کربت باوجود کربتوں میں نکلے تو پھر دارالعلوم سے۔ حضرت جوئے کا وقت آگیا جس کی تفصیل آئندہ آتی ہے۔

محمود کہ بود مرکز سر موجود  
اس نقطہ قضا زلوح ہستی بزود

ہر کسی کہ باورسد بجائے برسد  
محمود کہ بود در مقام محمود



# حضرت شیخ الہند کی سیاسی خدمات

آئندہ ہندوستان کی صورت پر ایک نیا تصور پیش کرنا اور اسے عمل میں لانے کے لیے ایک نیا راستہ تلاش کرنا۔ ان کے خیالات کو اپنی کتاب "ہندوستان کی ترقی و اصلاح" میں پیش کیا ہے۔

ہندوستان میں جب کہ سولہویں اور سترہویں صدی میں آسمان سیاست پر آفتاب درخشاں بن کر چمک رہا تھا اس زمانہ میں سادان کسور میں کوٹھوس برہمن قریشی پستے پر نیکر بھران کی دیکھا رکھی، نگریہ، صید، بڑی، جرنی دھرو مندوستان آئیں یہاں کے باشندے اور حکام نے سمان وادی کے واقعہوں سے مدد لینا شروع کیا، ان کو نہ صرف واحد کی اعانت دی بلکہ حکومت عمارت، حقوق شہریت وغیرہ بنا کر دے دیئے گئے، انگریز بھی نکل کر اقوام اس حوالہ سے نہیں باہر ہوئے۔

در ترقی سے ہی ہندوستان کے لئے نئے نئے خیالات اور اصلاحات پیدا ہوئے۔ ان کو اپنے لئے بہترین ہم وطن افراد سے دیکھا گیا۔ کئی مکیش بھی پیش آئیں۔ باقاعدہ طور پر ان کے تقریباً ایک سو تالیفوں کی تنظیم جماعت سارا ایٹھ لاکھ لاکھ لاکھ ہیں۔

سے ہندوستانی کاروبار اجتماعی صورت سے جاری کیا، اور عدالتوں کے طریقے سے بہتر بنا دیا گیا۔ جوں جوں زمانہ گزر گیا ان کی پیشین گوئیوں اور اداروں سے بہت سی اصلاحات آئیں جو آج کل کے ہندوستان میں خوب سراہی اور دل آویز ہو کر رہا اور اس کے باقیین دولت میں سے میں متوجہ رہا تھا چند روزوں کو توڑیے میں کامیاب ہو کر حکومت شروع کر دی۔ یہ سچا ان کو ایب لگا کہ ہر وقت اور ہرگز ہی دھن کی برائی تھی۔ باوجود سائنس کے تقریباً اکثر ہندوستان میں ان کا کل اثر اور ہوا اقتدار قائم ہو گیا۔ اور اس قدر برکت ہو گئی کہ بادشاہ دہلی سے جبراً اپنی حکومت پر دیکھا کر کر ملک میں اعلان کر دیا کہ اسے حکومت عدالت کی بادشاہ کا حکومت کسی سادو کی ہے۔ ان حالات کو غلط سمجھنے اور دل ہی دل میں کڑھتے رہتے تھے۔ اکثر کار حکام سلطنت کی عظمت، جسے برہمنوں نے سہ دنائی اور دل، ارباب، اقتدار کے آس پاس کے لٹاق کے مظاہرہوں دھرو سے مجبور کیا کہ عام مسلمانوں کو تہہ کیا جائے

اسی سے قبل شاہ علی احمد دہلوی اپنی مخصوص افاد میں کہنا بی صورت میں تحریر کے اریہ تکام اور اب وقتہ کو  
 طرح طرح سے افتاء کر چکے تھے لیکن لوگ ٹس سے کسی ہوسے چنا پر شاہ اولیٰ بنت حضرت دہلوی کے مانتیں دلہ  
 حضرت شاہ عبدالعزیز سے آزادی کے متعلق فتر سے دے دیا اور عام مسلمانوں کو جہند کستان کے آزار کرانے کے  
 لوجہ کو کھایا۔ اس وقت سے مسلمانوں اور خصوصاً اہل علم میں یہ تحریک انقلاب شروع ہوئی اور تقریباً بیس برس کے بعد میں  
 تمام جہند کستان میں شہداء الہی کی یہ تحریک پھیل گئی اور ایک نکل نظام اور نکل قوت شروع ہوئی۔ ۱۹۰۶ء میں مولانا ابوالکلام  
 صاحب نے اس کی قیادت میں کراچی کی علی گڑھ والی م. بی. ہائی اسکول میں کراچی کے اساتذہ اہل علم اور شاہ اسماعیل صاحب  
 علیہ السلام کی قیادت میں مولانا ابوالکلام صاحب کی تحریک "سیرت شہید" اور مولانا ابراہیم علی مدنی صاحب  
 کی تحریک "سیرت شہید" سے متعلق سیرت شہید کے متعلق سیرت شہید میں پیش کی گئی تھی اور  
 یہی ایک کامیابیوں کے ساتھ یہ کاروائی جاری رہی مگر انگریزی پابندیوں اور آپس کے عقاب اور مدارجوں وغیرہ کی وجہ سے  
 ۱۹۱۲ء میں شکست ہوئی اور تحریک تقریباً ختم ہوئی۔ انگریزوں نے شہداء تحریک پر جرحہ وار ایک امتحانی آراء اور امتحانی  
 تکلیف کے اعمال جاری رکھے اور ایک ہی جہد کستانوں کی عام ٹوٹ کھوٹ اور ایذا دہی میں وہ اسامیت ہرگز نہیں  
 کہیں تھی کہ جو سے انگریزوں سے ایک بھر میں عام اور ۱۹۱۵ء کا مشترکہ واقعہ پیش آیا جس میں جہد اور  
 مسلمان آپس میں مل کر جہد و ستوں کی آزادی کے لئے سرگرم ہو گئے تھے۔ یہ قسمی اور عاشقوں کی مدد میں کی وجہ سے اس میں  
 میں ناکامی ہوئی۔ جہد و ستوں سب ہی بر باد گئے مگر مسلمانوں پر سزاوی اور ظالم بہت زیادہ ڈھانسنے لگے اور  
 ہر قسم کے امتحانی مصائب سے ان کو روچار ہونا پڑا۔ چنانچہ شہادت مظالم اور انگریزوں کی فوجی اور اعلیٰ حد تک کی سے بنا وقت  
 کی ماسٹر کی جا پر جہد و ستوں میں ایک کے ولید انقلاب برپا کرنے کا بہت۔ یہی خوف و طرہی کا دور دورہ ہو گیا اور  
 مظالم شہید کا اندھیرا بہت سمائی گئی کہ راجہ جیپا راجا یا آخر تک آگ آئی انقلاب کی تحریک شہادت میں بصورت  
 کا انگریزوں کی گئی۔ اس کی قیادت میں بھی اور ملت علی انگریز ہر قسم کے تڑکے کا دہائی کر باقتضیٰ آئے تاکہ جھلک کی تقسیم  
 کی صورت آگئی۔ لارڈ کرڈن سے نکلان میں چاروں طرف امتحانی کا حال پھیل دیا۔ مسلمانوں اور جہد و ستوں کو لڑا کر حکومت برطانیہ  
 سے اپنا مقصد حاصل کیا مگر پھر اور جو کہ وہاں کے لوگوں پر تقسیم کے صوبہ کرہ سے کا اعلان کر دیا۔ ۱۹۱۹ء میں پہلی  
 میں انگریزوں کا اور اس کے بعد کا پورے میں جہد و ستوں میں توہین جناب سردار محمد علی احمد علیہ السلام اور پھر پانچواں گانہ برپا کر دیا  
 اور شہداء جو جہد و ستوں سے مسلمانوں کا قبیلہ توجہ اور علیہ دینی پھلا آئے تھا اس کے ساتھ مظالم اور درد و تک نا اعلیٰ میوں جہد و ستوں  
 جسکے غرض اس اور عقاب اور تقسیم ہوا ایک اسلامیہ کے ایسے واقعات لگا کر پیش آئے جسوں نے تمام ملک جہد و ستوں  
 کے تقرب میں خصوصاً سیرت شہید پر آگ دی۔ حضرت شیخ عبد مولانا گوردین صاحب قدس اللہ سرہ و علوہ زحم کی گہری نظر واقعات  
 عالم اور خصوصاً جہد و ستوں اور ملک پر زیادہ مکرور ہوئی تھی۔ ان واقعات سے اس قدر متاثر ہو گئے کہ ان کے لئے آرام

وہیں تقریباً حرم ہو گیا تاریخ وہی اور گزشتہ واقعات سندر مالک اسلام آباد شہر اور پورہ اور غیرہ پر عامانہ نظر سے ان کا مجبور کر دیا کہ وہ مذکورہ بالا حالات کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ سیدان محل میں دھوکہ خور نکلیں کہ سیدستان کے دو تارن اور قاضی کے ساتھ مل کر ایک ایسی ٹکڑی بنائی جس سے انگریزوں کے غرضی قدم ہندوستان سے نکل جائیں گے۔ ہندوستان کی آزادی کے ساتھ ساتھ مالک اسلام آباد اور پورہ وغیرہ سے بھی اس کا اہتمام ہو جائے۔

حضرت شیخ حسنہ کی خدمت تاریخ میں ہم ذکر کر کے آئے ہیں کہ وہ ماہِ حرم کو صیغہ و تربیت کا شوق حضرت سوری کو قائم اور نوری حضرت مولانا شہید احمد شگرہی اور شعلوں کے حضرت حضرت حاجی اعجاز اللہ رحمہ اللہ اس میں سے حاصل تھا۔ سالہا ان کی خدمت عالیہ میں اتنا ہی اطمینان و شوق لکھنا تھا۔ عبادت کے ساتھ ساتھ سواتی امدان حضرت کی وہ کمال و کمال سید تھیں جنہوں نے شہداء میں ملازمت کر کے کمالی، افسانہ بھوں اور سے انگریزوں کا مقابلہ کر دیا تھا۔ ان کے صیغوں میں ہمیشہ آزادی اور جہاد کی سادگی آگ سگنی رہی تھی، اس سے حضرت شیخ حسنہ کے دل میں انگریزی، قتلہ کے ناکر مہینے کا جذبہ مستقل طور پر برپا رہا۔ علاوہ انہوں نے حضرت حرز اللہ علیہ السلام کو تہمت کی دیا جنہوں سے یہاں تک جلی ہوا تھا جس میں انسانی غیرت، اطمینان اور فیصلہ، وطن اور فوجی جیت، اسلامی ہمدردی وغیرہ کوٹ کوٹ کر بھری گئی تھی۔ واپس ایسا فوجی طلب کیا گیا جس میں صرف تغیر و ترقی کے لیے شمار سالی محفوظ رہتے تھے، مگر واقعات تکثر اور افسانہ اور اردو، فارسی، عربی کے شمار سالی بھی تھے۔ ان کے ہاں بھی یہ رہتے تھے۔ ان کے ہاں بھی یہی دور کی جلی ہوئی تھی کہ مشکل سے مشکل مسائل اور فوج سے سزا دیتے تھے، اس لیے ہر ان سہ کے ہر گورہ، لا واقعات حضرت سواتی اور غرض کے دل گزار اور ہونا کہ مطالبہ اور اندر ان جہاد کی انگریزوں کی روزانہ دہریہ کشتیوں اور شرمسک و شہت و تربیت کوٹ کھوٹ کر ادا والی سے اتنا ہی درج میں رہا جس اور مضطرب کر دیا اور آواز دیا تھا کہ حوائف و تباہی سے بے نیاز ہو کر بیٹا انقلاب میں سرکٹ آگے بڑھ کر کوشش کریں، ہر ماہ کی تاریخیں، وہم کی کالی کالی گفتاریں، سوال کی تازئیں، الہیہ ہمدردیوں کی گفتاریں، کہتے بکہریاں، کاوش میں کر سکتے آتے اور کچھ عرضی عمر و عرصہ میں کر، مگر چونکہ پانی سر سے گہ چکا تھا اس لیے خوب صبر و تحمل سے صرف قیام پر اکتفا اور بھروسہ کر کے کام شروع کر دیا۔

شروع شروع میں قیاس سے بھی زیادہ مشکلات سامنے آئیں، سخت اور زندہ آہ صیغوں کا سامنا کرنا، ماہِ حرم کے جھلسا رہنے والے تھپڑوں سے طہرے سامنے، احباب و واقفین کی استیغاب کرنا، شہر میں باغ اور خیر خواہی کرنا اور کیوں نہ نہ، انگریزوں سے اس تہمیشندی کی بگڑی تھی کہ سب سب کی طرف انکھ اٹھا اس ستاروں کا سماں باد صفا آگاہی اور انقلاب کا لکڑی کا حساب بھی دیکھ لیتا تھا تو پتہ پانی ہونا تھا، سوہ مدلی باحد و اعتدالی حکومت کی حاصل بھی، ملن پر لانا برقی سماں سوسے، زیادہ شاہ کی تھا، کہ ہائی تھی۔ بڑھائی تھی اور مطالبہ سے اس قدر غلبہ اور دامن کوٹا کر لکھا تھا کہ صحت سے صحت میں اشتراکات کا صف اس قدر، بڑھاتا تھا تھا کہ انگریزوں کو صرف کشتیوں کا خیر نہیں د

س، آئی ڈی میں ایسے ایسے لوگ کام کر رہے تھے کہ جس میں شہرک نام بھی سنے دی اور کفر بھی جا سکتا تھا۔ چنانچہ ان طرف  
 تھپتھپ رہیں گا حال گنچا بڑا تھا پھر کس طرف امید کی جا سکتی تھی کہ کوئی شخص بھی ہم خیال اور ہم دماغی ہو سکتا ہے۔ خود  
 جب کہ ہر شخص آزادی کے ڈاکر سنے سے بھی گام پر ہاتھ دھرتا رہا، اور حال سولہ ماہ سے تمام خطرات سے قطع نظر مردی بھی  
 اور "ہرج اور مادی کشتی در آب انداختم" کہنے جیسے اللہ کا نام لے کر اس بھرہ خار اور ہولناک بلوغت میں گود کر آسکے  
 بڑھے اور لوگوں کو ہم خیال اور دین سمرنا سنے گئے، بڑھے بڑھے ملے۔ اور مشائخ سے چونکہ ناامید اور ابوس سنے۔  
 دجیسا کہ پیشہ فرمایا کہ سنے تھے کہ مشورہ مولویوں اور پیروں سے امید رکھنی چاہئے اور لڑا سنے تھے کہ لیس اہل اللہ سنے بھر  
 کو یہ قیمت کی تھی، اور ظاہر ہے کہ ان کو اپنی بڑائی کی وجہ سے سست زیادہ خطرات لاحق ہوتے ہیں۔ اس لئے اپنے علاوہ  
 اور مخلص بھر دیریدوں کو ہم خیال بنا سنے رہے جن میں سے مولانا عبد اللہ سنی مرحوم بھی ہیں۔ مولانا عبد اللہ صاحب  
 حضرت بزرگ اللہ علیہ السلام کے خاص مددگار، اور نوسلمت گرو تھے، بھر اور حافظ اعلیٰ بیانا کا اور سست و استقلال سنے طبع قدرت سنے  
 مٹا فرمایا تھا۔ اس دور میں دلی میں مدد و معاونت لفظ آری تھی جس کام کر سنے تھے جس کا مقصد تھا کہ انگریزی تعلیم  
 سے فوجا ان مسلم کے عقائد و حیالت پر جو ہے دلی اور شجاعا دہرلا اثر پڑتا ہے اس کو زائل کیا جاسے اور قرآن کی تعلیم  
 اس طرح دی جاسے کہ ان کے شوگر دشمنات دین اسلام سے دور ہو جائیں اور وہ اپنے آپ کے مسلمان بن جائیں۔ حضرت شیخ ابوب  
 دلی تشریح سنے گئے اور مولانا عبد اللہ صاحب سے ملاقات کی اور تکرہ میں فرمایا کہ "سبب کہ انگریزی حکومت اور  
 اقتدار سندھوستان میں قائم ہے تو میں جنت تکسٹم اپنی تعلیم اور اس مدد سے دی میں آدمی صحیح النیال سلطان بناؤ گے اس  
 جنت میں انگریز ہزاروں کو تھوڑے دیر میں بنا دیں گے" اور واقعہ بھی تھا (ڈیپریٹنگ کتا ہی ہے کہ جاسے سکولوں اور کالجز سے  
 پڑھا ہوا کوئی سندھو یا مسلمان ایسا نہیں جسے سنے اپنے بزرگوں کے عقائد کو غلط سمجھا۔ لیکن جو چنانچہ مولانا عبد اللہ صاحب  
 کی کچھ میں حضرت بزرگ اللہ علیہ السلام کی اسکی کم آگئی اور وہ عالی تھی اور ہی کے ساتھ تم جو لاک خطرات کو پس پشت ٹٹلے اور  
 ہر قسم کی صعوبتوں کو جھینے کے لئے تیار ہو گئے۔ حضرت بزرگ اللہ علیہ فرمایا کہ سنے تھے کہ دولت اپنی برکت میں کہتا ہے کہ  
 "مولانا عبد اللہ صاحب کے مولانا محمود جس کے حالات پر اثر ڈالا حالانکہ مولانا عبد اللہ صاحب تو تعلیمی حدود  
 میں نیک اور مشغول تھے میں سنے ان کو اور جسے کچھ کر یا سبت اور مظاہر کے خلاف تنگس میں ڈالا۔  
 اللہ عز و جل حضرت بزرگ اللہ علیہ السلام نے ان کو بالکل اپنا ہم خیال اور اپنا ہم عمل بنا لیا چونکہ ان کے سمت سے امر  
 اور حال بچان واسے سنے، پھالت، اور مقصد وغیرہ میں تھے اسوں سنے اپنے بزرگ اللہ صاحب کو بار بار سنے کہ سنے  
 کیا اور اس شوگر کا سنا یا، اور دلی میں دنہ رات ہم خیال لوگ جو سنے گئے ڈاکٹر اللہ صاری مرحوم، مولانا محمد علی جوہر مرحوم،

مولانا شوکت علی مرحوم، مولانا ابوالکلام آزاد، دہریہ حضرات کے لئے بھی مولانا عبید اللہ صاحبیت درویش نے حضرت علامہ  
علیہ السلام مولانا عبید اللہ کو سرحد، پاکستان، سندھ و بیرون میں بھیجا اور وہاں کے لوگوں سے تعلقات قائم کر کے  
اس ایک جم کو جلد ہی کیا دینا ایک کمیٹی اس کا مصلحتاً تشکیل دی تاکہ مولانا عبید اللہ صاحبیت کے سیرتی فنکار میں ملاحظہ کیا جاسکے۔

اس تحریک کی ابتدا میں سرحدی بھائیوں کو جو کچھ بیز نشہ اور ناخوش بہستان  
حضرت شیخ الحدیث کی ابتدائی کارگزاری سے انگریزوں کو نکالنا اور وطن عزیز کو آزاد کرانا ممکن نہیں ہے اس کے

لئے مرکز اور سلسلہ، سپاہی، مجاہدین وغیرہ ضروری ہیں، ساریں مرکز پاکستان (آزاد قبائل) قرار دیا گیا کہ وہاں اہل علم اور جاننا  
سپاہیوں کا انتظام سہا جاسکے۔ اس کے علاوہ جو کچھ آزاد قبائل کے بوجہاں ہمیشہ سہا کرتے رہتے تھے اور قوی ہو گئے  
وہاں سہا ہوتے ہیں اس لئے ان کو مستحق اہتمام کرنا اور ان میں سہا کی روح بھونکنا بھی ضروری تصور کیا گیا اور اسی سے  
کاسپانی کی امید قائم کی گئی اس بنا پر سرحدی بھائیوں کو کہہ دیا کہ سرحدی دہلی اور مغل میں لاسکے جائیں

الف۔ ان علاقوں کے باشندوں سے اس کے تنازعہات قدرہ اللہ شخصی و قبائلی دستگیریوں کو مٹا جاسکے  
ب۔ ان میں اتحاد اور ہم آہنگی پیدا کی جاسکے۔

ج۔ ان میں بیکوشی بھاد اور آزادی کی تڑپ پیدا کی جاسکے

د۔ حضرت سید احمد شہید کے لوگ، جماعت مجاہدین سرحد و حکومتیاد اور غیر قبائلی تنظیمیں اور ان میں اور قبائل میں  
تعمیر اور شکر کیلئے عرصہ سے چلی آئی ہیں ان کو دور کرنا چاہیئے، اس میں مقاصد کے لئے حاجی رنگ ملی عدالت  
سے بھی بار بار متہ ناکئی گئی کہ وہ اپنے وطن کو چھوڑیں اور انگریزی حدود سے باہر جانیں مقاصد کے لئے کوشش  
کریں۔ بالآخر حاجی صاحب برصورت جنگ عظیم چھوڑنے پر آمادہ قبائل میں گئے، مجاہدین کا انگلش شام سے باہر چلنا  
حضرت شیخ الحدیث کے ایک منتقل مکان اپنے مکان کے قریب  
کرائے پر لے رکھا تھا جس کو کوٹلی کے نام سے مشہور کیا جاتا ہے

اس تحریک آزادی میں غیر مسلحوں کی شرکت

اس میں حضرت کے غیر مسلم ہم خیال دوست اور رفقاء انقلابی شہداء گئے تھے مگر آزادی کے ساتھ عدالت عام میں شہداء  
دیتے تھے۔ گھنٹہ شماری کے اوقات میں بدعات کو ان سے حضرت شیخ الحدیث کی امتیں ہوتی تھیں۔ یہ لوگ سکھ باشندوں  
ہندو انقلابی باشندوں پادشہیوں کے ابھرتے تھے۔ چونکہ درویشی کا بہت ریا و فریب رکھنا پڑتا تھا اس لئے ان کے  
نام ان پتے معلوم نہ ہو سکے اور حضرت سے پروردگار کی نعمت آئی علاوہ مذکورہ بالا حضرات کے غیر مشہور حضرات  
اس تحریک کے بہت خیال اور شہ آزادی کے سرگرمیوں میں شہداء گئے جن کی تفصیل تقریریں چاہتی ہے، اور ان کے ذکر کے لئے  
مبارکت ہے ہم سے سہا بہت سرگرم لوگوں کی ہر سمت پیش کر دی ہے اور یہ پانچ شاخیں تھلا دی ہیں جو کہ علاوہ مرکز و دہریہ  
تھے اس وقت ان ہاتھوں کا ہر کسی کی کمی نہیں تھی انھوں نے اپنے وطن سے کاسپانی کی مٹا کر سہا جاسکتی تھی  
کیونکہ وہی دہریہ سے ایسی کامیابی پیدا کر دیتا تھا کہ ہر کسی کی جگہ وہ ایک نئی شہ کر کے چاہتا تھا اس کا کام ہندوستان کے تمام ہندو مسلم علاقوں

کے ہمارے علم میں آسکیں ۱۔ وہی ہے ۲۔ اعراب ۳۔ کوئی کلا کٹھنہ ۴۔ دہلی ۵۔ چکوال۔ ہر جگہ کام کر کے لے لے  
 حضرت پڑھا تیر تیر مساجد کی اور نستانی اعلیٰ کی سا پر صہ کلا کے سختی ہوتے تھے وہ اتنا ہی تقریباً۔ وہ  
 سیکرٹری وغیرہ کا مقصد اس وقت اور ماحول کی بنا پر لیکن مقصد و فرج میں آیا۔ ہم نے جس حکم پر بھی مساجد یا موسم  
 وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے ہیں ان میں عمل مستحق مراد سے وہی کاروائی مراد نہیں۔

حضرت شیخ الشیخ الابدائی کا گزاری  
 اس تحریر کی ابتدا میں یہ ضروری سمجھا گیا کہ جو کچھ بغیر تشدد و انجس اور ہمدردی سے  
 اسے لکھیں گا نکلنا اور وہی عزیز کا آزاد کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس لیے

مرکز اور اسلام اور سپاہی مجاہدین وغیرہ ضروری نہیں بنا۔ میں پاکستان و آزاد قبا ل، قرار دیا گیا کہ وہاں اٹھو اور جاننا سپاہیوں  
 کا انتظام ہونا چاہیے جس کے علاوہ جو کچھ آزاد قبا ل کے موجود ہیں ہمیشہ جہاد کرتے رہتے ہیں اور قوی ہو چکی اور جاسا  
 ہوتے ہیں اس لئے ان کو متفق اور متحد کرنا اور ان میں جہاد کی روح پیدا کرنا بھی ضروری قسم کو گیا، اور اس میں سے کامیابی کی  
 امید کی گئی اس بنا پر ضروری سمجھا گیا کہ صدر جو یہ امر عمل میں لاسے باقی۔

الف۔ ان ماحول سے یا مسجونوں سے ہیں کہ حرکات و تدبیر و مقصد اور قبا ل شمشیروں کو تیار کرنا  
 ہے۔ ان میں جہاد اور آزادی کی ترویج پیدا کرنا ہے۔

ب۔ اس میں جو شخص جہاد اور آزادی کی ترویج پیدا کرنا ہے۔  
 ۱۔ حضرت سید احمد شہید کے لوگ جماعت مجاہدین سرحد، جو کہ ستیانہ اور حیرت میں مقیم ہیں اور ان میں اور قبا ل میں منتظر  
 اور لشکر بنائیں جو ضرورت سے چلی آتی ہیں ان کو دور کرنا چاہیے

بننا چاہئے اس لئے مولانا سیف الرحمن صاحب کو دہلی سے، مولانا فضل ربانی اور مولانا فضل محمد صاحب کو پٹانہ سے  
 بھیجا اور مولانا محمد کرم صاحب وغیرہ کو آمادہ کیا۔ حضرت شیخ عبدالرحمن عبداللہ علیہ السلام کے اس علاقہ میں سمت سے شاگرد اور علمی  
 موجود تھے۔ ان ماحول سے گاؤں گاؤں اور قبا ل قبیلہ میں پھر کر رہیں ہزار کی اور ایک طرح میں لعل قبا ل سے بڑے بڑے لوگوں  
 کامیابی نظر آئے گی۔ اسی مقصد کے لئے بہ باہر حاجی ترکہ ملی صاحب سے بھی سہارا کی گئی کہ وہ اپنے وہاں کو  
 چھوڑیں اور انگریزی عدو سے باہر جا کر ان مقصد کے لئے کوشش کریں۔ ان کو مختلف مجاہدوں اور پڑھتے ہیں۔ ان کے عمل  
 کرنے کے خیال سے تاخیر فرما رہے تھے کہ جنگ عمومی چھڑ گئی اور کچھ عرصہ بعد ترک بھی مجبور کر دیے گئے کہ جنگ کا اعلان  
 کر دیں۔ ان کے وہ جنگی ہتھیاروں انہوں نے پاکستان میں سونائے تھے اور ان پر کر ڈروں اسٹریٹیاں خرچ ہوتی تھیں وہ  
 انگریزوں سے ضبط کر لئے، اور اسی قسم کے دوسرے ہتھیاروں سے معاملات میں پیش آئے جو کہ ان کو جنگ میں لکھنے سے  
 تھے، یہ ان معاملات کے علاوہ تھے جو کہ ان میں عرب اور ملحقین، کرپٹ، یو این وغیرہ میں قریبی زماں میں پیش آئے  
 تھے۔ سر حال ترک حکومت سے مجبور ہو کر اعلان جنگ کر دیا تو اس پر تقریباً آٹھ یا نو گاؤں سے حملہ کر دیا گیا، انگریزوں

سے عرق لہو، یہ دھنچا پر سوزیو، چنانچہ قلندر پر اسی طرح دیکھنے سے متعدد نین چار محامدوں پر۔ اس پرکشش کبریا سے مسلمانوں میں جس قدر بھی سب سے جیتی کم تھی چنانچہ احوال موجودہ سے حضرت شیخ الحداد سے حاجی محمد گنسنی صاحب کو مطلع کہ جسے سرداری قرار دیا گیا وہ افغانستان پہلے جائیں اور وہ سرداری کا دعویٰ عمل میں لائیں۔ اسی طرز مرکز افغانستان اوزبک کے کارکنوں کو لکھا چنانچہ جب عالی صاحبہ ہرگز پتہ تو نما ہیں کا گلگت شہر سے ریڈو ہو گیا۔ مجاہدین ہر قدر حضرت شیخ صاحب شہید کی جماعت میں لی گئی۔ بالآخر کچھ عرصہ کے بعد جنگ چھڑ گئی اور غنڈہ نماسے مجاہدین کو غیر توفیق کامیابی ہر سے ملی اور انگریزوں کو معافی اور مالی سب سے مدد نقصان اٹھ کر اپنی سرحد پر لوٹ آئے۔ انہیں اپنے استحکامات تعمیر میں چاہ نہیں لگنا پڑا ہو گیا۔ اس پر انگریزوں نے باغیوں کو متعدد دنگہ و دل کاروائیاں شروع کر دیں

الف۔ مجاہدین کو اطراف حدود و ستان سے متعلق کر کے سرحد پر بھیجا

ب۔ حوام میں پروپیگنڈہ کرنا کہ یہ جہاد نہیں ہے۔ تمام دلیرانہ دوسکے نہیں ہوتا۔ امیر ارشاد کے عہدہ خاتم ہے۔  
 ج۔ اپنی کئی طرٹ مہر پر حیرت کرنا اور ایسے لوگوں کو تھکانے کے سرداروں کے پاس بھیجا اور مال و دوسرے تیار دوسے  
 گواں کو جماعت مجاہدین اور حاجی صاحب و صوف سے توڑنا

د۔ حدود میں تبلیغ کرنا کہ مسلمانان سرحد اور افغانوں کے ارشاد میر صاحب ائمہ فاضلہ دلی اندلسستان میں مسلمانوں کو ان سے بیعت جہاد کرنا چاہئے اور اس وقت انقلاب حضرت کی سب سے حسب نیک و جہاد کا حکم ہے۔ کریں

۵۔ اس وقت مسلمانوں کو لازماً سب سے کہ وہ گاندوں پر بیعت جہاد کر کے دستخط کریں اور امیر کابل کے باقی مسلمانوں سے یہ امر اصرار ائمہ خاں کے دفتر میں یہ کا فرائض بھیجیں

۶۔ امیر صاحب ائمہ خاں کو تشنگ و غموں کے سہرا بچ دکھانا کہ اور سب سے خفا امرال اور غم دور پیر و سب سے کراچی طرف نائل کرنا اور جہاد کے سب سے کوشش سے جو سب سے روکن اور یہ وعدہ کرنا کہ اس جنگ سے خارج ہو کر تھکے سب سے فلاح و غم سے ہر سب سے کو دینے کا عزم کریں گے۔

ان اور ان میں دیگر ڈھنگوں کی صورتوں کا اثر دونا طبی طور پر لازمی تھا۔ چنانچہ اگر جہاد اور بیعت جہاد لگتا تھا۔ ہر ناگر مجاہدین کو سب سے اور کارکنوں کی ہر دیگر اسمہ کی کئی کئی مشکلات رجسٹر جماعتیں اور کئی کئی کئی کئی مسلمانان جہاد کے سب سے ہر خطبہ کو دور سب سے کے سب سے جہادستان میں اعلان کیا گیا۔

الف۔ ترکوں کو جنگ کے سب سے ہم سے مجبور نہیں کیا بلکہ ترک از خود جنگ میں داخل ہوئے ہیں۔ ہم تو ان کے دلائی کی دہ سے جنگ کے سب سے مجبور نہیں ہوئے ہیں۔ علاوہ ان کے ترکوں کو جنگ برانگیزیوں سے مجبور کیا گیا۔ جیسا کہ ہم ذکر کر آئے ہیں

ب۔ ہر جنگ کامیابی سے ڈھنگی نہیں ہے۔ حالانکہ بیعت اللہ سے کسی پر اور حکم اٹھتا ہے یا غنڈہ نماسے اپنے

بیان میں اس کو عیسیٰ جنگ ڈر یا عیسا

۱۰۔ ہم مسلمانوں کے لئے مسیحی عقائد، عہدہ، ایک مصلح، مہربان اور اہلسداد اور بڑے پر مہمانی دکھیں گے اور نہ کرنی اور جنگ کا ان عقائد مقدس پر پڑے دیں گے اور اگر انکل اس کے خلاف کیا گیا جس کا تذکرہ ہم مسلسل طور پر عیسائیوں کے اب میں کیے چکے ہیں۔

۲۔ ترک مسلمانوں کے علیحدہ نہیں ہیں۔ حالہ کے ۱۹۵۵ء میں سلطان عبد الحمید مرحوم کا ایران مسلمانوں کے لئے انگریزوں سے نڈرانے اور ان کی اطاعت کرنے کا بحیثیت خلافت حاصل کیا اور جبہ دستار میں پروپیگنڈہ کیا علیحدہ حکم پر علیحدہ ہی حیثیت سے فرض ہے۔

چنانچہ امیر عبدالرحمن خان عالی کا بیڑا مرحوم اپنی ترک میں کہتے ہیں کہ اسی دوران علیحدہ کی بنا پر سرحدی قبائل بھڑکنے اور حال ترکوں کے خلیفہ مسلمان ہوئے اور عدم امتحان خلافت پر غور سے گھومنے لگے اور ان کے پیش پیش اپنے کے سامنے رکھا اور تصدیق کے لئے پیش کئے گئے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے امتحان کر سکتے اور انکار کر دیا اور حکم جمع میں پھینک کر کھٹے والوں کو مسترد کر کے العالیہ گئے۔

حضرت شیخ الحدیث کے پاس بڑے بڑے کئیات جنہاں کی خبریں آتی رہتی تھیں انہی ان کی گزارشوں میں کارکن مرکز کا یہیم آیا کہ ہمہ اور کارکنوں کے حتم ہو جائے کی وجہ سے مسرت ہو رہی ہیں جب مسلمان دونوں کا انتظام ہو جاوے خیریت جاری نہیں رہ سکتا۔ کھماتہ ہمارے پاس ہمدار آدھوں کی کی ہیں ہے مگر ہمدار ان کے بغیر ہر بالکل بے دستہ دیا ہیں، ساتھ کی لائی موٹی روٹیوں کے حتم ہو جائے ہر کام بے ہوشی ہوا ہے اگر کارکنوں کو ہمدار کا کافی مقدار میں ہوتی تو ہمدار اور شیخین گزوں، تینوں اور کارکنوں کو ہمدار کا کافی مقدار میں ہوتی ہوں، آپ جلد از جلد کسی حکومت کو ہمدار ہی ہستہ بنا سکی اور ادارہ کے لئے تیار کیجئے۔

حضرت شیخ الحدیث کا سفر حجاز

چنانچہ اس امر کی بنا پر حضرت شیخ الحدیث کا اعادہ ہلا اور مرانا علیحدہ شدہ حالت کو کابل اور خود کو استنبول پہنچانا ضروری قرار دیا۔ مولانا علیحدہ شدہ حالت کے کابل جانے کی تفصیل ہم ال کی ذاتی ڈائری سے ناظرین کے سامنے پیش کر چکے ہیں اور حضرت شیخ الحدیث کے حجاز جانے کی تاریخی تفصیل ہم سفر نامہ مال میں لکھ چکے ہیں ان کے اعادہ کی صورت ہمیں ان سیاسی کارناموں کو باقتضا، وقت ہم سے اس میں چھپایا اور ذکر میں کیا۔ اور بعض امور کا حال پوچھ کر انکار کیا تھا کیوں کہ اصل اس وقت میں اسی کو چاہتا تھا اب چونکہ سوانح عالی ہو چکے ہیں اس لئے صرف ناظرین کے سامنے پیش کر کے کا اعادہ کر سکتے ہیں، چونکہ اس وقت سرحد میں واقعات ہوسے سے تھے، حکومت ہمدار کو لائی ہوتی تھی اور

۱۔ اس مقام کا ہاشیہ مصنف کے اختتام پر بطور ضمیمہ صفحہ ۱۴ پر ملاحظہ فرمائیں



و ہمدردی پر مبنی گرفتاروں کے نظریہ کو بھی حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ہی، آنی واپسی کی اصطلاحات خود ہندوستان میں اور سرحد ہندوستان میں مستعمل نظر آتے ہیں، اس لئے بڑی شگرتی ہو رہی تھی، ڈاکٹر اقصیٰ مرحوم سے اسی چیز سے دو روایا تھیں کہ آپ علیہ السلام انگریزی عمل یا اس سے نکل جائیں

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ہزار جہاں کا ارادہ کر لیا، پہلے سے کوئی تذکرہ نہ تھا، اور ان جہاں کے مابین جگہ سے گزرتے اور کسی جگہ پر حکومت ہو چکا کہ وہی ہے حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ جاکر وہاں جائیں گے اس لئے ان کو روکا اور گرفتار کر لیا جائے، مگر وہ ملک کی عدلیہ جہاں ان کو گزرتے اس زمانہ میں مستعمل تھی، اسی لئے ان کی گرفتاری کے احکام جاری کئے گئے، پھر اس طرح کہ پہاڑ کی رستہ سے اسے حضرت کے سرکاری حرم میں آجی ہر جگہ تار چلے گئے تھے ہر جگہ پر آدھریوں کا گھٹا بوجھا تھا، اس لئے رستہ میں کوئی کھروالی عمل میں نہیں لائی گئی۔ سب سے پہلے تو وہاں سے ہر وقت روکی کا گھٹا بوجھا تھا، گرفتاری کے لئے گورنمنٹ میں سے ام گورنری کا ایک سپاہی ترمہا زمانہ بوجھا تھا، پھر گورنری نے جاسوسوں کی حکومت میں سے گورنری کے دیا کہ مولانا محمد حسن صاحب کو جس سے آواز و خبریں بھیجے وہ ڈاکٹر اقصیٰ صاحب کے لئے ہوتے تھے انہوں نے ان میں سے انہوں کو روکی کہ جہاز عدلیہ سے روانہ ہو گیا پھر وہ عدلیہ میں جہاز کے پکٹان کو روکیا کہ ان کو جہاز میں گرتا کر، اتنے دن دو گھنٹوں میں گرفتار کیا گیا، اس وقت کہ جہاز کا انتظار رہتا کہ وہ پہلے جہاز کو جزیرہ سندھ میں آدھریوں کو منتقل کیا جائے، اس لئے وہ جہاز پکٹان کو اس وقت تاجیب کو تمام جہاز

جزیرہ سندھ میں آدھریوں کے تھے۔ اللہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھی، اسی ذہنی عملی جگہ پہلے سے کہو بیٹھے تھے تاکہ وہ تمام حرکات و سکنات کی شگرتی بھیجیں اور ٹوٹ کر نہ رہیں، مگر جس پر صدر میں آدھریوں سے بھی روکیوں نے ٹوٹ کر پڑیں کہ اصطلاح کرتی کہ وہاں مٹاؤں انگریزوں کے ہی، آنی بڑی ہیں، ان کو ترک کر لیں سے گرفتار کیا اور ابھی حفاظت میں رہ کر گرفتار ہندوستان میں کر دیا، تاہم کچھ غلطی ہو گئی وہاں سے گرفتار کر لیا گیا، اس لئے گرفتاری کی کوششیں پہلے تھیں اور حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی حفاظت میں آسکے آسکے ہو کر کہ مصلحت سے گئے

حافظ عبد الجبار صاحب کوئی مولانا شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کے بعد جہاں جہاں مرحوم کے خاندان کی وہاں خصوصاً جہاں جہاں

تعمیرت بھی ان کی بڑے پیارے ہوئے اور دین و دنیا کی حیثیت بھی ان کی انہی سے ہے، انہیں شہادہ حکام میں بھی عزت کی نظر سے دیکھے جاسکتے ہیں، اس خاندان کا حضرت سید محمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تینوں بھائیوں نے شہادہ و عروج سے بھی نہیں نکلے تھے، اس لئے حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ حافظ عبد الجبار صاحب سے جو کہ اس خاندان میں شہر اور کہ وہ انہی کی حیثیت دیکھنے سے اور ان سے۔

گورنر حجاز عالیجناب شاہ سے ملاقات

معاہدہ دکر کے گورنر، غالب پاشا سے ملاقات کرانے کی استعاذگی  
اسوں نے اسی وقت ایک ہندوستانی معاہدہ ورجان تاجر کو کہیں

کی بات کرنے تھے اور نکل اور عربی زبان سے خوب واقف تھے اور وہاں کے نکل سکول کے پٹھے ہوتے تھے  
بلایا اور حضرت شیخ الحداد کے ساتھ کر دیا وہ گئے اور غالب پاشا سے ملاقات کرادی اور جو انہیں حضرت شیخ الحداد  
سے کہیں ان کا ترجمہ کر کے غالب پاشا کو بھیجا غالب پاشا سائیت ترجمہ درجہ سے تمام باتوں کو سنے جسے معمولی  
ملاقات کے لئے کہا کہ آپ کل اسی وقت تشریف لائیں اس وقت میں جواب دوں گا حضرت شیخ الحداد اس دور وہاں  
آگئے۔ غالب پاشا نے ہندوستان کے معزز اہل علم سے بلا ملاقات کی کہ مولانا محمد حسن کی حیثیت ہندوستان میں کیا  
ہے یا لوگوں سے حضرت کی علمی و عملی حیثیت، شہرت اور قبولیت کی سب سے اچھی مثال ملانی۔

لہذا اگلے دن جب حضرت ملاقات کے لئے تشریف لے گئے تو بہت زیادہ اصرار کیا اور معاہدہ تپا کہ سے  
ملے اور جو کچھ حضرت سے کہہ کر لیا وہ ایک تقریب اور جشن آزادی کے متعلق آئیں ہوئی ہیں پھر حضرت نے فرمایا کہ  
میں اور پاشا سے ملا چاہتا ہوں اسوں نے فرمایا ان سے ملنے کی آپ کو کوئی قصود مت نہیں ہے میں جو کچھ کہتا ہوں  
وہ اور پاشا ہی کا کتبے سے حضرت نے ملے اور پاشا سے ملنے کا اصرار کیا تو اسوں نے ایک ترجمہ تمام ہندوستانی مسلمانوں  
کے لئے ایسی طرف سے بحیثیت گورنر جمعہ لکھ کر دی اور ایک تقریر گورنر بنے، پاشا کے نام لکھ دینی کہ یہ تمہاری  
شخص ہیں ان کے مطالبات پورے کئے جائیں پھر ترکیب آزادی کے متعلق حضرت شیخ کو مزایا ت کہیں، کہ آپ تمام ہندوستان  
کو آزادی کا ل کے مطالبہ پر آمادہ کریں ہم ہر قسم کی مدد کر کے کا وعدہ کرتے ہیں ہم سے جو کچھ ہو سکے گا ضرور کریں گے  
حضرت شیخ کی مجلس سے پہلے فرمایا اور ہندوستان کے معزز اہل علم اور اشراف و معزز ہندوستان کی مجلس آزادی کے لئے پوری توجہ  
کریں گے، ایسا نہ چرنا چاہئے کہ ہندوستانی یہ شہرست چر جائیں اور انگریزوں کی یا تو میں اگر اس کے تہاب  
دریہ شہر، یا اس کی اہلدار کی پر راضی ہو جائیں تمام ہندوستانیوں کو اجباروں، عام ٹھکان، تقریریں تحریریں میں اور  
ان بیرون ہند ایک زمانہ ایک قوم ہو کر کی مطالبہ رکھنا چاہئے، اور جب تک مقصد حاصل نہ ہو جائے تاکت  
نہ ہرنا چاہئے اس کا پر دہ گیشا پور کی طرح جاری کرنا چاہئے اس مقصد کے لئے آپ کو دلہیں تیار اور آپس میں اتفاق  
و اتحاد کے ساتھ مطالبہ کرنا اس ضروری ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ اس وقت تجھ کو ہدایت نظرناک نظر سے دیکھتے ہیں میں اگر ہندوستان جاؤں گا تو  
ماتے ہی میں گرفتار کیا جاؤں گا مگر میں اپنے وقت کو اس کام کے لئے تیار کر کے ہندوستان بھیجتا ہوں اگرچہ دلیا  
کی جان میں کانگریس دھیرو اس پر آمادہ کہہ رہی ہیں مگر اب تک کے حکم کے موافق کانگریس زیادہ سنی اور پیٹھے سے زیادہ  
نہ اور طریقے پر مطالبہ جاری کیا جائے گا میں اسلئے ہندوستان کی معر فی حدود میں مانا چاہتا ہوں وہاں

یہ شخص کے لوگ کام کر رہے ہیں، ان میں دل کر کام کر رہا گا اس پہلی طاقت کے بوجھ تک وہ کچھ سطر میں ہے دو تین طاقتیں سبیت مازہ ناماد جو ہیں۔ کچھ سطر کے بعد وہ شان مستعدہ کی انگریزی سی، آئی، اسی کو لکھ کر لکھا ہے۔ غلبہ پاشا طاقت کو اور حضرت شیخ احمد رضا انڈلیہ دیر سوارہ کو یاد ہو گئے حضرت احمد علیہ کا نام اور حقا کو لکھ کر دیر سوارہ میں تھوڑے دن قیام کر کے انمولی مہاد ہوں گے اپنے نام ساتھیوں مولا امروہی حسن صاحب مولا مولا کو میں صاحب مولا مولا رسول صاحب دیرو کی احمدی قاطع میں دیر سوارہ سے ہندوستان کو روانہ کر دیا۔ حد پہنچ کر ان کو کئی حد ہندوستان چاہتے والے تھے اس سلسلے میں شہزادہ چنگیز جہا ہوتے وقت مولا، ترقی حسن صاحب کو دیر سوارہ کے راجہ کو ہم کسے کی ہدایت فراہم اور سب سے خیر احمد پر مطلع فرمایا اور مولا کو یہیں صاحب کو کہہ دیا کہ جہا میں مولا احمد علیہ کے نام سے مشہور ہوتے، خاص شعبوں کی کھلائی کسے دیکھی، غلبہ پاشا کی تحریر میں ان ہی کو دیکھی تھی حضرت مولا امروہی احمد صاحب کو پہلے سے اس تحریر کا آزاد نامی شریک نہیں تھے مگر دیر سوارہ میں پہنچ کر باہل احمد مولا کو لکھ گئے۔

میرا سیاستی میں داخل ہونا  
 میں اس وقت تک کہ میں آزاد نامی شریک مولا احمد صاحب حضرت شیخ احمد علیہ کی عملی شریکوں سے طاقت رکھتا تھا۔ دیر سوارہ پہنچنے کے بعد حضرت شیخ احمد علیہ نے ایک خط بھی لکھا ہے جس میں لکھا

کہ اور مولا امروہی احمد صاحب کو غلبہ پاشا کے خیالات احمد علیہ کا نام مولا سے مطلع فرمایا۔ میں اس وقت تک عملی شریکوں میں مشغول تھا مگر دیر سوارہ میں اس سے پہلے جہا کہ ہندوستان کے متعلقین، دانشوروں اور جہا شلوغ کیا گیا تھا جہا دیر سوارہ پہنچنے کے وقت اپنی حق اس سے متاثر ہو کر کہ لوگ اس مازہ پر حادہ کے دیر سوارہ سے لکھ گئے مگر اس کے علاوہ عملی شریکوں کی نسبت نہیں مانی تھی اسے حضرت شیخ احمد علیہ کے واقعات اور خیالات لکھ کر میں ہی متاثر ہوا اور حضرت مولا امروہی احمد صاحب بھی۔ یہ وقت میرا سببیت کی ابتداء کہ کسب انداز کا وقت تھا۔ اور یہ وقت حضرت مولا امروہی احمد صاحب کی ابتدائی شرکت کا ہے۔ ہم خود تھلے درخانہ آئیں اس کے بعد مولا امروہی احمد صاحب نے جب تک ہمارے ہمارے باہل منتقین اور ہمراہی رہے تھے پوری امید پیش آکر رہتے ہیں کہ لوگ حضرت مولا امروہی احمد علیہ کے ساتھ جہا میں لاہور کے باشندے رہتی رہتے رہیں ہیں سے وہ لوہا ان دیر سوارہ میں رہا گئے ہندوستان واپس نہیں ہوسکے جب تک ہم مازہ دیر سوارہ میں نہیں رہے۔ مگر کئی قیمتیں نہ کی ہو نہیں سکتے۔ ان کو لکھنا تھا۔ ہونے کے لئے جسٹس سرور ہزارہ کی رہنے والے تھے، دیکھتے تھے شلوغ ہوتی وہ دونوں لاہور کی واپس آئے ہیں اس کے بعد شریک شریک ثابت ہوسکے ہیں ان کو لکھی کہ حضرت مولا امروہی احمد صاحب سے مہاراجہ سے رہنے گئے ان کو ان دنوں کے متعلق میں بھی حقا مولا نے ان کو لکھ کر جہا کے یہاں مانت کی۔ اس سلسلے میں کئی مشورے مولا کی مشورہ قرار دیا۔ اور دیر سوارہ مولا صریحاً پاسٹ کہ صرف ان دونوں کی طرف سے لکھ مولا امروہی احمد صاحب کی طرف سے بھی نہیں لکھا شلوغ کیا

لاحقہ مولا نے لکھے ہیں صاحب سب سے بہتر ہے ہر ڈاک میں لکھی لکھی غلط پانچ پانچ چھ چھ دنوں پہلے شریک

کئے وہاں اس کو کوئی کام نہ تھا۔ حضرت شیخ الحدیث کو وہ مراکز تھامیں رکھتے تھے اور چونکہ وہ بڑے سنگ ڈنگ عالم تھے اپنی  
 خط فریضہ عربی یا ترکی نہیں یہاں آغا، تو انہوں نے ہادیوں کے دربارہ جیسا شروع کیا۔ وہی آنگ لائے اور وہ دیکھ کر ہرگز  
 پرانا تھا۔ پوسٹ اس کی مہر نہ بچت ان پر نہیں تھے یہ طریقہ تہجد میں جاری تھا۔ وہ ڈنگ لائے والا ہر دن کچھ اجرت سے  
 کر مکتوب الیہ کو پرانی پوسٹ چلا پاتا تھا۔ کسی طریقے سے وہ خطوط جاری تھے پورے کشتروں سے حاصل کر سکتے اور وہ خطوط کو  
 ہوتے۔ اگر پورے کشتروں کے ان کے ترجموں سے اور غیر پوسٹ اس کے سے شہرا اس کے گزردہ بصری پائنا  
 جان کر دیا جب کہ ہم سب ملتے تھے پورے کشتروں کے طرف سے گورہ دیر طیب کے پاس یہ شکایتیں تھیں اور وہ ان سب  
 حضرات سے جان بول گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد جب شیخ الحدیث اس سے ملے اور انہوں نے اس کے لئے تقاضا کرنے  
 لئے اس کا رخ بدلا ہوا پایا اور دیکھا کہ وہ حیران کن پیشانیوں پر تھے۔ اس پر مزید کاروائی یہ کہ گئی کہ دونوں حضرات۔  
 شیخ الحدیث اور مولانا عین احمد صاحب، اگر آئندہ میں ملا کر پتہ چکے کہ گئی کہ دونوں جہاں تک علم سے کہ کے نام کو سمجھ گئے اس  
 لئے سب کو کھڑی ہوئی کہ گئی کوئی فتنہ ماسے نہ آمانے جنگ کا رہا۔ سب بڑا ایک جگہ سے اس وقت امتحانی امتیاز سے  
 کام لینی ہے۔ حضرت شیخ الحدیث نے ان احوال کو دیکھ کر اسی ترجمان دیکھ کر آج کے واسطے سے غالب پتہ کو خط لکھا  
 کہ یہاں گورہ دیر کا رٹ ڈال رہا ہے۔ پورے کشتروں سے گورہ دیر کو مشتبہ کر دیا ہے کیوں کہ ان کو چارے کی زمین سے  
 ملان کر دیا ہے اس خط کے پاس ہی غالب پتہ گورہ دیر کو نہایت تاکید کی خط لکھا کہ مولانا محمد حسن صاحبیت  
 پتہ سے اور مشتبہ طبع نہیں میں سے پوری تحقیق کیا ہے ان پر ہرگز مشتبہ کرو۔ اور ان کے حنا کے مطابق ہی کو گورہ پتہ  
 کے پاس رواد کر دو۔ اس سے گورہ دیر سمجھ گیا۔ وہ اور خیال ایک ڈنگ بول گیا اور اس سے حضرت مولانا علی کو ہر  
 محنت کی وہ پورے کشتروں کو لاکر تپسہ کی اور حضرت شیخ الحدیث کو لکھا کہ آپ تیار کی گئیں۔ حسب آپ بیاد ہوجائیں گے بھیج  
 دیا جائے گا۔ اس کے ایک دو دن بعد ہی ہر گز کہ اہم پتہ اور ہمیں پتہ دیر سمجھ آ رہے ہیں۔

غور پتہ اور جمال پتہ  
 جہیز منورہ میں آمد اور ملاقات

اس وقت تک دیر سمجھ رہے تھے۔ ٹیپوں کی عاقبت تھی، اور بھی مدعی تھا کیا  
 تکرار کیا کہ یہ دونوں دیر ان جگہ نہ گئے ہوسکے کہ گورہ دیر سمجھ رہے تھے۔ سب سے میں حمل  
 بھی عرضی تیار کی حکومت دیر سمجھ رہے تھے۔ اس وقت تک تیار کی تھی میں شمول ہو گئی اور اہل شہر  
 جہیز منورہ میں مصروف ہو گئے۔ چونکہ وہ پتہ اس بار میں حکومت ترکی کے دیر جنگ سے اور جمال پتہ  
 جہیز منورہ میں مصروف ہو گئے۔ چونکہ وہ پتہ اس بار میں حکومت ترکی کے دیر جنگ سے اور جمال پتہ  
 اور پتہ کے جو کہ ملا جنوں اور غزنی پر بھی میدان سرور سپینا، کلا پر نہیں تھا، لگاتار تھے، اس لئے  
 اور پتہ کا دلچسپ تھا کہ مرکز کی حرکت گیری رکھتے ہوئے ہر جگہ کی محافظت کریں اور جمال پتہ کو صرف اپنے کاڈ کی خبر گیری  
 ضروری تھی۔ اس لئے وہ پتہ تمام گاؤں کا دورہ کرتے ہوئے حسب ملا جنوں پر پہنچے اور سورہ دیر پتہ نام اور سورہ  
 و جہیز منورہ سے ملا رہے تو ضروری معلوم ہوا کہ انہوں نے دو جہاں سمجھ لائے تھے کہ ان کے دربار کا شرف بھی حاصل

کر لیں اس سے دیر نہ ہو، کی عاصمی کا ارادہ کیا گیا، اور جہد کا سہارا دیا، اس کے لئے متفرق کیا گیا، چنانچہ جہد کی صبح کو تقریباً  
 ۱۰ بجے وہ پشور ٹرین کو چڑھی یہ دونوں دنوں زمانہ اور وقتہ تھے، حسب اطلاع دیر نہ ہو سکی، وقتہ میں سے پہلے شائقین  
 ملاقات اور ناظرین کی بے شمار تعداد نے تمام پیش اور اس کے جواب کو بھر دیا تھا، اپنی شہزادہ حکومت اور نون کی طرف سے  
 جنوں کا انتظام کیا گیا تھا، جب دونوں حضرات آئے تو اسٹیشن کے ٹرے ال میں آئے، وہاں پر ایسٹن کی طرف سے  
 ایڈیٹر پیش کیا گیا، چائے کی پیٹری سے انتظام تھا، اور شہزادہ محزون کا تعارف کرا گیا، ایڈیٹر کا جواب ویسے کے  
 بعد صدر ہونے کی حرکت سامنے آئی، چنانچہ اس وقت کرباب گیا تھا اس لئے یہی قصہ کیا گیا کہ وہ خود علیہ السلام سے مدعا ہو  
 کر مسجد ہی میں شہرے میں نماز جہد سے خلافت کے بعد قیام گاہ پر مابقی، جنوں کی دعا کی اسکے وقت مشن سدری کے لئے  
 پیش کی گئی تو اسے پاشا نے انکار کر دیا، اور کہا کہ ہم غلاما طریق سے بڑا گاہ سوت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں اس لئے پیدل چلنے  
 کے اہل شہر سے پہلے ہی سے مجلسوں کی سہارا دینی ترتیب دے رکھی تھی۔

دراپ فریضت کا لمحہ سچ ہے اپنے مریوں کے سب سے آگے آگے کے اور جنٹلمن سے ہونے اور دکر  
 قیام ظہر کے ساتھ اشعار میں پڑھتے ہوئے جل و افلا، ان کی سات یا آٹھ جانتیں تھیں اس کے بعد عزم محترم ہونے کے  
 عداہم کی عیونہ علیہ و خلف جانتیں تھیں، خود فرس کی جماعت، جلدوب کشوں کی جماعت، اماموں کی جماعت، خطیبوں کی جماعت  
 جہدہ علیہ و تھیں، سب کے اسیر میں جہدہ شریعہ کے خصوصی عداہم آگاہات (دعا و سزاؤں) کی جماعت تھی جس کے سب  
 ایسی اپنی پوجا نام، اور وہاں اپنے سب سے عمدہ صلوٰۃ، دعاؤں تیار پڑھتے ہوئے حلالان عداہم چل رہے تھے ان کے  
 پیچھے ان کے رفقاء اور حکام شہر تھے، آمد جہد کس کے دائیں بائیں سب فریوں کی قطعہ تھی

میں دکا تیار رہا، تاکہ میں متاثر ہو تو قہرے تو لہو پاشا کے پاس پہنچوں اور عرضی دیتی کہ دونوں چنانچہ قطار چکر  
 اور پاشا کے قریب پہنچا اور اس عرضی کو جس میں حضرت شیخ نے تسلی میں ملاقات کی استدعا کی گئی تھی، پیش کر دی، انہوں نے  
 اپنے پرانے بیکری کر دے دی، مستحق ناموں بڑی کو جو کہ دیر صومہ میں تمام ہے، وہ دینی ملاقات کے بعد سرور تھے،  
 اور نقیب الامام شرف شامی، مرزا شہ علیہ کو جو کہ رفقاء اور پاشا میں سے تھے میں سے پہلے سے تیار کر لیا تھا، ان کی اجازت  
 اور بعد وہی کی وجہ سے جہد کو کسی طرف سے روک کر نہیں کی گئی، میں عرضی دے کر وہیں آیا تو وہ میں معلوم ہوا کہ عرضی پڑھ  
 کیا گیا، اور دونوں ہکر دہلا مغزین کی سب سے سب سے بعد کا وقت تسلی میں ملاقات کا دیا گیا، چنانچہ حضرت شیخ علیہ  
 اور مولانا علی احمد صاحب سرفراز ملاقات پر پہنچے، ایک تیار اور جہد کرو میں ملاقات ہوئی، وہاں پاشا سے بائیں پہنچے اور حال پاشا  
 کا خطاب کو دیکھا گیا، مستحق جسٹس اخلاقی سے پیش آئے اور تمام بائیں خود اور اہلکار سے میں، اور رہا کہ تشریح علیہ  
 آنا ہی، اہل جہد کو مستحق طور سے جہد رکھنا چاہتے تھے، جب تک مقصود میں کہ وہی کان حاصل نہ ہو جائے سکتے، ہوں  
 حضرت جہد صبح کی مجلس میں تھے کہ ہم اہل جہد کی آزادی کے لئے پوری جدوجہد میں لائیں گے، ہم ایک مصلحتی رہو جس طرح ممکن ہوگا

ہم ان کی یہی اہل جہد اور عانت کریں گے اس وعدہ اور جس کے سے اسوں سے کہ گرفتاری حاضری کے مطابق تحریری  
 دیں گے ، ہم سے اس کی کہ تحریر صرف ترک زبان میں رہی چاہئے بلکہ عربی اور فارسی میں بھی ہونی چاہئے تاکہ اہل مکہ سب  
 سیکیں ، انہوں نے اس کو قبول کیا کیونکہ یہاں کا قیام حسب پروردگار تمہارا ہے اور مقامی مشائخ ملت مست زیادہ ہیں اس  
 لئے ہم تمام ، وقت ، جاگہ تحریری ممکن بھیج دیں گے حضرت شیخ الحدیث نے مطالبہ کیا کہ محمد و در افغانستان کتب الاملا  
 پسما و احاسنے مجددین کے واسطے سے لکھ کر وہاں تک و دیگر کتب کو بھی یا حسانی ، اس وقت سنہا حیرتیں ہے ذہول  
 سے اس سے محمد و اہل نظاہر کی اور کیا کر دوس سے اپنی زمین لڑائی میں ، اہل کر کے افغانستان کا راستہ کاٹ دیا ہے اس لئے  
 یہ امر ہمارے قصہ سے اس وقت باہر ہے یا تو آپ جہد ہی کے راستہ سے اپنے دل واپس جائیں اور اگر آپ کو اپنی  
 گرفتاری کا خطرہ ہے تو مجھ یا ترک کی عمل داری میں کسی دوسری جگہ قیام فرمائیں یہ ایسی باتیں ہوتی ہیں کہ ہر جہد  
 کے بعد ہم واپس آسکتے

مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام  
 میں جلسہ علماء اور حضرت شیخ الحدیث

مفتی ہارون ری مرحوم صدر علماء ، مدینہ کے پاس اور پاکستان کا حکم اسی شدت میں  
 پہنچا کہ میں علماء ، مدینہ منورہ کی تقریریں سننے کا تعلق ہوں مگر میرے پاس شہ  
 وقت نہیں ہے کہ ہر ایک عالم کے حلقہ درس میں علیحدہ علیحدہ جا کر تقریریں

اس لئے میری خواہش ہے کہ صبح کو بعد از اشراق مسجد سونی میں علماء ، مدینہ تہج ہوجائیں اور اپنی اپنی تقریروں سے  
 ہم کو مستفیض فرمائیں مفتی صاحب موصوف چونکہ ہمارے استاد الاساتذہ حضرت شیخ عبدالمصطفی صاحب مرحوم مجددی دہلوی ؒ  
 کے شاگرد تھے اس لئے کاتبی انکسور اور حضرت شیخ الحدیث اور مولانا حلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مسابقت  
 دوستانہ مکر شعفاذ عقول دیکھتے تھے ، اسوں سے نسبتی العلماء کو بھی کہ انور پاشا چاہتے ہیں کہ کس طرح کے اشراق کے بعد علماء کا  
 اجتماع مسجد نبوی دہم خرم ، میں ہو اور اہل ، تقریر کر کے حاضرین کو مستفیض کریں ، اس لئے تجھ کو اس وقت حاضر ہونا چاہئے  
 اور میں ضروری کھتا ہوں کہ ہر دو حضرات مستخرج بھی تشریح لائیں

ہمارے سنیہ یہ رہیں موقتہ محترم سے قبول کیا چنانچہ اجتماع ہوا ، اور مقام صدارت محمد پاشا کے لئے تقسیم  
 کیا گیا یعنی صاحب ان کے ساتھ دستاویز چلے اعد اپنے بائیں صدر شیخ الحدیث اور ان کے بائیں مولانا حلیل احمد صاحب  
 اور ان کے بائیں کاتب انکسور کو بٹھایا گیا ، یعنی صاحب کے آؤا اور پاشا اور جمال پاشا سے تمام علماء ، حاضرین کا تعارف  
 اور حاضر کر دیا ، یعنی حضرات نے کچھ عقیدہ اشعار پشانا دار سے پڑھے اس کے بعد تقریر کا حکم ہوا حضرت شیخ الحدیث اور مولانا  
 حلیل احمد صاحب رحم اللہ علیہ نے عقیدہ کیا کہ ہم چند سنہا میں ، ہم کو عربی زبان میں تقریر کی عادت اور سادہت میں ہے اس لئے  
 ہم سنہا چاہتے ہیں پھر کچھ کو حکم کیا گیا ، کچھ کو عربی زبان میں عادت تھی کہ میں نے حسب ناماسب وقت فلسفہ صحابہ پر بیرون  
 اور بعض تقریریں ، جس کے عقل اور نقلی دلائل سے روشنی ڈالی کہ جو ہر انسان کی فلاح اور مسعودی کے لئے جہاد عقلی طور پر ضروری

جسے اسی میں انہماک کی ترقی اور سب دی اور کمال حاضر ہے، اس کے علاوہ مخالفین مسلحہ کے اعتراضات کا جواب دیکھنا تھا یہ تقریر تقریباً آدھ گھنٹہ یا اس سے زیادہ جاری رہی، اس کو حاضرین مجلس سے سخت پسند کیا، اور نہایت توجہ اور محبت سے سنتے رہے۔ بعد از تقریر صحوں سے عوشی ان خصوصیت کا اظہار کیا، اس کے بعد دوسرے جلسے دوسرے موصوحوں پر تقریر کی گئی مگر اکثر سس کو حاضرین مجلس سے ان کی تقریروں کو اس قدر اطمینان کی نظر سے نہیں دیکھی۔ تقریباً دو گھنٹہ کے بعد یہ جلسہ ختم ہو گیا۔ اور پانچ بجے گئے۔ حاضر ہونے والے علی کے لئے دربار مثنوی صاحب برصوفہ جلورنگہ بھیجا جو کہ پانچ اشرفی کی کتب تسلیم کیا گیا جس میں شیخ الحدیث اور مولانا علی احمد صاحب کے لئے خط لکھا کہ چار سونے یا سو پانچ کالی مقلد میں سے وہ ہے ہم کو حاجت نہیں ہے، فرمایا گیا کہ یہ نقد صدقہ اور خیرات نہیں، یہ عطیہ شہادت ہے اس کو قبول کرنا چاہئے۔ نوروں حضرت نے بڑی لڑاکو لہجہ کو ہی دے دیا۔

اور پاشا اور جمال پاشا کا شام  
کو رہا ہو نا اور تخریرات کا دانے زمین

اس جلسہ کے بعد گھنٹہ بعد دو دنوں حضرت مولانا کے رہنا ساکسٹنل ٹرین میں شام کو رہنا ہو گئے اور دین دن کے بعد تقریر یہ تھریوں نہا لوں میں مرتب شدہ دو دنوں بعد گئے کہ خط سے حضرت شیخ الحدیث کے پاس دربار گورہ پڑھنا سے انہیں سب

کا مصیبت ایک ہی تھا صرف دان کا فرق تھا، جس میں چند ستاریوں کے مطالبہ آزادی کے اطمینان اور ان سے اس مطالبہ میں ہمدردی کو ظاہر کرتے ہوئے ان کی اس بارہ میں امداد و اعانت کا وعدہ تھا اور پراس شخص کو جو کہ ترکی طبیعت یا ملازم پر حکم تھا کہ مولانا کو زمین صاحب شیخ الحدیث پر حاضر کر کے اور ان کی اعانت کرے۔

تخریرات اور وثائق کا ہندوستان چھپانا

چونکہ حضرت شیخ الحدیث کو وہیں جلی ہوئی تھی کہ جس طرح ممکن ہو میں مرکز تخریرات کا جلد از حد تیج جہاں لکھنؤ میں جلی درجہ کے ترک آجسٹراں کو سپرد میں کرتے تھے

اور اصرار کرتے تھے کہ آپ تری نگرہ میں قیام کر کے یہاں ہی سے اپنی تخریرات چلا سکتے ہیں۔ اس لئے تخریر فرمایا کہ ان تخریروں کے کوٹہ مندر سے جائیں اور ہرگز نہ اور پرتگیا پر پہنچا۔ یہیے جائیں مگر انگریزی عہدہ دی میں جاسے والوں کی برکت نہایت کثرت تھی جوئی کسی چیز کا نکال کر لیا، نہایت مشکل ہوتا تھا اس لئے تخریر فرمایا کہ کوئی کا صدقہ کی پڑے سکے رکھنے کا ہونا چاہئے اور اس کے متعلق کو اندر سے سکھو کہ اس میں کا خدمت رکھو یہیے جائیں اور پھر تخریروں کو اس طرح چلا دیا جاسے کہ جوڑا ظاہر ہو جو اس وقت ایک نہایت ساہرا اور مستعدا فریضی ہمارے مکان میں کوئی کا کام کر رہا تھا۔ اس سے کہا گیا اس سے اسی طرح عہدہ کی کوئی کا صدقہ منادیا، اور کھد سنے ہوئے تھے علی کا خدا رکھ کر اس طرح چند کر دیا کہ ماہر سے دیکھنے والا کتا ہی صحر کیوں نہ ہو سہ ماہی لکھنے کے صدقہ میں کچھ ناقد پڑے حضرت شیخ الحدیث نے اظہار علیہ کے کہ کچھ سے کچھ لڑتے اور شاہی خانان دیشی اور میر دیشی مشہور و میرہ کے بچوں اور عورتوں کے لئے رکھ دیتے گئے، اور چونکہ ہر سیر میں چندنی حجازہ میں لکھنی کا لفظ اور سال سے لکھ جہد آتا تھا اور وہاں پر ترقی سماج کو لے جانا تھا تخریر ہوا کہ اس میں حضرت شیخ الحدیث کے لقب تھا، اور حضرت مولانا علی

صاحب حضرت شہ علیہ درہن کے رفقاء و زاد گروہ سے عایشہ و چوکہ رمان جنگ کا تھا اس لئے جہازوں کی آمد و رفت عادی ہوتی تھی اس لئے کہ امتداد کرنا پڑا۔ حضرت شیخ الحدیث کے رفقاء میں سے مولانا آری حسن صاحب نے رئیس صالح صاحبان پر شیخ مظفر گڑھ اور حاجی شاہ کن صاحب سندھی اور کرمیہ آباد کے اشرفیہ کے پستلے سے لبریتے آجاتے تھے اور جانے کا قصد کرنا بہت تھے۔

اور ان کو وہ صدقہ دینے سے روک دیا گیا اور کہا گیا کہ اپنی مکان پر شیخ کران کا عزت کو نکالیں اور حاجی و رئیس سے بدین موضع برٹری، ضلع مظفر گڑھ کر دے دیں گے، وہ احمد مرزا صاحب نوٹ گراؤ ریل سے ان غریبوں کے فوٹو انٹرا کر چند کاپیاں لے لیں گے اور ملاں فلاں لنگو پہنایا دیں گے۔

حضرت شیخ الحدیث اور آپ کے رفقاء کا قافلہ ۱۲ جمادی الثانی کو مدیر سمنوہ سے روانہ ہو کر ایشورہ مکہ کو وہاں میں مکہ منظر سچا۔ حضرت شیخ الحدیث نے اس وقت سے چند روز مکہ منظر میں قیام فرمایا کہ طائف کا قصد فرمایا۔ اور ۳۰ جمادی الثانی کو رواد ہو گئے۔

حضرت شیخ الحدیث نے لفظ زائد آپ کے رفقاء ہر طریقے سے مکہ منظر کو

مکہ حضرت مولانا سبیل احمد صاحبت اور دیگر رفقاء مکہ منظر میں رہ گئے حضرت شیخ الحدیث نے شریف حسین کی بناءت کی وجہ سے طائف میں ٹھہر ہو گئے۔ جب دس شمال کو طائف سے واپس ہو کر مکہ منظر پہنچے تو معلوم ہوا کہ مولانا غیبی صاحب اور دوسرے رفقاء جہاز آجانے کی وجہ سے جہاد ہو گئے ہیں۔ چنانچہ کوئی خبر حضرت شیخ الحدیث کے طائف سے واپس ہونے کی رہی، اس لئے سب حضرات بعینہ نظر اور ملاقات روانہ ہو گئے تھے حضرت شیخ الحدیث نے صدمہ کھا کر ان سے ملاقات کی جانے اس لئے حضرت شیخ الحدیث صدمہ رواد ہو گئے۔ جب جہاز سامان وغیرہ اٹا کر اور اپنی ضروریات پر دی کر کے تیار ہو گیا تو جہاز سے واپس حضرت لکھنؤ سے گریس ہوا۔ حضرت مولانا سبیل احمد صاحب نے اللہ تعالیٰ سے عید کے ساتھ ان کی امید بگڑ رہ اور حاجی مقبول اللہ سے صاحب تھے۔ اور حضرت دینار شہ علیہ کے ساتھ مقبول ہونے سے مولانا آری حسن صاحبان پر دی اور حاجی شاہ کن صاحب سندھی تھے۔ ان سب کو حضرت شیخ الحدیث نے اللہ علیہ سے ساحل دہرہ تک بھٹت کیا اور جہاز روانہ ہو گیا۔

بعض میں سے آئی ڈی کو حضرت شیخ الحدیث کے تفصیلات کو خیال تھا کہ اسی جہاز میں حضرت شیخ الحدیث نے تشریح لائیں گے۔ اسی لئے انگریزی پریس سے آئی ڈی

تجربیات کا بہتر و نیا اور سی آئی ڈی کی اقتباس سے بچ کر نکل جانا

تہ جگہ اس مقصد سے دو مہینے پہلے جہاد رواد ہو چکے تھے مگر بعد گاہ پر جہاز نہ ملنے کی وجہ سے وہ اور شاہ کن صاحب ضروریات کو نظر جا کر بانٹا جہاز ٹھہر گئے تھے۔ حضرت شیخ الحدیث کو دیگر رفقاء جب مدیر سمنوہ سے مکہ منظر پہنچے تو اسی وقت تک وہ وہیں تھے اور جہاز کے منتظر تھے۔



اور اپنی شہرت کا مستحق بن گیا تھا۔ اسی میں سے ایک صاحب نے جو حضرت شیخ الحدیث کے مخلصین میں سے تھے مولانا ادری حسن صاحب سے کہا کہ اگر کوئی چیز ٹھنڈی نہ ہو تو بچھ کر ڈرا دے دیکھتے ہیں اس کو نکال دوں گا اور چھاپا پسچھا ہوا اس کا پتہ دے دیکھو وہاں پہنچا دوں گا مولانا ادری حسن صاحب اگرچہ پچھلے دنوں سے واقف نہیں تھے مگر ان کے مخصوص انداز سے ان کے اہل خاص و عوام کا یقین ہو گیا اور صدق ان کے حوالے کر دیا یہ صاحب عام مسافرین کے سامان کے ساتھ ہی صدق بھی ثابت ہوا سے انھوں نے اسے گئے اور فرزند ایشی سے حاکم ہندو پارلیمان بنا کر دیا پڑیس اور سی آئی ڈی حضرت شیخ الحدیث کو ڈھونڈنے میں مشغول تھی۔ جب یہ یقین ہو گیا کہ حضرت شیخ الحدیث نہیں ہیں البتہ ان کے ساتھ کے کچھ لوگ ہیں، تو پڑیس نے حضرت مولانا عظیم احمد صاحب اور مولانا امجدی حسن صاحب کو حراست میں لے لیا اور ساری حالت تلاش میں تھی کہ ان کی چیزیں بھی تھوڑے ٹھوڑے ٹکڑے کر دی۔ مگر کچھ دنوں کے بعد پڑیس میں کئی مہران سب کو پڑیس کی حراست میں ہی آئی پہنچا دیا گیا۔ حضرت مولانا عظیم احمد صاحب سے پوچھ چکے ہوتی تو فرمایا کہ میں ان حراست سے ملاں تاریخ کو گیا تھا اور مولانا عظیم احمد صاحب کا ساتھ نہ جاسکے میں تھا۔ آگے میں البتہ عام حاجیوں کی طرح آج اور بہت میں میری شرکت بھی رہی۔ میں ان کی پائی میں نہیں ہوں ایک بہتر دستہ حضرت مولانا مہسوت کو رکھ کر چھوڑ دیا گیا البتہ مولانا ادری حسن صاحب کو رک لیا گیا۔ ان سے دست بردارہ پوچھ چکے ہوتی تھا دیکھا گیا، سنی بھی کی گئی اور لاپٹ بھی دیا گیا۔ مگر یہ سیاست مستقل رہے۔ کسی راز کی خبر نہیں دی۔ جب ہر قسم کی سختی اور مٹے ایسے پر بھی کوئی بہت معلوم نہیں ہوتی تو ایک ڈیڑھ دن بعد آپ کو بھی دیکر دیا گیا۔

مولانا عظیم احمد صاحب کو کسی درویش سے معلوم ہو گیا تھا کہ صدق کے حوالے میں کوئی راز کی چیز ہے جیسے ہی صدق پہنچا انیس کے کچھ دنوں کے نکال کر رکھا گئے دو مہرے صدق میں رکھ دیتے گئے اور اس صدق کو توڑنا شروع کر دیا۔ ان کی اطلاع صحیح ثابت ہوئی اور ایک شخص کے اندر سے یہ یقین کا عادت برآمد ہوئے، اور اسی ان کو نکال کر گھر لایا گیا

**صدق حال جہاں پور میں**

مہ حاجی شاہ بخش صاحب سندھی کے پاس ان انقلابی احمدیوں کے پرچے تھے جن کو جبری بڑا دس سے برہمن سے جاری کیا تھا اور جو اعلانات ترک سے ترضیب و عداوت و جہاد میں مشغول ہوئے تھے ان سب کو انہوں نے برہمن میں حفاظت سے رکھ رکھا تھا۔ جب جہاد پور میں گیا یہ پورکشن و جی تو یہ اس پورکشن میں انہوں نے لٹکائے ہوئے پھرتی سے نکل گئے۔ چونکہ جہاد صرف شخص تھے کسی کو بھی مشہور نہ ہوا مگر جب وہیں پہنچے تو گرفتار کر لئے گئے اور کچھ دنوں تک رہ کر رہا ہو گئے۔

پولیس کی پورسٹن حضرت شیخ الہند  
 قہ سیں اللہ اللہ شیر کی کرمت

تقریباً ڈیڑھ ماہ بعد ایک صاحب کے بیان سے یہ آئی، ڈی سہ پندرہ چلو  
 لیا کہ وہ کاہرات ایک صندوق میں لایا، ایک جس صاحب کے یہاں میں  
 روزانہ اس کے مکان پر پولیس کی دوڑ پہنچی اور مکان کا کھنڈہ کر لیا، ایک صاحب

دعویہ تھا کہ تھا کہ مرانا صاحب اس وقت ان خبروں کو نکالے ہوئے نقل کر رہے تھے، سہا بہوں کی دہ  
 دیکھ کر جلدی میں ان کا ذہن کو تڑپا کر کہتی کی صاحب میں رکھ لیا اور صدی مراد مکان میں ایک کھنڈی برکھادی۔  
 کاشی دس ایک سے شروع ہوئی اور ساریات تھی کے ساتھ چار بے تک جلدی رہی، خودی کو ایک گرو میں لگ  
 بند کر دیا تھا۔ برتھی کی کاشی سے کر مراد مکان سے بھی مکان جا گیا، صرف ایک مراد صاحب پولیس کے ساتھ تھے  
 ہر ایک پیر کی کاشی کی گئی کہیں کھنڈوں اور خودی پر کئی ڈیڑھ تک کو کھنڈوں کو دیکھا گیا۔ کپڑوں کے صندوق کی  
 کم کتنی آئی، اس کا ایک ایک تختہ تو کر دیا یہ دیکھا گیا، مگر جس چیز کی کاشی تھی وہ دستیاب نہ ہوئی کیوں کہ یہ صندوق  
 صندوق ہی تھا اور وہ صاحب یا حضرت شیخ الہند کی کرمت یہ تھی کہ اس صدی پر کسی کی نظر نہ گئی، مراد مکان میں سب  
 کے سامنے کھنڈی پر بھی مرنی تھی اور جس میں وہ مراد تھا اس کی جستجو میں پولیس سرگرداں تھی۔

چہ گھنڈی سرگرداں تھی اور تلاشی کے بعد پولیس کو ناکام پولیس ہونا پڑا، موضع تہشہ ضلع مظفر گڑھ میں سب سے پہلی  
 جناب حاجی نور الحسن صاحب رہتے تھے جن کے متعلق حضرت شیخ الہند نے یہ طے فرمایا تھا کہ وہ ان خبروں کے ذمہ دار  
 کر اور اس کی کاپیاں کر کر کراچی مظاہر مرکز میں بھیجیں گے پولیس حاجی صاحب کے یہاں بھیجی گئی تھی تاکہ وہ پولیس

حاجی احمد مرزا نور الدین  
 کے یہاں تلاشی اور ناکافی

مذبح سال سے پولیس کو بھیجنا تھا کہ حاجی احمد مراد صاحب کے یہاں خبروں کے  
 نوٹسے جائیں گے چنانچہ پولیس نے حاجی صاحب کی دوکان پر چھاپا مارا مگر ایک  
 دو تھر میں حاجی صاحب کے یہاں نہیں کچھ تھیں، حاجی نور الحسن صاحب نے اتنے ہی ایسی  
 وقت ان کو سہا رہے تھے، جب حاجی صاحب کو ڈرگاز صاحب کی دوکان کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ پولیس دوکان کا  
 کھنڈہ کر کے ہونے لگا، حاجی صاحب ان خبروں کو جیسے میں اٹلے ہوئے اسٹے پازن دہلی ہو گئے

دو سوسے وقت حاجی نور الحسن صاحب مراد صاحب کی دوکان پر پہنچے، مراد صاحب کی ناستہ تھی اور پنی کلا  
 پہنچے کہ پولیس ایک دھچکا مار چکی ہے، حضرت احمد مراد صاحب سے، مگر حضرت سے پہلے باز ہو کر حاجی صاحب سے  
 سے نوٹسے میں اس وقت کہ پولیس ہالی میں پڑی ہوئی تھیں اور ہالی کا کھنڈہ کر کے پھینک دیا، حاجی صاحب نے  
 صدی دوکان چھان دہی ہر ایک نام نثار لا گئے اس وقت پر کسی کی نظر نہیں گئی، اس کو حضرت شیخ الہند کے سوا  
 کیا کیا جا سکتا ہے، مراد پولیس یہاں سے جس ناکام دہلی ہوئی

حاجی صاحب کی صحبت و اہمیت کا کام کرنا

فرد کو کاپہاں تیار کر گئیں حاجی لڑھکے صاحب سے ان کو پختہ چمبہ میں سے لیا اور جہاں چاہاں پہنچا سے کا حکم تھا۔ پہنچا دیا۔ یہ پختہ چمبہ کہاں تحریر است

کو بلا پایگی جبکہ روزانہ صحبت ہی ذاتی ڈائری میں لکھتے ہیں۔ وہ فرانس دار میں کابل میں تھے ان کو خط تحریر سنائی گئی یہ تمام نوڈر وولان مراکز کے پاس پہنچا تو دیکھنے لگے مگر حکومت کی طرف سے لکھنا اور جہاں بین بست زیادہ بہتر ہے تو ممکن ہے کہ بعض لوگوں سے ان کو بلا دیا جو تکرار کوفی عند شافی در ہے۔

ان تحریرات کا کار آمد نہ ہونا

یہ تحریرات اور ذاتی دست زیادہ کار آمد ہونے اور حکومت ترکیہ اور ان کے حلقہ پر چدی طرح دہرا کرتے رہتے مگر تہمت سے پختہ ہی ڈیٹ دیا۔ جزی اور ترکی کی تحسینی

کے بعد جب امریکہ انگریزوں کا حلیف بن گیا اور سٹروگن سکے بربریب نکات ماس سے آئے تو یکایک صلحت ملی گئی اور ان کی شکست ہو گئی۔ امریکہ کے ساتھ شہر و زمین اور لائق اور جیاد صاحب انگریزوں اور انگریزوں اور وائس ڈیپوٹو کی میٹنگ کے بعد امر شریف حسین سے معاہدہ اخذ کیا گیا کہ جمہوریت میں ترکی اور ان کی قوم کو ہر قسم کا نقصان پہنچا۔ عربوں اور ترکوں میں انتہائی لغو و جھوٹا دی تاکہ سر ہوا فلسطین، عراق و غیرہ میں عرب کے مظلوم ترکوں کو قتل و غارت کرتے تھے اور عرب سپاہی ترکوں کو جہاں سے جہاں لگے، اور جہاد و حسد سے جان چھڑائے گئے تو فی طور پر ہرگز ناکامی پر ناکامی ہی سلسلے آگئی اور ہرگز نہ ہونا چاہئے تھا وہ فاتح ہو گیا۔ تفصیلات کے بیان کر کے کی ضرورت نہیں عدا مالک ہے جس کو چاہئے ہے دینا ہے اور جس سے چاہتا ہے حسین لینا ہے

حضرت شیخ الحدیث کا طائف روانہ ہونا اور محصور ہونا

ادھر پختہ دارم حال پختہ سے جب تحریری دستاویز حاصل کر میں تو حضرت شیخ الحدیث نے اللہ علیہ کا قصہ تھا کہ کسی طرف ایران

کے راستے ملا با بامستان دس ایسی تحریکیں کے مرکز پر تیار تھیں، انگریزی اور انگریزی فوجوں سے باندھ روک لیا تھا، جنگی عمارتوں پر قائم تھے اس لئے ہی قصہ لڑنا اور کھری راستے سے سفر کیا جاسکتا اور بیعتی رہا جاسکتا ہے جگہ پر چلتا کی کسی بند گاہ دشمنان وغیرہ پر بھیجیں جس کو رمانی جہاز سے بھیجیں، درمہر باحسان کو دال سے روانہ ہو جائیں مگر چونکہ مختلف مصالح سے اسری طاقت غالب پانٹھے سرودی جکتے تھے، چند ضروری باتیں اسی طاقت میں طے کر گئی تھیں۔

اس سے پہلے تھوڑے سا دور ہاں سے طائف کے لئے روانہ ہو گئے، غالب پانٹھا ان دنوں طائف میں تھے حضرت کے عام لوگوں سے یہی ظاہر فرمایا کہ مکہ منورہ میں ان دنوں گوی زیادہ ہے۔ در حضرت بن عباس رضی اللہ عنہما کے احوال کی زیادتی بھی کرنی ہے اس لئے میں طائف عمارتوں سے کھڑے شہر میں ایک دن آجائوں گا جہاں پر وہ جب کو مکہ منورہ سے ۱۲- ہجرت ۱۲۳۰ یا ۱۲۳۱ء میں طائف میں طائف عمارتوں سے کھڑے شہر میں ایک دن آجائوں گا جہاں پر وہ جب کو مکہ منورہ سے ۱۲- ہجرت ۱۲۳۰ یا ۱۲۳۱ء میں طائف میں طائف عمارتوں سے کھڑے شہر میں ایک دن آجائوں گا جہاں پر وہ جب کو مکہ منورہ سے ۱۲- ہجرت ۱۲۳۰ یا ۱۲۳۱ء میں طائف میں طائف

میں محصور ہو کر رہ گئے۔ جس کی تفصیل ہم نے سرٹیکر میں لکھ دی ہے۔ امام عسکریں حضرت جواد علیہ السلام ایک مرتبہ طلب پاشا سے پاشا حضرت سے چنداصلی آئیں بتانے کے بعد جو یہاں ظاہر ہیں اور کہ کہ آپ کو حکم ملے گا کہ ہندوستان کو ملے جلد چلے جائیں اور ہندوستان کے ملے ملے کو آدھی کال کے مطالبہ پر تعلق کریں۔ جس میں صلح جو تقریباً ہفتہ ہوئے والی ہے۔ اگرچہ ہندی گمشدہ کرے گا کہ ہندوستان آزاد ہو۔ یا کم از کم ہندوستان جو کہ وہیں سے بڑا یہ اندر والی آزادی میں آدھی آزادی کے لئے بگوند ہتالی ہائینڈ ہاں کہ چاہتے کہ دیگر کسی آزادی کے کسی چیر پر رہیں۔ ہوں

تقریباً ڈیڑھ پیرہ محصور۔ سنیوں کے بعد اہل خانہ کے ساتھ ہم کو، ہر ایک اس کے سولت حاصل ہوئی اور ہم شمالی کیم و اس سے نکل کر ملے چلے۔ شریف عبدالقادر شریف حسین ہائی کیپ کا گمراہ تھا۔ اس نے ایک شب ہماری مساندازہ کے صحیح حکم کے مطابق ہندی سولہ کا انتظام کر دیا۔ ہم اس شمالی کیم کو منظر سے گئے۔ چونکہ راج کا قریب تھا اس سے ہفتہ فریخ اللہ کا ارادہ ہوا کہ چلے گیا کیا جائے، اسے اپنے جہاز سے اہل و عیال کی حیرت و عایت بھی معلوم ہو جانے کی راہ ملے۔ کوئی متنازعہ یا ہشتاد وار بھی آئے، اس سے اس کا پتہ چل گیا کہ اگرچہ ہری پاشا نے ہندو شیش البندہ کے متعلق اور دیگر مسائل کے متعلق کیا ہے۔ اگر ہم ہوتی تو سنی کے ساتھ سے اہل و عیال ہوں، وہ کوئی دوسری صورت اختیار کرنا چاہے گی۔ اتفاقاً ہماری سولہ صاحبہ، بخاری حلا میں داخل دی گئی تھی کہ ان سے اجازت معلوم ہونے۔

ڈاکٹر انصاری اور حکیم عبدالرزاق رحمہما اللہ کی غیر معمولی ہمدردی اور حضرت شیخ اپنے قدس شریف کے ایک عزیز

ڈاکٹر انصاری صاحبہ ان کے بھائی حکیم عبدالرزاق صاحب رحمہما اللہ کو جیل برہا کہ ہمارے شریف میں کوئی زیادہ بے حضرت شیش اللہ تہنا نہیں ہیں کہ آپ کے ساتھ رہتا رہتا بھی نہیں۔

ویسے ہی صورت بوجہ کا واحد راج اور دتر تھیں ایسا ہے۔ لہذا حضرت کے پاس جواز نہ ہو گا وہ ختم ہو گیا ہو گا اب کوئی اور رقم بھی چاہئے۔ راج کا بار تھا۔ حاج حاجے سے تھے۔ کس قسم حال کے ذریعے تم بھی جا سکتی تھی لیکن ان اہل و عیال کی حیرتوں ہندی کا بیسویہ ہوا کہ حضرت کے کسی قریبی عزیز کو جو حاجی حالت سے پوری طرح واقف اور حاجی امور میں سے تھے جو سمجھا جانے لگا کہ تم کے ساتھ حضرت کو اپنے متعلقین کے حالات پر تفصیل سے معلوم ہو جائے۔ چنانچہ حضرت کے ایک خاص عزیز کو جن کام لینا صاحب معلوم میں ہوتا، اس صورت کے لئے جو کہ ان کے لئے سزا سزا تھی کیر کو حضرت کی بابت سے ساتھ حاج بیت اللہ کی بابت کا شرف بھی حاصل ہو رہا تھا۔ تاہم کوئی گیا عربیہ برہاں تار کے ذریعہ حلا میں سیت بھی نہیں کرلی۔ اور روایتی کے لئے ایسا وقت متعلق کہ یہی پتہ کر رہا تھا کہ ان کا پتہ ہے۔ لکھنؤ میں ہندو پر سوار ہو جائیں چنانچہ یہ عزیز و لشکر دوسرے سے ملنا ہوتے اور سنی پتے ہی ہندو گاہ پر چلے گئے۔

اسی حالت اور ناز دہری کا یہ فائدہ فرزند ہوا کہ حکومت کو کاراٹ پیدا کرنے کا موقع نہیں ملی گا یہاں تک کہ عزیز ہندو کی مددگی کا طریقہ حکومت کو اس وقت پر جب حلا مدلا ہو چکا۔ لیکن اس طرح دعا گئی سے حکومت کے شیش بھی ہو گیا اس لئے اس مقام پر ہندوستان کے انتظام پر ہندو بھروسہ ہو گیا۔

سے حکومت جہد کی طرف توجہ نہ دیا گیا کہ جنازہ تلاشی ہی جاسکے اور شہداء کا فائدہ نہ ہو۔ اور وہ جسے کسے جائیں چاہیے  
 جب جنازہ عدان سپانہ پور میں کی صحبت جنازہ پر آئی اور عزیر موصوف کی تلاشی کی شکر کوئی چیز ایسی برآمد ہو سکتی جس پر شبہ کیا  
 جاسکے لہذا پھر عزیر موصوف بیکریت جہد اور پھر مگر منظر پر آئے گئے۔ حضرت کوہاں و حیاں کی شہادت معلوم ہوئی تو آپ  
 سمت خوشی ہوئے۔ پھر عزیر موصوف اور ان کے رفقاء کے جرم میں مولانا ولی حسن صاحب جس پر جرم بھی تھے، بیان  
 کیا کہ گورنمنٹ ریٹائر کی ڈائری حضرت کے بارے میں سمت سمت سے جب کوئی حد نہ لینی پہنچتا ہے تو سی، آئی، ڈی ایو  
 اور وی پور میں کا بڑا دوست جنازہ پر پہنچتا ہے اور ڈھونڈتا ہے کہ مولانا محمد حسن صاحب کہاں ہیں جب تک ایسی حالت نہیں ہو جاتا  
 کسی سار کو ان سے نہیں دیا جاتا۔ اس لئے کسی طرح مناسب نہیں کہ حضرت اس بار میں بھی نہیں یا سہہ کوستان نظر لایا  
 سے جائیں۔

عزیر موصوف سے ڈاکٹر انصاری صاحب مرحوم کا صحبا ہوا ایک سٹار رو پیہ پیش کیا

مولانا محمد ابراہیم صاحب کا وزیر  
 ڈاکٹر و ملازم کے علاوہ ایک ہزار روپیہ مولانا محمد ابراہیم صاحب اور وزیر کے احباب  
 سے تاحول کے ذریعے جیسے تھے جو انہیں ایام میں پہنچے تھے۔ ان دونوں کو  
 کو حضرت علامہ اللہ علیہ نے حافظ عبد الجبار دہلوی کے یہاں بطور ناست بھیج کر دیا  
 چنانچہ ان میں صرحت پڑھنے پر رقم منگوائی گئی، در کلام آئی، قزاق احمد حسن انجرا۔

عزیر موصوف کی ڈائری  
 اس وقت تک مزید صوبہ پر ترگوں کا قصہ تھا اور ہر قسم کی کشمکشوں کے باوجود شہادت حسین  
 کی اور انگریزوں کی فوجوں کا سہا سہہ ہوئی تھیں جنگ جلدی تھی اور سماج کی آدہ رفت کے  
 ہاتھ سے مسدود تھے، لہذا عزیر موصوف دیر غیب میں جاسکے اور اس سے واقفیت کے بعد پہلے ہی جنازہ سے آپ کو ڈائری  
 ہو رہی۔ اس قدر محنت سے ڈائری کا ایک اور سبب بھی تھا جس سے انگریزی حکومت کے شدت میں اٹھا ہو گیا۔ چنانچہ  
 جب ڈائری کے لئے عزیر موصوف جنازہ پر سوار ہوئے تو بہ ذوالعین کا فقط سماج اور سی آئی، ڈی ایو کی پکڑنے بڑی سختی سے  
 تو حیاں اور ہر ایک چیز حیاں مای، شکر کوئی چیز شہداء برآمد ہوئی۔ جنازہ یعنی سپانہ پور میں کی تلاشی ہی گئی عدان کو حراست  
 میں سے کر لیا اور سپانہ پور گیا۔

افشاں راز  
 یہ مخبر عزیر موصوف کے شہداء سے جو رشتہ رکھتے تھے اس کا اتفاقاً ساتھ کارن پر ہوا کیا جانے  
 ہاتھوں میں ایسی صورت نہ تھی کہ وہ کسی کے کام سے چوری برآمد نہ کی کے ساتھ ایک کارکن کی حیثیت سے  
 اتنا طویل سفر کر کے آپ مجاز شہید پہنچتے تھے، اس کے علاوہ چونکہ مولانا ڈاؤنی جس صاحب ذکرہ ملا، تاہی سندھوق  
 سے کر آئے تھے اور جنازہ سے آئے ہی گرفتار کر کے منی تال میں نظر بند کر دیئے گئے تھے۔ لہذا تو شہداء اور سب سے  
 تھی کہ جس مقصد کے لئے انہی کشش کی گئی، اتنی مصیبتیں جھیلی گئیں اور جس دانہ کا اس طرح ٹھنسی کیا گیا وہ سب کے لئے جو رہتے

گیا۔ بلکہ اس کے اس کے اثرات تباہ کن ثابت ہوئے۔ اس بار پر حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد رفیع صاحب نے فرمایا کہ ان تحریروں کے نوٹ لے کر ملاں ملاں مقام پر ملاں ملاں صاحب کے پاس بھجواتے گئے ہیں اور سنی طرف تلب و غریب نصیب ہے کہ جزیر موصوف کو وہ دل ناخبر کار اور نوکر بنا رہے تھے۔ اور سنی آل، ڈی کے وہ امر جنہوں نے انہیں ملاں سے لنگھو گی، وہ پولیس کے کپڑے میں مشاغل اپنے فنی کے ستر میں ڈال رہے تھے۔ ان اموروں سے ڈرا دھمکا کر، پولیس کی جابراہ کار و نیان عمل میں لاکر اور متعدد اور ناکامیوں میں طرح طرح کی جرح کر کے وہ تمام باتیں معلوم کر لیں جو جزیر موصوف کے معاملہ میں تھیں۔ ان میں کچھ ایسی باتیں بھی تھیں کہ اگر ثابت ہو جائیں تو مسلمہ کتوں کو جہاد شہادت دینا پڑے گا اور عہدہ دریا سے شہداء اور عہدہ کی منزا پائے تھے، سندوق کا قصہ بھی انہیں سکے، وہ یہ معلوم ہوا۔ گویا سنی آل، ڈی کو دولت کا فخر مل گیا۔ فوراً مصلحہ کر پولیس کو تار دیا گیا اور مصلحہ نگہ سے دو ستن خاں بہانہ پر پہنچی اور سولہ لاری ستن صاحب کے مکان کی تلاش کی گئی۔ پھر حاجی اور حاجی احمد مراد کو گر کر کی تلاش بھی اسی اکتشاف کا نتیجہ تھا جس کا ذکر پہلے صفحات میں کر چکا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث نے اس سفر میں پہلے ۲۳ جون ۱۹۷۱ء میں کیا تھا پھر دوسرا ۲۴ جون سے ۲۵ جون ۱۹۷۱ء میں کیا۔ تاحی مسعود احمد صاحب اور دوسرے رفیق حضرات کے روانہ ہو جانے کے بعد حضرت کو فکرو ہوئی کہ جلد از جلد یہاں سے

جج کے بعد حضرت شیخ الحدیث کا مکھ میں قیام اور گرفتاری

روانہ ہو کر پاکستان پہنچنے کی کوئی تدبیر ہونی چاہئے۔ صورت سے بار بار فرمایا کہ ایک منظر میں جہاد قیام مناسب نہیں۔ بلکہ انگریزی حکومت ہم سے بدظن ہی نہیں بلکہ برہم اور مخالف ہے اور شریف حسین انگریزی حکومت کے آلہ کار ہیں اس کا کسی شہرہ کی توقع نہ ہے۔ اس سے جہاد جلد کوئی صورت ہونی چاہئے کہ یہاں سے روانہ ہو جائیں، لیکن اگر تباہی حضرت کی ذات مبارک ہوتی تو مسالہ آسان تھا۔ مگر یہاں تو صورت یہ تھی کہ حضرت کے ساتھ چند رفقاء تھے جو اپنا سب کچھ قربان کر کے حضرت کے ساتھ ہونے لگے۔ وہ حضرت کو کسی حال چھوڑنے کے لئے تیار نہ تھے اور حضرت کی جدائی پسند کرتے تھے۔ چونکہ قرآن شریف کا سلسلہ جاری تھا بعد اکتوں کا ایک ذخیرہ بھی ساتھ رہتا تھا۔ سردی اور گرمی کے کپڑوں کے

۱۱۔ مشرین ۱۲۔ تصدق حسین اچڑی۔ ۱۳۔ منظر علی نقاری۔ یہ تینوں امور بریل میں کام کرتے تھے حضرت شیخ الحدیث ان کے معنی آردی کے متعلق ان تینوں سے صورت سرگرم سے کام کیا تھا مشرین انگریز تھا بریل ہی آئی ڈی کا اسٹریٹ تھا مگر سب قاون کا باندھا تھا اس میں کسی قدر انسایت بھی تھی۔ لیکن تصدق حسین اور منظر علی ساریت جبار و ظالم تھے ان میں انسایت اور تہذیب نام کو نہ تھی۔ انہوں نے حضرت کے ساتھیوں پر ساریت و خشیاد مظالم کئے۔ سید عالم الدین علوی اسی منقلب متقلبان۔

ظاہر ضعیف العری اور احوال کی بنا پر دو انیس مئی ساتھ بڑی حسین اس نمبر کی اور مئی ضرورہ دست تھیں اس سبب کے عمل  
 و نقل کے لئے چند سواریاں دکھائی گئیں اور عوامی سے دلنسا، رواد ہوا شکل تھا۔ تاہم عیب حضرت کا مشہور تھا صاحب ہوتے  
 ہیں انتظام کیا گیا کہ خضر طور سے یہاں سے رہائی ہو جائے چنانچہ ہم دو چار روز بعد وہاں ہوسلے دلے گئے کہ فریاد کے  
 ماتہ میں تقدیر حاصل ہو گئی۔ جن کی تفصیل یہ ہے کہ

مہرم ۱۳۳۵ء کی اپریل تاریخوں میں شیخ الاسلام محمد مظہر عبد اللہ سراج کی طرف سے نصیب ہوا ہو کر حضرت کے لئے  
 آیا اور کہا کہ شیخ الاسلام سے یہاں سے اور حضرت شیخ الحدیث سے اس محفل کی تصدیق طلب کی ہے۔ مولانا کے اس پر غلط  
 کراد اس کو بھگا گیا تو حرم ان یہ تھا من علماء مکة المحمدية المدرسين بالبحرین الشریف الکنی  
 دیکھ کر کے ظاہر کی جانب سے اس محفل کے حرم شریف میں دس دیتے ہیں، اور اس میں تمام ترکوں کی تکمیل اس بنا پر ہو گئی  
 تھی کہ اسوں سے سلطان عبدالعزیز خاں مرحوم کو سزا دل کہہ دیتے۔ شریعت میں کی لغات کو حق کیا گیا اور تسمیٰ قرآن و آگیا تھا، اور  
 ترکوں کی عاقبت کا انکار تھا وغیرہ وغیرہ حضرت نے اس پر غلط کرنے سے انکار کر دیا۔ کہہ کر چو کہ یہ بعض ان ملائک  
 طرف سے ہے جو حرم کی میں پڑھا تھے ہیں اور میں بند و کستان کا مشہور ہیں اور حرم کی میں دس مئی میں ہوں سنے  
 تھے کہ کسی طرح اس پر غلط کرنا درست نہیں ہے۔ وہ واپس چلا گیا۔ عاصرتی میں سے بعض اسباب سے کہہ کر اس کا شیوہ  
 خطرناک ہے۔ حضرت نے جواب دیا کہ پھر کیا گیا جائے دشمنان و عدوت دینا ہے دشمن مسلمان میں جو تہی و کر کی گئی  
 ہیں وہ سرسبز خلاف شریعت ہی اس کے بعد سنایا کہ شیخ الاسلام عبداللہ سراج مست برہم ہوئے، حضور صحت کردہ لوٹ کر  
 آئے گا اور کہہ جاوے گا کہ یہ دن کے بعد شریعت میں حرم سے نہ گیا اور وہاں سے حکم بھیجا کہ فرماؤ ان لوگوں میں اور ان  
 کے رخصت۔ دستبرد نام اور حرم حضرت میں کو گرفتار کر کے پھر اس پر دست تشریح میں انہوں نے بعض چیزوں سے اس کا مشورہ کا  
 مطالبہ کیا گیا مگر کہہ لیں نہیں ہوا۔ اس کی پوری تفصیل سزا میں شیخ طور پر لکھی گئی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

خلاصہ یہ کہ ہم سب گرفتار کر کے عدویہ گئے۔ ۳۴ مئی ۱۳۳۵ء کو گرفت کر دیا گیا اور حراست عدویہ پہنچے اور تقریباً  
 ایک مہینہ در حراست رکھے گئے پھر ۱۰۔ بیچ الاول ۱۳۳۵ء کو عدویہ جہاز سے اسی طرح در حراست سبزیہ کی گئے  
 ۱۲۔ بیچ الاول کو سبزیہ پہنچے۔ وہاں سے گرفتار کی حراست میں جو کہ چند روز با سولہ تھے اور بعد حق اور سنگینوں سے مسلح تھے  
 ہم کو قمارو دین میں بھیجا گیا۔ اور اسی دن عصر کے بعد ہم کو حیرہ کی سیاحت میں استقل دینی داخل کر دیا گیا اور اگلے دن سے  
 بیانات لینے کا عمل شروع ہوا۔ بیان لینے والے شخص اگر ہر تھا، اور وہ نہایت سبب سے اور عداوت ہون تھا، اس کے پاس  
 بڑی بڑی شہرت تھی اور خالی تھے جن میں سی آئی ڈی کے بیان اور دیگر میں وہ جاتھیں پہلے ہوا، خیال تھا کہ ہماری  
 گرفتاری فقط شریف کے محرم پر دستہ کرنے اور شریف کی شکایت کی وجہ سے ہوئی ہے مگر وہ میں بیانات لینے  
 اور سوالات کرنے اور مار مارا، اس کے ان کتابوں کے دیکھے اور حراست دینے سے ظاہر ہوا کہ یہ گرفتاری تحریک آزادی  
 سے اس تمام کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ ہر طور پر

کی ان جملہ کاروائیوں کی بنا پر جو ان سے جو کہ باعنوان کابل، قریظ اور دیوبند وغیرہ میں ان دنوں سے ہوئی رہی، اور جس کی نگرانی انہوں نے ہی کی ہے، ان دنوں سے کہ بے بہت سی ایسی باتیں بھی ہو چکی ہیں جن کے تحقق یعنی تھا کہ کسی کو اطلاع نہیں ہے حضرت شیخ الفتنہ کے حلقہ میں اس کے پاس سمت بڑا جوش تھا۔ ہر حال ہر شخص نے جو اسے حسب انصاف وقت اپنی جگہ کے مطابق دینے اور چاہے میں سے سب کے سب ایسے ہی تھے کہ جن کو اپنے اور کاسا انڈیا سے پہلے نہیں پڑا تھا۔ اور پھر اس خیال کے کہ یہاں ہر شے بندوستان کے واقعات اور وہاں کی کاروائیوں کا جاننے والا کوئی نہ ہو گا۔ ہم نے آپس میں کوئی قرارداد بھی نہ کی تھی، مگر الحمد اور جرات سب کے تقریباً یکساں کیسے وہ ہے اگرچہ طویلہ علیہ ہے۔ جیرو کی جیل و منتقلی میں تقریباً ایک مہینہ رکھے اور بیانات ملے ایسے کہ نہ پاسپورٹ خریدا گیا۔ اور ۲۳ رجب الثانی ۱۳۲۵ء مطابق ۱۱ دسمبر ۱۹۱۴ء میں ہم کو ملانہ روانہ کیا گیا۔ گروہاں پہنچ کر وہاں لوگوں سے سبھی ہمدردی حاصل کرتی تھی۔ اسی روز شام کو ملانہ جلسے و جلسہ ہزاروں پر ہونے لگے اور ۲۶ رجب الثانی ۱۳۲۵ء میں ملانہ پہنچ گئے۔ ۲۴ ذی القعدہ الثانی ۱۳۲۵ء کو تقریباً نین برس ۲ مہینہ ملانہ میں رہ کر ہم ملانہ سے روانہ ہوئے۔ وہاں کے وقت زحمت کرنے کے لئے تمام تر کام اٹھایا اور اس وقت تک رہائشیں ہوتے تھے، صدر اعظم ٹرک سے ملے کہ سیپے کے عہدہ تک سب کے سب جلا وطن ہو گئے اور بہت زیادہ محنت اور شفقت کا اظہار ہوا، جسے شیخ الاسلام خیر الدین آندکی نے خاص طور سے اظہار کیا کہ آواز سے دعا مانگنی شروع کی اور تمام آفیسروں نے ان کی مراقبت کی اور آہیں آہیں کی آواز سے دعا مانگنی ہی تھی۔ پھر سب نے سعادت تپاک سے آجریہ ہو کر زحمت کیا یہ بھی ان سماں سعادت مجیب عربیہ تھا۔ سب سے انبیا کی دعا بہت اور دولت ملنے والی تھی اس سے پہلے وہاں ہونے لگا ایسا ڈراما جمع اور ملتے جلتے بستے والوں کا اجتماع اور اتنی محبت اور اخلاص اور اس جہت دعا نیر اور آہیں کا اظہار کسی کے لئے نہیں ہوا تھا۔ انگریزوں اور بہت سے وہاں موجود تھے۔ اس حالت کو دیکھ کر نہایت توجہ کرتے تھے مگر یہ عزت حقانی تھی۔ جس میں نفسانیت کا کوئی اثر نہ تھا۔ وہ شخص جس نے قول و عمل میں کسی ایسی خرابی کا مظاہرہ کیا۔ جس کو انہوں نے دولت اور اصحاب سنا سب کے اختلاف سے وحشت ہو گئی کہ تکلف صوری اور طلب دعا بہت دنیاوی سے لڑتے ہو، جس کی چال ڈھال، بیٹھا اٹھا، رفتار و رفتار وغیرہ سب سے سنگت اور تواضع نہ تھی، جو اس کی یہ عزت اور سنگت، خلق خدا کی میں عام قربت اس کے لئے اور نسبت اور ہر گاہ عبادت کی میں بند پائی کا اثر تھا تو کسی چیز کا تھا۔

قربت اسے کہتے ہیں معتدل ایسے ہونے میں  
 ایسی سعادت بردار و غیبت

گرد گشادہ عباد گشادہ  
 و در اللہ تعالیٰ در خواہ و آرد با عبادہ کے اللہ انبیا و الآخرۃ آمین۔



۲۵ جمادی الثانی ۱۳۳۸ھ مطابق ۱۵ مارچ ۱۹۲۰ء آگسٹ اسکندر پورہ اور ۲۶ جمادی الثانی  
 سیدی بشرین جو کہ قراقرم اور اہل حقارت سے تھے۔ داخل کر دیئے گئے۔ تقریباً اٹھارہ روز وہاں قیام کرنے کے بعد ۲۳ رجب  
 ۱۳۳۸ھ کو مطابق ۲ اپریل ۱۹۲۰ء کو وہاں سے سوئیس گوروا کر دیئے گئے۔ سوئیس میں بھی جم گینگینل کے  
 پہرہ میں ایسروں کے کیپ میں مشل سیدی شردا مل گئے گئے۔ یہاں پورے دو مہینہ کیپ میں رہنا پڑا۔ ۵ دھماں  
 ۱۳۳۸ھ مطابق ۲۲ مئی ۱۹۲۰ء انڈیا کے ملان آگبر مشہور پہنچا گیا۔ ۱۷ دھماں ۱۳۳۸ھ کو جہان دون پہنچا۔  
 چونکہ وہاں میں جہاز ایک دن ٹھہرا تھا تو ہم کنوارہ پر گئے اور تین ماہ بعد پاکستان کو ریئے۔ ایک حضرت نجم محمد حسن صاحب  
 کو دیوبند میں۔ دو روزہ ڈاکٹر القادری کو وہاں میں تمباکو حکیم اہریزی کو یمنی میں ہم ملے وہ سے دیا جس سے تمام اصحاب کو اطلاع  
 ہو گئی۔ انار کے اٹھانا حسب دل سے

”ہم ۵ جون تک پہنچے تھے؟“ صحفیر کو ۲۰ دھماں انارک ۱۳۳۸ھ۔ ۲۰ جون ۱۹۲۰ء کو تین ہی  
 سات بیٹے کے بعد پہنچا، پہنچا کر ہم کو روکا گیا

بہتی پیچھے پر سب سے پہلے سی، آن، ڈی کا انڈیا گھر برس دو تین جدہ رستانی  
 اسوں کے آیا اور حضرت شیخ الحدیث کے کنکر میں تہائی میں آپ سے کچھ کنا جانا  
 ہوں حضرت اس کے ساتھ کرہ میں چلے گئے۔ اس کے کہا ”مولوی رحیم الرحمن

بہتی پہنچے اور خلافت  
 کے استقبال کرنے کی کیفیت

صاحب یہاں آئے ہوئے ہیں آپ لیریں کے لئے ہرگز جہاز سے داخل نہیں۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ میں جہاز پر ہی معلوم ہو  
 گیا تھا کہ آپ ہم انکل آ کر ہیں۔ ہم نے مولوی رحیم الرحمن صاحب کا بہت انتظار کیا، جب وہ دیکھے تو میں اور مولانا امجد علی  
 صاحب صاحب سے کہنا رہے چلے گئے۔ بعد کہ مولوی رحیم الرحمن صاحب نے حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ علیہ سے ملاقات  
 کی اور کہا کہ آپ کے لئے اسٹیل ڈبریل میں میں رہتا رہتا کرادوں گا۔ آپ ابھی انہیں اور میں پر چلے نہیں۔ حضرت سے روایا کہ  
 آپ کا انتظار کر کے حسین علیؒ اور مولوی رحیم الرحمن صاحب سے پرچے گئے ہیں وہ آجائیں تو روانگی ہو سکے گی چونکہ ہم سے کہنا رہے  
 پہنچے پرورد کی باتیں ہو گئی اور دیا میں طوفان آ گیا۔ جہاز دیا میں کہنا رہے وہ نکلنا نماز جو اتفاقاً اس لئے اس روز کوئی  
 ہونڈی حضرت شیخ الحدیث کو جہاز سے لاسے کے لئے دل تھی۔ اگلے روز ۲۱ دھماں طیارہ کو حضرت انارک کے۔

مولوی رحیم الرحمن صاحب گراؤ کے مجھے ہونے آئے تھے، قصہ یہ تھا کہ حضرت شیخ الحدیث نے ایک خلافت میں  
 شریک۔ ہوں اور بال بال میں پرورد جو کہ دیوبند چلے جائیں، سیاسیات سے بالکل کنارہ کش ہو جائیں۔ اسی لئے وہ پہلے  
 دن انارک سے گئے اور ایٹم پر پہنچے۔ مگر جب لڑنے کہنا رہے تو مولانا شوکت علی مرحوم اور بڑوں ائمہ نامہ میں خلافت  
 کی پیش سے رو رو استقبال کیا، بعد اسے پھر سے دعا گوئی اٹھی اور حضرت کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور کار میں ہا  
 کر کے اپنی قیام گاہ پر جس کو پہلے سے نوکر کر چکے تھے۔ گئے مولوی رحیم الرحمن صاحب جو ہم کی شدت کی وجہ سے حضرت

کے پاس بھی نہیں پہنچ سکے۔ چونکہ علامت کی تحریر ایک اور ایسی کے جملہ کارکن، حضرت کے رفیق اور دینی مسدا اور انگریزوں کو  
بہت دشمنان سے لگانے کے ہم راستے اس لئے بائیس ان سے مل گئے اور مولوی رحیم بخش صاحب مرحوم کا کوئی اثر اس  
نہیں کیا

جلسہ عام اور سچا سامہ اس جلسہ میں علامت کیٹی اور اہل شکر کی طرف سے حضرت کی خدمت میں ایسی ہی  
سلمان بستی کی طرف سے علامت کیٹی کے زیر انتظام گنتی مسجد میں جلسہ عام کیا گیا  
پہنچ گیا۔

ان حضرات کی فرست جتنوں نے اور دور سے بستی پہنچ کر پیدہ حضرت  
کا استقبال کیا، بہت طویل ہے۔ خاص خاص اسکا گرامی ہے۔  
حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب مرحوم بہتر دان العلوم دیوبند  
صاحب اذکار، مولانا رفیع حسن چاند پوری مرحوم صاحب حکم و کس صاحب

دینی، لکھنؤ، دیوبند وغیرہ سے استقبال  
کے لئے آئے و ملے حضرات

مرحوم (برادر محمد حضرت شیخ السند)، مولانا محمد صیغ صاحب مرحوم (خواہر نانا و دادا حضرت شیخ السند)۔ حکیم عبد الوداد صاحب  
غازی پوری۔ برادر کلال ڈاکٹر انصاری مرحوم۔ رابعی الدین ماں صاحب مرد آبادی قاضی مجددیال مرحوم۔ مولانا امین محمد کفایت  
صاحب مرحوم بہتر دھرم دھرم مدرسہ ایبٹ آبادی۔ ڈاکٹر محمد احمد صاحب عرب ڈاکٹر انصاری مرحوم۔ حاجی احمد مراد صاحب  
مرحوم فوٹو گرافر دہلی۔

بستی کے دو روزہ قیام میں حضرت مولانا عبد الباقی صاحب فرنگی محلی مرحوم  
قیام گاہ پر تشریف لائے اور تہائی میں سیاسیات حاضرہ پر دست لکھنگر  
فرمائے تھے۔ اسی شمار میں مشرک احمدی بھی تشریف لائے اور حضرت رحمت

مولانا عبد الباقی صاحب مرحوم  
فرنگی محلی۔ اور۔ مشرک احمدی  
سے لکھنگر۔

دہلی کو روانگی بستی میں دو روزہ قیام فرما کر ۲۳ اور ۲۴ رمضان المبارک کی درمیانی شب میں ایک پریس سے دہلی  
روانہ ہوئے اور ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۲۸ء مطابق ۱۳ جون ۱۹۱۲ء کی صبح کو دہلی پہنچے۔ ایک  
مخدوم صاحب انصاری مرحوم کی کوشش پر قیام فرمایا۔ شب کے آخر حصہ میں دہلی سے روانہ ہو کر ۲۶ رمضان المبارک کی  
صبح کو ۹ بجے دیر بند پہنچے اللہ اعلم والذات

ایک روزہ زمانہ فقار و صوفی، صاحب جگہ تھوڑے، مریدین اور عزیز واقاب  
کرفیقین تھا کہ حضرت شیخ السند، مولانا کے رفقہ کو بھانسی دی جانے لگی  
درد کم در کم صبح دوام مد جود دیا جسے شکر کی سزا پائی گئے اس سے پر

حضرت شیخ السند کی عام مقبولیت  
اور راستہ میں اسپیشیوں پر استقبال

ادب گوردن تک نے۔ صرف نعتیہ اودت ادب گوردی سے انکار کر دیا تھا بلکہ نثار سے بھی بھوکے گئے تھے۔ خاص خاص لوگ۔ صرف سکال پر آئے جو بے گھبر نہ تھے بلکہ اس جگہ اس جگہ میں بھی نہیں گزرتے تھے جو ان حضرت کا ادب کا عائد تھا، اور حضرت کے لئے تحقیر و طاعت کے الفاظ استعمال کرنے تھے۔ لیکن وہ عیال احکام سے تو جانی و عزت کے خطر سے انگریزوں کے ہی، آئی، ڈی اور گزرتے گئے تھے۔ اب یہ زمانہ بھی ان کے سامنے آگیا کہ چند داستان اور بیرون ہند جہاں بھی حضرت شیخ پہنچے، لوگ سروں پر ٹھٹھٹے، ہر ایک شیشی پر عقیدت مند تھیں، کاہنوں پر والوں کی طرح ٹوٹ پڑنا تھا، حضرت شیخ اللہ تک پہنچنا اور آپ سے مصافحہ کرنا جو بے شیر لاف سے کم شمار نہ تھا۔ دہلی، غازی پور، میرٹھ شہر، میرٹھ چانولی، منظر نگر۔ دوسرے وغیرہ میں یہ حالت تھی کہ ماہر لے جانے یا عوام کو بابت کو لے گئے تھے لوگوں کو سروں پر اٹھا، پڑا۔ لوگ اس مقبولیت کو دیکھتے تھے اور انگشت بردمان تھے کہ کیا ہے یہ ہو گیا۔

والله فصل الله يقوته من يشاء ويرى من يشاء ويدر من يشاء والله على كل شئ قدير

**روایت پورے کے الفاظ**

اب ہم صردی کہتے ہیں کہ روایت کشتہ کے الفاظ بھی تاخرین کے سامنے پیش کر دیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ وہ دشمن جہاں سلطنت و طاقت کے نشہ میں دھست ہو کر گناہ تھا کہ میں مسندوں کا احداث، میری حدود و ملکیت میں کبھی آفتاب عروب نہیں ہونا، پھر اگر آسمان ٹوٹ پڑے تو میں گزرتا پڑتا ہوں گا، اس مورد اور جاہر طاقت سے اس تحریک سے کیا اثر لیا، اس کی نظریں اسی تحریک کی کیا حیثیت تھی، اسی کی ذیادتی کئی مصیبت تھیں اور اس طرح کامیابی کے کنارے پر گئی تھی۔ اس کے نتائج کیا ہوئے، اور اس تحریک سے دین کی کیا کیا حدتیں سرکام دیں، اور اس کے کارگوں نے کس طرح بیان تخیل پر کھوکھلا کر کام کیا، اور حاصل ماہیت وہ لایعنیہ روٹ کیشی کی دہشت سے پہلے ۱۹۱۳ میں درج ہے۔ گت ۱۹۱۴ء میں تشریحی تعلقہ کے واقعات کا انکشاف ہوا اور حکومت کو اس سارکشن کا پتہ چلا، یہ ایک مصور تھا جو اس جہاں سے ہندوستان میں تخریب کیا گیا تھا کہ ایک طرف شمال صحرا سرحدت پر گڑ بڑ پیدا کرے، اور دوسری طرف ہندوستان کی مسلمانوں کی شوکرت سے لے کر تقویت دے کہ برطانوی راج ختم کر دیا جائے

۱۔ اگر فقہیہ مسلمانوں کے لئے مصور بہتر تو تھا جو مسند پر تکتا کہ حدت کیوں دی جاتی، اور حکومت ہوتی ہے جو مسلمانوں کے لئے ایسی جگہ کیوں تخریب جاتی جیسا کہ آئندہ آئے گا۔ ۲۔ اگر مسلمانوں کے لئے مصور تھا تو ہندوستان کی کوششیں اور ممالک بکرت لشکر کاغذیں کیا گواہی دیتی ہیں۔ دیکھو روٹ پورٹ اصل پنجاب۔ ۳۔ بیکر مولانا بکرت اللہ گوردیہ اعظم نے تھا جبکہ اگلی اور کشادہ اور کاہنوت اور امرکنوں بانی کا ہوتا تھا جس دم ہندو عبادت شروع ہوئی، ہندو میں بریتھا تو اس وقت مسلمانوں کی شہنشاہ کیوں نہ لگتی۔ مگر یہ ایک ہندوستان کی آبادی کا تخریب تھی جس میں مسلم اور غیر مسلم دونوں شریک تھے البتہ مسلم صرف غالب تھا جیسا کہ پہلے لکھا ہے، شہنشاہ کے شمارے میں لکھا ہے اور یہی مولانا عبد اللہ صاحب نے آئی لائبریری میں لکھ رکھا ہے۔

سے میان محمد ایک شخص اور دوسرے دستوں کے ساتھ مولوی عبید اللہ کی پیروی کی اور ہندوستان چھوڑ دیا، مگر یہ لوگ  
 شمال کا رخ کر کے کھانے کے خلیہ محمد میں پہنچ گئے۔ وہاں چورے سے پیشتر عبید اللہ کے دل میں ایک  
 مدد قائم کیا تھا، اور دو گنا بی شافی کی تہیں جس میں اس نے باعیا، تعصب کی تبلیغ کر کے مدد دستانی مسلمانوں کو فریب  
 دہا سے متاثر کرنا چاہا تھا۔ اس شخص دمولانا عبید اللہ اور اس کے دوسرے دستوں اور مولانا شیخ السراج کا ہم منصب  
 یہ تھا کہ وہ ایک وقت ہندوستان پر باہر سے بھی حملہ کرایا جاسکے اور ہندوستانی مسلمانوں میں لٹاوت بھی پھیلانی جاسکے ہم  
 اس جہد و جد کی تفصیل بتلائے ہیں ۴ وہ اپنے مقصد کو کامیاب بنانے کے لئے عمل میں لائے عبید اللہ اور اس کے  
 دستوں نے پہلے ہندوستانی متعصب جماعت (بھادری) سے ملاقات کی اور بعد میں کابل پہنچے۔ وہاں عبید اللہ کی ملاقات  
 شکر اہر جنی مش سے ہوئی اور ان کے ساتھ اس سے بھائی چہرہ قائم کیے کچھ عرصہ بعد ہی کا دو ہندی دوست میان محمد بھی اس  
 سے جا ملا یہ شخص مولانا محمود حسن صاحب کے ساتھ حرب گیا تھا اور ان سے ۶ ۱۹ میں ہندو کا ایک اعلان حاصل کر کے  
 واپس آیا تھا۔ مولانا نے کہا اس کے ترکہ سالار غالب پاشا سے وصول کیا تھا۔ یہ دستاویز غالب نامہ کے نام سے مشہور ہے  
 محمد میان سے اس کی کاپیاں راستہ میں ہندوستانی اور سرحدی قبائل دونوں جگہ تقسیم کیں

مولوی عبید اللہ اور اس کے رفیق ساتھیوں نے برطانوی حکومت کے خاتمہ پر مرفقہ حکومت کے لئے ایک بیخود  
 تیار کی تھی۔ اسی بیخود کے مطابق مسدود پر تاب دہی ایک شخص کو صدر مقرر کیا۔ یہ شخص ایک معزز عابدان کا جو شیعہ تھے وہ ہے  
 ۱۹۳۳ء کے آخر میں سے آئی، سوا شریعت اور دلائل جاسے کا پاسپورٹے دی گیا۔ یہ سیدھا جیسا گیا اور وہاں بدنام راز  
 بردار سے ۵۔ ہر ذیال سے اسے جسے قرض لے لایا۔ وہاں سے پر برلی آیا۔ بظاہر اس کے وہاں جرموں کو اپنی اہمیت  
 کے برابر آئینہ قصہ سے متاثر کیا اور اسے ایک صاحب شمس پر کابل بھیجا گیا خود مولانا کو ذریعہ مدد اور مولانا برکت اللہ کو  
 ذریعہ اعظم بنا تھا۔ مولانا برکت اللہ کو شستا مدد کا دوست اور امریکن صدر پارٹی کا ممبر تھا اور برہمن کے دستہ کابل پہنچا تھا۔ وہ  
 ریاست بھوپال کے ایک لازم کار کا تھا اور انگلستان، امریکہ اور جاپان کی سیاست کو چکا تھا لہذا وہ ہندوستانی  
 زبان کا پروپیگنڈا مقرر ہوا تھا۔ وہاں اس نے بھارت کے خلاف سخت لہر و لہجہ کا ایک جملہ جاری کیا جس کا نام اسلامک ریویو  
 واسطی برادری تھا، حکومت جاپان سے اس کو مدد کر کے، اسکے پروپیگنڈے سے معرول کیا اور وہ جاپان چھوڑ کر امریکہ میں اپنی  
 صدر برادری سے جا ملا۔ ۱۹۱۰ء کی ابتدا میں شمس کے عزمی سرپرستے مقصد میں ناکام ہو کر افغانستان سے چلے گئے۔ ہندوستان  
 میں وہیں رہے اور حکومت کو فتنہ پرور ترقی گروہ سے مدد کی ترغیب کے گورو اور ذریعہ مدد کو مخلوط بھیجے جس میں اس  
 سے بھارت کا ساتھ چھوڑنے کے لئے ہندوستان میں برطانوی حکومت کا خاتمہ کر کے نئے اداروں کی خدمت دی گئی تھی

رہبر مائشہ چھوڑ گئے، اور ہم صاحب گرشکس اللہ کا خطاب ملا تھا

ان خطوط پر راجہ مسدود بہت سب کے دخل تھے اور یہ خطوط بعد میں برطانیہ کے اہل کار کے ہاتھ آئے۔ راجہ کو یہ خط لکھا گیا تھا وہ سولے کی تھی برتھا۔ اور اس کی ایک تصویر میں ڈورٹ کیٹی کے، امان کو دکھائی گئی تھی۔ حکومت بریتانوی کی ایک تجویز یہ تھی کہ ترکی حکومت سے رواج قائم رکھے جائے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے مولانا حبیب اللہ سے اس وقت سے دوست مولانا محمد حسین ریش اللہ کے نام تک خط لکھا۔ اس خط کو ایک دوسرے خط کے ساتھ جوہر عثمان ۱۰ جولائی ۱۹۱۰ء کو محمد علی انصاری نے لکھا تھا۔ لاکر ایک لٹا کر میں شیخ عبد الرحیم کے پاس جیسا کہ اس وقت بھیجا گیا شیخ عبد الرحیم نے یہ خط غائب ہے۔ لٹا کر پر ایک نئی تھی جس میں شیخ عبد الرحیم سے یہ درخواست کی گئی تھی کہ یہ خطوط کسی قابل اعتماد عاقلی کے ذریعہ مولانا محمد علی صاحب کے پاس تک پہنچا دیئے جائیں۔ اور اگر کوئی دوسرا قابل اعتماد عاقلی ذیل کے ارشاد صاحب کو یہ خطوط میں سے کوئی لٹا کر دے تو اس کے خطوط کو اس کے خطوط کے ہم کے خطوط جو حکومت برطانیہ کے اہل کار کے ہیں ہم نے خود دیکھے ہیں۔ یہ خطوط دو دیکھیں یہ صاف اور واضح لکھے گئے ہیں۔ ان میں سے خطوں میں جس میں اور ترکشوں کی سالانہ اور برسوں کی دلیلیں اور ترکوں کے مسئلہ قبائلیہ کے بارے میں اور جہاں طالب علموں کے واقعات غالب آئے، شاعری کا ذکر تھا اور حکومت بریتانوی اور ایک حزب اللہ کے قیام کی تجویز درج تھی۔ اس فرج کی بھرتی بہت دستان سے کرنے کی تجویز تھی اور اس کا کام اسلامی حکومتوں

۱۹ جولائی ۱۹۱۵ء تاریخ کے لئے جو سائنس تیار ہوئی تھی۔ اس کا مقصد ایک دست اور ریگن پر عمل کرنا تھا اس کارنگ کو یہاں آئی تھی اس سے کہہ سکتے ہیں کہ دیکھ کر پرور پورے شکر لگا سے جن بد بیان کی تھیں اور یہ سائنس کا کام رہی۔ ان میں سے ہمدرد مسلمان غالب علم حرسد کے ہمدردستانی تصنیفیں لکھیں، اسے جاسٹے سکے کے نکل چکے تھے۔ (دورٹ کینٹن، رپورٹ فصل پنجاب، اپریل ۱۹۱۴ء) ہم نے پنجاب سے متعلقہ فصل میں بتایا ہے کہ لڑوی سٹیشن میں لاہور کے ۱۵ طالب علموں نے کاجا چھوڑا، اور کہا ہیں سے جاسٹے۔ اس کے بعد وہ کابل گئے۔ وہاں ان کو پہلے فرحتی سے ٹکر ہوا دکھا گیا اور بعد میں راجہ کرنگن کے ماتحت نقل و حرکت کی اجازت دے دی گئی۔ وہ ہمدردستان واپس آئے۔ انہی کو حکومت روس سے گرفتار کر کے برطانوی حکومت کے حوالہ کیا، انہوں نے اپنی بڑاؤ کے متعلق درخواست کا اہل کار کیا اور انہیں شہرہ سعدی لگ گئی۔ ان ہمدرد طلباء کو ان کے تہا حرم نے ہمدردین کا لقب دیا تھا۔ ان میں سے جو دو واپس آئے ان کے بیانات ہم نے پڑھے ہیں۔ ایک طالب علم تو ایک مطبوعہ لٹریچر سے متاثر ہوا تھا جس میں یہ لکھا گیا تھا کہ سلطان ترک سے ملان کیا ہے کہ جو کچھ برطانوی حکومت کی طرف سے متعلقہ اور ہمدرد پر عمل کر کے ان مقامات کی طرف سے عزتی کا طریقہ ہے اس سے ہمدردستانی مسلمانوں کو ہجرت کرنے کی اسلامی کتب میں جلا جاسکتے۔ دوسرے طالب علم کو بھی اس سلطان انکار سے پریشان آیا تھا اور انگریزی اخبار کی تصویر سے بھی اسے مدد پہنچا تھا جو اس کے خیال میں فطرت کی طرف سے پیدا کر کے وال تھی

کے درمیان سلسلہ اتھار قائم کرنا تھا۔ مولانا محمود الحسن سے یہ درخواست کی گئی تھی کہ یہ سارے واقعات سلطنت عثمانیہ تک پہنچا دیں۔ مولانا حمید اللہ کے حلقہ میں حزب اللہ کا مرتبہ و کچل نقشہ تھا، اس طرح کانگریس کا مرکز جدید میں قائم ہونا تھا۔ خود مولانا محمود حسن صاحب کو اس کا سارا فضا تھا۔ ثانوی مرکز مقامی سالاروں کے تحمت فسططیب، طبرن اور کابل میں قائم ہوئے تھے اور کابل کا سالار حمید اللہ کو بنا تھا۔ اس فترت میں ہی سرپرستوں، دارہ جرنیلوں اور کئی اور اعلیٰ ذہنی عہدہ داروں کے نام درج ہیں۔ لاجورد کے طلباء میں سے ایک کو پھر حنز منا تھا اور پھر کو فیٹسٹ کرنل ان اسٹیل عہدہ داروں کے ساتھ جن اشخاص کو تکریر کیا گیا تھا ان میں سے اکثر کے ساتھ اس فترت کے بارے میں ملاقات رہ چکی تھی۔ مگر اس ساری اطلاع کے دو برسے پورٹریس حلقہ میں دی گئی تھی۔ جید پیش بند ہیں مناسبت بھی گئیں اور وہ عمل میں لائی گئیں۔ ۱۹۱۶ء میں مولانا محمود حسن اور اس کے چار ساتھی برطانوی حکومت کے قبضہ میں آگئے اور وہ اس وقت طیارہ کی گرفتاری میں جگتی قیدی ہیں۔ غالب نام پر دستخط کر کے والا غالب پاشا بھی جگتی قیدی کا ہے۔ اس نے یہ اقرار کیا ہے کہ محمود حسن پانڈی نے برسے ساٹھ ایک خط لکھا تھا اور میں نے اس پر دستخط کئے ہیں۔ اسی خط کے مشورہ حصول کا ترجمہ یہ ہے۔

ایشیا۔ یورپ اور افریقہ کے مسلمان پتے آپ کو ہر قسم کے جتبیہ سے مسلح کر کے جلا کے بلاتے ہیں۔ حاد کرنے کے لئے گرد پڑے ہیں۔ جلا کا شکر ہے کہ ترک فوج اور مجاہدین اسلام دشمنوں پر غالب آگئے ہیں

اسی لئے مسلمانوں کو جس عیسائی حکومت کے بند میں تم پڑے ہوئے ہو۔ اس پر جلا کو دشمنوں کو روکے پر بیچو کہ سب کو بڑے حزم کے ساتھ اپنی ساری حد و بند عمل میں لائے کی جلا کی گرد و ان پر اپنی نظر اور دشمنی کا اظہار کرو۔ یہ بھی تمہیں محسوس ہونا چاہئے کہ مولوی محمود حسن آخندای، مسلمان عہدہ دار و بیہند ہندوستان سے تعلق رکھتے دلتے، ہمارے پاس آئے اور ہمارا مشورہ طلب کیا۔ ہم نے اس بارے میں اس سے اتفاق کیا۔ اور اسے ضروری بیانات دیے۔ اگر وہ تمہارے پاس آئے تو تمہیں اس پر اعتماد کرنا چاہئے۔ اور اگر دیوں۔ روپیوں اور ہزاروں چیر سے جلا کی جلا کے ہی کی ضرورت اسے پیش آسکتی ہے۔

دعائی بخاری از مکتبہ ناصتہ

دعوت کبھی کی کہ بہت

دعوت کبھی کے ارکان کو اگرچہ واقعات کا صحیح اور مکمل علم نہیں ہو سکا۔ تاہم ان شخصوں سے حضرت شیخ السنہ کی جلاست و سلطنت اور ان کے ابتدا داروں اور سلسلہ انتقال و نقلی جہتی اور جہد پر دانی کا کافی اندازہ نظر ہی کو ہو گیا ہو گا۔ مولانا محمد علی جوہر مرحوم نے بار بار فرمایا کہ۔



### حضرت شیخ الہند کی بیماری

حضرت شیخ الہند اس سفر حجاز سے پہلے کھٹوں کے درد اوجی العاصل میں مبتلا تھے۔  
 تھے سردیوں میں یہ درد ترقی کرتا تھا سبب سردیوں پر چڑھنا، اترا سہائیت مشکل  
 ہونا تھا۔ علاوہ اس کے کثرت ہونا وغیرہ امراض کی بھی شکایات رہتی تھیں مگر شدت قحاصے کا حاصل و گرم اس سفر میں اس  
 طرح شامل حال ہو کر تمام رمانہ اسدت میں یہ تکالیف مست کم اور تقریباً معدوم ہو گئی تھیں۔ انسا سہائیت سوجھ جے سم  
 کو ابتدا میں عیوں میں رکھا گیا تھا۔ سردی عیوں کے باہر لور انسانی درجہ کی پڑتی ہی تھی۔ مگر اندر بھی اس قدر پڑتی تھی کہ ہاتھ  
 کھڑکی کی چادر پائیوں پر پیچے گئے۔ اور اوپر دو کپڑے ہوتے تھے پھر بھی آدمی مات کے بعد سردی کی شدت سے تھینہ میں آتی  
 تھی۔ مگر حضرت رحمۃ اللہ علیہ حسب عادت ڈیڑھ دو بے اسٹھے پیشاب وغیرہ سے فارغ ہو کر ٹھنڈے پانی سے دھو  
 کرتے اور چمکے پیشاب کے بار بار آنے کی بیماری تھی ایک شب میں کسی مریضہ مصروف پڑتی تھی۔ تاہم ہاں تکف لدا۔ وضو  
 کرنے سے گرتے گرتے ہم گرم پانی اور آگ کے لیا کرنے کا انتظام بھی کر سکے۔ تاہم اس قسم کا انتظام عرصہ تک نہیں ہو سکا  
 تھا۔ شب بھی بلا تکلف حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے اعمال کیا لائے سببے ادا اس قدر بیماریوں کی شکایتیں تمام سفر میں سرد درجہ  
 جو پیسے تھیں۔ البتہ ہندوستان پہنچ جانے کے بعد تھوڑے سے ہی عرصہ میں شکایات گھٹ آئیں اور بڑھ سے گھٹیں۔ حضرت رحمۃ اللہ  
 علیہ کا وہ عہدہ آن دئی سہ اور انگریزوں کو جہاں سے نکلنے کا دم صرف تاہم ہاں تک اور قوی اور ترقی پیر ہو گیا ان میں مصائب  
 مانا وغیرہ سے کوئی گروہی پیدا نہیں ہوئی۔ بار بار وہ کہتے تھے کہ میں کبھی ارادہ کئے جوئے ہوں کہ اس بیماری سے  
 اچھے ہونے ہی تمام ہندوستان میں دورہ کر دوں گا اور مندوستان کے ہاں سردوں یا غصوں سلسلوں کو آرا دئی کی ممکن  
 حد و جد کے لئے آمادہ کر دوں گا۔ وہ یقیناً اگر عمر وفا کرتی تو ضرور وہ ایسا کرتے مگر قدرت کو یہ منظور نہ تھا۔ گونا گوں امراض  
 ترقی کرتے رہے اور چونکہ ہرنانی اور ڈیگری مصلوں کی زد میں تھی اور ہر ایک تہائیت و سہائیت کا دم بھرتا تھا اور صلہ میں دل  
 سے کوشاں تھا مگر قدرے کے سامنے نہ ہیر کیا کر سکتی تھی۔

### میرا ایم بیماری میں غیر حاضر ہونا

پونچھ ۱۳۲۹ء - ۱۳۲۷ء میں میر میر سہ سے ہندوستان تکیم والد صاحب مرحوم  
 بوجہ ولایت بنیہ دسلے برائے عقد ثانی آیا تھا اور وصت کو نصیحت جان کر وہ روزہ  
 شریف کی پرانی تنہا کر حاصل کر لیا تھا۔ چونکہ اور مشقت وہ گندہ والوں نے نکاح کر کے سے بکوف سفر حجاز انکار کر دیا اسلئے  
 حضرت رحمۃ اللہ علیہ درجناب حافظہ صاحبہ مرحوم کے یہاں ہو گیا تھا۔ اگرچہ تکیم صاحب نے بشرط واپسی ایک سال اولیہ مرحوم کو دیر سہ  
 سہ تکیم علام احمد صاحب مرحوم کے یہاں ہو گیا تھا۔ اگرچہ تکیم صاحب نے بشرط واپسی ایک سال اولیہ مرحوم کو دیر سہ  
 سہ کے اجازت دے دی تھی مگر خلف ایسے مراض آئے رہے کہ گندہ کو دیر سہ میں تقریباً تین سال ٹھہرا پڑ گیا۔ پہلے  
 سال میں میں بیماری شریفیہ اور ترقی شریفیہ دلدلہ بڑھنے میں کامیاب ہو گیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس وقت پڑھا سے میں  
 خصوصاً موفات لرا لائے تھے جو کہ عام طلبہ کو حاصل نہیں ہوتی تھیں۔ وجہ یہ تھی کہ اس ۶ برس کے عرصہ قیام میر سہ میں



یعنی ۱۳۲۲ء سے ۱۳۲۶ء تک کتبہ دریدہ، خیر و بدیہ، حرم میں سے ہر ماہیت پر ختمائیں تقریباً چودہ ہفتے اسباب مختلف علوم و کتب کے روادار پڑھنا تھا۔ طلبہ کا جرم تھا کہ نہ مصلحتاً عامہ پر عادی ہو کر کھاتا اس لئے مباحثہ طلبہ کی مشکلات پر نظر نہ تھی۔ اور ان کی گفتگو کو سنبھالنا بیکر حضرت شیخ الحدیث کے کسی اور مدرسے سے ممکن نہ تھا۔ خصوصاً جرنل افتر علیہ بھی اشتیاق رسالتی دیکھ کر ہر ماہیت کشادہ پیشانی سے کٹھ فرماتے تھے اور مشکلات کو دست فراموشی سے حل کرنا کہتے تھے ایسے صحابین دیکر فرماتے تھے کہ عالم ستیڈین کو ان کے مسئلے کی نوبت بھی نہیں آسکتی تھی علاوہ خصوصیت جرنل افتر علیہ کے تمام اساتذہ اور اباباب، ہتمام انسانی شفقت فرماتے تھے۔ انمول سے لے کر ساری مقبول علماء پر خدمت تہا سبب پر مشورہ کر دیا اور اباباب شہنشاہ سے یہ تجویز پاس کرادی کہ حسین، محمد حبیبی مسعودستان میں آئے بلا تخریب فقرو عداوت عدلیہ انجام دیا گئے اور کتبہ دریدہ میں داخل ہو گئے کی کتابیں حدیث و فقہ و تفسیر و حیرہ کی پڑھا سارے کے لئے دی گئیں۔ اسی عرصہ میں حضرت تاجدار بھی مسعود جہا اور اس کی خدمات بھی حسب استطاعت انجام دینی پڑیں۔

چونکہ میں اپنی محاسبات سے حضرت جرنل افتر علیہ کے ساتھ دین مسعود سے اور پھر بعد سے موافقا تاکہ موعری حضرت کی خدمات انجام دوں اور حق ادا کر سکوں اور اس لئے وہیں پر قیام مقرر کیا گیا کہ جرنل افتر علیہ موعری کا بیٹا یعنی سے حضرت جرنل افتر علیہ کے تمام کام دست بردار ہو لی جائے گا میرے عداوت میں ماحضوب سے کا کوئی خاص فائدہ نہیں ہے اور ضرورت سے مگر اس خیال کو مجھ میں ایک روز سوچ میں غلام کر گیا تو فرمایا کہ میں تراجم ابواب کتبہ کی کتب شریف کھانچا ہوا ہیں مگر یہ کام میں تمہا نہیں کر سکتا میں کچھ گیا کیونکہ ایام اقامت درویشی میں ہی یہ کام شروع کیا گیا تھا اور خصوصیت سے میری اس وقت کی عداوت کو پسند فرمایا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ جو وقت آپ اس کے لئے عطا فرمائیں، اس وقت میں چاہے کیسا ہی خستہ تر شخص آئے اس کے لئے صوبہ فرمائیں فرمایا کہ قبول ہے مگر جہا ہی ایک شرط ہے میں نے عرض کیا وہ کیا ہے، تو فرمایا کہ پھر کہیں گے۔ اس لئے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ وہ جہا میں حضرت کی خدمت میں کا اختتام تراجم ابواب درہوں گا مگر حسب ہمتی پہنچا اور ٹریک حفاظت کا اندر شہر دیکھا اور دیکھا کہ حضرت کا شیخ زمانہ حرکت آنڈلی کی جدوجہد کی طرف قوی تر ہو گیا ہے اور وہی فلک چاروں طرف سے گہرے ہر کے ہیں فریقین ہو گیا کہ کسی قریبی، اور میں تراجم ابواب کا کام نہیں ہو سکتا، اس لئے میں نے حضرت سے عرض کیا کہ اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جہا مسعود چلا جاؤں اور یہاں سے ہی اختتام سفر شروع کر دوں تو فرمایا کہ تیرا جہا، تو کسی طرح اسی زمانہ شریف میں مناسب سمجھی جگہ مقرر ہے کہ اپنے دو دن بیابانی ہوئی سید احمد مرحوم اور محمد صاحب کو سمجھ دے کہ وہ یہاں ہی آجائیں۔

تو پھر میں نے عرض کیا کہ اچھا تو اتنی اجازت عطا فرمائیں کہ میرے پاس میں ۲۰۰۳ دن غنیمت کر کے اپنے بعد درویش ہوں میرے چہرہ انتخاب یہاں ہیں ان سے ملنے کی نوبت نہیں آتی ہے فرمایا کہ مجھی عداوت نہیں دی اور اسی پر مسعود فرمایا کہ ساتھ ہی چلنا ہو گا۔ چنانچہ ساتھ ساتھ ہی درویش پہنچا ہوا۔

حافظ راجہ جن صاحب امرودی میرے خصوصی محسن ہیں۔ ان سے ہمیشہ مست گہرے تعلقات چلے آئے ہیں۔ وہ بھی اپنی تشریح لائے تھے چونکہ وہ مدرسہ امرود ہر جامع مسجد کے مہتمم تھے اور حدیث مدرسہ مذکورہ۔ حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب مرحوم کی کسی وجہ سے مدرسہ امرود ہر سے برداشت نہ خاطر ہو کر فیضانہ صوفیہ یا پھناری کے مدرسہ میں چلے گئے تھے۔ اس لئے حافظ صاحب موصوف سے پھر پر زور دیا کہ دہلی کی ملازمت قبول کر کے مقتضائی ضروریات دستیار میں ملے کہ کو قبول کر کے عرض کیا کہ آپ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت لے لیں۔ انہوں نے دیوبند پہنچ کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اطلاع دیا۔ حضرت مولانا مضاف احمد صاحب کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے دیوبند کے لئے فرمایا کہ اس کی مدد ہی جہاں کی پہلے سے مسئلہ سلسلہ ہے بحث نہیں کے بعد وہ بھی واپس ہو گئے چنانچہ دیوبند کے سفر کو ذرا جہاں فاری پور یعنی آباد گھنٹہ گزارنا سے واپس ہو کر امرود ہر چلا گیا۔ وہ کتب تکوینیہ مختلف مدرسوں کی تدریس میں مشغول ہو گیا۔ تھوڑا ہی عرصہ گرا تھا کہ حضرت کا حکم محرم تھا کہ ملاک تھک کو جہاں دیوبند میں میرے پاس دہنا چاہئے۔ میں رات میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو جہاں دیوبند کی شکایت شروع ہو گئی تھی۔ مہماؤں کا مستحکم رجوع دینا تھا اور تکریم آزادی کے سلسلہ میں دورہ کی تیار فرما رہے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت کے ارشاد اور حکم سے میں امرود ہر گیا ہوں اور وہ بھی آپ ہی کا مدرسہ ہے اس کا قائم رکھنا ضروری ہے تو فرمایا کہ پھر کو جہاں تیری ضرورت ہے۔ میں نے عرض کیا کہ جہاں تو خدمات انجام دینے والے محنت ان خصوصاً مہماؤں نفلان حضرات موجود رہتے ہیں۔ فرمایا کہ یہ لوگ تو اپنی نگہداشت بھی نہیں کر سکتے میری نگہداشت کیا کریں گے۔ اس کو سن کر میں پشیم ہو گیا۔ اور عرض کیا کہ میں حسب ارشاد حافظ راجہ جن صاحب کو گھنٹہ ہوں چنانچہ حافظ صاحب موصوف کو اطلاع دی۔ وہ فوراً آئے اور عرض دہر عرض کے بعد ہی پر راضی کر دیا کہ ایک مہینہ کے لئے جہاں احمد کو مروہ کی اجازت دے دے دی جائے تاکہ ہم اس وقت میں دوسرے مدرسے کا انتظام کریں۔ حضرت اس پر راضی ہوئے اور میں امرود ہر جا کر تدریس میں مشغول ہو گیا۔ میرے جہاں سے برائے کی رہائی ہو گئی کچھ دن ہی گزرے ہوں گے کہ حضرت کا آدھنپا کو میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی حارہ ہوں تو مجھ سے علی گڑھ میں ملی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا سفر علی گڑھ اور جامعہ ملیہ

تکریم خلافت کا دور تھا انگریزوں کی نڈاری سے لوگوں میں سخت برہمی تھی۔ ترک حوالات کا جو شش تھا۔ اس لئے چاہئے تھے کہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی بڑھانے سے ترک تعلق کر لیں۔ مگر پانے سرکار پرست دستیاں یونیورسٹی کب اس کو گوارا کر سکتے تھے، انہوں نے سخت مخالفت کی۔ جس کے نتیجے میں مولانا محمد علی جوہر مرحوم اور ان کے ہم خیال لوگوں کے ساتھ طلباء یونیورسٹی کی ایک بڑی دستہ جماعت یونیورسٹی سے جدا ہو گئی اور آڈار مدرسے قائم کر کے کھلے جس میں کوئی مداخلت حکومت بڑھانے کی نہ ہو۔ تیار ہی کر لے گی۔ وہ زمانہ ہے کہ جب ٹانگ پور میں اجلاس کاظمیوں ہوا تھا اور اس میں ان کو پارٹیشن کی تکریم پاس ہو چکی تھی۔ اس کے خلاف مسٹر جنات اور ان کے موافقین کی آواز مست کردہ ہو گئی تھی۔ وہ یہ پارٹی حد درجہ

اقلیت میں جگتی تھی۔ حکومت کے تمام اہل علم کے مسدود مسلمان برطانیہ سے حمایت گزشتہ جو سب سے سترہ گیارہویں کی  
 ہونے قبولیت عامہ حاصل کر چکی تھی۔ حضرت شیخ الہند مولانا عبدالحق صاحب کے متعلق طلبہ برطانیہ میں نے فتویٰ حاصل کر  
 لیا تھا۔ جس میں حضرت مولانا صاحب نے ترکہ موات کی تمام وصیوں کا انگریزی کی موافقت کی تھی۔ اور تمام مسلمانوں، اور ملت  
 مسلم برطانیہ کو دور وادارہ دیا کہ وہ اس پر عمل کریں۔ گورنمنٹ سے تعلق تعلق کریں، اور تمام کالج اور اسکول کو اس کے مطابق  
 دیں، اور اگر کالجوں اور سکولوں کے علماء ایذا چھوڑیں تو طلبہ اپنے کالجوں اور سکولوں سے نکل آئیں۔ یہ عزم ان حکومت  
 انگریزی ان ملازمتوں سے علیحدہ ہو جائیں جن میں حکومت کی عداوت خاص خود پر ہوتی ہے۔ دبیرو وغیرہ۔

اس آج تو اس کی وجہ سے گورنمنٹ سے سرجیم کشن کو خصوصی طور پر اور فریڈرک جونسون نے مولانا صاحب کو کالجوں اور فتویٰ  
 دہلی میں سے لے کر بھیجا تھا۔ مولانا صاحب نے مولانا صاحب سے اسی وقت کے ترکہ موات پر امر لکھا اور واپس نہیں لیا۔ یہاں کہہ سکیں  
 مسلم برطانیہ کے ہر ترکہ موات کا حصول فرسٹے چھوڑا گیا تھا۔ اسی طرح علامت کشن کے کالجوں کے بھی فرسٹے حاصل کیا۔ اور  
 وہ عجیب گورنٹ ہے۔ مولانا صاحب کے ان تمام کاموں کے نتیجے میں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مَعَهُ وَالصَّلٰتُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ۔ صَلَاتِ

اللہ تعالیٰ۔ وَلَا سَازِعَہَا فَعَسَاوَا وَتَدَّعٰی وَیَجْکُرُوْا وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ۔  
 اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اور آپہن میں اختلاف ہو جائے تو اگر بدل ہو جاؤ اور تمہاری جہاں گزرتی ہے  
 تم کو نہایت جبر سے کام لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

وَتَصَابِرُوْا عَلٰی الْعِصْبِ وَالتَّفْوٰی وَلَا تَدَاوِعُوا عَلٰی الْاَنۡفِ وَالصَّوۡۤءِ وَاِنَّ  
 اور تم کو بھیجی اور فتویٰ کی مسامحت کرنی چاہئے اور گناہوں اور بڑا تیروں کی مسامحت مت کرو،  
 وَاِنَّ یَتُوۡہِمُ مَطۡعَہٗ فَاِنَّہٗ مَبۡسُوۡۃٌ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُعۡدِبُ الْعَمٰیۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ۔

گناہ کی مسامحت کا تذکرہ کرنے پر اللہ تعالیٰ ارشاد ہے۔ اور جس نے ان کی دوستی اور مسامحت باقی رکھی ہو  
 شخص بھی ان ہی میں شمار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ظالموں کی حمایت نہیں کرتا۔

گورنمنٹ ہے آگ میں برادری کا کہہ نہیں آئی کیا دہریہ کی محبت ہو تو جو

اعلیٰ آج جب کہ شرف و عظیم کے مسلمانوں پر قیامت خیز مصائب کا پہلا ڈرت پڑا ہے۔  
 جس کا اندیشہ ہے کہ مخالفت مسلمانوں کا جہاد، مسلمانوں کو فتنوں کی موجوں سے ٹکرا کر اور ان کو  
 پائپ لائن جو جاسے، صبح کو ہر فرد مسلم کی روح ہمت کی دھمکیاں دینے والے حوادث سے لڑ رہا  
 ہے، لہذا اگر قیامت میں سے کام لیا جائے تو ہر ایک پیشانی اور ہر صابر ایک مسلمان کی اپنی  
 اطلاع حرمت اور آمانت، سفلیں کو سخت خطرہ لگتا ہے، دیکھ رہے ہیں، علامت کشن کی آمد اور کثیر

بند و ماہر کی سیاست کا مست ثوابتہ اس حد و حد میں ہے کہ اپنے حاکم حقوق اور دینی طاقت کو پامال ہونے سے بچائیں۔ کاسیالی ترہدقت ضما کے اقتد میں ہے جن جو فرس شریقی ترقی اور دینی حیثیت سے کسی شخص پر غاند نہر تاسے تراسس کے ادا کرنے میں وہ بھرتا خیر کرنا ایک خطرناک جرم ہے میں اہل فطرت سے کوئی سیاسی آدمی نہیں ہوں، اور جیسا کہ میری طویل و ملک سے شاد سے بیزلیہ نظر حیثیتہ دہیبہ واسے اور یہی وہ مصلح نظر ہے جن نے مجھے ہندوستان سے ماٹ اور مالٹ سے پھر ہندوستان پہنچایا۔ پس میں ایک نوکے سے کسی ایسی تحریک سے اپنے کریمو دہیں پانا جس کا مقنن تمام جامعہ اسلام کی فوہ و دلائل سے بر، پاکستان اسلام کے عربوں کے جواب میں احاطت خود اختیار کی کے طور سے تھان کی گئی سوہ مالٹ سے واپس آکر مجھ کو علم ہوا کہ ہندوستان کے اہل سنت و کثرت دہنے آخری طریقہ کار اپنے فرس کی ادائیگی، دراپنے حدت و حقوق کے تقط کا قرار دیا ہے۔ وہ قرآن کریم کی بیج اور ایک صریح نصیم اور رسوں اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک دوش اسوہ حسنہ کو مضروہ تمام ہیں۔ اور لغت و طرہ ترقی کا موازہ اور عواقب لبر کی چندی جلیج لگے اس کو بے خوف و خطر احکام تک پہنچائیں۔ اور وہ اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ، عباد اسلام کے ساتھ تعاون و موالات کو اعتقاداً و عملاً ترک کر دیں۔ اسی سسٹو کی شری حیثیت ناقابل انکار ہے۔ اور ایک صادق مسلمان کی طریت کا پہلے حالات میں کی، نقتناہ برنا چاہئے کہ وہ

- ۱ سرکاری اعزازوں اور خطابات کو داپس کر دے۔
  - ۲ ملک کی جدید کوششوں میں شریک ہونے سے انکار کر دے
  - ۳ صرف اپنی ملک کی شہیاد اور مصویات کا استعمال کرے
  - ۴ سرکاری سکون اور کالجوں میں اپنے کون کو داخل نہ کرے۔ اس کے علاوہ جو شاہد و شاعرنت شایع کی جا میں ان پر عمل کریں۔ بشرطیکہ
  - ۱ اتباع شریعت کیا جاسے اور عمل دہا نہ میں خلاف حکم شریع کا اور تکالیف پیش نہ آسے
  - ۲ نیز اسی امر کا چرہ پر اٹھاؤ رکھا جائے کہ جس امور میں فسار یا نقصان اس کا اندیشہ ہو۔ اس سے اشتراک کیا جائے اور ہر کام اور اطراف و تفریط سے بچا کر احتیال کو نظر رکھ کر کیا جائے
  - ۳ ارشاد عثمانیؑ اذا حسن الناس فاحسن معهم و اذا اساؤا فاجنبہم اسانھو
- دسب لوگ اچھا کام کریں تو ان کے اچھا کرنے میں شریک رہو۔ اور جب کہ برا کریں تو برائی سے بچتے رہو، کا لحاظ رکھنا ہر ایک امر میں سید اور مردی سمجھا جائے و اللہ الرزق و العین

العبد محمود حسین محمد دیر بندہ

۳ ذی قعدہ ۱۳۳۳ھ

اس کے بعد ہی منورہ عینہ علیہ وسلم کے متفقہ فیصل کی صورت میں تقریباً ۵ سولہ لاکھ مقررہ سے تاج کی بجائے  
 العرس امی ترکیب اور اسی فنونے اور اسی نور کی بنا پر سلم پیش پر بیکہ مستحق قائم کر کے کی بنیاد ڈالی گئی جو کہ بعد میں جامعہ قیاسیہ کے  
 کے نام سے موسوم ہوئی۔ اگر علیہ وسلم پر بیکہ درستی پس سے آزاد اور قوی لوگوں کی امت مان جیتے تو یہ اتراقی ہوا بہر حال  
 گورنمنٹ پر تنوں سے انگریزوں کی حیرت و سستیوں اور دعا بانی دیکھتے ہوئے لٹائی اور انگریز پرستی کو ہی میرا بھرتیوں میں  
 کہہ اس کو گارا کر سکتی تھیں اسوں سے ہر قسم کی مشکلات کو برداشت کی تھو جب اصلاح ممکن نہیں ہوئی تو مجبوراً آزاد پینٹل  
 پر بیکہ سٹی کے لئے جلسہ کرنا چاہا۔ دراصل الہائے کو دعوت دی اور حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کو مدعو کیا گیا۔ حضرت اس وقت  
 حکمت جہاد تھے چل رہے تھے لیکن اتفاقاً خدمت نے اس سلسلہ کو نظر پاک اور نہایت تکلیف دہہ ظاہر کی دوسری طرف دعوت لینے  
 والوں کا اسلہ تھا کہ جہادی جدوجہد کی کامیابی کا دارالاسس ہے جسے کہ حضرت مدافعت فرمائیں۔ وہ بیکہ درستیوں کی کنگھ سے کے  
 بعد حضرت کا جواب حسب ذیل تھا

۔ اگر میری مدافعت سے انگریزوں کی توجہ و شریک ہوں گا

چنانچہ ۱۶ صفر ۱۳۳۳ھ مطابق ۲۹ اکتوبر ۱۹۱۴ء کو اس کی تاریخاً متفقہ ہو گئی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے  
 حلیہ صدارت کا مضمون مولانا کشمیری سے حاصل کر لیا اور جب مولانا اشیر احمد صاحب سورہہ کہہ کر لائے  
 تو اس کو سن کر صاحب فشاں ترمیم فرما کر چھپنے کا حکم دیا گیا۔

اسی مدت میں مرض اور تپتی کرنا لیا بہرہم کا علاج جہادی تھا مگر جہاد کے مادہ، زیادتی تھی۔ بھکار لازمی صورت  
 اختیار کرنے ہوئے تھا۔ صنف ادق قامت تھی یہ پوری ڈاکٹر احمدی مرحوم کا تقاضا تھا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو ہل سے  
 جایا جاسکے تاکہ پوری توجہ سے اپنی آنکھوں کے سامنے علاج کر لیں اور دوسرے اہل اللہ کے ساتھ بھی مشورہ کر سکیں۔

حضرت مولانا صاحب صاحب ماہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب مرحوم اور منعم دارالعلوم دیر بندہ  
 کو گورنمنٹ کی طرف سے شمس اللہ کا خطاب سزجیسی گورنر پر ہل سے دیا گیا تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے  
 دیکھ کر لاپسی کر دیا اور یہی مؤثر تقریریں مخصوص میں درائی کہ حضرت صاحب صاحب مرحوم کو تمام مجمع مناظرہ جو کہ بیکہ بن  
 داپن کا متقاضی تھا

مگر چونکہ ملی گزشتہ حکام کی نہیں تھی اس لئے قندر پایا کہ ملی گزشتہ کے جلسہ سے فارغ ہو کر براہ راست دہلی روانہ ہو جائیں گے اور برلن سے سابل ڈاکٹر انصاری صاحب مرحوم کی کوٹھی پر قیام لے لیا جائے گا۔

دوبند سے آ کر آیا کہ میں ملاں گاڑی سے ایک گزشتہ ہاؤس میں فریج سے وہاں مل رہے تھے ان میں وہاں پہنچا حضرت مولانا علیہ السلام سے ملنے پہنچ چکے تھے جناب عبدالجبار صاحب خواجہ کی کوٹھی پر قیام

میرا ملی گزشتہ اور پچھلے روز ملی پہنچنا اور حضرت مولانا علیہ السلام کا جلا اس میں صدارت فرمنا

تھا۔ وہیں میں بھی قیام پر ہوا۔ اگلے روز صبح میں حضرت مولانا علیہ السلام کے شرکت اور صدارت فرمائی۔ منصف اور جہاد کی وجہ سے خود چل نہیں سکتے تھے۔ وہ ڈھولوں کے گڑھوں پر ٹیک کر چلنا ہوتا تھا خطبہ صدارت جناب مولانا سید عبدالحمید صاحب سے پڑھا۔ جو کہ سطور سے۔ اس کے مندرجہ ذیل فقرے قابل یادگار ہیں۔

میں نے اس پر بارہ سالوں اور ملاقات و گفتگو کی حالت میں کپ کی اس دعوت پر اس سے ایک کما کر میں اپنی ایک گزشتہ مشاعرہ کو یہاں پانے کا امید ہاں ہوں۔ سنت سے تنگ ہونے میں جن کے چہرے پر نماز کا اور اور ذکر الہی کی روشنی چمک رہی ہے لیکن جب ان سے کہا جائے کہ خدا ما جہاد اٹھو اور اس دستم جو کہ کٹاؤ گے رفتے سے بچاؤ۔ قرآن کے دلوں پر عرب و ہند میں ملانی ہونا ہے۔ خدا کا میں کھراں چند ناپاک بستہ ہوں گا۔ وہ ان کے ساتھ ان عرب و مغرب کا

پھر جہاد کے بعد اس کے دروازے ہیں

۲ ملت و مسلمانان وطن حبیب ہیں سے دیکھا کہ میرے اس درد کے علم خزانہ جس میں میری زبانیں گھسی جاتی رہی ہیں، حدوں اور ممالک ہوں میں کم اور سکھوں اور کالیوں میں زیادہ ہیں۔ تو میں سے اور جہاد کے احباب سے ایک قدم ملی گزشتہ کی جانب بڑھایا۔ وہ اس طرح ہم سے دو تازہ کی مقاموں میں رہتا ہے ملی گزشتہ کا کوشش ہرگز۔

۳ آپ میں سے جو عظمت تحقق اور باجبر ہیں وہ جانتے ہوں گے کہ میرے ہر گز سے ہر گز سے کسی وقت بھی کسی ایسی زبان سیکھنے یا دوسری قوموں کے علوم و فنون حاصل کرنے پر کافر کا فتوے میں دیا۔ ہاں یہ سبے شک کہ انگریزی تعلیم کا آفری انگریزی سے کہ لوگ نصرت سے کہنگ میں رہنے جائیں۔ یا مردانہ گستاخوں سے اپنے درجہ اور اپنے درجہ و فلوں کا مذاق اڑاتیں یا حکومت وقت کی پرستش کرنے لگیں۔ تو ایسی تعلیم پانے سے ایک مسلمان کا قابل رہنا اچھا ہے جہدی قوم کے سربراہ وہ بیٹوں سے پچ تو ہے کہ امت اسلامیہ کی بڑی اہم صورت کا احساس کو ہے۔ ہاں شہ مسلمانوں کی دیکھا ہوں میں جہاں علوم عصریہ کی اعلیٰ تعلیم دی جاتی ہے مگر

طلبہ اپنے مذہب کے اصول و فروع سے بے خبر ہوں اور اپنے قومی احساسات اور اسلامی شرائط و اسوش کو بے ادراک میں قوم دہکے کی حمایت نہایت ادا کرتے رہ رہ جاتے تو بڑی بھروسہ کہ وہ دوس گاہ مسل فون کی قوت کو نہ سنبھال سکتے نہ ایک اکڑے۔ اس لئے ان کو کیا گیا ہے کہ ایسی آڑا ریڈیو سٹیشن کا افتتاح کیا جائے گا جو گورنمنٹ کی اجازت اور اس کے ماتھے پر لکھی ہو۔ اور جس کا تمام تر انتظام علی اسلامی اصول اور قومی احساسات پر ہی ہو۔

ہندوستان میں انگریزی حکومت اور تعلیم اور زبان کے متعلق جو بحث و محفلت شروع ہونے لگی ہے، نصف انگریز میڈیکل بک اس سے زیادہ تسلیم کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ ڈیپریٹمنٹ میں ۲۵ جلدوں میں لکھی ہے۔

۱۸۰۱ء میں لکھی ہے۔  
 یہ مسئلہ ملی میں بھی جیسا کہ اس کی طرح وہ لوگ، تعلیم میں ہیں جو واقعی باخبریت اور خود درجہ بنا دیا اور لوگ ہمیشہ قائم حکومت کا ساتھ دیتے ہیں۔ ہمارے انگریزوں کی اس کوئی اور جوئی خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان ایسا نہیں نکلتا جو اپنے آقا و اجداد کے عصب سے اٹھ کر آ جا تا ہے۔ ہر شے کے پھینکے ہوئے والے صاحب جیسے مغربی سائینس کے سب سے حقائق کے مقابلے میں کہتے ہیں تو سرکہ کرکڑی ہو سکتے ہیں۔ ان سب سے بڑی اور بڑی سنی مسل کے علاوہ ہم کو حمایت پسند جہت کی داد حاصل ہے۔ یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں، اتفاقاً دامت اور تھوڑی سمت جانا تو کے ہاں ہیں، اپنی نمازیں ادا کرتے اور بڑے ہتمام سے مسجدوں میں جاتے ہیں لیکن مغربی اور اہم مسائل پر سوچنے کی قطعاً برہم دہ نہیں کرتے۔

دعوتِ جہاد کے لئے جہاد میں مسلمان مرد و عورت اور بچے اور عورتیں شامل ہیں۔

**علی گڑھ سے واپسی**  
 احوال سے مذکورہ سے فارغ ہو کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ ولی قشرب لائے اور ڈاکٹر الفیاضی صاحب مرحوم کی کرنسی پر قیام فرمایا ڈاکٹر صاحب نے ہماری توجہ سے علاج فرمایا۔ چنانچہ اس سے پہلے امرتسر میں جینہ اللہ کا انتقال ہوا، عبد الہادی صاحب نے اپنی مرضی سے اللہ علیہ کی مساعی جمیلہ اور اولاد کا نیت اللہ صاحبیت، مولانا احمد سعید صاحب اور دیگر حضرات کی جدوجہد سے جو چکا تھا اور پہلا جلسہ بھی وہیں جو چکا تھا، اس لئے ان لوگوں نے حضرات نے ضروری سمجھا کہ اب اس کا دور سزا جیسے وہیں میں بڑے سے پہلے پر حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مسئلہ کیسے تاکہ احوال حاضرہ میں عمل جیسے نام کا پادہ سے زیادہ اتفاق ہو سکے، کیونکہ حضرت کو عام مقبولیت حاصل ہے مسلمانوں سے زیادہ آپ کے گرد یہ ہر ایک کے ساتھ حسن اعتماد رکھتے ہیں اور آپ پر پورا اعتماد رکھتے ہیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی امتداد عام کی گئی تو آپ نے قبول فرمایا اور ۱۰۔۰۰۔۰۰ ہجرت اہل اجلاس کی تالیف مقرر کی گئی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ مولانا صحتی کفایت اللہ صاحب کو تحریر خطہ صدمات پر مامور فرمایا اور مصاحب میں ضروریہ ذکر لکھنا دینے چنانچہ صحتی صاحب مرحوم نے سورہ تحریر کس کے پیش فرمایا اور حضرت کو مستایا اللہ ضروری اصلاحات اور ترمیم کے حضرت سے چھپنے کا ارشاد صادر فرمایا خود حضرت اس قدر تیار اور صیغہ تھے کہ مصنف میں باوجودیکہ وہ دینی میں تھا، نہیں مانگتے تھے۔ جلسہ میں خطہ حضرت مولانا شعیب محمد صاحب مرحوم نے پڑھا۔ مولانا محمد میاں صاحب عالم حجتہ اللہاء اپنی کتاب تالیف میں ۲۱۵ میں تحریر فرماتے ہیں۔

” حضرت شیخ قدس اللہ سرہ النذر اگرچہ حیات مقدسہ کے بالکل آخری دور میں تھے، مگر علمائے کبار کی آراء وہیں بھی کو جمعیت علیہ حضرت شیخ الہند کی صدمات کا تاریخی استنباط حاصل کر کے اللہ آپ کے بیرون سے دینی اور ملی سیاست کے متعلق ایسے زیادتی اصول معلوم کر سکتے ہیں، پر کارآمد ہو کر آپ سے رافضیوں سے بلکہ ویش ہونے کی کوشش کرتی رہے۔

حضرت شیخ الہند کا خطہ صدمات اگرچہ ساریت لکھنؤ تھا مگر علمائے ملت اور ملی سیاست کے تقاضے کو پورا کرنے کے لئے مکمل اور کافی تھا۔

حضرت شیخ الہند کے اس خطہ صدمات نے علمائے ملت کو مدد دی اور اصولی نظریات کی مذہبیت فرمائی۔

۱ اسلام اور مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن انگریز ہے جس سے ترک موالات فرمیں ہے  
 ۲ مختلف ملت اور مختلف ممالک کے خاص اسلامی مطالبہ ہیں اگر برادران دین احمد دی اور افاضتیں  
 تو ہائز اور تہی ہوش کی ہیں۔

۳ اشکالیں دین کے لئے برادران دین سے استہزا کے عمل جائز ہے لیکن اس طرح کہ مذہبی حقوق میں دین واقع ہو۔

۴ اگر موجودہ ماد میں توپ، سدوق، سہولی جنازہ کا استعمال، دعوت اعداء کے لئے جنازہ ہو سکتا ہے اور دیکھ کر دین اہلی میں یہ چیزیں، بغیر، تو ملاحظہ ہوں اور قومی اتحادوں اور مختلف مطالبوں کے جواز میں تامل۔ یہ کہ کیونکہ موجودہ ماد میں ایسے لوگوں کو گننے جن کے اعتقاد میں توپ، سدوق، سہولی جنازہ نہیں ہیں، یہاں کی چیزیں ہتھیار ہیں۔

خطہ صدمات علیہ و علیہ طبع قاسمی، یومہ

حضرت شیخ کی اعتقادی تحریر جو آخری اجلاس میں پڑھی گئی اس کے چند جملے لفظ در لفظ ذیل ہیں  
 ” کچھ شے ہیں کہ اعتقادی تحریر جو آخری اجلاس میں پڑھی گئی اور ہندوستان کی سب سے زیادہ کثیر تعداد



قوم مجبوراً کو کسی دیکھی طرح سے آپ کے ایسے مفاد کے حصول میں تڑپنا پڑے۔ دینی  
 انہ دونوں فریقوں کے اتھاق و اتحاد کو مست ہی سمجھا اور غیر غیر کھینچوں اور حالات کی رکاوٹ کو  
 محسوس کی کہ جو کشمکشیں اس کے لئے درپیش کے حاتمہ سلے کی سے اٹھ کر رہے ہیں۔ اس کیلئے  
 پورے دل میں مست تھا۔ یہ کہ جو میں جانتا ہوں کہ صورتِ حاکمیت مگر اس کے لئے ایک ہی جگہ  
 تو وہ ہندوستان کی آزادی کو ہمیشہ کے لئے ناممکن بنا دے گی اور ہندوئی حکومت کا آہی پتہ  
 وہ نہ اپنی گرفت کو مست کما جائے گا۔ اور اسلامی اقتدار کا اگر کوئی دھندلا سا نقشہ باقی رہ گیا  
 ہے تو وہ بھی جاری ماحول میں سے حرفِ مطلق کی طرح صوبہ ہندی سے مست کیلئے گا۔ اس لئے  
 ہندوستان کی آزادی کے یہ دونوں ٹکڑوں کی جنگ آراء قوم کو اکثر تینوں حصوں میں تقسیم کر دے  
 رہی گئے تو ہم میں نہیں آتا کہ کوئی چھٹس قوم خواہ وہ کسی ہی بڑی طاقت نہ ہو۔ ان اقوام کے چھٹے  
 حصہ میں کو کس ایسے جبراً دستِ باریا سے داسکتے گی ان میں پہلے ہی کو چھٹا ہوں اور آج  
 پھر کتا جملہ کو ان اقوام کی باہمی مصالحت اور اتھاق کو اگر آپ پابند نہ ہو سکتا اور دیکھتا چاہتے  
 ہیں تو اس کی صورت کو خوب بھی طرح انہیں کر سکتے ہیں۔ اور وہ حد درجہ ہی کہ حد تک اور بھی ہوتی  
 ہے۔ وہ میں ان سے کوئی پتہ نہ پتے ہیں کہ صورتِ بھراس کے کچھ نہیں کو صلح یا مستحق کی تقریب  
 سے فریقوں کے درمیان میں سے کسی ادا کرنے اور کو بھی اٹھ دیکھا جائے اور دیوی مصالحت  
 میں ہرگز کوئی ایسا طریقہ اختیار نہ کیا جائے جس سے کسی طرح کی ایجاد رسانی اور دل آزاری مخصوص  
 ہو سکے۔ اس سلسلے کے ساتھ کب پڑا ہے کہ اب تک بہت جگہ جن اس کے خلاف ہو رہے ہیں  
 اور ہی مصالحت میں قسمت کو اتھاق کا ہر کہلے کے لئے اپنے ہر سبک سے گزرنا سکتے ہیں  
 لیکن ٹھگوں اور اہلِ اب تک کشمکش میں ایک درمیر سبک ادا رسانی کے پہلے دیکھتے ہیں  
 اس وقت میں سے خطاب نہیں کرنا ہوں۔ مگر میری گزارشیں دونوں فریقوں کے درمیان اور اپنے دل  
 سے ہے کہ ان مجلسوں میں اٹھ اٹھانے والوں کی کثرت اور بڑے فیصلوں کی تابندگی سے دھکے  
 نہ کھانا چاہتے کہ یہ طریقہ عملی ہوگا کہ ہے اور جن کو ہندو مسلمانوں کے ہی مصالحت اور سرکاری  
 ٹھگوں میں مخصوص رہا ہوں کا اہل ان کو سمجھا ہے۔

مگر فریق کہ ہندو مسلمان کے ہر جن سے پانی رہے، یا مسلمان ہندو کی اور کسی کو گندھا  
 دوسرے فریق اور جن کے لئے ایک میں اپنے دونوں کی وہ حربہ و جنگ آزمائی اور  
 ایک دوسرے کو تنہا پہانے اور چھانڈنے کی وہ کشمکشیں جو انگریزوں کی نظروں میں دونوں فریق

کا اعتبار مانتا کرتی ہیں، اتفاق کے حق میں ختم قائل ہیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ حضرات میرے  
اس مختصر مشورہ کو سرسری نہ سمجھ کر ان باتوں کا عمل سمندر کر دیں گے۔

دعا: خطبہ صدارت حضرت شیخ الحدیث علامہ قاسمی۔ از مطابع حق نشانی

حضرت شیخ الحدیث کی بیماری اور دوا | حضرت جرنلہ علیہ کی بیماری اور دوا | تفصیل تو حجاب مولانا امین حسین  
صاحب مرحوم نے اپنے رسالہ "حیات شیخ الحدیث" میں بڑی تفصیل

سے لکھی ہے جس کو نقل کرنے پر دست قلیل ہے۔ بتابری بیماری کا اختصار ناظرین کے لئے پیش کرتے ہیں۔

۱: حضرت رحمۃ اللہ علیہ ۲۰ دھماں ۱۳۳۸ھ مطابق ۸ جون ۱۹۲۰ء کو ایک بجے دن کو پٹانہ

سے بمبئی چھٹ پر تشریف فرما ہوئے۔ یعنی میں دو دن قیام فرما کر ۲۳ رمضان شعبہ ۱۳۳۸ھ مطابق

۱۰ جون ۱۹۲۰ء صوبہ دہلی پہنچے۔ ۲۴ رمضان المبارک مطابق ۱۲ جون ۱۹۲۰ء بوقت

صبح دہلی پہنچے۔ ڈاکٹر انصاری صاحب مرحوم کے یہاں قیام فرمایا۔ ایک روز قیام فرما کر ۲۵ رمضان

المبارک مطابق ۱۳ جون ۱۹۲۰ء بروز یک شنبہ بوقت صبح دہلی سے روانہ ہوئے اور اسی روز

۱ بجے دیوبند پہنچے۔ استقبال کرنے والوں کا ہر پیش پر سب طرح ضیافت زیادہ محرم تھا یہاں

پر بھی بہت زیادہ مجرم تھا۔ ایشیاس سے بہت سے دارالعلوم تشریف لے گئے۔ ۲۶ جون کی اطراف

دیوبند سے بہت زیادہ آمد تھی۔ ۲۷ جون ۱۳۳۸ھ ۱: شوال تک دیوبند ہی میں قیام

فرمایا پڑا۔ در پختہ آبادہ تھا کہ جلد از حد مولانا حکیم حضرت حسین صاحب مرحوم کے مکان پر کئی دن

آباد مطلع فرمایا۔ مرحوم کی تعزیت کے لئے ہمیں جہان النبی والہ ماجدہ اور دیگر متعلقین موجود

تھے۔ ان سے الہ آباد غازی پور۔ فیض پور۔ گھنڈہ۔ براہ آباد ہوئے ہوئے ۲۵ شوال کو دیوبند

واپس ہوئے۔ چونکہ اپنے عزیز محبت بڑا تھیں اس لئے درمیانی مقامات پر نہ جاسکے۔ اگرچہ حقیقتاً

سے بہت تھکے تھے۔

۲: دہلی ۱۳۳۸ھ کو اپنے عزیز مرحوم نے دارالحدیث دیا جس کا اثر طبع مبارک پر بڑا

طبعی اثر تھا۔ ۲۶ دہلی میں دیوبند میں کبھی بگاڑ اور شہد و زور کا بہت زیادہ شیوع ہوا۔ چنانچہ

حضرت مرحوم کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ بھی مستحکم رہنے والے ہو گئے۔ ہم پہلے ڈاکٹر آسٹریٹ

کو درج معائنہ اور جاسر کی ٹیلیف سائیکس مندوسٹان پہنچنے کے بعد محمود کو آئی تھی۔ لیکن تاہم اس کا

تخلیہ ہوا ہے۔ بد قسمت و برجاستہ و آدہ وقت پر زیادہ اثر نمایاں نہیں ہو سکا۔ دیکھتے

تھے کہ اس تہذیب و تمدن کے گہوارے کی اتنا سیٹھہ کر دیا کہ شہد و برجاستہ و آدہ وقت کی طاقت جاتی ہے

مسافر یونانی اور ڈاکٹری جاری تھا۔ بعد ایشیائی گزروں کی اداروں کے ادارہ محمد سے اتفاقاً ترقی ہوئی  
 پندرہ سوچا ہوا نگرانی کی رفتار صحت شست تھی۔ ۴ صفر کو تقریباً صحت احباب اور طلباء  
 درالعلوم کی دعوت کی گئی تھی کا بہ نام نمائین سے از غور کیا تھا۔ انوکس کہ قدرت کو برائی تھی  
 دیکھنی منظرہ تھی۔ ۹ صفر کو پھر نگرانی اور پھر بھی ہو گئی۔ اور صفا اور مرض میں اضافہ ہوا گیا۔  
 ہاتھ لکھو اشیا سے دم چکر تھیں کیا۔ اسی زمانہ میں سفر علی گڑھ کی تحریک ہوئی تھی کو ہم پہلے ڈاکٹر  
 اسکے ہیں۔ چنانچہ ۱۲ صفر ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۹ اکتوبر ۱۹۲۰ء بروز جمعہ علی گڑھ میں جلسہ ہوا  
 حضرت ملا اشرار علیہ سے جو پڑھ کر عدالت زمانی۔ کردی اس قدر تھی کہ خود میں پڑھ سکتے تھے  
 مولانا شبیر احمد صاحب مرحوم سے خط لکھا۔ اسکے روز علی گڑھ سے واپس ہو گئے۔ ڈاکٹر صاحب  
 کے اسلوب پر وہی تشریح سے گئے۔ صاحب مسابیت توجہ سے ہوا جس سے تحریف کے اندر سا پایا  
 ستنے ۳۴۔ ریح الاول تک ایشیائی حالت ہی تھی مگر ۱۵ ریح الاول یوم شعبہ کو پھر روزہ بکار آیا  
 اور حالت مسابیت ناک ہو گئی۔ بعد صحت تیر ہو گیا۔ حالت اگر تشریح میں ایک مگر ہوش و حواس سما  
 تھے۔ آدمی پہچانتے تھے۔ سب صحت آواز سے بات بھی کرنا سکتے تھے۔ مولانا صاحب حسین صاحب  
 مرحوم صبح وقت میں لکھتے ہیں

۱۰۔ کی شب کے منتظر ۱۔ رات بھر کی حالت وہی۔ سید پر علم تھا جس کو صفت کی دوسرے  
 دل نہیں کر سکتے تھے صبح کو شہد کا شربت دیا گیا تو صلابت اسید صحت میں تازگی ۲۔ سب کچھ اجانت  
 ہوئی اور خود اپنے اہم سے پانی سے آنتی گیا۔ صحت لکھ۔ لفظ پڑھتا جاتا تھا اور باوجود ہوش  
 بجا ہونے کے ایک استغراقی حالت تھی جس میں لوگ چاہ پانی کے گرد جمع تھے وہ دھڑک سے  
 تھے طبیعت براساں تھی کہ دیکھنے کیا ہوا ہے۔ صحت بیک کے بعد ۱۵ ریح الاول ۱۳۳۹ھ  
 یوم شنبہ ۳۰۔ صبر کو صحت تیر ہو گیا۔ حضرت دنیا سے بالکل نائل ہو گئے تھے تین عوارض اور  
 عوارض ہو گیا۔ اور ۱۔ غصہ صحت اللہ ہا و نوبہ لک ارضیہ الاعلیٰ کا گناہ غالب آئے  
 لگا۔ چاہ پانی کے گرد حاضرین حاشی اور آہنگی سے ذکر اللہ میں مشغول تھے کہ اسی حالت میں حضرت  
 سے اس بفرانی اور نا صاحب ہوا بہت سی کو با کیا جس کے نام پر ہے آپ کو کہہ دیا تھا یعنی بند  
 آواز سے تین مرتبہ افر اللہ اللہ فرما

مولانا شبیر احمد مرحوم کا بیان سے وہیں کو مولانا علیل احمد صاحب نے نقل فرمایا کہ حضرت  
 کے تھوڑی دیر لکھ گھول کر چھت کی طرف دیکھا پھر لڑایا کہ سولے کا تو کچھ شمس نہیں سے مگر

الموسیٰ کو یہ سبے کو میں بستر پر مردا ہوں تمنا تو یہ تھی کہ میدان جہاد ہوتا اور اعلانِ کفر الخ کے جرم  
 ٹھیکہ پر سے ٹکڑے کئے جاسکتے۔ اس کے بعد ملکہ آواز سے اللہ اللہ سات مرتبہ گنا آٹھویں مرتبہ  
 آواز بد ہو گئی۔ دیکھا تو زبان تالو سے لگی ہوئی تھی۔ مرلا ہستی کفایت التواصحت سے سورہ یسین  
 شروع کی مگر وہ پچھتوں گریز اور ارسہ کی وجہ سے بلند آواز سے نہیں پڑھ سکتے تھے اس لئے مولیٰ  
 حافظہ محمد الیکس صاحب نے بڑھانا شروع کیا سورہ قمر یہ آتم سوتی تو حضرت نے حد بجا کر حرکت  
 کر کے اپنا بدن سیدھا اور درست کر لیا۔ اکتوں کی انگلیاں کھول کر سبھی کی کہیں اور آہ بیچے  
 جب کہ مولیٰ صاحب باہلی انجیر پر پہنچے تو آپ نے ذرا آنکھ کھولی اور نصیحتی قلبی کی تاہم کے لئے  
 وہاں کو حرکت دی اور خاص اہل ترجموں کی آواز پر قبلہ رخ ہو کر ہمیشہ کے لئے آنکھ بند کر لیا مگر  
 اور سوات سے سانس منتقل ہو گیا اور دو برج منہ سے دوح و روحاں و وحلہ نعیمہ  
 کا ہمد و کیچے کے لئے تمام اہل اسلام کو تہنیم دے کر کس چھوڑ کر دیا سے رخصت ہوئی اور ربیع ثانی  
 سے جا کر ملی گئی اتفاقاً و اتفاقاً و دعوات سرور عالم کا یہ نمونہ ہے :

دسواں شیخ المسد بن عبد اللہ علیہ السلام

عم زادہ اللہ پیشان علی حاضرین کے صدمے اور قلق و سہلے قراری کا اور لڑا آسان نہیں ہے کچھ درتو وہ حالت  
 رہی کہ ایک کو ایک کی خبر نہ رہی کسی کی آہ نکل کوئی سر نہ کر چنگ گیا ایسے ہانکاہ عادات پر آؤ ذللا اللہ یسیخ دیکھا ایک معمولی  
 مت ہے مگر حضرت جنتہ اللہ علیہ کا نہیں صحبت کلام آیا اور رضا بقضا کا حضور غالب ہوا

نصف گھنٹہ کے بعد منزل امن و قبر کا ٹکڑا ہوا۔ ڈاکٹر صاحب سے حضرت جنتہ اللہ علیہ کے معانی صاحب و حکیم  
 محمد حسن صاحب ہا اور عدم سنا متصفا لڑا۔ کہ اگر وہی دن کتا آپ سانس کھیں تو محمد بن و حضرت شاہ ولی اللہ صاحب  
 اور احتفاد کر لہم الرحمۃ اللہ کے عزائم میں سامان کیا جاسکتے اور اگر وہی بند کا خیال ہو تو وہاں کا انتظام عمل میں آدھے  
 جانا گیا کیا کہ حضرت کی سزا دہشتی کہ اپنے سے عدم سنا دے کہ جہاد کا راستہ میں چلے۔ اور میں آؤ اور کوشش دوسری دنیا  
 وہاں سے کھینچ کر لائی تھی۔ میر صاحب راہیاں بھی اب تک وہی نہیں تھیں۔ دستگیری دہشتی ہوئی کہ وہی بند لے جانا چاہتے

لے مگر مولانا عیسیٰ احمد صاحب کا بیان یہ ہے کہ کچھ کو معلوم ہوا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کی رائے یہ تھی کہ حضرت کو  
 مقبرہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رضی اللہ علیہ میں دفن کیا جاسکے۔ مولانا مفتی کنایت اللہ صاحب نے فرمایا کہ میں دوست  
 میں مبتلا ہوں ایک پر کہ وہ بند لے جائیں تو وہ جب حتمی میں یہ چیز متعین ہے۔ اور وہم یہ کہ یہاں کے مقابر میں دفن کر رہی  
 تھیں کہ اسی وقت حضرت جنتہ اللہ علیہ سے تمام مسلمانوں کو انسانی شہف اور بہت سب سے لہذا خوف ہے کہ لوگ فکر کو بچتے  
 رہتے حاضر روحانتم

دعوات مستحبہ

وہ بد کو ڈکٹر صاحب مرحوم سے اس مضمون کا مضمون تک رواد کی کہ حضرت دوزخ اللہ علیہ کی وفات ہو گئی۔ چنانچہ شام کو دیوبند پہنچے گا۔ اس کے بعد ڈکٹر صاحب مرحوم اطلاع دیتے اور کئی تاہمت اور دلی کے انتظامات میں مصروف ہوتے۔ دوسرے دن صبح کے انتظام کی حکیم محمد حسن صاحب سے بخند میں سٹا کر دلی کی امداد سے طریقہ سونٹ حاصل کیا اور کئی پناہ کر تاہمت میں رکھا جو کہ ساری اتناہمت سے صحت جلد تیار کر یا گیا تھا اور ڈاکٹر صاحب کی وجہاہت سے بارہ بجے تک ڈاکٹری مشغلیت اور دلی کے متعلق تمام انتظامات دست ہو گئے تہی کی تکمیل میں دوسروں کو مست وقت اور تاخیر چڑائی ڈکٹر صاحب ہی کا نام اتر رہا ہے۔ اس میں ہر سے پاس وفات اور جنازہ کے دیوبند سے جانے کا اسی روز شام کو پہنچ گیا تھا۔ حالانکہ میں سے امر وہ پہلے کی ان کو کوئی اطلاع نہیں دی تھی۔ عافا سہی، آئی ڈی سے ان کو اطلاع دی ہوگی دلی میں آنا فانا وفات کی خبر مشور ہو گئی۔ سہ ماہوں اور ہندوؤں نے اپنی اپنی دو کام میں امداد کر دیں۔ ہزاروں مسلمان ڈاکٹر صاحب کی کوٹھی پر پہنچ گئے اور جنازہ تیار ہوئے ہی امداد جنازہ کے متقاضی ہوئے۔ حکیم محمد حسن صاحب رضوان حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ تم لوگوں کی حواہش اور امداد سے تو تم جنازہ پڑھ لو میں شریک نہ ہوں گا۔ بلکہ کچھ کر مہ کے دہر لے کا اہت تیار رہے۔ اور میں دیوبند میں پیر اور اعزاء و اہل علم کے ساتھ پڑھ سکوں۔ اس نے ڈاکٹر صاحب کی کوٹھی کے سامنے میدان میں ایک مرتبہ سمت بڑے مجمع کے ساتھ نماز ادا کی تھی۔ اس کے بعد نماز ماہستہ استیث کی طرف رواد ہوا۔ لوگ بڑھتے جاتے تھے۔ امداد کیا جاتا تھا استیث کے قریب پہنچ کر میں ہزار بے سوا کی تعداد ہو گئی۔ وہاں پھر دوسری مرتبہ نماز جنازہ پڑھی گئی۔ ڈھانچے کے بعد دلی سے وہ گاڑی میں تاہمت امداد دہلی۔ پھر شہر میرٹھ اور چھاؤلی میرٹھ پر نماز جنازہ پڑھی گئی۔ ساڑھے سات بجے شب تاہمت دیوبند استیث پر پہنچا۔

وضیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۱۔ ذکر وہی اور ہم کتابی حد سے احتیاج نہ کریں کچھ بھی نہ سبب کے پھر دہلی کو ہون انہیں یہی ہے کہ جنازہ دیوبند ہی لے جایا جائے۔ وہاں تہ کے پختہ کرنے کا انتظام نہیں ہے۔ وہاں جنازہ دلی کی بھی دشک شہتی ہو جائے گی۔ اس سے اسی کا اعتقاد کیا گیا۔

۲۔ حضرت شیخ الہند کے قیام دلی کے زمانہ میں مولانا احمد غفر مہری مولانا آزاد کا لکھنے سے ایک خط لے کر آئے جس میں لکھا گیا تھا کہ دوسرے عالیہ کے طلبہ نے ترک مراثی کی تحریک پر دوسرے عالیہ سے علیحدگی اختیار کرنا ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ لکھنے ہی میں ایک نہ دینی دوسرے عالیہ قائم کر دیا جائے لہذا آپ ہمیں ایک حدیث میں جو علم حدیث کی تمام کتابیں ایسی طرح پڑھا اسکے حضرت شیخ الہند نے مولانا شہیر احمد شہانی دہلوی سے عرض کی کہ مراثی کا نام تو پڑ گیا۔ لیکن اصول سے بعض مجاہدوں کی بنا پر نہ کیا۔ بالآخر حضرت دہلی کا نام تو پڑ گیا۔ حضرت دہلی نے اس کے لئے تیار ہو گئے۔

اور بام نہایت عظیم الشان تھا۔ بشکل قدم جنازہ اسٹیشن سے نکلا۔ اور سمت دیر میں مکان پر پہنچا۔ قرچو کچھ پیٹنے سے بنا  
 تھی اس لئے سمت سے لوگوں کی راستے ہوئی کہ اسی رات ہی میں دفن کر دیا جائے مگر چونکہ صاحب نادیاں اور وہاں  
 جو کہ تادمے کے بعد دوپہندہ سے وہی روز جمعہ چکے تھے اور اسی راستہ ہی میں تھے کہ جنازہ قازی آباد آگیا۔ اس لئے  
 وہ عادی آباد ہو گئیں۔ مگر بچوں کی رہائی اور زمین کی جلدی سے روٹ گئی اور ٹکٹ ڈسٹے کا وجہ سے ساتھ نہ ہو سکی تھیں اس  
 لئے تریج اس کو وہی گئی کہ صبح تک جنازہ دفن نہ کیا جاسکے۔ چنانچہ وہ اگلی ٹرین سے رات میں آگئیں سمت سے حقیر تھے  
 وہ ٹھہریں کابلے نما اجتماع سماج اور مظفر نگر وغیرہ اطراف و جوارب سے ہو گیا۔ اور علان کر دیا گیا کہ نماز جنازہ اور  
 دن صبح کی نماز کے بعد کیا جائے گا۔ صبح تک یہ اجتماع اور یہی زیادہ ہو گیا۔ جنازہ صبح کی نماز کے بعد دارالعلوم دیوبند میں  
 بسپا دیا گیا۔ اور وہاں باہر کا من آدمیوں سے بھرا ہوا تھا بشکل تمام صفت بندی ہوئی۔ اور حضرت رحمت اللہ علیہ کے  
 دل و قرب اور برادر عزیز مولانا حکیم محمد حسن صاحب جنہوں نے ایک نماز جنازہ جنہیں پڑھی تھی، قلب معطر و چشم تر  
 نماز پڑھانے کھڑے ہوئے۔ تمام صبح پر ایک پڑھنے کو کورت ملاری تھا اور ایک حیثیت دلورائیت مشاہدہ ہو رہی تھی  
 حواہ اس کو جذبات حسرت بکھینچنے یا واقفیت و حقیقت کھینچنے۔

(سوانح ۱۵۶)

دیوبند میں اس وقت تک بڑے بڑے بڑھوں نے بھی کبھی کسی جنازہ کے ساتھ اس قدر مجمع نہیں دیکھا تھا۔ اور جس کے  
 دروازہ سے قبرستان گس آدمی ہی آدمی نظر آتے تھے۔ جنازہ مغرب میں بسپا میں بیالین برس کی ظالمی عدالی کے بعد دنیا  
 کی گناہوں سے استراحت کے لئے یہ شاگرد پر مشید قرأت ادیب سے مقدس رشید دستاورد کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ قرینہ تھی  
 جنازہ قریب لاکھ لگا گیا۔ مولانا حکیم محمد حسن صاحب اور حضرت کے دادا اور بعض شخصوں نے خادم قریشی اتر سے چاشت کا وقت  
 تھا وہ بیکے تھے کہ قندۃ المسلمین امام احمدیہ و اللہ اعین۔ قطب عالم علوم و کمالات، اعلیٰ مرتبت و آزاد گنہگار، مسلمان  
 عالم و دانا۔ بخاری زبان، کوہ وقار و وقار و علم۔ آفتاب معرفت و علوم، تجلیہ حکمت علیہ، خزینہ احادیث۔ میں ہو رہی تھی حیرت  
 العنقہ و التقریر، اکو لہ میں انار دیا گیا۔ اور شریعت و طریقت کے آفتاب عالم تاب کو حیدر کے سے نظروں سے چھپا دیا گیا۔  
 ایک غمزدگی برہاں سے بھرتی ہوئی آواز سے کہا۔

مٹی میں کیا کھسکے چھپانے ہو دو تو تجھ سید علوم بے گنجینہ زور میں

انا لله وانا اليه راجعون وصلى الله على وارضاه آمين۔

رفیقہ ماریہ سوز گشت، آپ کھڑے جلد سے تھے کہ راستہ میں امر و ہر والی سے اب کو ایک ٹھکانے کے تصدیق کینے دو سبوں اور تھیں  
 کے درمیان تھا، انار دیا، اسی امر و ہر ہی میں تھے کہ وہی سے ڈاکٹر لہذا کا کار دیا گیا کہ حضرت شیخ المسلمہ کا وصال ہو گیا ہے۔

میرا دیوبند مینچا

میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ حضرت روز غزوانہ کے گلنے سے پہلے ان امر و نہ سپہا اور ماسی  
 دو جگہ اور تقریر کے بعد انگریز صاحب کا تار سپہا کہ حضرت کا وہاں ہو گیا۔ اور حلقہ دو سو چار  
 ہے۔ میں سے دو سو چار جگہ کا ارادہ کر لیا۔ لوگوں سے سب سے پہلے کہہ دیا۔ اس نام کی گاڑی میں چل گیا تھی اس لئے  
 ہاتھ کی گاڑی لائی۔ اور میں ہی کو تقریر کیا۔ پھر دو سو چار حضرت روز غزوانہ کے دوست گدہ پر چب سپہا تو دیکھ کر برگ رہن  
 سے خارج ہو کر آئے اور سے جس رہا ہی بہ ہمتی اہل جہاد کے پرانی انہ سس ہوا کہ باوجود سالہ سالہ مضامین کے شرف  
 کے آج وقت میں نہ ہوتے تھے۔ حضرت حاضر رہا اور وہی میں شرکت کر سکا اور یہ ۔

قسمت کی یہ عیبی کو صبر دیکھ کر سے سر پر گدے پہنچا تو فرماں کیا کہ سے

گھر بچ کر رہ گیا۔ دو چار دو رہ کر گلنے کا حزم کیا۔ تو حضرت سدا حافظ تھا احمد صاحب مرحوم تہم دار معلوم  
 دو سو چار ہوتے اور دو سو چار کے قیام کا حکم لیا۔ مگر میری بھر میں دایا میں سے عرض کیا کہ حضرت اپنی شہید ساری  
 کے دوران میں عیب کو غور حضرت میری حاضر کی حضرت ٹکس راستہ تھے اس کے علاوہ ابھی چند مرتبہ میری  
 تھی۔ ان سب کو نظر دار ہوا کہ گلنے۔ اچھی کا حکم فرمایا۔ وہ گلنے کے کام کو سب تزیج دی تھیں وہاں سے کہ کسی طرح  
 دست معلوم میں میرا حضرت کا حکم میں ہینت اہل دیا جاسے اور تو اسکی افتخار کی جاسے خصوصاً جس کہ در معلوم میں  
 ہرگز کا کہ حضرت موجود ہیں میرا بیان قیام کس طرح دوست بجا جاسکتے ہے، عرض میں سے گلنے کی روانگی پر امر لڑا کہ حضرت  
 انہ صاحب کو راضی کر لیا۔ وہ گلنے پہنچ کر اسباق حدیث شریفہ سے اہل علم کو کھلائے اور آواز کی تحریک اور اہل  
 چل دی تھی طرف و صاحب گلنے میں بکثرت بیٹھے ہر دو چار تھے ان میں ہر ماہ روز ہونا پڑتا تھا اس زمانہ میں وہ دن کھال  
 بھی وہ وہاں شہر میں ٹھہرے ٹھہرے میں عاثر لیا۔ جی میں سے مولوی ہزار کے مشورے سے کانگریس و خلافت میں  
 بھی جاسے کے لئے مجھ کو گیا۔ اجلاس کانگریس کے صدر سٹریٹس ہارڈ اس آجکالی تھے اور جلسہ خلافت اور عینت کی صورت  
 کہ کہ کام دینی پڑی تھی۔ اور دو چار جلسہ ضلع ٹکس ہر میں ٹھہرے پہلے پر جاتھا۔ دونوں کے خطرات چھپ کر شائع  
 ہو چکے تھے۔ اس طرح دو مرتبہ مسدوستان پر۔ پی میں بھی آج لیا۔ ایک جلسہ سید دارہ ضلع بکنور کا تھا اور اس جلسہ میں میرے  
 کی خلافت حضرت مولانا صاحب لکھنؤ صاحب نائب نجم در معلوم سے فرمائی تھی۔ اور جلسہ خلافت کی خلافت کی صورت  
 کے کام دینی پڑی تھی۔ اس وقت پر بھی کانگریس کا اجلاس مشترک طور پر جاتھا۔ اس کے بعد دو سو چار کے ایک  
 پنڈت صاحب تھے۔ میرا اہل اس وقت بھی شائع ہو۔ رسول کے سرور کی افتخار حضرت مولانا صاحب  
 صاحب نام میرے خطا کے منہ سے اپنے منہ میں نقل کر دیتے تھے۔ اس طرح سدا پور کے صدر مظہر معلوم کے

منازل اقبال کے بارے میں مباحثات شیخ الاسلام

سالانہ جلسہ میں بھی گلے سے حاضر ہونا پڑا تھا۔ اس کے بعد کراچی کے مشہور جلسوں میں حاضر ہونا پڑا جس پر کراچی کانگریس مقرر چلا۔ اور دو سال قید و مشقت کی سزا بھی اور لانا محمد علی جوہر مرحوم و مولانا شوکت علی و میر میر سے ساتھیوں کو حاصل ہوئی اور گلے کی ملازمت اس کی وجہ سے ختم ہو گئی

بہم ہمدردی کہتے ہیں کہ اس تحریر کو یہاں حتم کریں۔ کیونکہ یہ احوال اکثر تحریروں میں آگئے ہیں موصوفاً مولانا محمد علی صاحب سے اس سے متاثر ہیں اور فرما دیتے ہیں اور لوگوں کو سلوم بھی ہیں۔ یہ خطبات، احادیث میں شائع ہو چکے ہیں اس لئے مزید تحریر غیر ضروری سمجھ کر قلم فرسائی بند کرتے ہیں۔

۱۱۔ ترجمہ قرآن مجید حضرت شیخ الحدیث علامہ محمد علی صاحب سے دیکھیں اور سیاسی مسائل کے اور  
**تصانیف** | کئی ایک کتب تحریر فرمائی ہیں۔ ان سب میں سیرت قرآن مجید کا ترجمہ ہے۔ یہ ترجمہ قرآن پاک عالمی جیل میں سزا جہاں رہا کرتے تھے شاید حضرت کو عالم جیل میں بھیجیں ہی اسی لئے فرمایا تھا کہ وہ ترجمہ قرآن کی تکمیل کر سکیں۔ سورہ مانہ تک حوائی تحریر فرمائے تھے کہ وہائی مل گئی اور لغویہ خواندہ وحشی علامہ شہید احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اسے پورے لکھتے۔

اس ترجمہ و تفسیر کو اللہ تعالیٰ سے اتنی مقبولیت خطا فرمائی کہ شہ نہ کسی اور ترجمہ و تفسیر کو حاصل ہوئی ہو۔ یہی ترجمہ و تفسیر وادی میں ترجمہ ہو کر حکومت افغانستان کے اہتمام سے کابل سے شائع ہوئی۔ کابلی کپٹی لاہور سے اس ترجمہ و تفسیر کو اپنی آمدگی اور نفاست سے متاثر کیا ہے کہ جس کی نظیر نہیں ملتی

- ۲۔ تراجم الإجاب بکلامی، اہم بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی صحیح بخاری کے تراجم کی اشکریات جو نہایت مشکل کام ہے۔
- ۳۔ تقریر ترمذی ربان عربی، یہ تقریر ترمذی شریف کے حاشیہ پر چھپ چکی ہے اور مفصل خاص و عام ہے۔
- ۴۔ حاشیہ البروداؤ شریفی، یہ بھی حدیث پاک کی حدیث ہے۔
- ۵۔ حاشیہ کشف المعانی، عربی معانی کی مشہور کتاب پر حاشیہ۔

۶۔ ایضاً الاول  
 ۷۔ شرح اذق العربی کی تحقیق بھرتی القری سے، حضرت لنگر ہی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کی شرح، مضمون عام سے ظاہر ہے۔

۸۔ جہد اہل علیٰ بنی تمزید العز والعلیٰ



# ضمیمہ

حاجی تریگہ کی تصنیف ۳۵

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبید اللہ سندھی کے مکتبہ علیہ سابقین کا اختلاف نہ کر دیا جائے کہ ان کے تذکرے کے بغیر یہ مضمون نامکمل رہے گا۔

**حاجی تریگہ زئی** - تریگہ زئی تحصیل چارسدہ - ضلع پشاور میں اتان زئی (خان عبدالغفار خان کا گاؤں) کے قریب ایک گاؤں کا نام ہے حاجی صاحب اسی گاؤں کے تھے اور اسی نسبت سے مشہور ہوئے۔ ان کا نام فصل واحد تھا۔ حمایت ترقی اور پرہیزگار انسان تھے۔ صاحب علم و عمل اور مشہور پیرانِ طریقت و سلوک میں سے تھے۔ حضرت مولانا شاہ نجم الدین معروف بہ ڈیسے پلّہ کے مہذب اور جانشین تھے۔ مولانا نجم الدین صاحب ڈیسے پلّہ حضرت مولانا شاہ عبدالغفور صوفی معروف بہ حضرت صوات صاحب کے جانشین تھے مولانا عبدالغفور صاحب یا مست صوات، اس کے والد تھے۔ موجودہ والی صوات جہاں زویب مولانا عبدالغفور کے پڑپوتے ہیں۔ حضرت مولانا شمس الحق افغانی (ملا شیخ افسیر جامعہ اسلامیہ بہار لہور) حاجی تریگہ زئی مرحوم کے پیر بھائی مولانا غلام حیدر صاحب سے بیعت اور مجازِ خلیفہ ہیں۔ مولانا عبدالغفور صاحب نے حضرت سید احمد شہید روکیا تھے جن کو وہاں میں حیدر لیا تھا اور ان کی کافی معاونت کی تھی۔ حاجی تریگہ زئی بھی اپنے پیرانِ طریقت کے قدم بہ قدم چل کر غزاد سلوک و دوزوں کے مرادبادن تھے۔ اسی زمانہ میں ان سے زیادہ مقبول و معروف کوئی پیراس علاقہ میں نہ تھا پاکستان اور آزاد قبائل میں ان کے ہزاروں مرید تھے۔ یہی وجہ تھی کہ مولانا عبید اللہ سندھی حضرت شیخ الحدیث کے زمانہ پر بار بار ان کے پاس گئے اور ان کو بچھو کیا کہ وہ آزاد علاقہ میں ہجرت کر جائیں۔ اور وہاں کہاں بس جائیں۔ کیونکہ وہاں بے شمار مجاہدین تھے اور اسلحہ پر کوئی پانصدی دشمن۔ جنگِ عظیم کی وجہ سے انگریزوں کی سزاؤں پلٹیں، ماہر گئی ہوئی تھیں۔ اور ایہاں

کردار قابل میں ان کو حاجی صاحب کی وجہ سے بار بار شکست فاش ہوئی تا آخر انگریزوں نے ڈپٹی کمشنر کی اور میر صاحب خان عالی کا بل کر درمیان میں ڈالا۔ اور لکھو لکھا، وہ پیر سردار ان قابل میں تقسیم کر کے پر مشورہ رک کر امیر امیر کے جہاد جانے میں۔ لہذا امیر حبیب اللہ جو ارشاد میں ان کے ہاتھ پر بیعت کی جانے۔ اس دو وحدتی تلوار کا اثر یہ ہوا کہ حاجی صاحب کے ساتھیوں میں پھوٹ پڑ گئی۔ اور ان کی طاقت کم ہوئی اور شکست پر شکست کھانے لگے آخر کار حاجی صاحب مرحوم کو ان کے ساتھی علاؤ مہند میں لے گئے وہ وہاں محلوں پر گرفتار کیا گیا اور وہیں وفات پائی اور اللہ تعالیٰ نے دینی عزت و ارشاد آفریں۔

**مولانا سیف الرحمن**  
 اصل میں قندھار کے تھے۔ آبا و اجداد نے پشاور کے پاس سکونت اختیار کی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی سے علم حدیث حاصل کیا۔ حرد دراز ریاست ٹرانس میں درس و تدریس میں مشغول رہے اخیر میں درہنچ پورہ پہلی میں مدرسہ اول ہو گئے۔ حضرت شیخ الحدیث ان کو کم خیال نہ پایا۔ اور پختون خیرت کھانے کا مشورہ دے کر روانہ کیا لوگوں کو حفظ و تقریر کے درویش جہاد پر تیار کر کے جسے نہایت دین و صاحب علم از اعلیٰ درجہ کے مقرر تھے۔ چونکہ حضرت شیخ الحدیث کے کئے پر غلامت چھوڑی تھی لہذا حضرت ان کو باہر خارج بھیج دیتے تھے۔ حاجی صاحب ترمک دلی کے ساتھ جہاد میں شریک ہوئے۔ شکست کے بعد کابل چلے گئے امیر حبیب اللہ خاں کے آخری عہد میں انگریزوں کے احتجاج پر مولانا منہس کے ساتھ پختونستان روانہ کر دیتے گئے مولانا کو جہاد آباد میں بڑا شان و خاندان سے اپنی صحبت میں کر کے بعد پختونستان کی معاملات سے علیحدگی کا وعدہ لیا۔ اب وہ ستون ہماک کے ساتھ رہنے لگے۔ امیر حبیب اللہ کی زندگی تک ستون ہماک کے ساتھ رہے۔ اور ستون کی جگہ انگریزوں نے اس میں اس کی امداد کر کے سرداران ملتہ خاں کے عہد میں آزاد ہو کر کابل پہنچے اور بڑے عہدوں پر فائز ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ دینی عزت و ارشاد آفریں۔

**مولانا منٹو صاحب انصاری**  
 ان کا اصل نام محمد میاں تھا۔ حضرت مولانا محمد تقی صاحب نالوتوی کے دربار سے اور پیر جی عبد اللہ انصاری ناظم دینیات علی گڑھ یونیورسٹی کے بڑے صاحبزادے تھے۔ اسی لئے ان کے متعلق تھے۔ وہ العلوم معینیہ امیر میں صدر مدرس رہے۔ حضرت شیخ الحدیث کے ساتھ ترجمہ قرآن میں معاون رہے مولانا عبد اللہ صاحب کے نائبین کی حیثیت انصاری میں کام کرتے رہے۔ حضرت شیخ الحدیث کے ساتھ چھ ماہ تک محکمہ میں گزر چلا جا سب پاشا سے شیخ کی طاعت کے بعد جہاد متعلقہ کہ چند دستان لکھے تاکہ یہاں کام کریں۔ حسب ہدایت دولت غالب امر ان کے پاس تھا۔ جب جہاد متعلقہ آئے تو دینی خط انگریزوں کو لے چکا تھا۔ بعد پھرا جگہ شروع تھی لہذا انھیں جہاد پختونستان پہنچے گئے اور وہاں سے کابل۔ انگریزوں کے احتجاج پر مولانا سیف الرحمن کے ساتھ پختونستان روانہ کر دیتے گئے۔ مگر کسی طرح انھیں بدل کر اور نام محمد منٹو انصاری رکھ کر گرفتاری سے بچا گیا۔

اور سی جاتی۔ ڈی کی تمام گوشیشیں ناکام رہیں۔ امیر امان اللہ کے زمانہ میں کابل چلے گئے اور بڑے بڑے مسعود پر ناز رہے۔ امیر امان اللہ کے تخت نشین ہونے کے بعد کابل سے جو سرکاری دفاتر منبول گیا تھا، اس کے ایک رکن تھے پھر ماسکو میں اثنائی سفارت خانہ میں بطور مشیر شریک رہے۔ کئی ایک سیاسی اسلامی رسائل تصنیف کے مشغول تھے۔ ان کے اہل و عیال کو ہندوستان میں ڈاکٹر انصاری، رئیس و دیگر امرا دیتے رہے۔ ان کے بڑے صاحبزادے مولانا حامد انصاری، مرحوم، درازنگ، مدیر "بکھور کی ایڈیٹری ضابطہ قابلیت کے ساتھ کرتے رہے۔ پھر بی بی جاگر دور مار، محمود دہشت، جاہلی کیا، مولانا مسعود انصاری کا انتقال کابل میں ہوا۔ در محمد علی نے ورنی اللہ من و ارضاء آمین۔

**مولانا عزیز گل** صاحب ریادت کا صاحب ضلع پٹنہ کے باشندہ ۶۰۰ دیوبند کے فارغ اور حضرت شیخ اللہ کے خادم خاص۔ صدر مدرس اور پختون میں نادر حضرت شیخ کے سفر کی حیثیت سے گئے۔ حاجی صاحب ننگ رتی، اور دیگر حرامین کو تحریک کے سزا بنانے میں مولانا مسعود جی کے ساتھ ہوتے تھے۔ حضرت شیخ کے ہمیشہ ساتھ رہے۔ اساتذہ کرام میں بھی ساتھ تھے۔ لوگوں سے سی آئی، ڈی مشہور کیا کہ حضرت شیخ ان سے ملنے ہوں۔ لیکن حضرت چلن ہونے اور نہ ہی ان کا دل میلا ہوا۔ آخر تک ساتھ رہے۔ حضرت کے بار بار۔ عزت کا معتد طریقہ رہے۔ حضرت کی وفات کے بعد بھی کتابت حضرت کے مکان پر قیام پر رہے۔ ایام تحریک خلافت میں دیوبند خلافت کمیٹی کے صدر رہے۔ پھر وزیر و حمایر رڈ کی میں صدر مدرس ہو گئے۔ بعد وہ ان ایک انگریز حکومت سے اس کی حمایت پر تیسرا نکاح کیا اللہ پشاور چلے گئے۔

**مولانا احمد رضا صاحب** بانی پتہ ضلع گریٹ کے باشندے اور حضرت مجدد جمالی الدینی کیرالاویا، جی اولاد میں سے تھے۔ ذرا عتد دیوبند کے بعد مختلف جگہوں میں ادبی و تدریس کا کام کرتے رہے۔ پھر زمرہ رکن میں حضرت شیخ کے معین ہوئے ان کی دیانت و راست پر شیخ کو مست اعتماد، تھا لہذا وفات حضرت کی ڈاک انہیں کے سپرد ہوئی تھی۔ حضرت مجاز جاسٹ ہوئے انہیں پناہ تائب بنانے ان کے پاس شیخ کے قبروں اور چندوں کا جسر تھا۔ یہ ان کو سکے کہ بانی پتہ چلے گئے اور وہیں سے تمام کاروائیاں عمل میں لاسکتے تھے حضرت اوسیکے کا عمل میں اپنا نائب حضرت شاہ عبدالرحیم دسکے ہدیہ کو بنا گئے تھے۔ دونوں حضرات کی کوشش کا کام کرتے تھے۔ گرفتاریوں کے وقت پولیس کے کسٹے سے چھپ گئے قبل تمام کا عذات چھپانے کے تھے۔ ان سے منت پوچھ گچھ ہوتی مگر انہوں نے کسی امر کا اقرار نہ کیا۔

اس کے بعد ان پر ایک مسلمان سی جاتی، بڑی مسئلہ کیا جو سب سے اظہار کا اظہار کرنا اور احکام شریعت پر مستند سے عمل کرنا۔ اللہ ان راست ان کی مدد سے کرنا۔ ان کو اس پر اعتماد ہو گیا۔ اس نے آہستہ آہستہ تمام بائیس

پوچھیں اور مشن کامیاب ہو گیا وہ تمام معذرت حاصل کر کے فوجی ہو گیا۔ اس پر ان کو گرفتار کر لیا گیا۔ مگر چونکہ انرا اپنا  
 کا کوئی تحریری ثبوت نہ تھا اور نہ ہی یہ قرار کر لے سکتے تھے کہ ان کو پنجاب کے بعض علاقوں میں طرز بند کر دیا گیا۔ ایک  
 عرصہ کے بعد مولانا احمد پکوالی جو کہ اس سے قبل معافی مانگ کر آزاد ہو چکے تھے وہ آئے اور انہوں نے کہا کہ تم کو ایک  
 ختم جو چکی ہے۔ گورنمنٹ کے پاس متعدد تحریری ثبوت ہیں۔ اب بھی معافی مانگتے ہیں ایک مہم دم دہرہ زکا مشورہ قبول کرنا  
 پڑا اس کے بعد دن بعد دن کو آزاد کر دیا گیا۔ پانی پت واپس آکر قلعہ مشاغل میں شامل ہو گئے۔ اور تقسیم ہند سے کچھ پہلے  
 بریں سید پانی پت میں انتقال ہو گیا۔ (رحمہ اللہ تعالیٰ)

**مولانا غلام غور محمد خان**

سید پور کے باشندے اور حضرت شیخ الحدیث کے مددگار اور مخلص تھے نہایت  
 زیادہ مکت و صامت اور محووی کام کرنے والے مگر کم ہمتی مشن میں ابتدا سے قابل  
 ہونے اور ہمیشہ سر بسا لے اور چندہ فراہم کرنے کا کام کرتے رہے۔ حضرت کرن بہت اعتماد تھا۔ دوسرے صحابہ بڑی  
 میں صدر رہی تھے کہ ان کو گرفتار کر لیا گیا۔ الا آزاد لے جانے گئے مست پوچھ چھچھ کی گئی مگر یہ گوسگے بن گئے کوئی حساب  
 نہ دیا۔ دو چہرہ دن سختی کرنے کے بعد چھوڑ دیئے گئے۔ حضرت شیخ کی واپسی کے بعد چند سال زندہ رہ کر انتقال کر گئے  
 (رحمہ اللہ تعالیٰ)۔

**شیخ سعید الرحیم مرحوم سندھی**

عیبہ آباد کے باشندے اور مولانا سندھی کے مخلص و مددگار اور مسلم دوست تھے  
 مشن کے مگر کم ہمت اور صامت و پید رہتے مولانا سندھی نے ان کو ہوا کیا تھا۔  
 اور مولانا سندھی کو سرحد افغانستان تک پہنچانے میں انہوں نے بہت زیادہ مدد کی تھی آجہادہ کر پانی کے شے سے بھاری  
 تھے عرصہ دو دن تک سندھ میں بہرہ و نول کو تبلیغ اسلام کرنے رہے بہت سے لوگ ان کی مساعی سے مسلمان ہو  
 گئے جن میں ڈاکٹر شمس الدین بھی تھے شیخ صاحب نے اپنی صاحبزادی کا نکاح ڈاکٹر صاحب سے کر دیا افغانستان  
 جانے کے بعد مولانا سندھی کی خط و کتابت اسی سے ہوتی تھی ایک مرتبہ کہ خطوط گورنمنٹ کے ہاتھ لگ گئے  
 اور دو نامش ہو گیا۔ مگر یہ روپوش ہو گئے اور پھر ہاتھ نہیں آئے کہا جاتا ہے کہ سرحد میں آجہادہ کر انتقال کر گئے  
 رحمہ اللہ علیہ۔ ان کے وہ پوتے ہونے کے بعد شیخ کی بڑی بیٹی سعیدہ کا کام تقریباً ختم ہو گیا

**حضرت مولانا غلام محمد صاحب دین پوری**

مروج موضع دین پور تحصیل جانی پور سابقہ ریاست بہاولپور کے  
 باشندے اور مشہور شیخ طریقت حضرت حافظ محمد صدیق بھڑواری  
 کے خلیفہ اول تھے۔ بہت لوگ ان سے بہت تھے چونکہ مولانا سندھی کے پیر بھائی اور ان کے پیر و مرشد کے  
 خلیفہ تھے لہذا ان کا اور مولانا سندھی کا آپس میں بڑا گہرا تعلق و ارتباط تھا۔ مگر یہ دونوں پورہ اس تحریر کے ساتھ ہی مرکز ہند۔  
 مولانا عین اللہ کابل جاتے ہوئے اپنی صاحبزادی کو انہی کے پاس چھوڑ گئے تھے جن سے بعد میں مولانا غلام محمد صاحب

کانکاج ہوا۔ ان سے ایک فرزند احمد پیدا ہوئے۔

کوشی علی مولانا علام محمد صاحب کے پاس بھی پہچاننا۔ انقلاب کی تیاری کے عمل سامان میں جمع کرنے گئے تھے اور سید کوشش جاری تھی کہ حوج کی بڑی مقدار خان پر اسٹیجیشن ہوگی۔ وہاں کے مصلحین نے نوز امر کو شہر دی۔ راتوں رات تمام مصلحین، کاروں و غیرہ منتظر کر دیتے گئے۔ حج کو انگریز امر سے حوج دین پر پہچان تو تفتیش کی کوئی چیز تھی۔ کوشش خط ایک ڈیڑھ میں کچل کے کھلوں کے پیچھے رکھا ہوا تھا۔ اس نے اس ڈیڑھ کو اٹھا لیا۔ وہاں کے کھلوں کو دیکھ کر رکھ دیا۔

ظہر تک کوشی کے مصلحین کوئی چیز نہ ملتی۔ اطراف و جوار سے ہزاروں مصلح جمع ہو گئے تھے۔ دین پور میں گرفتار کرنے کی فکر کو حیرت نہ ہوئی۔ امر نے استدعا کی کہ ہزار بڑے امر خان پور سے اس سے چل کر گئے۔ وہاں پہنچ کر کہا کہ یہاں سے وہ بہادر رہنے گئے ہیں اس لئے ہمارے پر تشرف سے چلنے۔ حوجیکہ آپ کو اس طرح در ملا کھلے جایا گیا۔ اور مصلح جاملہ حوج ایک قصبہ درمیں میں نظر بند کر دیا گیا۔ کچھ ثروت فراہم ہوئے پر حوج پڑ دیتے گئے۔ مولانا کے کئی صاحبزادے داخل دیوبند ہیں۔ بڑے صاحبزادے مولانا عبدالعادی صاحب و ملا آغا گل گدی نشین ہیں۔ ساریت صانع شتی اور مریج غلام ہیں۔ حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری۔ مولانا علام محمد صاحب کے علیہ ہیں۔

مولانا ابوالحسن خان محو صا صاحب امرولی

امروٹ صلیح سکھر کے استاد سے اندسید العارین حضرت حافظ محمد صلیح سکھر بڑی کے دوسرے علیہ تھے مولانا عبداللہ صاحب کو ان سے بہت دانستگی تھی۔ انوں سے ہی مولانا ساجی کانکاج محمد عظیم خان یوسف دلی کی دختر سے کرایا تھا اور مولانا ساجی سے نافرمانی رہ کر بہت کچھ تعلیم و تربیت حاصل کی موصوف خدا کی سیدہ بنتی پر بہر گار اور نہایت خوشی پر برگ سے لاکھوں مرید تھے۔ ان کی کرامت کا ان اطراف میں بڑا چرچا ہے مولانا ساجی نے ان کا تدارک حضرت سعید اللہ سے کرایا۔ متعدد مرتبہ دیوبند آئے اور حضرت شیخ بھی ان سے ملے امروٹ گئے۔ ان کا مقام ساجی کے اس علاقہ میں منس کامر کر رہا ہے گرفتار ہوئے اور چند دن بعد رہا کر دیئے گئے۔ ایام تحریک سلامت میں انتقال فرمایا۔ وہ مرشد تھانے دینی و دنیوی۔

مولانا محمد صادق صاحب کولہ پوری

مولانا موصوف علیہ کپڑہ کراچی کے باشندے تھے۔ کتب عالیہ درسیہ اور اور دورہ حدیث حضرت شیخ السنہ سے پڑھا۔ ان میں اور مولانا ساجی میں گہرے تعلقات تھے۔ منس کے مجب سے اور سرگرمی سے کام کیا۔ جنگ عظیم میں صاحب انگریزوں سے عرق پر حملہ کیا تو انوں سے لیں بیلا و غیرہ جو چرسائی علاقہ میں اعدا کر لی۔ کراچی سے ہر سبہ عراق کو جہاد میں فوجس جایا کرنی تھی جس کی وجہ سے مشرٹاؤ لٹھنگا ہڈ کاز عراق پر بڑھنا ہوا ہر شہاد پر پیش قدمی کرنا تھا۔ وہیں کے بعد دیگر سے

ایک ایک پڑاؤ کو سنبھالتی جاتی تھی اور پیچھے سے لگسپنپی رتی تھی اس طرح نظام ہمیشہ قومی کا چلنا تھا جب ہجرتان و حیرہ میں بغاوت برپا ہوئی تو وہ فوجوں کے ساتھ ساتھ ساتھ ہی تھی اس داخلی بغاوت کو فرو کرنے کے لئے مدد میں آنا ہی گئی۔ کئی جہت پر مسلحہ جاری رہا۔ مشرکوں کے ساتھ ہی فوج مدنی کے لشکر میں آگے بڑھنا چاہتا تھا پیچھے سے لگسپنپی تو حکومت اللہ وہ میں مقرر ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد جب بغاوت فرو کرنے کے بعد ہندوستان سے لوٹنے والی فوجوں کے ساتھ ساتھ نہایت مضبوط کر رہا تھا۔ نہ اندر سے کسی کو رکھنے دیتے۔ نہ باہر سے جا سکتے دیتے۔ کئی سال تک مقرر رہ کر کئی سالوں تک مقرر رہا۔ جب مقرر ہوا تو اس کی فوج میں ہزار تھی جب آزاد کیا گیا تو کل تیرہ ہزار تھی۔ یہاں ہندوستان میں بخاری پر مولانا محمد صادق کو گرفتار کر لیا گیا۔ مگر حاضر خزانہ ثروت۔ ہوسلے کی وجہ سے کاراواں ہمارا مشرک کا شہرہ میں نظر بند کر دیتے تھے۔ جنگ عظیم کے خاتمہ کے بعد رہا کر دیتے گئے۔ دارالعلوم کی مجلس شہداء کے سر اور سمیت علی، ہند کی مجلس خاتمہ کے رکن رہے۔ اور سر مظہر العلوم کٹہہ گماہی کے صدر مقرر اور صدر مدرس رہے۔ حالات کیٹی سندھ، اور سمیت علی، مددہ کا کام سہاربت اولو العزیز سے کر سکتے رہے۔ ۱۸ جون ۱۹۵۳ء کو وفات پا گئے اور نماز اہل تشیع سے

**مولانا فضل ربی صاحب**

حضرت شیخ الحدیث کے شاگرد و پیغمبر اور جوشیلہ لیکن مستقل مزاج تھے اپنے وطن ضلع پشاور میں ملی مشاغل میں مصروف تھے کہ شیخ الحدیث کے حکم سے پاکستان میں چلے گئے اور وہاں کو جہاد پر آمادہ کر کے رہے۔ حاجی ترمک ربی کے ساتھ ساتھ جہاد میں برابر کے شریک رہے شکست کے بعد کابل چلے گئے اور اپنی ملی سلسلہ اور اعلیٰ قاضیت کی بنا پر علی ڈیپارٹمنٹ، افغانستان میں ملازم ہو گئے اور فائنا آج تک اصلی خدمت پر فائز ہیں۔ متعلقین ان کے ساتھ ہیں۔

**نخان عبدالغفار خان**

موصوف انان ربی کے بہتے رہے اور مشہور لیڈر ہیں۔ ان کے بڑے بھائی ڈاکٹر انصاری صوفی پاکستان کے وزیر اعلیٰ رہے ہیں تعداد کے محتاج نہیں۔ حضرت شیخ سے ان کا بھی رابطہ تھا۔ جب کبھی ملاقات کرتی ہوتی تو وہ بے لاشی کے کسی اسٹے پہنچنے کی پیشین گوئی پر ملاقات کرتے اور ٹکٹ کسی دور جگہ کا ہوتا۔ اور پھر وہاں جا کر اتر جاتے اور اس طرح بار بار ہوا۔ اور سی۔ آئی۔ ڈی کی مصطفیٰ علم نہ ہو سکا۔ آج کل افغانستان میں ہیں۔

**ڈاکٹر انصاری مرحوم**

ڈاکٹر صاحب مرحوم کسی تعداد کے محتاج نہیں ہیں، جن بھائی تھے حکیم کا بیاد حکیم عبدالوہاب صاحب مرحوم سب سے بڑے تھے۔ بھائی حکیم عبدالرزاق تھے۔ اور ڈاکٹر صاحب چھوٹے تھے۔ تیسری بھائیوں کو حضرت شیخ الحدیث سے سنت فہم تھا حکیم کا بیاد صاحب نے دیو بند میں تعلیم پا کر مدینہ ہجرت لگائی سے پڑھی اور سمیت بھی ہوئے اور مرسلہ سے قبل وصیت کی کہ میری قبر حضرت لنگوٹی کے پاس بنائی جائے چنانچہ انتقال

کے بعد ان کی فاضل ایک کلاس لگوانے کے لئے جہاں ان کو حضرت انگریسی کے قریب دس کیا گیا ڈاکٹر انصاری بعض مصلحت کی بنا پر غلطی ہو کر دو ہجرت نہیں رکھتے تھے مگر ہمیشہ حضرت شیخ کی تحریک ہاں سداں دوسرے سمت ڈاکٹر انصاری مرحوم اپنے اثر و سوج کی وجہ سے گورنمنٹ کے اعلیٰ کارکنوں کے درمیان سے سمت ہی جبریں مقدم کہہ رہے تھے۔ اور حضرت شیخ کو اطلاع دیتے تھے سنگ عظیم کے شروع پر انہوں نے ہی اطلاع دی تھی کہ حضرت شیخ اللہ کی گرفتاری پر جانے کی سداہ جمانہ جے جائیں اور ڈاکٹر صاحب ہی سے حضرت اور رفقا کے ٹکڑوں کا انتظام کیا تھا۔ ان کے صحافی حکیم عبد العزیز یعنی ملک صاحب گئے اور سداہ کی دیکھ بھال کی۔ اور سداہ نے جہاز لے کر نکلے۔ اور اس جیل سے کہ تھا جہاز کی مشیہ ہے اور وہ تمام ختم ہو گئی ہوگی۔ اس کے بعد شیخ اللہ کے بھائی اور دادا قاضی سمیع کو ایک ہجرت دے دینے کے لئے اپنے خیر پر بھیجا۔ اور پیچھے گھر پر بھی تکمیل فرماتے رہے۔ مولانا عبید اللہ صاحب نے جب دہلی میں وہ شیخ خیر خاں قادیانہ چلا تو حضرت شیخ اللہ خود دہلی تشریف لائے اور مولانا سمیع کی ڈاکٹر صاحب سے تعارف کیا۔ اور وہ انگریزی تسلیم راستہ دیکھنے کے لئے تعارف کا درمیان سے مولانا سمیع کے ہاتھ سے تعارف ہوا۔

۱۰ حضرت شیخ اللہ نے جس طرح چند سال دو ہجرت رکھ کر میرا تعارف اپنی جماعت سے کیا یہ اسی طرح دلی پہنچ کر بھی بوجہ ان طاقت سے ملا جا رہے تھے۔ اس خیر کی تکمیل کے لئے دہلی تشریف لائے اور ڈاکٹر اللہ صاحب سے میرا تعارف کیا۔ ڈاکٹر انصاری نے مولانا ابوالاعلام اور محمد علی جوہر سے ملا۔ اس طرح تقریباً دو سال مسلسل زمانہ ہند کی اعلیٰ سیاسی طاقت سے واقف ہوا۔ یہ جنگ بنگال میں ہلاک امر کے لئے جو دو دن دستبرد لی بیٹھے گئے تھے اس کی ایک ہفتے کے بعد ڈاکٹر صاحب سے۔ عرض یہ حضرت شیخ اللہ کے سنی آبادی کی چوتھی پراچ جو کہ دہلی میں تھی کے بعد تھے اور ضابطہ دار دہلی اور گری سے کام کرتے تھے جہت مولانا عبید اللہ کے دہلی آجانے اور نظارتہ العارف قائم کرنے کے بعد ان کی ظاہری جہت وہ کچھ ڈھیل چڑھتی جو ان کے کمال جانے کے بعد پھر فری ہو گئی۔

۱۱ ہم دار و گیر میں ڈاکٹر صاحب اور ان کے بھائی حکیم عبد العزیز صاحب کو کسی۔ آئی تو ہی ملے جلا۔ اور دست کچھ سوالات کئے گئے۔ سوئے ہاں اعداد کے اور کوئی گورنمنٹ کی چیز گورنمنٹ کے پاس تھی۔ ڈاکٹر صاحب اور ان کے بھائی نے انکار کیا اور کہا کہ مولانا جہاں سے ہیں اور جہت میں ہم پر ان کی ضروریات مہیا کرنا اور دستہ کیلانا فرض تھا۔ اس سے ہم اس کو بچا لائے وہبے ہیں۔ گورنمنٹ کی طرف۔ کہا گیا کہ مولانا گورنمنٹ کے باقی ہیں اور آپ ان کی امداد کرتے ہیں اور آپ دیکر مولانا باقی نہیں ہیں ان کو لیاوت کے ثبوت میں ہی آئی۔ دہلی کی رہو میں دکھائی گئیں تو اسوں نے زیادہ کہ یہ جموٹ ہے قابل یقین نہیں ہے۔ جب حکومت کی طرف سے ان پر دہلیوں کی مصافحہ کا امر کیا گیا تو اسوں نے جواب دیا کہ میں نے ہم سے پیشوا اور جہتہ دین جسے کی بنا پر ماد کی ہے۔ مگر حکومت مولانا کو ایسا سمجھنے سے تو

میں حاضر ہوں جو سزا بخور دینا چاہتے ہو وہ چونکہ سپاہی کے ساتھ، فراد کر لیا تھا اور یوں ہی کے قیام یافتہ اور انہوں سے بھاری ہاتھ بستے اس لئے حکومت نے ان پر دست دہائی کر ملاقات صحت کجا ان کو کسی اور ان کے صحابی کو چھوڑ رکھی، ڈاکٹر صاحب، جرنلک سیاسی جہد و جدہ میں نہایت روزی آہستہ ترقی کے ساتھ شریک دست۔ ترقی کے علاوہ اور کانگریس کے سر سے۔ ۱۹۲۰ء میں کانگریس کے صدر بنانے گئے۔ جس تک، ۱۹۲۰ء سے ترقی تو کون کا قیام ان ہی کی کوئی پر ہوتا تھا۔ اس زمانہ میں جہد و جدہ کے لفظ سے ماہر ان کا قومی لیڈروں کی آواز صحت اور قیام و علم پر لگ ہوا تھا، بعض اوقات ایک ایک وقت پس بیٹروں رہا ان کی کوشش پر ہوتے اور کئی اگھاتے مشورہ و معرفت آدمی میں مزید یہی کی حاجت نہیں گئی دفتر چل گئے۔ حضرت شیخ آخری ایام میں کے ان کو کرنا ہی کرتے رہے اور یہیں، انتقال فرمایا ۱۹۳۶ء میں دہرہ دون جاتے ہوئے پل میں انتقال فرمایا۔ دل میں مدفن ہوئے اس صدی میں ہندوستان میں جو چند بڑے مجلس لیڈ ہوئے ان میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ رتہ اللہ تعالیٰ علیہ۔

**مولانا محمد حیدر چکوالی**

پچھال شیخ علم پنجاب کے باشندے، دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھیں، حضرت شیخ ایضاً کے شاگرد اور مولانا سید محمد علی کے مجلس دوست اور ان کے سرگرم سرپرست تھے۔ شیخ محمد شریک آدمی کی پانچویں شیخ جو کہ پنجاب میں تھی، موصوف اس کے صدر تھے نہایت استقلال اور بے جگری کے ساتھ شریک سفر سے سزا دل کو مٹھیاں اور مسرتیا۔ دیر بند میں ان کی آمد و رفت بارہ ہوتی۔ ایام دار و گیر میں ان کو بھی گرفتار کے نظر بند کر دیا گیا۔ ابتدائی کئی روز نامت نہیں ہو سکا اور وہ آپ سے اترا گیا مگر جب کا عدالت گورنمنٹ کے ہاتھوں میں آگئے اور سی۔ آئی ڈی نے ان کو دیکھ لیا تو ان کی مالوں میں اگر اقرار کئے اور آئندہ سیاست سے علیحدہ دوسرے کا وعدہ کئے پر مجبور ہو گئے۔ چنانچہ ان کو گرفتار دیا گیا، دوسری مولانا احمد اللہ صاحب کے ذریعہ منانے گئے اس کے بعد اسول سے سیاست میں کوئی حصہ نہیں لیا، لاہور میں ایک موٹر سے ٹکرا کر زخمی ہو کر انتقال فرما گئے۔ رتہ شہید ان کے صاحب زادہ ڈاکٹر عبد القوی نعمان صاحب لاہور میں کام کر رہے ہیں۔ اور ان کی صاحبزادی حضرت مولانا احمدی لاہور میں کے محقق ہیں۔

**حضرت شاہ عبدالرشید  
راستے پوری قدس سرہ العزیز**

قبضہ دہلی پر علی سہل پور کے باشندے اور حضرت مولانا کشید احمد لکھنوی کے حلیہ لکھتے نہایت بزرگ، متقی، باخدا انسان تھے دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریہ کے سربراہ حضرت شیخ اللہ کے مجدد دوست تھے۔ ابتداء میں حضرت شیخ المسلمان کو خوشنک نہیں کی اور سالہا سال تک اپنی سرگرمی میں لگے تھے اور انسانی انہما کو عیساک متفقہ تھے وقت تھا کام میں لگتے مگر اس قسم کی کاروائی مجلس دوست سے کب چھپ سکتی تھی اور ان کو خبریں ملتی رہیں ۳۳ء میں میں مولانا حسین احمد علی رتہ اللہ علی، ہندوستان آیا اور راستے ہمدانی کے وقت حضرت سے فرمایا کہ،



شیخ الحدیث لوگوں سے معیت صحابہ سے رہے ہیں یہ تو دستِ نظر ناک امر ہے شہرہ کو اگر تبرہ گئی تو درالعلوم کی اینٹ سے اینٹ بنا دیں گے۔ اور سالوں کا یہ مرکز علی الجہاں کے گا۔ چونکہ گورنر حسین احمد دینی ۱۵ اس کی حیرت انگیز لہذا لایکا انقلاب کی اور یہ عرض کیا کہ میں محمد حضرت شیخ الحدیث سے پڑھوں گا۔ مولانا اورنگ علی سے صحبت شیخ سے عرض کیا کہ۔

سین احمد کو بھی اس مشن میں شامل کرنا چاہئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ اس کو مشورہ نہیں کرنا چاہئے وہ چند دہائیوں کے لئے چند مسئلہ آیا ہے۔ میں نے اسے اپنے لئے سے والی پر مولانا عبدالرحیم صاحب کا انتقال کر گیا تو شیخ الحدیث نے فرمایا کہ مولانا محمد قاسم ناو قوی سے ملنے دعا دینی تھی کہ یہاں سے کہیں یہ بلا تعلیم قائم نہ ہو گا۔ سو کچھ شب بچا ہی برسی گزرتی تھی اور دارالعلوم اپنی حدت باطن و جہ انہام سے چکا ہے۔ یہ سن کر دم بخور ہو گیا اور کچھ گیا کہ جو واقعہ نقل کئے جا رہے ہیں ۳ سگ ہیں اور صورت کا اس امر میں پختہ خیال ہو چکا ہے اب اپنے ارادہ سے عمل نہیں کئے اور نہ کوئی ہٹا سکتا ہے چنانچہ یہی ہوا کچھ عرصہ بعد مولانا عبدالرحیم صاحب علیہ السلام کی آپس میں تمنا میں عمل کرنا حیات تھی تو حضرت شیخ الحدیث نے ان کو اپنا ہم خیال اور مسوا بنا لیا۔ اور دونوں حضرات یک جہان و دو قالب ہو گئے اور اخیر تک اس پر قائم رہے۔ اعلیٰ جگہ کے بعد حضرت شیخ الحدیث نے فرمایا کہ میں کوئی مقام بنا سکتے اور اپنے کارکنوں کو تاکید کر دی کہ مولانا شاہ عبدالرحیم کو میرا قائم مقام سمجھو اور متمم باشند اور ان سے مشورہ لے کر اور پوچھ کر احکام دینا اور جزوی امور کو مولانا احمد ائمہ احکام دیتے رہیں گے چنانچہ اسی طرح عمل در آمد کیا۔ حضرت داسے پوری ساریت دل سے ہی استفادہ اور حقیقی سمی سے انتہائی راز داری کے ساتھ مدد ہم کو انجام دیتے رہتے اور ان کے خاص خدمت میں دل چسپی دیتے تھے مگر انکسوں کو جبار سے مانع ہیں اسیر ہو سکتے کہ کچھ بعد ہی مولانا داسے پوری مرخص ہوئے اور عرصہ تک دستہ میں پڑ گیا اور صعب میں مبتلا رہے۔ اب ہم دار و گبر ہیں سی۔ آئی ٹی کا اسرار کے پاس بھی نقیشت و تحقیق کئے گیا۔ مولانا مرحوم نے تمام اہمیت کا تردید کر دی اور بعد میں لاملی کا انصار کیا جس پر وہ ناکام واپس آیا۔ اور کئے لگا کر مولانا محمود ہوتے ہیں۔

حضرت شاہ عبدالرحیم کے انتقال کی خبر حضرت شیخ الحدیث کو بڑا مازہ آسانت لانا بھی اور حضرت شیخ کو دست سے ہوا اور عرصہ تک مدد ان کے سر پر میں ایک قصیدہ بھی لکھا جو کتب کے قضاہ میں موجود ہے۔ علامہ تعلق وہی جزو اور چند



ملکہ و نقال یہ متعلقہ سفر نمبر ۱۔ سفر نامہ ۱۱ کی عبارت ہے۔

ماہ شوال ۱۳۳۳ھ میں قندھار جا چونکہ مولوی عزیز گل صاحب صاحب خاص عام کو اپنے وطن کی طرف جانا اور اپنے اکابر سے ملنا اور اعانت حاصل کرنا تھا اس لئے ان کی واپسی کا انتظار فرمایا۔ اس وقت میں سابق سفر قندھار سے گیا ہوا گیا۔ علی جناب حکیم عبدالرزاق صاحب

عاری پوری جاوے بزرگ جناب ڈاکٹر انصاری سے اس سفر میں مسابقت زیادہ نداد دی۔ جس کے مصرت مولانا مرحوم ہمیشہ سون منٹ دسبے۔ حکیم صاحب موصوف مولانا سے ہنسے یعنی پہنچ گئے۔ اور بزرگ کا مصروفی سامان سفر مسابقت واصل کے ساتھ بیا کر دیا۔ بلکہ ہائے قیام اور محنت و طیرہ کا بھی انتظام کافی طور پر کر دیا۔

مولانا کے رفقاء کے سفر  
 مولانا کی روانگی ایک معمولی شخص کی روانگی نہ تھی۔ مسرت سے ارباب عقیدت استفادہ اور مسرت کے ساتھ ہوسنے جن میں سے خاص خاص حضرات مسبب اول ہیں۔

مولانا مرحوم کے جس چاند پوری۔ مولانا محمد رسول صاحب بھگل پوری۔ مولانا محمد میاں صاحب الجھڑوی۔ مولانا عزیز گل پٹنا ساکن ریاست کا صاحب۔ حاجی خان محمد صاحب بڑھوم۔ مولانا مطلوب الرحمن صاحب دیوبندی۔ حاجی محبوب حال صاحب سرنوبی۔ مولانا وحید احمد صاحب دہرو۔

مولانا کے سفر کی نسبت افواہ  
 عام لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ مولانا دیوبند سے ہجرت کر کے جا رہے ہیں اور اب ہمیشہ حرم شریف میں عمر بسر کریں گے۔ اور چونکہ مولانا مرحوم نے کج عادت اپنی جائیداد شریعی طریقہ پر روزانہ تقسیم کر دی تھی اس لئے در بھی لوگوں کو اس خیال سے تعویبت ہوئی مولانا سے ایک موصوف صاحب کے لئے۔ ہے مگر کے مصروف کا بھی انتظام کر دیا تھا اس خاص نواہ کی وجہ سے ہر شیش پر لوگوں کا مسرت و شامع ریاست کے لئے موجود رہتا تھا۔ طلبہ مدرسے اپنے اپنے اعزاء کو تاہم روانگی سے تار کے ذریعہ مطلع کر دیا تھا۔ حرم شریف شیش پر موجود کالج تھا۔ جس کی وجہ سے مصافحہ کرنا بھی مسخت و شمار تھا۔ نسبت

کرنے والے بھی بہت سے ساتھ ہو گئے تھے۔ وہی میں مولانا مرحوم نے گاڑی میں ناخبر ہونے کی وجہ سے ڈاکٹر انصاری کی کوٹھی پر جا کر چائے بھی نوش فرمائی اور مسرت و شامع دیوبند کے قیام فرما کر گاڑی کے وقت اسٹیشن پر آگئے۔ ناگہ و طیب سے روانہ ہونے راستہ میں نظام۔ رائے بڑھوم بھی قند سے قیام فرمایا کیونکہ ان مقامات پر مصرت جگہ انہ عبد کے محض حاصل ہو گئے جنوں سے مسرت امر فرمایا تھا۔

ناخبر سے روانہ ہو کر کوٹھی پہنچے اور انہیں محفوظ حجاز کے آفس میں جس کو حکیم عبدالرحمن صاحب نے پہلے سے آراستہ کر رکھا تھا قیوم فرمایا۔ وہاں بھی مولانا کے دائرہ کا ایک بڑا شامع رہتا تھا اگر انہیں کے کارکن انتظام کافی نہ گئے تو وہاں مولانا کو آرام کی صورت ملے گی ہی دہری۔

بمبئی سے مولانا کی روانگی  
 چونکہ انہیں اگر جہاز کی روانگی کی تھیں اس کے محنت مولانا مرحوم۔ وہاں کے ساتھ تھیں کے لئے لئے گئے تھے مولانا اور ان کے بعض خاص خدام کے محنت سیکٹ

کلاس کرہ کے اور باقی مادہ چتری پاشنی کے تھے۔ چنانچہ برہمستھ۔ ذریعہ القعدہ ۳۰۳۳ء کو جہاز پر سوار ہو کر جہاز کو روانہ ہو گئے۔ چونکہ اکثر ہزاروں کی مصیبت دریائی سفر سے فانس نہ تھی اس سے مولانا کو مدد کی وڈیکو وچو

کی شکایت پیش آئی جس کی وجہ سے میری حیات اور عمر ہمدانیوں کیستے سونے پر صرف نہ ہو جس کی بڑی مختصر مدت میں  
 سے مولانا اور ان کے ہلقہ کے لئے سہا کی تھی بلکہ صحت ہی چیرہ صانع جوئی۔ بڑے طور جنگ ان دونوں قریبیہ چیز  
 کا دوران سے اٹھ گیا تھا۔ اور قریب مدد کے مقام میں ہونا تھا۔ چنانچہ وہاں سزا سے لنگڑا اور بیکر بڑی  
 مولانا اور ان کے رفقاء۔ انہوں نے ایام قریبہ سمیت حاجت سے انجام دے کر چلے گئے

**تخصیص پولیس کی افواہ**

یعنی سے سوار ہونے وقت بعض لوگوں سے مولانا کے رفقاء سے یہ کہا کہ تقریباً دو ہفتوں  
 آئی تھی کہ اسے ساتھ خصیہ پولیس کے ہی ان سے امتیاز کیا دم میں کہہ سکتے کہ بیان صحیح  
 تھا یا غلط اور چونکہ یہ بات اہل حجاز کو معلوم ہو چکی تھی کسی شخص سے جو غالباً مدد یا کو مفکر کہ جسے والا تھا اس کو ٹرک  
 پولیس کے پاس لے گیا اور جو لوگ کشتہ تھے ان کے نام و نشان سارے سے ادا کر دیا کہ یہ لوگ مولانا پر مسلط ہو کر آئے ہیں  
 حالانکہ اس نام کا خیال مولانا کو تھا اور ان کے رفقاء کو۔ ٹرک پولیس سے فوراً ان کو گرفتار کیا اور مولانا مرحوم کی عدالت  
 میں پولیس کا انسپکشن کمانڈر کے لئے حاضر ہوا مولانا خود تو ان میں سے نہ تھے مگر مولانا ہونے سے صاحب و بیرو  
 کو بھیج دیا چونکہ حقیقی طور پر کوئی یقینی بات تھی ہی نہیں اس لئے ساری صاحب برصورت سے یہی بیان دیا کہ ہم کو کوئی  
 یقینی ان لوگوں کے ہی آئی تھی ہونے یا مولانا پر مسلط کے جانے کا نہیں ہے ہم کوئی شہادت نہیں دے سکتے  
 دے سکتے جس کا ہم کو علم نہیں۔ مگر پولیس ٹرک سے اس جواب کو اس پر چل گیا کہ چونکہ ان لوگوں سے چہرہ دستا  
 حال ہے اس لئے مزید طور پر اپنی معلومات کو ظاہر نہیں کر سکتے۔ احوال ٹرک پولیس سے ان لوگوں کو برخواست رکھا اور  
 اسی طرح ان کو گیارہ ایک ایک کر کے اپنے محافظوں کے پاس لے کر آج وہ تو فونم کو مدد سزا دہی۔ بدست کی اجازت لی گئی  
 سے وہ فونم کو ہمدستان دہلی جانا چاہتے تھے۔ چونکہ ان لوگوں کے پاس اتنا خرچہ تھا اس لئے وہ بھی وہیں  
 کر دیئے گئے۔

**دوسری افواہ**

پولیس چیرہ پولیس کے اصول کا بیان ہے کہ جب مولانا مرحوم کو پھانسی پہنچے تو وہاں کے انسپکشن کے  
 پاس آتا یا کہ مولانا کو پھانسی میں گرفتار کیا جائے اور اس کے جانے دیا جائے۔ چونکہ مولانا کے  
 پاس بڑا ہی دہشتا تھا اس لئے پولیس کے مقامی حکام کو فوج کا حق ہوا۔ اور اس وجہ سے اصول سے عمل ہوا کہ اسے پھانسی  
 کی۔ پھر وہ سزا حکم دہلی کے لئے جہاز کے کپتان کے پاس پہنچا کہ مولانا کو جہاز میں اترنے دیا جائے کہ سزا پر ہی  
 گرفتار کر لیا جائے مگر یہ حکم ہی اس کے پاس اس وقت پہنچا جب کہ مولانا جہاز سے اترنے کے قریب تھے۔ چنانچہ  
 اسی لئے ہمیں سزا دہلی رہی۔ ہم پولیس کے لئے کہ یہ دونوں بیان کمال تک صحیح ہیں، مگر ہم کو مستند واقعہ سے  
 معلوم ہونے۔

مولانا مرحوم کی جسدہ  
روانگی اور مکہ معظمہ میں داخلہ

۲۰ دئی قعدہ ۱۳۳۳ھ کو مولانا مرحوم نے تقاضے علیہ اولاد کی سوری  
پر مکہ معظمہ کو روانہ ہوئے اور انھیں مسوئ کو مکہ معظمہ میں شنب بکر گزار کر  
شام کو داخل ہوئے۔ وہ رات ہی دور ہر حاج کے ہجوم کا ہوتے۔ مگر  
چونکہ جنگ کی وجہ سے بہت لوگوں سے حاج کی آمد و رفت بند یا کمی پر تھی اس وجہ سے حسب دستور ہجوم میں کمی ضرور  
یعنی مگر تاہم مکہ معظمہ کی گلیاں اور مکانات مسافروں سے لبریز تھے۔ حرم محترم میں بھی لوگوں کی کثرت تھی مولانا مرحوم نے  
قدم وہی وجہ کر کے لے کے بعد احباب سے ملنے اور ان کے عبادت میں دل و جان مشغول ہوئے۔



دعائے شرف و شرفیہ صبر و ہمت اور امیر المومنین علیؑ کی عبادت و رجا دی ہے

حضرت شیخ الحدیث ہریت سیدی امین عالم صاحب آمد و رفت کا ارٹ کر کے ۱۰ صبح ۱۳۳۳ھ  
کو روانہ ہو کر ۲۳ یا ۲۴ صبح کو طائف پہنچے۔ شہر تیارہ کے باہر ایک خانہ میں روک کر ہوئے جن کا انتظام سید صاحب  
نے پہلے سے کر رکھا تھا۔ باغ کے بالائی حصہ مکان میں سید امین عالم صاحب نے اپنے تعلقین سے ملنے اور یہاں کے ایک  
مدرسہ میں مولانا مرحوم علیہ السلام سے ملے۔ اس سفر میں مولانا کے ہمراہ لفظ تین آدمی تھے مولوی عزیز گل صاحب۔ وحید احمد۔ اور  
کاتب لکھنؤ حسین احمد۔

طائف

طائف تھیں ایک چھوٹا سا قصبہ ہے جگہ اس کا اطلاق سنت بڑے سے ہے پر کیا جاتا ہے جس میں بہت  
سے قصبات و دیہات شامل ہیں یہ قطع زمین کا مست اور کپانی پر واقع ہے اور ان کے راستے سے  
تین دن میں یہاں پہنچنے میں کیونکہ پھر زیادہ سے اور بڑھائی یا آسانی مل جاتی ہے۔ اور چل کر کے راستے سے جس میں  
پھر گھر سے لکھنؤ سے پہنچتے ہیں۔ ۲۰ گھنٹے جگہ اس سے کم میں آدی پہنچ جاتا ہے مگر راستہ کشمیر گزار ضرور ہے۔  
آدھے راستے سے یہاں اہل تغیر جو جاتی ہے، جب کہ مکہ معظمہ میں ہمت گرمی کی وجہ سے شنب کو بھی آرام نہ آتا اور طائف  
میں بھی رہائی کی ضرورت ہوتی ہے وہاں کا موسم گرمیوں میں نہایت عمدہ رہتا ہے۔ جاہا باغات میں ہر قسم کے  
پھول پھولتے ہیں۔ انگور۔ کھجور۔ پرتوی (ناگ پھل) انار۔ آڑو۔ آجی وغیرہ وغیرہ جلد سردیوں کے موسم سے  
بگھوت اور عمدہ ہوتے ہیں نہ امت اور گرمی ہر قسم کی پیدا ہوتی ہے۔ جاہا شہری ہیں۔ کنوئیں پھلے بکرت ہیں  
بیشک یہی خوب ہوتی ہے۔ جگہ کے طائف بند کے لئے شہر کی مانند ہے۔ ترک کے گور اگر گرمیوں کے زمانہ میں  
طائف میں دیکھتے تھے اور بڑے درجہ کے حکام اور اہل عرب شریف و غیرہ بھی وہاں ہی پہلے جاتے تھے

قلعہ عجااز

حرم محترم کے لئے پہلے تو ایک عجیب اور اہم مشورہ تھیں خام تہ ذوق اور اہل شہر کی رانی سا جانا تھا  
کہ حرم قریب رہنے والی ہے۔ شہر میں حرمین انگریزوں سے ظاہر ہے اور ہذا وقت کر کے والی ہے۔

مگر نیک کے استقبال میں کوئی فرق نہ تھا۔ نیک ہی تم جلد ہی صابا چہرہ پہنچ کر کھڑکی پر دوڑے۔ تقاضا پر جگہ پر چلی گئی تھی۔ شریف سے اس معاملے کو اطمینان دلاؤ گا۔ تمنا کر حجاز کا رومہ میں ہوں۔ یہاں زیادہ وقت نہ گزرنے کی ضرورت نہیں۔ عاصی نے ضرورت جگہ پر اپنی فوج سے جاؤ، موجودہ رومہ میں جاؤ۔ جگہ طلبہ پر ختم تھی ہم کو یہ بھی اس وقت کہ گیا کہ جلد طائف جانا اور لوٹ آنا چاہئے۔ ساما و جلی پر جلسے ہو گئے۔ شریف کو طائف کا دل نہ ہوا۔ اسے وہاں یہ خبر بھی نہ ہوئی تھی کہ گورنر مسٹر بطاہر کی طرف سے کوئی خط شریف کے نام آیا ہے۔ یا تو تم لوگوں کو کلاس سے نکلان دو۔ وہ ہم شریف علی کو جو پہلے شریف ہوا تھا۔ اور شریف حسین کا مسئلہ ہے اور اس وقت مصری ختم تھا اس کو احمد کا شریف بنا کر بھیجیں گے۔ سلیم پر یہ کہل تکمیل صحیح تھی۔ جہہ میں ہمیشہ تھی اگر ٹھکانے اور ہند گاہ میں تین تین چار چار لوگ کسی کمرہ یا بیچ ہو جاتے تھے اور کھڑے رہ کر کھلے جاتے تھے۔ وہ کہ تو عرض کرنے لگتے اور نیک حکومت

ہم ان واقعات کو دیکھ کر ناہم نہیں چاہتے جو کہ اس مسئلہ کے بدلہ میں ہوتے۔ اس مقام پر کہ صرف حضرت مولانا جہڑا نے علی کا سراغ لگنا ہے۔ ہم کو طائف پہنچ کر کہ وہیہت میر محمد کے کامرہ ہانڈہ ڈا یا تھا کہ شریف ان آیا اور دیکھا کہ اگر پہلے ہو تو شریف حاضر سے دروازہ مل جاتا ہے۔ اس کا۔ مٹوف صاحب اور ہم لوگوں کی راسخے ہوئی کہ ایک بیٹہ اور یہاں پر قیام کر لیا جاتے۔ اس کے بعد کہ مٹوف صاحب نے اتفاق وقت سے اس وقت طائف میں میر سے دست گم تھے شہوت اور عوازیوں و جنوں کا ابتدائی مکتوب تھا اللہ شہد خوب آنا تھا۔ دو چار دن بعد مولانا مرحوم نے تقاضا فرمایا کہ مٹوف جانا چاہئے مٹوف شہر تان چاہے کاتھا ایک اور دن بعد پھر تقاضا فرمایا۔ ہم نے حسب دوسری سوچیاں تلاشیں کیں تو سلیم سرا کہ آئندہ اگلے واقعات سے خطاب عادت مولانا کہ تقاضا نے مٹوف کیجیو۔ کیجیو جن کو نظر کشی سے مراد اگلے مٹوف کر لیا تھا مگر جہڑا کو ضبط اور اختار کا اور دست ریاہ تھا۔ اور مقام بھائی قدم راج تھا۔ اس لئے ہند شہر تقابری تقاضا کر کے بعد چھپ برہے۔ اور پھر سلیم جہا کہ طائف مہابت زیادہ خطر سے میں پڑ گیا ہے۔ اس نے جو لوگ باہر آئیں میں ختم میں ان کو شہر جہا میں پہلے جانا ضروری ہے۔ جہا کو مٹوف نے خلاف سہارا ہی مٹوف صاحب سے ہے۔ اہل و عیال کے علی حثی کے مکان پر چلے گئے اور جہا سے نکلے بھی وہاں ایک کو شہر کی لے دی۔ تمام شہر میں ہی وقت گریب بی بی بی بی۔ ۱۰ شعبان ۱۲۸۱ھ کو ہم لوگ شہر پہلے گئے تھے۔ نیک اس وقت کو بھی یہ بات معلوم ہو گئی۔ انہوں نے شہر کے اور گورنر صاحب فراموش ہونے سے اس نے ان میں جن باخون اور مکانوں کو مٹوف کے لئے سہارا بنا ان کو علی کر لیا۔ گیارہویں شعبان ۱۲۸۲ھ کی سب کو صبح صادق کے قریب پانچوں طرف سے شریف کی درجن نے جہڑا علی کی جو کہ برکان داری عبد اللہ بیگ کام کر رہی تھیں۔ صبح صادق کے قریب ہم سب جمعیت حضرت مولانا مرحوم کے مکان کے لئے حضرت ان صاحبیں میں اللہ علی کی مسجد میں جا رہے تھے کہ آگاہ ایک ہندو کی آواز آئی پھر نوید کی طرف سے ہندو نہیں پہلے گئیں۔ نیک اور ان میں سے جاہوں طرف حسب فراموشک مسجد بنا کر کے تھے۔ پورے ٹرانسے

جواب دیتی رہی۔ اگرچہ ترکی قوت کی تعداد ایک ہزار سچ سپاہی کے تھی باقی ماندہ لوگ سچ دستے مگر چونکہ منظم مباحثت تھی اس لئے ہمدی وجوں کورسٹ زیادہ اور قوی نقصان پہنچایا۔ بدوڑوں کی تعداد دست زیادہ بتائی جاتی ہے۔ اس سے وہ دن پسینے میں نظر بند۔ بیخ۔ حیدر سہہ میروہی واقعہ پیش آچکا تھا۔ کیونکہ شریف نے انتظام کیا تھا کہ ایک ہی دن تمام سب جگہ یہ کام ہو۔ اس جنگ کی وجہ سے جو لوگ طالب میں ملے اور ترکاڑی جو سے لگاتے تھے ان کا آئندہ ہو گیا اور غزنی حکام کو رسد کی فکر ہوئی۔ حسب قیام جنگ انہوں نے احمدوں سے موجودہ ملک کی نصف مقدار یعنی شہر و راج کی جس سے حاشی سے دسے یا اس کی مقدار میں سے نصف لے لیا۔ اور نصف چھوڑ دیا اور سنے ہوئے نصف کی قیمت اس وقت کے حساب سے لگا کر اس کو سید دے دی۔ کہ حکومت ترکی بعد از جنگ یہ مقدار تھ کر انا کر کے گی۔ اللہ جن لوگوں نے چھپایا۔ ان پر شدت کی گئی اور تمام مال تجارت ان کا خورد و نوش اور ضروریات فوجی قسم کا لے لیا گیا۔ فقط مقدار ان کے اہل و عیال کی ضرورت کے ان کو دے دیا گیا اور تو شہر میں ملک کی کی، اور ہر آمد بالکل بند۔ فرض کر اس وجہ سے شہر میں سخت گزالی ہو گئی۔ پھر شریف کے لوگوں نے سرکوبھی اور پستے بند کر دیا اس وجہ سے پانی کی سخت تکلیف ہوئی مگر تندرستی قیام گاہ کا کتوال دہرتا کورسٹ زیادہ اشکال کا سامنا کرنا پڑتا۔

اگرچہ شریف کی قوت کثیر التعداد بھی تھی۔ اور اس کے پاس ہی عمدہ گھڑی و انگلیں بھی تھیں۔ اور انگریزی سامان جنگ سمیت کثرت سے تھا مگر باوجود یہی سید ان کو کامیابی نہ ہوئی۔ حبیب انہوں نے جو بم کیا ہے اس کی کھائی دن رات برابر گولیاں ملتی رہتی تھیں۔ ترکی قوت ان کے محلوں پر قویوں سے گرنے پر مائل تھی۔ نصف دھان ایک ہی حالت رہی۔ اس کے بعد وہ مصری زمین جو جہ میں اس کے لے لے کے بعد آباد کی گئی تھیں وہ شہر کے کھنڈوں کے قلعہ اور قلعہ کو قویوں کے دہلیے فتح کیا تھا طالب میں موافقوں کے سپہیں۔ اور طالب کے چاروں طرف سے توڑیں سات یا آٹھ لاکھ لاکھ کے قلعہ اور قلعہ پر گولہ باری کر کے لگیں صحیح صادق سے تقریباً بارہ سو لاکھ پر عمل ہوتا ہے اس کے بعد توڑیں شہر جاتی تھیں۔ ترک بھی ان کا جواب دیتے تھے۔ یہی حال عیس و بدنگ تک رہا۔ انہوں نے کھید کے دن بھی شریف کے لوگوں سے جنگ کو صورت دیکھی

**مولانا کا رمضان کا انقضائے میں**

چونکہ دھان کا حصہ طالب میں نہایت بامی کی حالت میں داغ ہوا تھا اس لئے دروڑوں کو حسب عزم ان لوگوں کو خورداک کا انتظام کرنا ممکن نہ تھا۔ دسماء و غیرہ میں توڑی کا انتظام حسب ضرورت ہوتا تھا سہارا میں حبش و ان کی بڑی مسجد ہے اس میں بھی توڑی اللہ در حبیب سے ہوئی تھیں۔ اور اس میں بھی صحت کم آدمی آتے تھے۔ بانی لوگ ملک کی مسجدوں اور اپنے مکانوں پر پڑھتے تھے کیونکہ ہر وقت گولیاں اور پستے گرتی تھیں۔ مولانا نے اولاً مسجد میں سماج میں حسب سابق عادت توڑی پڑھنا شروع کیا۔ مگر چونکہ راستہ وہاں کا ایسا تھا کہ محال پر گولیاں برابر آتی رہتی تھیں اس لئے اس مسجد میں جاسے وقت خطرہ نہ رہتا تھا اور پھر ایک



جن دن تک پہنچائی دیکھ کر قطع کرنا آسان تھا۔ علاوہ یہی حساب بھی تھا۔ اس وجہ سے وہاں پانچ سو سو افراد  
 بیگت سے ملاقات ہوئی۔ اعزاز و اکرام سے پیش آیا ایک چیر کوزہ کرسٹل کا حکم دیا ایک سہریلے کرسٹل کی دعوت پیش کی عرب  
 میں عادت ہے کہ سوز و گداز کی دعوت میں نہریلے کرسٹل کو دیا جاتا ہے۔ اگر لیا جائے کہ اسے خود کاہن اگر اکرام عمان کا شہ  
 میں جوتا۔ اور پھر انچیر و چیرہ سیرہ جات بھی اور ایک اسٹیل ہند کی اور کتا کوشب کو یہاں قیام کو وہ علی ایچ کم کو دینا دیکر یا  
 جانے گا سگ علی ایچ لڑائی پر چلا گیا۔ اس کے دو گول سے ملالی پشت نتر کا نظام کر دیا کہ یہ بھی خود دیا اور زائد بھی اس  
 طرح وہاں سے روانہ ہو کر ہم دوسری شوال کو مکہ مکرمہ علی ایچ پہنچے۔



حاشیہ متعلقہ صحیحہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی تصنیف "سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم" میں تحریر فرماتے ہیں  
 ایام حج میں اور تک آباد کے خان بہادر سید علی محمد شریف لاسٹے۔ سیکاری آدمی تھے جس نے جلال حرم  
 مانگے تھے۔ شریف صاحب کے یہاں پہنچے۔ ترکوں کو بھروسہ میں لیا گئے تھے حکومت موجودہ کی صفا سرائی میں واقع ٹینک  
 جو جاتی تھی۔ انہوں نے ظاہر کیا کہ اگر گورنمنٹ ہند کی طرف سے بھیجا جاتا ہے تو اسے ہمارے ہاں آجائے۔ اس کے بعد  
 باقی باقی ہند کو بتا دیں کیوں کہ ہند میں اس وقت پہلے جیسی تھی جیسی ہوتی تھی۔ وہ عموماً اہل سد برطانیہ پر صدائے احتجاج بلند  
 کرتے جاتے۔ اور شاہ سجاد کو برا بھلا کہتے ہیں۔ اس لیے حیدرآباد سے کہ ایک اعلان علی سے منکر کی طرف سے لکھا گیا  
 جس میں ترکوں اور ان کی حکومت اور خلافت کی برائیاں ہیں۔ ان کے استحقاق خلافت پر بڑے زور دیا گیا ہے۔ اور  
 اس موجودہ انقلاب اور حکومت حاصرہ کی بھلائیوں اور کم گنی جوں چنانچہ ایک جیسا حضرت تیار کیا گیا۔ اور وہاں کے ان  
 علماء کے جن کو وہاں شریف میں داخل تھا اور صاحب عزت و شوکت شمار کئے جاتے تھے۔ اس پر دستخط اور سر کر دیا گیا۔  
 جنہوں نے خوشی سے اور شوق سے عرف سے دستخط اور سر کر دیا۔ خان بہادر موصوف کے پاس جب یہ خط پہنچا تو انہوں  
 نے لکھا کہ۔

ان علماء کو کوئی ہند میں نہیں جانتا، کون تصدیق کرے گا۔ مناسب ہو گا کہ حضرت مولانا محمد حسن  
 صاحب جو کہ علیہ ہند میں ایک مشہور و مسلم شخص ہیں ان سے کہ اور جرح علی، ہند کے دستخط اور سر  
 ہوں۔ و یہ معلوم یہ اس کے لیے جیسے گئے تھے کہ اس در لید سے مولانا مرحوم کو وہاں سے پکڑا جائے  
 یا یہ تصدیق تھی تھا۔

العلی، اس مضمون کو وہاں کے شیخ الاسلام مفتی محمد اللہ مراد جو کہ واد حکومت ترکیہ میں مفتی احناف تھے اور  
 اب انقلاب کے بعد مجدد شیخ الاسلامی در وکات شرافت پر مود جو گئے تھے۔ در لید شیب اللہ مولانا کے پاس بھیجا



اور آخر محرم الحرام ۱۳۲۵ء میں مصر کے لیے وہ اس نھر کے لیے کر مکان پر آیا۔ اس زمانہ میں وہاں کے غلط سے بزرگ  
مہاجرین ہند اور غم و دست نئے اموں نے نظر کے بند مولانا مرحوم سے بخاری شریف کو شروع کر کے مختلف مکان انعامت  
پر ہی وہ سبیا گئے تھے اور جب وہ کاہد آیا تو ہم کو اس کی سنی تھی من علماء مکة المحرمة اللدر سین  
والحرم الشریف المکی ایسی بفریہ کو مگر کے ان علماء کی طرف سے سببہ جو حرم شریف کے میں پڑھاتے ہیں اس  
سے ان سے کہا گیا کہ

اولاً۔ اس سنی کی وجہ سے کوئی اختلاف نہیں کر حضرت مولانا اس پر کچھ کہیں کیوں کہ وہ علماء کے میں سے ہیں اور  
حرم کی یعنی سببہ الحرام میں مولانا کے کہنے سے نہیں کی۔

ثانیاً۔ اس میں قرم ترک کی سلفاً تخریر کی گئی ہے اور دوبارہ اس کے جو کچھ احتیاط اور حکمت احکام ہیں آپ کو معلوم ہیں  
ثالثاً۔ اس میں وجہ تخریر کے سلطان محمد ظہیر خان کا حکمت سے آثار دیکھا گیا ہے حالانکہ کسی قبیلے اس کو مرجعیت  
کفر میں سے قرار نہیں دیا

رابعاً۔ اس میں خلافت سلاطین آل عثمان کا انکار کیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ امر مخالف اصولوں شریعہ میں ہے۔  
حاصلاً۔ اس میں اس اقتلاب اور حرکت کو مستحسن دیکھا گیا ہے اور یہی شرفا ساریت فیج نافع ہوا ہے۔

چونکہ کاتب اللوح کی لقب اہل سے کچھ پہلے سے معرفت تھی۔ اس لئے ان سے تمام کتبیں ظاہر کر دینے  
کے سببہ کہا گیا کہ تم شیخ الاسلام سے پڑھو دینا کہ مولانا کے اس پر وقت اہل مہر کر کے اس سے اس وجہ سے انکار کر دیا کہ  
اس کا سوان اہل مذکورہ اہل حرم کے ساتھ خصوصاً ہے۔ میں اٹھائی شخصوں پر ایسی ہونے کی وجہ سے کہ کو کوئی  
انتہائی ہی پر دستخط کرنے کا نہیں۔ اور یہ کہا گیا کہ اسی دوسری وجہوں کو ان پر ظاہر کر دینا اگر پھر انہوں سے اصول کیا تب  
ان دہوں کو چوڑی کیا جائے گا۔ وہ اسی وقت وہیں ہو گئے اور پھر کوئی جواب دلائے اس نھر کا شریعی پہلے سے چرچا  
تھا جو لوگ مخالف تھے ان کو سرفہ کیا ہوا تھا کہ اگر ہمارے پاس آیا تو ہم کیا جواب دیں گے اور کس طرح جان چھڑائیں گے  
مولانا مرحوم کے روکے ہی پورے شریعی مشورہ ہو گیا کہ مولانا سے اس پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ جب تو  
دوسروں کو بھی بہت ہو گئی۔ اور شرح الاسلام صاحب کو تہیہ ہوتی۔ اموں سے عبادت سابقہ بالکل من ڈال اور اس طرح اس  
کو کھاکر اس میں سے کٹتے ہوئے بالکل عادت ہو گیا مگر دستخط کرنے کو پھر میں بھیجا جو عبادت دوسری مرتبہ ملانی گئی تھی۔ اس پر  
پہلے علماء سے فقط دستخط کے کہ اخیار "القبول" میں چھاپ دیا گیا۔ اور اسی کو جان پورہ سیدک علی خان سے کر دیا ہو گئے۔  
خیر خواہوں نے مولانا مرحوم سے کہا کہ شریف آپ کو کہیں ازیت دہن پائے۔ مولانا مرحوم نے فرمایا کہ پھر کیا کیا حد سے،  
خوبی عیثیت سے ہی پورہ دستخط کسی طرح دست دھنا۔ آئندہ جو کچھ قدر التذریہ ہو گا تب میں سے گے :-



بگیر راہ حسین احمد ارشد اخو ہی  
کہ کتابت نبی را وہم ز آل نبی ست

# سوانح مدنی

شیخ العرب العجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند

صدر جمعیتہ علمائہ ہند

۵۱۳۷۷

۶۹۵۴

۵۱۳۹۶

۶۱۸۷۹

ترتیب

مولانا الحاج الحافظ عبدالرشید ارشد

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا

# حسین احمد مدنی

جاہل کی سیدہ امیر غوثی کی طرح حضرت مولانا مدنی کی تخصیص مسلمانوں میں مختلف فیہ ہے اگر ایک جماعت کے نزدیک مولانا موصوف محبوب ترین متمدن و درہنما تھے تو دوسرے گروہ کے نزدیک مبعوض ترین انسان - اور یہ بات ویسے کچھ نظری ہی دکھائی دیتی ہے۔ جو انسان قضا کر ہو گا اتنی ہی اس کی مخالفت زیادہ ہوگی۔ حضرت سید احمد شہید مسلمانوں کی ایک جماعت کے نزدیک صحابہ کرام کی مثل تھے۔ ان کا اطلاق دکر بار۔ غرض اصل اس پایہ کا تھا کہ صحابہ کرام اس کی مثال بہت مشکل سے ملتی ہے۔ اور دوسرے گروہ کے نزدیک وہ ہر کار و مشہد کہ اصل سے برسے آئی تھے یہی صورت حال مولانا حسین احمد مدنی کی ہے۔ یہ بات یہ ہے کہ اس میں طبع میں سے جس سے بھی کتاب و سنت کی راہوں پر پہنچنے کی کوشش کی ہے اس کے ساتھ ہی صحابہ میں آیا ہے۔ مولانا حسین احمد مدنی اپنے علم و عمل کے اعتبار سے اس صدی کے نابغہ روزگار انسانوں سے تھے۔ اور انہوں نے ہمیں سے لے کر وفات تک جد و جمل سے ہمراہ زندگی گزاری ہے۔ ان سے بہت بڑا اور متفلسف و استقامت کا ہر کہ وہ متصرف ہے۔ دشمن و دوست بھی اس بات کا اثر دیکھتے ہیں کہ مولانا خیر معنی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ اور عزم و ثبات کے اعتبار سے کہ وہ گراں نہ تھے۔ تکریم آبادی کے آخری دور میں مسلمانوں کی باہمی نظروں کی کھینچ اور کھینچا جیسا کہ اس طرح پیدا ہو گئیں کہ اس خرابی وادی میں کسی کا دامن لیا نہیں رہا جو کاموں سے دلچسپ ہو اور کسی کے حوسے زخمی ہو سکے نیز نہیں رہے۔ وہ پھر جنگاوی وڈ میں چند صحابہ کی فراوانی کوئی ہے۔ نصایب انعامش بہت ہے۔ ہر کوئی تمکون میں مصروف ہو گیا ہے لہذا کسی کوئی فریب ہی نہیں ہوتی کہ کون کے ساتھ کسی فرصت میں حالات کا جائزہ لے کر کوئی صحیح فیصلہ کر سکے۔ سن ۱۹۴۷ء کے بعد دس دہائیوں کا دور آئی ان کے سامنے اگر لڑنے لگے۔ ایک سلفی لیون چلایا اور دوسرا گر پڑا اس کے بعد وہ بین آدی آئے اور اس وقتوں کو اٹھا کر سے لگے۔ اور یہ سب کچھ آنا آنا ایک دو سٹ میں ہوا۔ یہ تمام والشہدہ اس مقدمہ میں بطور گواہ پیش ہوئے تو ہر ایک کا بیان تلف تھا۔ تقریباً یہی حال تھر ایک آزاد ہی پاک و ہند

کے آخری دور کا تھا جس میں ہر کچھ جوا وہ سمجھ کر ان حالات کا تقاضا تھا اور دیر صورت ممکن ہی نہ تھی کہ ایک طرف کے سلسلے لوگ بے ایمان - خود عرض - محمد اور دوسروں کے آگے کارہوں - اندر دوسری طرف کے سلسلے لوگ مخصوص نیک اور ایمان دار ہوں - ایک نظریاتی گٹھن گٹھن تھی - دوروں کا جھگڑنا اپنے اپنے دلائل کے ساتھ قوم کے سلسلے آہی نہیں ایک فیصلہ نما جس کو قلم لکھ چکا اور کیا ہی سوچ سکتے ہیں - ان حالات کا سہارا ہے کہ مدت بعد تک ایک دوسرے کو برا بھلا کہنا سکتے ہیں - سترہ سب سے کہ اعلیٰ و کرب - علم و عمل اور جہد و ایثار کے سلسلے کو کہ کثرت کا مطالعہ کیا جائے تو عزت و حیاء کے میں ہمیشہ اختلاف چلا آیا ہے اور اگر یہ اختلاف دیر تو زندگی ایک جہد سے زیادہ کچھ نہیں - اس دنیا کی رونق اور آمدی اختلاف کی سرچین سمجھئے

آئندہ سطور میں حضرت مولانا محمد حسین احمد علی قدسی منور کے حالات آ رہے ہیں - جن لوگوں نے حضرت مولانا کو دیکھا اور دور سے سنا وہ بھی سمری - امید ہے کہ حضرت مولانا کے صحیح حالات جاننے کے بعد ان کی بہت سی غلط فہمیاں دور ہو جائیں گی -

حضرت مولانا کا خاندان  
 معاملاتی تعادلات اور حضرت مولانا رحمہ اللہ علیہ کے اپنے ایک خط سے جو اس وقت کے ایک  
 سائل کے جواب میں لکھا گیا ہے کہ کیا آپ سید ہیں؟ لکھی تھی ملاحظہ فرمائیے -

یا محترم المقام رہے کہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مزاج شریف -

والا نامہ مالیت سر لڑائی ہوا - یاد آوری کا شکر گزار ہوں - جیسے پہلے کسی حیثیت سے سید ہونے کا انکار جن حضرات سے کیا ہے وہ اس کے ذمہ نہیں - جن قرآن کے ساتھ سید گفت بھی ہیں جن کی وجہ سے کہ دائرہ نجات سب نہیں ہے عمل بہت - اگر کسی حیثیت سے کوئی اعلیٰ درجہ کا عالمی سب سے مگر اعمال ہی میں تو مثل پیر نور علیہ السلام وہ نازدہ درگاہ خدا مدی ہے - اور اگر چہار یا پھنگی زدہ ہے مگر وہ مسلمان متقی ہے تو اس کی نور و نور مثل حضرت بلال و صہیب رضوان اللہ علیہما ہے - میرے عمل اس اور عالمی اجازت نہیں دیتے میرے شرف آتی ہے -

بخارا : محمد اللہ داد پور قصبہ نازدہ - ضلع فیض آباد کا پکشدہ ہے - اللہ داد پور قصبہ نازدہ کے باہر متصل ہے - تقریباً چار سو برس یا اس سے نازدہ سے ہمارے خاندان کی سکونت ہے - وہاں کے اطراف و جوار میں ضلع سلطان پور - آٹھ گڑھ - اور فیض آباد کے دیہات اور خصایات ہیں صرف مسادات اور ہر سالے فائت کے شیخ زادوں میں ہماری کشتہ واریاں صدیوں سے چلی آتی ہیں ہمارا آئی پیشہ و مینداری اور پیری سربہ کی ہے - شاہان دہلی علیہ خاندان کے ابتدائی بادشاہوں نے یہ

ان سے پہلے بادشاہوں نے ہمارے اعلیٰ مورثوں کو ۶۴ گاؤں دے دیے تھے جن میں سے  
 ۵۵۷ء تک ۳۱۰ باقی رہ گئے تھے۔ ۱۸۵۷ء میں ایک ہمدرد بادشاہ نے جس سے پہلے سے  
 عداوت ملی آئی تھی بڑوں کے انتقال اور وصل کی اشاعت کی وجہ سے مسہرہ قصہ کر لیا۔ وہ اپنے  
 دار پر لوٹ گیا۔ ہمارے تہذیبی کاغذات پر بھی قصہ کر لیا۔ سہلہ شاہ خزانہ لے لیا اور سدا میں رہنے  
 لگا۔ جس کو وہ ایک ہفتہ تک گاڑیوں میں مقفل کرتا رہا۔ اس کے حصار کے رہا۔ میں گزرتی اور سبکے  
 بھیجیں ہیں کہ شہزادوں کے یہاں شہزادہ کے سفینوں میں مامون تھے پناہ گزین جو گئے تھے  
 انہوں نے لوگ بھی نوکر اور وہاں کو چھوڑ کر منتشر ہو گئے تھے۔ مہرجاں لکھنؤ کو تفتیش کرنے کی ہرگز  
 محرومی ہو تو نصب ناٹھہ علی نہیں آتا اور وہیں ہے وہاں حاکم تفتیش کر کے حال معلوم کر سکتا ہے۔  
 ۱۸۵۷ء کے بعد صرف دو گادوں ہمارے عادلان کے پاس رہ گئے تھے۔ جن میں والد مرحوم کا  
 ایک آٹھ باقی تھا جن کو خدمت کر کے والد مرحوم نے گماز کا قصہ کو بھٹا۔

ہمارے مہر علی جو کہ اللہ یاد پور میں اولاد چھپے ہیں ان کا نام شاہ نور الحق قدس سرہ العزیز ہیں  
 ان سے لے کر پندرہ سو پندرہ گزری ہیں جن کا مسئلہ حسب ذیل ہے۔

حمید احمد بن سید مصیب اللہ بن سید پیر علی بن سید جہانگیر بخش بن شاہ نور بشرف بن  
 شاہ من بن شاہ محمد باہ شاہی بن شاہ شہزادہ شہزادہ حضرت شاہ محمد بن شاہ محمد بن شاہ محمود بن شاہ لکھنؤ  
 بن شاہ قلندر بن شاہ منور بن شاہ ۶۰ بن شاہ عبد الواحد بن شاہ محمد زاہد بن شاہ نور الحق قدس سرہ  
 اللہ قدس سرہ امیر موم

یہاں تک چلنا شجرہ نسبی مروجہ ہے اس کے بعد کا شجرہ طریقت ہے جسے نسبی مروجہ نہیں ہے  
 شاہ نور الحق صاحب علیہ میں شاہ دولت پستی کے۔ وہ شاہ عبد العزیز بن سید کے۔ وہ شاہ نجم الدین  
 پستی کے۔ وہ شاہ رومی پستی کے۔ وہ شاہ قطب الدین بختیار کمالی کے۔ وہ خواجہ معین الدین پستی  
 امیری و علم شہزادے و قدس اسرار موم کے۔ اس کے بعد شجرہ میں وہی اسماء و گماز طریقت میں راج  
 ہیں جو راجہ امیری و شہزادہ علیہ کے تمام شجرہ میں مذکور ہیں۔

بہر حال یہ احوال مختصر ہیں واقعیۃً محمد اللہ عزوجل۔ اگر قبولیت عند اللہ نصیب ہو تو مباح و حلال  
 ہے اور سب یہ ہے۔ اسماء و گماز میں ایسے مصائب لاسنے کی ضرورت نہیں۔ آپ کو  
 ضرورت ہے کہ اپنی قوم کو مسلمان ہونے کی حیثیت سے ترقی دیں۔ جس حیثیت سے خرد اور  
 محجربوں کو تہذیب حاصل ہے۔ وہ ترقی سے مانع ہو جاتا ہے۔ سادات پر تمام مسلمانوں کی خدمت

گزارش ہے کہ وہ کہ سادات تمام مسلمانوں کو اپنا ملامت کھیں اور ان سے حدیث کی حکمت لیا کریں۔  
 تذکرہ اولیاد میں ہے کہ ایک روز امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے بغداد میں ایک بڑے بیچ کے  
 سامنے فرمائے گئے کہ بھائیو! تم میں سے جس کو روز قیامت میں اللہ تعالیٰ بگت دے گا تو  
 میری شفاعت کرنا لوگوں سے تم کو کیا اور کہا کیا ہم آپ کی شفاعت کریں، حالانکہ آپ جناب  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ہیں۔ تو فرمائے گئے کہ بھائیو! چیر میرے سنے باعث  
 سنے چہی سب سے، امت کے تمام مسلمان میرے ماما حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نھان ہیں اور  
 میں ان کے خاندان کا بچہ ہوں۔ قاعدہ ہے کہ نھانوں کی حدیث گزارنی حدان کے چھوٹوں پر  
 ضروری ہوتی ہے اگر وہ کسی کتاب سے تو صاحب خاندان بہت جفا ہوتا ہے اور چھوٹوں  
 کی سرزنش کرتا ہے۔ اگر قیامت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ  
 کر مجھ سے سوال کیا کہ جعفر! تم سے میرے مھانوں کی کیا حدیث کی، تو میں شرم کی وجہ سے سر  
 نہ اٹھا سکوں گا۔

یہ حدیث حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا صحیح ہے اور سادات کے سنے مسابیت بہت  
 کارہاں ہے۔ مگر السنوں کہ ہم انہا کی عظمت میں شکلاہ ہیں، میں سے جب سے یہ ارشاد دیکھا ہے  
 بہت نکر مند رہتا ہوں اللہ تعالیٰ مد فرمائے

ہمیں فرمائی کا مرقع صرف اسی وقت حاصل ہو گا جب کہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور ہمارے  
 آقا اہل نعمت ناکا جان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشخبری حاصل ہو جائے۔ اس سے  
 پہلے یہ صحیح حدیث آقا اہل سے

سادات کا اس سب سے زیادہ اور عزیز ہے کہ آقا سے ناکا ہر علیہ السلام کی لائی ہوئی شریعت  
 کو زندہ اپنے عمل سے کریں اور آپ کی سنتوں پر مسابیت حضور صلی سے چلیں اور ہر سنی کا عزیز  
 خواہ وہ کیسا ہی عزیز اور جاہل اور چھوٹی دانت کا مسلمان ہوا احترام کریں اور اس کی حدیث گزارنی کرے  
 وہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا لاد ہر مہمان ہے ؟

حدیث مدنی کا یہ قول منقول ہم سنے اس سے نقل کیا ہے تاکہ تاریخوں کو اس میں کوشید کی افتاد میں  
 کا اندازہ ہوا اور معلوم کر سکیں کہ حسین احمد کی شخصیت کا نام ہے۔

ولادت تعلیم و تسلیم  
 حضرت مولانا حسین حسین، محمد مدنی، کی ولادت ۱۹ شوال ۱۳۹۶ھ مطابق ۱۶ اکتوبر ۱۹۱۹ء  
 کو، شہدادہ شہر شعبہ کی درمیانی شہب میں برکت گیا وہ بیچہ بھگت نام سے منسلق انا میں ہوئی

ہجرت کے والد ماجد مولانا مصیب اللہ صاحب، خلیفہ نماز مولانا اصل الرحمن شیخ مراد آبادی، مدرس تھے۔ آپ کی نام پر اچھے لکھا گیا آپ سہا سہی سید ہیں۔ آپ کے والد ماجد بڑے باپ کے بڑے گھر تھے۔ ڈاکٹر، شاعر، بڑے ڈاکٹر، باقاعدہ استاد تھے۔ مستجاب الدعوات تھے کہ جو حضرت شیخ مدنی نفس حیات میں لکھتے ہیں

” اچھے بہت سے واقعات ہیں آئے کہ جس نے ان کو سنا، اور اس کے واسطے اسوں نے دعا کی اور وہ کبھی پتے نہ پاتا۔ ایک اور جگہ لکھتے ہیں۔

” کشف ان کا بہت قوی اللہ راہ تھا۔ متعدد بار مکاشفات ان کے صبح ثابت ہوئے۔ ایک بار اسوں سے دوسرے میں فرمایا کہ تم میں سے ایک شخص کو ہندوستان جانا ہوگا میں نہیں جانتا تھا کہ یہ فرقہ فانی مجھ دوسرے کے نام نکلے گا۔“

حضرت کی والدہ محترمہ والدہ وقت پابند شریعت، بڑی صابر اور قانع عاتقہ۔ سادہ سے اوقات ذکر و شغل سے معمور و مشغول۔ شیخ مدنی تین سال کے تھے کہ آپ کے والد محترم چشم سے لے کر آپ سے دن ٹانڈا قشر لیب لے آئے اور یہیں سکونت اختیار کرنی۔ پندرہ سال تک ان ہی سے حاصل کی تیرہ سال کے ہوتے تو آپ کو دارالعلوم دیوبند حضرت شیخ السنہ مولانا محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیج دیا گیا۔ گویا ایک شعاع تیرہ کو آفتاب حلال تاب کے سامنے دکھ دیا گیا۔

” ہوسہ برد اس کے چکے چکے پتے “

حضرت شیخ السنہ نے ہوسہ ہر گز کو اپنی نظر میں پہچان لیا کہ جو ہر قابل ہے۔ یہذا حضرت شیخ السنہ نے ابتدائی کتب میں بھی مولانا مدنی کو خود پڑھائیں۔ صاحب کہ حضرت کے مشاغل بڑی جماعتوں کو بھی اوقات و مدرسے کے علاوہ پڑھنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ ایک شوقین اور دہن غالب علم کو شروع ہی سے لائق، فائق، ستاذین جائیں تو کیلے کے سوسے پڑھاگو

حضرت مدنی کو اپنے وقت کے بہترین اور بیگمادہ دوزگار استاد سے شروع تکہ حاصل ہوا۔ استاد اعلیٰ حضرت شیخ السنہ مولانا ذوالفقار علی صاحب والد ماجد حضرت شیخ السنہ حضرت مولانا عبدالعلی صاحب محدث دہلوی، شیخ الحدیث حضرت مولانا علی احمد صاحب ساہیوالی، حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب، مولانا مصیب الرحمن صاحب عثمانی رحمہ اللہ انہیں۔ تعلیم کے دوران آپ ہمیشہ غل بھر لے کر پاس ہوتے رہے۔ عربی مدارس میں انتہائی ترقی پائی ہوتے ہیں مگر آپ اکثر شیخترنگ ہوں ہیں ۵۱- ۵۲- ۵۳ ہوسیتے رہے۔ اور صدرا میں مشغول اور ادنیٰ کتابیں ۵۰- ۵۱- ۵۲- ۵۳ ہوسیتے رہے۔

۱۳۱۰ھ میں آپ کے والد ماجد بقدر حیرت بعد اہل دجیاں غلام گزار ہوئے تو حضرت مدنی کو بھی اپنی بیعت



سے سر فرازی بخشی اور کافراں مساجد میں سے جگہ جگہ کسی پر بیچ کر حوزہ علمین کے جوہر رحمت کو اپنے لئے علاج دار بن گیا اور وہیں پر اقامت فرمائی اسی طرح حضرت دلی کر شیت اہل حق سے اکتساب میں موت اور جہنم کی بدوشرف کے وہ گناہ قدح صانع عطا فرمائے جو سب کو نہیں طاقتور کرتے۔ ہر حال ہی کو لاکھ لاکھ آدمی جہنم میں صا ۹۸۰ ی تھانے اپنی رحمت کیلئے کھوس کر بیٹھے ہیں

اس وقت مزید سورہ میں دو کتب حاصلے غیر ممنوعہ بہت دیکھتے تھے ایک کتبہ حاشیہ شیخ الاسلام اور دوسرا آئینہ۔ ان دونوں ہی کتب عالموں میں علاوہ مطبوعات کے مختلف علوم و فنون پر نایاب کتابیں بھی تھیں جس کے پتھر کو استفادہ کا پورا موقع ملا۔ حضرت اور معیشت کی نکل نیاں میر آپ کے مثال حال رہی۔ اس لئے بیشتر ایسا بھی ہوا کہ آپ نے کتابیں نقل کر کے اپنی معیشت کے سامان تبدیل کئے۔ سگر کوئی ایک درویش اختیار نہ فرمایا جس سے خود داری اور عزت نفس کو نہیں لگے مزید سورہ میں آپ کا خلاصہ تیرہ اور پڑھنے والے تھے صرف ۸۰ پچھٹا کتبہ کے پانی پر یہ تمام حضرت قیامت لڑائے تھے

اسیات کی تکمیل آپ سے مزید سورہ کے سردار سید مولانا شیخ آفتاب اللہ علی برادر رحمت اللہ علیہ سے فرمائی جو علماء مجاز میں اپنی ادبیت کی وجہ سے نمایاں حیثیت رکھتے تھے ہندوستان میں ساڑھے چھ سال کی مدت میں آپ سے متروک دنیا کی ۶۰ کتابیں اپنے متعلق اساتذہ کرام سے پڑھیں۔ حضرت شیخ الحدیث حضرت علامہ علیہ کہ جو بھوسلی لگاؤ اور تعلق تھا اس کا اندازہ مندرجہ ذیل کتب سے ہر کتاب سے سن کر حضرت شیخ سے حضرت شیخ الہدی سے پڑھا

سنو البتدی۔ روادی و نجانی طرح الادراج کان اقصیٰ۔ مرقات شرح شریب۔ تہذیب علمی تصنیفات و تصورات۔ بحیثیہ۔ معید الطالبین۔ لغز ایں معلول۔ جابر اہلین۔ قرنی شریب۔ بکامی الہوداؤد شریب تصنیف سید صاوی نخبہ الفکر۔ شرح عقائد نسیمی۔ حاشیہ جلیلی۔ موطا امام مالک۔ موطا امام محمد۔ رقم اللہ تعالیٰ

اگر استاذ اہل سنت گرد قابل ہوں تو اسے دیکھ دو کتابوں میں ہی شاگرد کی ساتھ ساتھ قربت کی تہا ہے اور یہاں تو ۶۳ کتابیں شیخ الاسلام سے دل لے کر لے کر اپنے ہمہ وقت کے سب سے بڑے استاد و اساتذہ سے پڑھیں اور ساڑھے چھ سال صرف لکھ حاصل کیا۔

تعمیل علم کے ساتھ ساتھ ہی آپ سے مزید سورہ میں دس دس لاکھ شروع فرمایا شوال ۱۲۱۳ھ تک آپ کا درجہ اتنی ہی حیثیت سے لیکن ابتدائی سپانڈ پر ۱۲۱۸ھ میں ہندوستان تشریف لائے اور ماہ محرم ۱۲۲۷ھ میں مزید سندہ واپس حاضر فرمائی۔ اس کے بعد آپ کا سفر دس بہت وسیع ہو گیا اور طلباء کا ایک جم غفیر آپ کے گرد جمع ہو گیا۔ اہل علم میں سند و رسالت کا مادہ زیادہ ہو گیا۔ جھوٹا مزید سورہ میں کوئی ہندوئی نرادر عالم کا حلقہ دس وسیع ہو جانے تو اس پہلی طرف کی رقابت قدرتی طور پر زیادہ ہو گئی چنانچہ آپ کی طرف نگاہیں اسٹے گئیں۔ ان کا خیال تھا کہ ایک عجیب عالم

یادہ در تکمیل حدیثی تقید و جرح کا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ مگر ایک وہیہن و طین استاد جس سے شیخ الحدیث اور مولانا مدنی صاحب صاحبہا فرمادی ہے جیسے کامل العین اور حیدران مصر سے استفادہ کیا ہو وہ کسی سے کب ملت کھا سکتا تھا علماء کے حصہ و رقابت اور تقید و جرح کے باوجود حضرت کے حلقہ درس میں توسیع ہوتی گئی۔ اور اس قدر توسیع ہوئی کہ مشرق وسطیٰ اور افریقہ چین۔ جتناڑ۔ مشرق وسطیٰ تک کے تلمیذ گان عالم آپ کی طرف کھینچے کھینچے پہلے آئے گئے اور آپ کے زیرِ ہدٰی درسیات ہند کے علاوہ دینہ سورہ مصر۔ استنبول کی کتاب میں مثلاً

اجردیہ۔ دجلان۔ کفرادی الفیہ۔ ابن عقیل۔ شرح الفیہ ابن ہشام۔ شرح عقود الخصال۔ استقدمات رسالہ وضعیہ۔  
 للقاضی علفند۔ بلویہ بن حجر۔ مفتی الامیر۔ مدنی۔ شرح مجمع الخواص للعلما۔ شرح مستصحب الاموی۔ درقات۔ شرح تہذیب الاصول  
 مسامرہ شرح مسامرہ۔ شرح طوابع الامار جوہرہ۔ الفیہ اصول حدیث۔ مقرونہ دو دیگر کتب اصول حدیث و غیرہ اوق علی کتاب میں ہیں

قدرت سے آپ کو مدنی و دکوات وہ اعلیٰ درجہ کا عطار بنا دیا تھا کہ جس کی نظیر عوام آپ ہی تھے۔ ہر آپ کوئی سچے لیر مطالعہ کے ہر پڑھانے تھے۔ دن رات کے ۳۲ گھنٹوں میں صرف ۳ گھنٹے آرام کرتے اور بقیہ درس و مطالعہ میں لگے اور وہ درس گزار تھے۔ آپ وہاں درس اپنے مصلحت سے کتاب بھی نہ لکھتے تھے بلکہ طالب علم کی ترقی کے بعد مسائل پر تقریر فرماتے حالانکہ علم سے دیر ہر حرف کتاب کو وہاں درس سنا سنے رکھتے بلکہ اس کی شرح بھی ہاتھ میں لے کر چلتے تھے اور تقریر کے وقت حدیث شرح یا احادیث کی سناتے تھے مگر حضرت سب زمانہ کو سناتے تھے

اس طرح آپ سے روزانہ چودہ پنچہ اسباق کا درس دیا۔ جس میں کتب عالیہ حدیث و تفسیر حقائق و اصول میں مشتمل تھیں۔ ان وجوہ کی بنا پر آپ کی پورے عہد میں دھاک بیٹھ گئی اور یہ صرف مطالعہ و محنت کی بنا پر نہ تھا بلکہ ساتھ ساتھ صحابہ و نبیامت اور ذکر و فعل بھی جاری تھا اور لکھتے من عمل بما علم علمتہ اللہ جملا لا یعلمہ۔  
 جو پڑھے پڑھ کر کتاب ہے۔ خدا تعالیٰ آپ سے سزا دے گا جس سے ایسے علم عطا فرمائے جو کسی سے پڑھنے میں نہیں آتا۔  
 آپ کو علم لدنی عطا فرمایا۔ جو فرماتے ہیں کہ منزل رابع کی شب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت و سعادت شوق میں نصیب ہوئی۔ یہ سب سے پہلی زیارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ کہا تو فرمایا کہ گیا آپ سے دستاورد فرمایا۔ ہلکے ہلکے کتاب ہے۔ میں سے عرض کیا حضرت جو کتاب میں پڑھ چکا ہوں وہ یاد ہرگز نہیں اور جو نہیں پڑھا ہے ان کے سننے ہی وقت ہو جائے کہ مطالعہ میں نکل سکیں۔ آپ سے فرمایا کہ کچھ کو دیا۔ کچھ ہاتھ نہیں آتا ہے آہ بھر میری۔  
 ایسا سعادت پرورد و نصیب است آؤ کھند خدا سے بخشندہ ۱

خدا تعالیٰ سے آپ کو کلمہ میں وہ عزت و جاہت عطا فرمائی جو ہند ہی مل۔ کو تو کیا یہی۔ شامی مدنی علماء کو بھی حاصل نہیں تھی اور آپ کی شہرت عرب سے تیار آکر کے دیگر ملک تک پہنچ چکی تھی اور آپ کو ۴۴ سال کی عمر میں شیخ العرب

و انجمن کے صدر القاب کے ساتھ سزا کی گئی اور ان اطراف میں آپ ان القاب کے ساتھ مشہور و معروف ہو گئے۔

عرب کے چند ممتاز شاگرد

منا صاحبہ باقر جو کے مجدد سزا کا وہ کے نام پر ہیں۔  
مولانا عبدالعزیز کرنی جو بیڑہ سہہ میں شکر گیزی، اُن کا تہہ ہسکے کن سلفہ۔

مولانا عبدالعزیز علی جو بیڑہ طیبہ میں صاحب خاص ہیں۔

محمد عبدالرحمن بیڑہ پٹی کے چیرمین

مشہور الجوزی عالم و جامع شیخ بیڑہ ہیں۔

راہ سلوک و تزکیہ نفس

کہا کہ اشیا میں کتب و مبادا، ان کے امتحان سے فراغت کے بعد مولانا نے حضرت شیخ الحدیث کے استاد سے پرلہے برابر بڑے مولانا کو صدیقی صاحبہ کے ساتھ آستانہ عالیہ قطیف میں العادین حضرت مولانا امیر شہزادہ گنگوہی کی خدمت میں مستند و سمیت طریقت و ارشاد پیش کی حضرت

دین اندر علیہ نے بلایا و جہاں وہ مسامتہ بنوں پر کر سہل اور بعد میں حیات فرمایا، اُن دنوں مولانا نے رحمت اللہ علیہ کے والد ماجد سلفہ پیرت نماز کا قصد فرمایا تھا اور فرمایا کہ چونکہ تم بیکہ سہل صاحب سے بر لہا، اُن حضرت مرتبہ قطیف العالم

عالمی اراد اللہ لہا جہاں مولانا نے ان ہی سے ذکر اشلی کی تحقیق حاصل کر لیا، حد کے فصل و کرم سے اس سمیت بہا کہ کے آثار اس دن سے ہی لپٹا میں ایسے لگا۔ دریا سے صاف کا سلسلہ بھی صاحب ہی سے شروع ہو گیا

مگر سہل پیرت کو صاحب اشیا شیخ طریقت مولانا نے حضرت عالمی صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے اور حضرت عالمی صاحب سے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی تلقین و اشہد وال ماتہ نیران کا سلام و بیام پہنایا حضرت عالمی

صاحب کے ضابحت شفقت فرمائی اور فرمایا کہ ہر روز صبح یہاں جا کے پاس اگر یہ عمل کیا کر دے پناہ پر ۱۹۱۱ء میں حاضر ہونے سے۔ اسی سال ہی دہرہ اور دیگر ماسک سے تاریخ ہونے پر اور آخر دسمبر ۱۹۱۱ء میں حاضر ہونے

مگر چونکہ امام طائفات کا نہ تھا، ہم ہر باب سنے، اور وقتاً بہت و ضعف کے تھ کر پٹھ کے اور عایت و شفقت سے مولانا نے اور ان کے برابر مولانا استیدہ محمد کے سر پر اپنے پیر کر فرمایا کہ تم کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا، اس ارشاد

پر مولانا نے ان کے ہمائی کا کوشش دہیے۔ فرمایا کہ کہ جس سلفے قوی کیا، چنانچہ دونوں بھائیوں سے حسب ارشاد و کرامت کے اسی سال مولانا ہی اللہ علیہ میں عالمی صاحب کا انتقال ہو گیا، درمیان میں کہ عرصہ عالمی صاحب کے ستائے

ہونے اشیا ترک ہو گئے تھے، حضرت کے وصال کے بعد پیر شری پیدا ہوا اور سہل شری علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں

نے امرسی کی پستور، کوریک کے شہار کا مطالعہ کیا تو ان کے متعلق اور ان نگرانی کی خبر پڑھی

تعلیم کردہ وکر کر سگئے عوامان کے اپنے اعلا میں

چونکہ بدن میں حرکت پیدا ہوئی تھی اس لئے لوگوں کے مطلع ہونے کا خیال اس امر کے امتعت ہوا کہ یہ دن شہر قریب سجدہ اچھڑا سبقت میں جا کر تھائی میں حسب محکمہ میں گئے کہ کیا کروں۔ چنانچہ اس حالت پر ایک نثار گزرا۔ اس انعام میں جو وہ اپنے ساتھ لے گیا وہ عوامان میں آئی تھی گنگوہہ شریف حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں بذریعہ مکتبہ تیسرا ہین کرنا منہ تھا۔ الطاب بیکوں کے ساتھ بیٹھ حضرت رحمۃ اللہ علیہ عبادت میں عمید ارشادات کے ساتھ امامت فرماتے تھے اسے اس انعام میں ایک مرتبہ خوب ہی دیکھا کہ حضرت خواجہ ابراہیم ابن محمد رحمۃ اللہ علیہ ایک کرسی پر بیٹھے ہیں۔ یہی صورت میں حاضر ہوا تھا کہ ایک تھائی گھبراہٹ میں آیا کہ اس کا اتنی دولت دوسرے مسائخ طریقت کے رویے سے تھکا کر دینے جا رہے گئے۔ اس قسم کے سنت سے جواب دیکھے۔ اللہ عزوجل نے ۱۰۰ کے پھانسی یا سوال میں کو امت تیار سپا کہ تھکا کو ایک سینہ کے لئے گنگوہہ آنا چاہئے۔ اس پر حضرت والد صاحب مرحوم نے ارادہ فرمایا کہ صرف گنگوہہ شریف بھیجیں۔ شے بھائی صاحب مرحوم کو وہاں کی معجزی کا بہت زیادہ شوق تھا۔ ۱۰۰ ذی قعدہ ۱۳۱۸ھ میں حیدرآباد طریقت پر نصیبی معجزی گنگوہہ شریف روانہ ہو گئے مگر چونکہ حضرت والد صاحب کا مقصد یہ تھا کہ بعد از حج جب کو قرائل و قلائد دینے سے جسے وہ اپنی جہاں کے اس وقت مجھ کو بھیجیں گے۔ مگر بھائی صاحب کی تھائی کی بنا پر حکم فرمایا کہ تو بھی جلا جا بھائی صاحب حج قریب ہوئے اور حجاز سے پر کر کے وطن پہنچے گئے۔ چنانچہ یہ دونوں سمت حج ۱۰۰ عمر سے نہیں باب ہونے کے بعد جہہ واپس ہوئے مگر دعائی بیجا دل کا گریہ زیادہ تھا جس کے ہمراہ تھے۔ باآسمان امان محرم ۱۳۱۹ھ میں اربانی حجاز و بغداد منتقل ہوئے اور اظہار جس نے تقریباً سوا سینہ کے لئے مستطیل پہنچایا۔ مستطیل سے ہر شہر میں دعائی حجاز کا جانا تھا۔ تقریباً ایک چھتہ تیار کرنے کے بعد وہ حجاز آیا۔ دو دو روپیہ کی ٹکٹ پر کراچی پہنچا ہوا اور پھر احوال ۱۰۰ رجب الاول میں گنگوہہ شریف کی حاضر فی نصیب ہوئی۔ اس بار میں تمام ماہ میں میرے مشاغل سلوک برابر جاری رہے۔ اور حضرت قاسم نے وہ اپنے ساتھ اور مختلف احوال وارد ہوئے رہے۔

گنگوہہ شریف پہنچے پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سنت زیادہ عبادت فرمائی۔ والد صاحب مرحوم کے صلوات سے چونکہ حضرت کو پوری کیفیت معلوم ہو چکی تھی اس لئے یہاں انتظار تھا

بھائی صاحب مرحوم سے ہر روز سے اللہ بالا حاضر خدمت ہوئے اور میں نے حرم کیا کہ میں پہلے دیوبند جاتوں گا۔ اور وہاں سے حضرت رحمۃ اللہ کی میں حاضر ہوں گا۔ بھائی صاحب مرحوم سے

حضرت جرن اشرف علیہ السلام فرمایا کہ تم دونوں کے ساتھ ہم سے ایک ایک چوڑا کپڑا تیار کر رکھا ہے مگر حسین احمد کے حاضر ہونے کے بعد دونوں گامینا کو صاحب میں رو بہ سر سے رانہ تاوتر پھیل حاضر ہوا تو وہ جھٹکے جو کہ ابھی صید سے تھے ہر ایک کو حلال کے گئے چونکہ اس میں گزرا پھار لڑائی تھی اس لئے بھائی صاحب سے عرض کیا کہ حضرت ہم دونوں اپنے اپنے حصے لائے ہیں۔ اور ہمیشہ کہہ دیتے ہیں صاحب اب کو بھی ہمیں دے دیں۔ فرمایا کہ اس کو بھر دیکھا جائے گا حضرت جرن اشرف علیہ السلام کمال شفقت و احسانی شکل و خلق فرمایا۔ میں سے اپنے دو دار کو جو کہ ماتہ میں دیکھے تھے نمائی میں ہمیشہ کیا جن میں سے ایک یہ تھی کہ میں حضرت تعلق عالم حاجی اداد اللہ صاحب حرام کی یادگار میں حاضر ہوا ہوں۔ اور اس سے پہلے ایک مفدا کھجوروں کی حضرت کے یہاں بطور جو ہمیشہ رکھا ہوں۔ تو حضرت نے فرمایا کہ تو خدا کر بن کھجوروں کو تقسیم کر دے۔ میں نے عرض کیا حضرت یہ کھجوریں تو میں آپ کے لئے لایا ہوں میرے یہاں تو اس کی دو کان ہے حاجی صاحب نے فرمایا۔ نہیں میں عانتا ہوں کہ کن مشقتوں سے کھجوریں حاصل ہوتی ہیں۔ سو فرمایا گوئی تو اس سرور العزیز سے اس خواب کو سن کر فرمایا۔ حاجی صاحب تو کسی اشرف العزیز کے یہاں سے نکدہ کہ اجازت ہوئی میرے یہاں سے بھی مختصر رہا ہو جائے گی

چونکہ اجازت و ملامت میرے گمان میں ہی نہ تھی۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت میں تو اس کا خواست گلا نہیں ہوں۔ اس پر فرمایا سکوت فرمایا۔ بڑا گوارا شہید کی حاضر میں بھلائی تو اس سے حضرتیں بہت حاصل رہیں۔ ایک شب پندرہ دن کے بعد۔ بعد عشا میں حضرت کی کردار اٹھا۔ میں انہم و ایتقد کی حالت ہوئی ادا سا کہ ایک شخص گنہگار ہے کہ تجھے چاہیں دن بعد اجازت ہوگی۔ اس کے ٹھیک چاہیں دن بعد حضرت سے بعد حاضر فرمایا کہ اپنے عمامے سے آؤ۔ بھائی نے دو عمامے حاضر کر کے۔ حضرت سے ہر دو کو اپنے پاس بٹھا کر اپنے دست مبارک سے اٹھائے اس کے بعد بھائی صاحب سے فرمایا ہاتھ بوی کی کی کھتا رہی ! بھائی صاحب نے فرمایا کہ یہ دستا بھلی تھی۔ فرمایا نہیں یہ دست ملامت ہے تم دونوں کو بھروسے اجازت ہے اس کے بعد کچھ عرصہ حضرت میں رہنا ہوا۔ مگر دست بعد انفرقی جہان کی فوت آگئی۔ اس میں کہ اپنی تن پروری اور نس پرستی ہمیشہ میدان میں سزا ہوتی رہی جس کی بنا پر بعض روز دعا و الیہ کے بھی نکلے۔ فرمایا اور حضرت مرشد ہی تو سرور العزیز کی توہمات اور حضرت شیخ الحداد برکات نے اٹھا دے کہ ابھی کی ہے

سودہ گشت از سجدہ آذربایجان پیشایم  
چند بر حوض شمت وین سلمان نسیم  
از کجک مقصد و مشد فہم حدیثے  
لازمی و لا دنیابے کار با ندیم

حضرت شیخ الندکی خدمت میں اگرچہ راویہ رہنا نصیب ہوا۔ مگر اوچھووان کی فرصت کے ایسی الا تقبول نے  
کل کھلائے میں کی نکی۔ عزیزیکہ میں اپنے اصناف اور اکابر کو ہم کے لئے ننگ و حدیثی رہا اور حدیثات اہل بیست اور دیگر  
مشائخ اہل عربی کا صحیح نسخہ میں بنام کر کے والا۔ تاہم کچھ کہ اصناف حدیثی سے امیدیں میں کوشش ننگ صاحب کتب کچھ  
کو اپنے اور اپنے کرام کے فیوض سے مستفید ہونے کا سرفہ عنایت فرمائیں گے۔ وہ اپنے بھائیوں سے امیدوار  
ہوں کہ دعوت صالحہ اور توحشات وہم سے اس رو سیاہ کی دیگری فرمائیں گے

### والسلام ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

از سلاسل علیہ

صاحبت مان اور حضرت شیخ الندکی سعیت |  
ننگ از حدیثیکہ کیا ہے کک لبوکی بوند ہے  
ننگہ ہی جان ہے بوکر ناز آہر میں منہ

حضرت ملی رحمۃ اللہ علیہ تقریباً سولہ سترہ سال مسجد نبوی میں دو صدی حدیث دیتے رہے۔ تہنگان علوم  
دین ہزاروں کی تعداد میں اس چہرہ صالحی سے میرا لب ہونے حرمین۔ کجہ و حجاز اور دیگر مقامات پر اب بھی آپ کے شا  
کی ابھی خاصی تعداد موجود ہے۔ دوسرے علماء تو اپنے اپنے علاقوں میں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ کہ کہ  
دیتے ہیں مگر حضرت ملی کہ شرف حاصل ہوا کہ وہ قال صاحب ذی القربین صلی اللہ علیہ وسلم کہ کہ حدیث پڑھا کرتے  
۱۳۲۳ ھ میں حضرت شیخ الندھی حجاز تشریف سے گئے۔ ادا نیکی حج کے بعد دوبار نبوت میں حصری دی۔ اسی سال  
جمال پاشاہ احمد پشاور حرم میں دربار رسالت میں حاضر ہوئے آئے۔ اس کے کچھ ہی عرصہ بعد شریعت تین سالہ انجیر  
کی شاعر اور پر لرب سائنس میں اگر ترقیوں کے علاوہ علم بغاوت بلند کر دیا۔ حضرت شیخ الندھی سے اپنے خدام اور  
رفقاء کی سعیت میں اس موقع پر ترقیوں کی حمایت میں سرحدی قبائل کو آراستہ کیا۔ انور پاشاہ اور جمال پاشاہ کو نقشہ  
کی تشکیل میں کان بد پہنچائی۔ عالی ترنگسذنی مرحوم مولانا لطف الرحمن۔ مولانا فضل دینی۔ مولانا فضل محمود۔ مولانا محمد مہاں  
حرف محمد منصور۔ مولانا عبید اللہ سندھی اور دیگر اشخاص سے اس موقع پر دست کچھ کام یہ جانا۔ مگر مشیت بزرگی کسی اور  
بی نقشہ کی تشکیل کو رہی تھی۔ ادھر ہر سبکی لیا و سیاست لٹ جانا قصاصتے ہم میں چکا تھا۔ اور ادھر ان مردان کار

لے مراد اس قدر اس کے صلی اللہ علیہ وسلم

کے لئے انتظار و ادائش کی تھی تاہم باز جو ہری تھیں انگریزی چالیس کا مہینہ ہو گئی۔ شریف حسین کی حکومت سے لوگوں کے خلاف "جہاد" شروع کیا تو علماء سے فائدے لئے اور جیسا کہ ہر ماہ میں جہاد آپاستہ کو ملا۔ سورہ اقتدار کی کچھ پرچیں مانی گئے ہوئے حکومت کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر ان کی مرضی کے مطابق فتوے دے دیتے ہیں۔ یہاں بھی ایسا ہی ہوا۔ نہ صرف جہاد دیکھ کے علماء سے بلکہ ہندوستان کے بیشتر علماء سے سورہ کے ترکول کے خلاف جنگ کو جائز قرار دیا۔ انگریز ہر قیمت پر حضرت شیخ الحدیث حضرت ابن علیہ کو گرفتار کرنا چاہتے تھے۔ بلکہ حضرت شیخ الحدیث کے وارث گرفتاری ہندوستان میں ان کی موجودگی میں جاری ہو چکے تھے مگر جوہر سے پہلے وہ آدہ ہر سکا اور حضرت شیخ الحدیث حدود حرم میں داخل ہو گئے۔ اب وہاں شریف حسین کی حکومت ہی گرفتار کر سکتی تھی اور شریف حسین ان دنوں انگریز کی لنگھل پر اپنا راج تھا۔ بس سرکاری علماء شیخ الحدیث حضرت ابن علیہ کے پاس بھی یہ فتوے حاصل کرنے کے لئے گئے۔ حضرت شیخ سے نکار فرمایا۔ اسی پر گئے سو علماء کا ایک فتوے لکھا گیا تو حضرت شیخ سے فرمایا کہ ان علماء کا طبع اور اسکے فتویٰ کو میں پرکھاؤ کی حیثیت بھی نہیں دیتا اور اپنے پاؤں کے جھٹکے سے شکر آتا ہے۔

گرفتاری کے لئے ایک ساز مطلوب تھا۔ چنانچہ حضرت شیخ الحدیث کو عمان کے رتقا، حضرت منی، مولانا فرید گل اور دیگر صاحبوں کے گرفتار کر کے جزیرہ مانٹا میں بھیج دیا گیا۔ یہ حضرات تقریباً ساڑھے چھ سال وہاں قید رہے۔ ان حضرات کے فتوے وہ رہے اور صبر و استقامت کا درس دینے والے تھے۔ کئی قیدی عزم بستے وہ توجہ سے سولہ ماہ تک رہ گئے تھے۔ حضرت منی سے بڑا ذرا مدت قرآن پاک حفظ کیا اور حضرت شیخ کے ساتھ شب و روز گزار کر کھنٹی گئے اور حضرت شیخ الحدیث حضرت علیہ سے قرآن پاک کا ترجمہ سیکھ کر لیا۔ اور سورہ فاتحہ تک عوامی تحریر فرمائی۔ وہ یہ ترجمہ قرآن پاک اپنی عادی حیثیت سے اپنی نسل آپ سے سنا یہ قدرت کو میری نظر تھا کہ ان حضرات کو سیاسی و دینی مشاغل سے دور رکھے کہیں اور بھیج دیا جائے۔ تاکہ ترجمہ قرآن پاک مکمل ہو سکے کہ جس سے مسلمانان عالم آقا قیامت سنبھلے ہوئے ہیں۔

حضرت منی سے بڑا اسارت حضرت استاذ کی وہ علامت کی گویا کی نظیر و مثل مکن نہیں حضرت شیخ الحدیث حضرت علیہ سمواؤ مرتزی تھے۔ ششما پانی استعمال کرنے سے تکلیف ہوتی تھی اور ملا میں پاکی سردی پڑتی ہے مگر گرم پانی گھل سے آئے حضرت استاذ کو گرم پانی مہیا کرنے کے لئے مولانا دینی حشما اور ضروریات سے مدد حاصل ہونے کے بعد برتن میں پانی ڈال کر پیٹ سے لگا کر سردی دانت پیٹھے رہتے اور تمہارے وقت کمال ادب و احترام سلسلہ خدمت کی خدمت میں پیش کر

میں اس سلسلہ میں میرا دل مصدق مولانا حسین احمد دینی ہے! ان کے کاہنہ کاہنہ سے مصدق مولانا محمد علی اور ایشی خلدو کی سادگی و حیرت انگیز چرمی جاپی۔ ان میں حالات کی تکمیل ہے یہاں گرفتار نہیں بلکہ حضرت شیخ الحدیث کے حالات میں کچھ نہ کہ کچھ ہے۔

دیتے۔ بہت عرصہ کے بعد منگل میں جل سے گرم پانی کا استعمال کیا تو مولانا ملی کو سہلستا کی اس خدمت سے محروم ہونا پڑا۔  
 مولوی بدایت اللہ سیال چوں شعل طمان دادی میں کہ میں نے حضرت ملی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک دفعہ پوچھا کہ  
 حضرت آپ ماشہ چار سال حضرت شیخ کی خدمت میں رہے کہ آپ کی اسی صحبت میں کوئی دوسرا حال ہوئے والا نہیں تھا  
 آپ نے اس دوران میں سنت کچھ حاصل کیا ہوگا تو آپ آہ پر دوہو کر فرمائیے۔

مولوی صاحب امین بنگلہ کچھ حاصل نہیں کر سکا۔ میں سے پھر بار بار عرض کیا تو فرمایا کہ ہاں اتنا ضرور ہو گا کہ میں  
 نے چند پر قابو پایا۔ اب جب خیال آئے سو جانا ہوں۔ وہ جس وقت اٹھنا ہوں بیٹا ہر حال میں ہوں پانچ دس سنت تک کے  
 بھی سوکت ہوں۔ ارادہ کروں اور مید آجاتی ہے اور اس قسم کی صحبت ہی مکان میں حضرت ملی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مشہور  
 ہیں کہ کسی جگہ گئے وہاں پانچ دس سنت فرصت مل سوسکتے اور خود کو ۱۰۰ کھڑکھڑے ہوئے۔ ہر حال میں صرف مید پر قابو پانا  
 یہ حضرت استاد کی خدمت کر لے سے حاصل ہوا بلکہ خدمت کے وہ دریا بہنم کے ہوئے تھے جس کا ایک بڑا ہی بے سوز  
 کونے کے لئے کافی ہوتا ہے۔

اسادت مالٹا سے ملانی | ۲۲ جمادی الثانی ۱۹۱۹ء کو حضرت شیخ احمد مدنی اپنے حدام کے مالٹا کے رہنے کے  
 لئے۔ یہ وہ دن تھا کہ ہندوستان میں تحریکِ خلافت اور استقلال میں شروع ہو چکی تھی حضرت  
 ملی نے اپنے بیٹے محرم کی ہرگالی میں ہندوستان آئے۔ حکومتِ ترکی جو جنگِ عظیم سے سٹلے وہیں غلی میں شمار ہوئی تھی۔ اس کا  
 خاتمہ ہو چکا تھا۔ اس کے ناکام خورد پر عملِ جراحی کے ہر ایک حصہ کو بڑے تیب کے کس فریڈوں نے تقسیم کر لیا تھا تھا  
 عراق، شرقِ اردن کے علیہ و علیہ و کھڑے سا کہ برطانوی قومیت میں دے دے گئے تھے۔ حضرت ملی کے نزدیک  
 آزادی ہند ملتِ اسلامیہ کے نقطہ نظر سے مالکِ اسلامی کی آزادی کا واحد ذریعہ تھی۔ اسی لئے آپ نے ویر علیہ جانامیہ  
 میں کجا، ادیبین مصروف کار ہو گئے۔ جیسا کہ آپ کے عربی مکتوب کے اس فقرہ سے وجہ انامت ہند شرح ہوتی ہے  
 « والی ایصاحب الارادة الالہیة ما قدرت علی اقصی الدیار العسدیة »

آپ امراضِ انور کوکرت الخی و عن صحت ہر سے آزادی ہند کا بڑا دل سے کردار د ہندوستان ہونے اور کارکنانِ تصادق  
 کے جسدِ انلی کے مطابق حضرت شیخ السدی کی تحریک اور آپ کے سن کی کامیابی کا سراہن حضرت کے سر بند حال۔ ان میں سرگرت  
 نام شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد ملی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

مولانا آرن کے دارالعلوم گلگت کی صدارت | حضرت ملی پر اپنے شیخ اور محوش کی اطاعت کا وہی علیہ ہے جو کہ  
 صلح میں ملازمِ سخاوی کا امین جہر کے ساتھ۔ اور علامہ امین قیصر کا  
 علامہ امین قیصر کے ساتھ۔ اور ملی بیٹے کا اپنے شیخ عربی کے ساتھ تھا۔ علامہ دردم کو بڑا دھوکہ ہوا کہ انہوں نے  
 عاشقِ شیشی اور حاضر زاش کا نام امدت و محبت رکھا۔ حالانکہ امدت و محبت کا معنی اطاعتِ شعدی، محمدی کی صاحبی



دوسری محراب کے سامنے تسلیم و رضا کے سوا دوسری اور کوئی نہیں ہے۔ شیخ الحدیث اپنے پاس سے حضرت علیؓ کے دارالعلوم کلمت کی عمارت سے روانہ ہوئے۔ اور نصرت کرتے وقت شیخ الحدیث نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سر پر رکھا۔ آنکھوں سے لگاوا۔ سینے سے چمبٹا۔ اور تمام بدن پر اس کو چمبٹا۔ اس وقت کا علم ہی اہل تصاوف میں ماسوائے آنکھوں سے دوڑا اور دروازے پر افسانہ و سحر طریقت کے نزدیک عطار ثبوتی روحانی کی حامل صوفی تھی۔ جس کے خواب و خیال سے تراویح ہیں۔ حضرت علیؓ کو صوفی شیخ سے ہوا ہر نام و درجہ شان تھا جس کے لئے سب کچھ قربانی کر چکے تھے۔ زندگی کے آخری لمحات میں اس سے جدائی و راجگزر کا مصداق تھا۔

حسن حضرت ابو سعید الخدریؓ سے حضرت عثمانؓ کے دو بیٹے تھے جب شیخ الحدیث نے امور فرمایا تو یہ عزیز کے بیان چھڑ گئی کہ اس حالت میں جدائی شیخ سے سزاوار دور ہے حالانکہ اساتذہ کرام میں اس سعادت کو سزاوار ہونا ہے۔ کچھ تھے، بلکہ بعض تو وہ تھے کہ جنہوں نے ذلت کمر ہر دم کے خطرہ و ناقت سے جان بچائی تھی۔ یہ واقعات و صرف شیخ الحدیث کی جانشینی کی غماز کی کہتے ہیں۔ بلکہ انہیں ہیں کہ آپ کے سوا کسی اور پر یہ منصب و سزاوار آیا اور آنا چاہئے تھا۔ محمد و یار کا قدرے کس کو یاد نہیں۔ اصل محبت اطاعت و وفا کینی ہی ہے۔ چنانچہ آپ کی مجاہدہ دہلی، غلویں، ایٹاک، عداقت، حق پرستی، راجح سوسلی، فلسفہ، قاضی، حاکم دہلی اور آپ کا علم و عمل وہ و تقویٰ نے دیر سے اوصاف و کمال تھے کہ جو لوگ شیخ الحدیث سے تعلق رکھتے ہیں انہوں نے حضرت علیؓ کو تشریح نہیں قرار دیا ہے۔ یہ دیکھ لیتے ہیں کہ کوئی گویا: عربی شاعر کہتا ہے۔

بیت لا عجب حکن معد و صاحبہ بلا معد بعد۔

ہر طرف کی بزرگی گوشش سے حاصل ہوتی ہے اس وجہ سے کہ اس کے باپ دادا بزرگ تھے وہ کوئی دادا بزرگی کے بغیر۔ عاقل کے قابل ہے۔

دارالعلوم دیوبند کی سیدہ صدقات اور مصعب شیخ الحدیث ایک ایسا عزیز ہے کہ جس کے ہاتھ و نیا کی تمام وجہ ہیں اور عزت نامت ختم ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کی سیدہ صاحبہ دہلی گئی تو حلا حلالہ وہ سعادت گنتی سیدہ تھی اور ہریان دارالعلوم کا کتبہ غلویں تھا کہ دارالعلوم کی مصعب صدقات پر اہل مصعب شیخ الحدیث پر بھروسہ قائم ہوئے۔ وہ علم و عمل، جہد و ایثار، اخلاق و کردار کے لحاظ سے عالم اسلام کے ممتاز ترین اور تھمبہ دور گاہ انسان ثابت ہوئے۔ ان کی سیرت و کردار و عملی شان کو دیکھ کر بے پناہ سلف صالحین کی یاد آواز ہوتی ہے اور علوم ہر نام سے کہ ہم قرآن اوستے پھا پھا گئے ہیں۔ پہلے حصہ حدیث حضرت سراف (محمد یوسف نائوری) تھے اور دوسرے شیخ الحدیث۔ ان کے بعد علامہ غفرانہ و محدث کشمیری کی لکھی آئی قرآن کے بعد قرآن حضرت سراف استیادین احمد علیؓ پر پڑا۔ یہ سب لوگ اپنے وقت کے جامع الصغائر انسان تھے۔

کے علم و تحقیق کو دیکھ کر جہاں غزالی و زبائی یاد آتے ہیں وہاں زہد و تقویٰ کے کوئی ایک کردار محمد بن عبد اللہ بن مبارک و قنبر کے آنکھوں کے سامنے گھوم جاتا ہے۔ دہلوی کے تصوف میں عبیدہ و زبیدی نظر آتے ہیں۔ ہمد و شہد میں حسین بن سعید و شہید شہ علی کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ طریقیہ دارالعلوم دیوبند میں درس و تدریس کا سلسلہ ایسے بیگانہ زبڈ نگار الزاد میں رہا جو جامع الصفات تھے۔ انہ مختلف الاماکن کا واسطہ رکھتے تھے۔

۱۳۲۶ء میں ایک اجلاس جس میں دارالعلوم کی ترقی پر غور و فکر میں ہوا، اہم شخصیت مولانا فاضل محمد صاحب رحمت اللہ علیہ و والد محمد قادی خان صاحب مدظلہ اسے حضرت شیخ الحدیث سے فرمایا کہ اگر عمری انور شاہ صاحب کتیری، مروی مسعودی، عسکری، پوری، مولوی حسین علی، احمد مدنی، رسولی، سید احمد کرم، پوری و دیگر یہ حضرات جہاں آکر جمع ہو جائیں تو دارالعلوم کی علمی ترقی بڑھے گی۔ اعلیٰ بیاض پر ہوتی۔ حضرت شیخ الحدیث سے یہ بات بہت پسند فرمائی۔ اگرچہ اس بار سے میں سکوت فرمایا، لیکن دماغ نے کیا باطنی تصرف کیا کہ یہ سب اشخاص جو کسی طاہری حد و حد تک کے بعد دیگرے دارالعلوم پہنچ گئے۔

چونکہ سید ابوالحسن محمد مدنی رحمت اللہ علیہ سے دوسرے وقت عظیم الشان کام لینا تھا۔ لہذا آپ مستقل طور پر اپنی زندگی میں دارالعلوم سے متعلق رہے۔ چنانچہ سید حافظ محمد احمد و حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی عمارتوں کے پورا کرنے کا وقت آیا تو عمارتوں کے لئے ۱۹۲۷ء میں مولانا حسین علی احمد صاحب مدنی کو دارالعلوم دیوبند کی ترقی و ترقی کے لئے مستقل طور پر مقرر فرمایا۔ انہ دارالعلوم دیوبند کے آپ کی سرپرستی و حوصلہ دہی میں جو ملی تھی کہ جسے وہ ناپا کر رہے۔ دارالعلوم کی سید علم پر دوسرے اکابر علماء و محدثین عظام مقرر ہوئے۔ سب سے اول اس دور میں بھی دارالعلوم کے دارالحدیث میں حدیث کی شرح و تفسیر ہوتی اور اس پر حاشیہ پر لکھتے اور مولانا سے اپنی جان و حدیث پر تکیا کی۔ لیکن عدا گوارا ہے کہ اس مدنی حدیث کے سبب شیخ حدیث و تفسیر کی تو اس پر اس قدر پر ملائی کا جو ہم جو ۱۰ دارالحدیث علم و عرفان کے تاجداروں سے اس قدر محکم کیا کہ وہ ہر کسی کا تاریخ میں اس کی نظر لگن نہیں

دارالعلوم سے اپنی مدت ۹۳ سال میں جو عرصہ چلایا کہنے کی تعداد (۶۲۳۰) ہے۔ اس میں سے ۳۵۵۶ حدیث مولانا حسین علی احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ باقی ۲۶۷۴ دیگر مشائخ و مجتہدین رحمۃ اللہ علیہ کے۔ برصغیر پاک و ہند کا شاہد ہیں کہ وہی شیخ ہیں۔ جہاں پانچ دس سید علماء و حضرات مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد موجود ہیں۔

۱۳۳۶ء سے قبل آپ سے دارالعلوم دیوبند میں مختلف مذاہب میں متعدد اور کئی کتابوں کا مدنی دیا۔ اور ہزاروں شاگردان علم کو سیراب کیا۔ لیکن ۱۳۳۶ء سے آپ سے مستقل طور پر درس حدیث ہی دیا۔ ۳۰ سال کا یہ عرصہ دارالعلوم میں علوم جو یہ کی خدمت میں گزارا آپ سے صحاح ستہ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، الترمذی رحمۃ اللہ علیہ، ابن ماجہ کی صحیح بخاری اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، الترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی صحیح ترمذی، دو کتابوں کو لپٹے اس کے لئے منتخب فرمایا۔ صحیح بخاری کی درجہ انتخاب و تظاہر ہے کہ وہ بالاتفاق اجماع اکتب حدیث کتاب اللہ ہے۔ ۱۰ سال ترمذی کا انتخاب تو اس کتاب

کی چند خصوصیات ہیں جو بقدر کتب صحابہ میں نہیں

تخصیصیات سفین ترقی امام ترمذی رحمة اللہ علیہ روایت کر بیان کر سکتے ہیں اس کے وہ جو ذکر کرتے ہیں یہی صحیح ہے تو اس کو ذکر کرتے ہیں احوال میں اگر کوئی مقلد تادم عرب الاضغالی الملبسے تو اس کے معانی کو ذکر فرماتے ہیں۔

نصابی روایات کو ذکر کرتے ہیں۔ اگر روایات میں العاطفہ ہوں تو ماہرین علمہ کو ذکر کرتے ہیں اور پھر آپ ترجیح دیتے ہیں اگر کوئی روایت کیفیت کے ساتھ منقول ہے تو اس کا نام ذکر کرتے ہیں ان کے قبائل کو ذکر کرتے ہیں۔ درجہ استہلال کو ذکر کرتے ہیں۔ اور ترمذی میں مکررات بہت کم ہیں۔ آخر میں کتب اعلیٰ سے جو کچھ ترمذی میں مناجح بہت زیادہ ہیں اور اس کی ترتیب جو سب فقہ پر ہے۔ اس کے مؤلفہ شاہی السکب می علمائے ہند جنسی ہیں۔ اس وجہ سے ان روایات پر ملاحظہ ہر قسمی

درجہ کے علماء میں مکمل بحث کرنا پڑتی ہے اور حدیث کو پختہ اعلیٰ سے پڑھانے کے لئے کسی ترمذی کے علوہ اور کوئی کتب نہیں ہے۔ اس لئے کسی ترمذی کو بقدر کتب صحابہ پر روایت حاصل ہے خصوصیت شیخ الحدیث شہ علیہ میں اپنے اسباق میں اکثر ترمذی کا مشال رکھتے تھے حضرت مدنی رحمة اللہ علیہ نے بھی اسی لئے سن ترمذی بانفاہدہ اپنے وہ اس میں بھی

سزا جب شاگردوں کو پڑھانے سے تو اس سلسلہ میں اپنی سند سے ہی کوہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا ہے۔ برصیر ایک دہندہ کے ساتھ اس سلسلہ سے امام الحدیث شاہ ولی اللہ دہلوی رحمة اللہ علیہ پر ختم ہو جاتا ہے۔

ان سے امام کاری ہے، امام ترمذی اور دو سو سے کہیں تک پہنچتا ہے۔ پھر تیسرے سلسلہ کے محدث سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے اور پھر تیسرے سلسلہ صحابہ تک کی کتابوں میں مگر جو تیسرے سلسلہ حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمة اللہ علیہ کا سلسلہ سند اس طرح ہے

۱۔ مولانا حسین احمد مدنی رحمة اللہ علیہ عن محمد بن ابی نعیم ترمذی رحمة اللہ علیہ عن شیخ عبد غنی دہلوی رحمة اللہ علیہ عن شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمة اللہ علیہ عن شاہ عبد العزیز دہلوی رحمة اللہ علیہ عن امام الحدیث شاہ ولی اللہ دہلوی

۲۔ مولانا حسین احمد مدنی رحمة اللہ علیہ عن شیخ محمد حسن رحمة اللہ علیہ عن امام ترمذی رحمة اللہ علیہ عن مولانا کشیدہ احمد گنگوہی رحمة اللہ علیہ عن مولانا عبد الغنی دہلوی رحمة اللہ علیہ عن مولانا احمد علی سہاروہری رحمة اللہ علیہ عن شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمة اللہ علیہ عن مولانا عبد العزیز دہلوی رحمة اللہ علیہ عن شاہ ولی اللہ دہلوی رحمة اللہ علیہ عن مولانا عبد الغنی دہلوی رحمة اللہ علیہ

۳۔ مولانا حسین احمد مدنی رحمة اللہ علیہ عن شیخ محمد حسن رحمة اللہ علیہ عن مولانا عبد الغنی دہلوی رحمة اللہ علیہ عن مولانا عبد العزیز دہلوی رحمة اللہ علیہ عن مولانا کشیدہ احمد گنگوہی رحمة اللہ علیہ عن مولانا عبد الغنی دہلوی رحمة اللہ علیہ عن مولانا احمد علی سہاروہری رحمة اللہ علیہ عن شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمة اللہ علیہ عن مولانا عبد العزیز دہلوی رحمة اللہ علیہ عن مولانا عبد الغنی دہلوی رحمة اللہ علیہ

۴۔ مولانا حسین احمد مدنی رحمة اللہ علیہ عن شیخ محمد حسن رحمة اللہ علیہ عن مولانا عبد الغنی دہلوی رحمة اللہ علیہ عن مولانا عبد العزیز دہلوی رحمة اللہ علیہ عن مولانا کشیدہ احمد گنگوہی رحمة اللہ علیہ عن مولانا عبد الغنی دہلوی رحمة اللہ علیہ عن مولانا احمد علی سہاروہری رحمة اللہ علیہ عن شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمة اللہ علیہ عن مولانا عبد العزیز دہلوی رحمة اللہ علیہ عن مولانا عبد الغنی دہلوی رحمة اللہ علیہ

۵۔ کمال بیخ لاجل کسب میں احمد علی شیخ ہشتیہ حسب اللہ الشاہن الکی مولانا عبد العلیل نورہ و مولانا محمد مسلم  
 داجستانی مفتی اصناف دین سوردہ و مولانا کسبہ احمد علی مفتی المشاہدہ دین سوردہ و مولانا محمد حسین  
 داس احمد بن حضرت شاہ علی اللہ دہلوی سے اللہ برقدہ سے امیر المؤمنین فی اللہ حبیب امام بکادی رحمۃ اللہ علیہ ڈرام ترمکا  
 رحمۃ اللہ علیہ ایک سلسلہ سے مشہور و معروف ہے اللہ کتب مذکورہ میں طبع ہو چکے ہیں اور اس سے اگلا سلسلہ سوردہ روایت میں مذکور  
 ہے اس طرح حضرت علی باقر طریقیوں سے پنا سلسلہ سے بھی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسب پمپا تے تھے اور یوں سلسلہ سے  
 کھڑا رہا اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہو جاتا ہے۔

رعایت آداب سوم نمونہ  
 شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد علی قدس اللہ سرہ ان تمام کی کمال رعایت فرماتے۔ مختصر  
 لہ پر سید میری پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ آپ کا مقصد عظیم ہو رہے شہرت و عبادت و عزیمت دیکھا کجا آپ کا مقصد فقط جناب باری تعالیٰ کے اقتدار  
 اور نور خودی تھا۔ یہ آپ چاہتے تھے کہ علوم نوری کی فشر و اشاعت اعلیٰ پیمانہ پر ہو۔ تاکہ امت میں علی و زیادہ تعداد میں پیوستہ  
 ہوں اور علماء کی تعداد کم ہو۔ اللہ کے بندوں کو نراہ راستہ پر لایا جائے اور دین الہی و سنت نبوی کی حدت کی جانے۔  
 ۲۔ دوسری چیز علم کے لئے ضروری ہے کہ مسلم وہ طریقہ اپنے شاگردوں کے ساتھ اختیار کرے جو صحابہ رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کے ساتھ تھا۔ چنانچہ آپ اپنے شاگردوں کے ساتھ اس قدر شفقت و رحمت سے پیش آتے تھے  
 کہ کسی کی نظر ناسخ شکل ہے۔

۳۔ تیسری چیز علم کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے متعلمین سے کسی معاوضہ و اجر کا طالب نہ ہو۔ کما قال اللہ تعالیٰ  
 قل لا اسئلكم علی اجر۔ اسے پیغمبر اگے دیکھنے میں تم سے کسی معاوضہ و اجر کا طالب نہیں ہوں۔ چنانچہ آپ سے  
 امت انہر اپنے کسی شاگرد سے کسی قسم کا طبع اور لالچ نہ کیا۔ اب اجری الاعط اللہ پر عمل پیرا رہے۔  
 ۴۔ چوتھی چیز یہ ضروری ہے کہ اپنے شاگردوں کو اخلاق حسہ کی با سب رغبت دلائے اور بڑا ہلکا سے پیمے کی تکبیر  
 نہ کرے۔ چنانچہ آپ دین میں ہمیشہ سختی کے ساتھ ان دونوں باتوں کا حکم دیتے تھے۔ لکن کبھی ضرورت پڑتی تو نرمی بھی  
 میں امر بالعرف و نہی عن النکر فرماتے۔ ایک طرف تو شاگردوں پر شفقت کا یہ عالم کہ ان کے جوئے تک سے کبھی کبھی  
 طرف لگ کر فی مصلحت شریعہ ان سے سزا دیا جائے تو پھر عدل و انصاف کا دامن لانتھ سے نہ چھوڑتا۔

۵۔ چنانچہ میری ضروری ہے کہ شاگردوں کو مصلحت سے لے کر دین سے نصیحت کرے۔ چنانچہ آپ ہمیشہ مرحمت فرماتے  
 ہی فرماتے تھے۔ نیز یہ بھی ضروری ہے کہ معلم متعلمین کی قوت اذ ان کے مرفقہ معلوم بیان کرے جس قدر کہ ممکن کر سکیں  
 چنانچہ آپ حکم آفانے نامہ انما معشر الاسباب اسرمان یسئل ساس مدار لہم و لکلہ للناس

فقد بر علوہمہ بر پوری طرح عمل کرنا سکتے تھے

بجز یہ سب سے زیادہ ضروری اور اہم شے کہ تم کے قول و فعل میں مطابقت ہو۔ دوسروں کو اس کی تعلیم دینے تو پہلے خود اس پر عملی ہو۔ آپ کے پیش نظر اہم تعارف کے کارخانے اور تقابلیات مابین تقابلیات کیوں کہتے ہیں جو کہتے ہیں۔ اور انہیں ناعادہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اگر اسی کی قیامت کے دن سب سے زیادہ مذہب اس علم کو کہہ لائیں گے علم سے اسے لے لیں۔ یہ میری قیامت کے دن سب سے زیادہ حسرت اس آدھی کو بھی کہ جس کے علم کے سبب دوسرے لوگ حسرت میں داخل ہو جائیں اور میں اس پر عمل نہ کر سکے کی بنا پر دوسرے میں ڈالا جائے ہمیشہ میں نظر رہنا تھا۔ لہذا آپ کے قول و فعل میں اتنی درجہ کی مطابقت تھی۔ سب کا عمل نصیر پر رعیت تھا جس کو دنیا سے رکھا۔ آپ کی عقل ایک کھلی کتاب کے مانند دنیا کے سائنس کے کسی قول و فعل میں نکالنا نہیں پایا مآ۔

علم ہم پر یہ کی مشورہ شامت کر سکتے تھے اس کے لئے ہم بھی جیسے ضروری ہے کہ وہ دوسرے اہل علم کا امتثال کر سکتے اور مطلب سائینس سے محبت کر سکتے اور اہل قبلہ کی تکبیر نہ کر سکتے۔ چنانچہ آپ پر یہی وہی کہ اس پر عمل ہوا ہے۔ دوسرے کے وقت تکلیف و جہلی نہ ہونا، جگر علم، وقار، وقت اور عادات کے ساتھ پیش کر سکتے تھے۔ دوسری ہمیشہ یاد دہار رہتے اور خوشبو استعمال کرتے تھے۔ مغفلیں سے دوہران دوسرے تکلفنا و شطاب فرماتے اور کلمہ حدیث نبوی انما انا لکم مثل الوالد لولدہ میں تمہارے لئے مثل والد کے ہوں۔ انسانی شفقت سے پیش آتے اور یہ علم جوتا تھا کہ والد حدیث میں ایک مشفق باپ اپنی اولاد سے مخاطب ہے۔ دوسرے دوسرے لفظ نزل میں تھا لیکن اس کے باوجود والد حدیث میں مکمل سکوت و سکون تھا۔ اور طلبہ اس طرح ہمتی متوجہ ہو کر بیٹھے گئے ان کے سروں پر ہاتھ بیٹھے ہیں۔

دوسری کی عبادت میں بیچ آپ تلاوت حدیث کرتے تو کسی سے پہلے پڑھنے کو کہتے تھے۔

طریقہ درکس

الحمد لله بعدہ و المستغفر و المستغفر و نؤمن ب و نوحى  
علي و بعدہ و نؤمن ب و نؤمن ب و نؤمن ب  
الله فلا مضى و من بعد فلا هادي لله و نؤمن ان لا اله الا  
الله وحده و شہدنا سیدنا و مولانا محمدا عبده و رسوله انما  
بعد فان احسن الابدیت کتاب الله و احسن الہدی ہدی محمد  
صلی اللہ علیہ وسلم و سائر الامور محمدنا تھا و حکم محمدنا  
بہ عت و حکم بعد عت حلال و حکم حلالہ علی النار۔

قرأت حدیث کے بعد سنا حدیث کے متعلق تحقیق فرماتے۔ راولپنڈی پر فاضل اسماء الرجال کا مشیر ہیں

بحث فرماتے اور جرح و تعدیل فرماتے۔ مناسب مرقعہ پر واقعہ کے حالات بیان فرماتے صحابہ کرام میں اللہ تعالیٰ عنہم سے اگر کسی کا نام آتا تو ان کی خصوصیات ذکر فرماتے اس کے بعد فقہ حدیث کا مفہوم اس طرح سمجھانے کو اچھی طرح سے ذہن نشین جو جانا۔ حدیث میں جو مشکل الفاظ آتے ان کی معنی تحقیق فرماتے۔ حدیث کے مترتب صحیح حسن و سنی بیان فرماتے۔ حدیث پر کوئی اعتراض وارد ہوتا تو اس کی وضاحت فرما کر چہ قوی اور مستند جواب دیتے قدرتی حدیث کو اس طرح دور فرماتے کہ یقین کرنا پڑتا کہ ان میں کسی تھا، ہاں تھا یا نہیں۔ ہر حدیث کا صحیح اور عمدہ محل بیان فرماتے اگر کوئی حدیث کسی جگہ مختصر آئی تو دوسری جگہ جو تفصیل آئی ہے وہ بیان فرماتے تراکیب خوب اور تشریح و مفہات خصائص کتب۔ بنی حدیث کی اصطلاحات کی تشریح۔ عقلی احکام اور شرعیہ کے عقلی دلائل و دلائل۔ صحابی کی اس حدیث پر یہ کی تعداد۔ دیگر تخصیص فرما رہے آخر اربعہ دیگر علوم جنوں کی اصطلاحات کی تشریح۔ احادیث ہر دو کی مکمل بحث۔ حدیث احکام کی قواعد و شان نزول۔ فرق حدیث و اہل حدیث کے عقائد کی تشریح و دلائل۔ تفسیر آیات۔ تشریح صحیحہ مستند تفصیل اخبار۔ احادیث متعلقہ ایمان۔ دیگر تفسیر سورہ قرآنی۔ عصمت امیہ۔ اصول آئمہ حدیث۔ شرائط صحابی ہر حدیث میں۔ انتہاء قدرۃ النبی۔ حدیث کے عنوان سے تحت عنوان احادیث کی مطابقت بشبہ ایمان وغیرہ کو معطل بیان فرماتے۔ اگر کوئی حدیث مستثنیٰ آئی تو تفسیر حدیث کے بعد عقائد آئمہ بیان فرماتے اور ہر امام کے بعد دلائل بالمتخصیص بیان فرماتے اور سب سے آخر میں مذہب حنفی کو قوی دلائل سے مزین فرماتے اور دلائل کو سید و اولاد جات بیان کرتے۔ اور دیگر اسکے دلائل کے چہ قوی ہر امامت سے کہ مذہب حنفیہ کو حدیث سے مطابقت فرماتے تھے۔ اس وقت پر معلوم ہوا کہ حنفی مذہب احادیث پر یہ اسکے بالکل مطابق ہے اور امام ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ کو ثقہ فی الدین میں دستہ نگاہ کامل حاصل ہے۔

مترتب صحابہ پر۔ تابعین و تابع تابعین۔ فقہ۔ حدیث۔ ماہب محدثین۔ اسلامی محدثین۔ روایہ حدیث کے مسکن و اوطان۔ اصحاب محدثین۔ کتابت صحابہ و تابعین و تابع تابعین۔ کتاب روایہ حدیث کی تشریح۔ ان کی ولادت، وفات القاب فی الاسانید۔ زیادہ الفاظ معنیہ زیادہ و احوال صحابہ و علل احادیث۔ روایہ مشاہد۔ الفاظ غریبہ کی تشریح و مفہات محدثین۔ ذکر تابعین۔ مفہات صحابہ و تابعین۔ حدیث علیہ وسلم وغیرہ جملہ لازم دوسری حدیث کا آپ دور دوسری التزام فرماتے تھے۔ غریب حدیث علیہ و آئینہ حدیث کا دوسری حدیث کتابت و مسند اللہ اس سے کہ بعد سے متعلقہ علوم و فنون پر جاری ہوتا تھا۔

**خصوصیات کتب**

۱۔ دورانِ دوسری جب کسی ہی کا اسم گرامی آتا تو علیہ و آئینہ حدیث و اشہم فرماتے اور کسی صحابی کا نام نہ آتا تو حدیث اللہ اللہ اللہ اللہ دوسرے کا کہہ سکتے تھے

۲۔ اگر امام دوسری کا نام آتا تو بالترام اللہ اللہ علیہ فرماتے تھے

وہ بی حسرت و اہل حسرت سے بھری اس پر پابندی سے عمل فرماتے اور طلبہ کو بھی تاکید فرماتے تھے  
 ۱۔ دورانِ درس طلبہ میں قدر بھی سوالات کرتے۔ آپ ان کے تسلی بخش جوابات عنایت فرماتے۔ عملاً لکھنؤ، راز  
 و قنات درس کا ایک کثیر حصہ اس میں صرف ہوتا تھا۔ ان سوالات میں اس سے غیر متعلق سوالات بھی ہوتے تھے۔ مگر آپ  
 ساریت عمدہ پیشانی کے ساتھ جواب دیتے تھے۔ اس سے یہ مقصد ہوتا تھا کہ تفتیش کو مسائل کا حصہ نہیں بنائیں جو وہیں  
 اور کسی قسم کا شک و شبہ رہے۔ سوالات و جوابات کا یہ طوفانی سلسلہ آپ کے اسی کے علاوہ اور کسی درس میں نہیں  
 ہوتا تھا۔

۲۔ کسی موقع پر لکھنؤ، رشیدیہ، کلام عرب کی بصورتِ قانع ہونے کو آپ متعدد اشعار اور بیسے شمار سہاڑی کتب  
 لغت کی بلا تکلف بیان فرماتے اس پر قدر پر یہ معلوم ہوتا تھا کہ لغت و ادب کی کتابیں کھلی ہوتی ہیں۔ اور بلا تکلف ان کو  
 پڑھتے جا رہے ہیں۔

۳۔ اجماع المکتب بعد کتب شریع بخاری شریف کے ترجمے کے موقع پر جب آپ اپنے مخصوص لمحوں کی آخری حدیث  
 حدیثنا احمد بن محمد بن اسحاق بن عمار بن سعید بن عمار بن اسحاق بن عمار بن سعید بن عمار بن سعید بن عمار  
 عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہم قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم حکلتان حبیبتان الی  
 الرحمن خبیبتان علی اللسان فبیبتان شی اللیران سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم  
 کی تلاوت شروع فرماتے تو قلوب پر برقت طاری ہوتے تھے اور آپ حاضرین پر روحانی توجہ فرماتے تو تمام لوگ  
 فارغ نظر ہوتے تھے اور ان کا لب جانتے تھے ہر لوگ توجہ و استفادہ اس طرح سے کرتے تھے گویا کہ دربار  
 خداوندی میں حاضر ہیں اور وہ کہہ رہے ہیں کہ یہ ہے اللہ تعالیٰ کا نام ہے اور اس موقع پر جو دعا مانگی جاتی تھی  
 آنکھیں اشکبار، دل مستطرب، زبان لاکھڑائی ہوتی، دو گنا، تین گنا پتہ ہوا۔ غرض ہر شخص اپنی جگہ سے  
 کی طرح تڑپتا تھا اور توجہ و استفادہ اور دعا کرتا تھا۔ عجیب نظر ہوتا تھا اس کا بیان کس طرح سے کیا جائے اس کے اظہار  
 کرنے والا خدا کا ہیست لاسے جائیں۔

خدا گواہ ہے کہ دارالعلوم کے ہر دور میں بخاری شریف ہوتی تھی اس اوزان کا ترجمہ کیا۔ کہاں دارالعلوم کی تاریخ  
 میں اس کی نظیر ملے گی۔ روحانیت کا یہ عظیم الشان منظر شیخ الاسلام قدس اللہ سرہ کے ساتھ ترمیم ہو گیا آپ  
 کی وفات کے ساتھ تاریخ کا ایک دور ختم ہو گیا۔

۴۔ دورہ انوکھس امرہ المعروف، سیمنٹنگ ایجنسی، ایجنسی کی تفتیش ہمیشہ فرماتے تھے  
 کے عقائد اصلاحی، اعمال کی اصلاح کے جو اصول و معیار سرودی ہوتے تھے ان کی تفتیش فرماتے



شیخ الاسلام اور تحریک آزادی ہند  
 زندگی قدر سے قبل ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت تھی کئی سال  
 سے سلطان ایشاہ اس ملک کے علم و دین پر بلا شرکت غیرے تاجن ہے

آپ سے تھے۔ انگریزوں کے شروع ہی میں شہر پر ہی حکومت کے علاقہ ملی اور ملحدہ دہندہ مسلمانوں سے  
 شروع کی۔ یہ تاریخی حالات تحصیل طلب ہیں اور اس مختصر مضمون میں اس کی گنجائش نہیں۔ جس حد تک آزادانہ میں سب سے  
 مدیاں کر دیا جائے جن کے آزاد کیا۔ اور گورنمنٹ۔ وہ سارا تحریکات آزادوں کا انگریزوں کے خلاف کیا جائے تو صاف معلوم ہو گا کہ  
 ان تمام تحریکوں کی سرپرستی اور قیادت غلامانہ جن سے ہی کی۔ اگرچہ بعض امراء و رؤسا اور علمائے دین اس میں حصہ لیتے تھے تاہم  
 یہ قیادت بھی غلامانہ جن کی حد تک کا نتیجہ تھے۔ علماء پر غیر ملکی مداخلت کے خلاف کام کرنے کا وہ دوسرا میں عائد ہوتا تھا ایک  
 کتاب دعوت کے عام ہونے کی حیثیت سے۔ اور سلسلہ دستاویز اور محبت دین ہونے کی حیثیت سے۔ اور نہ صرف یہ کہ  
 ہندوستان میں بلکہ جہاں بھی مسلمان تھے۔ مسلمانوں کی جہاں کسی بھی مشکلات کا علاج علماء و حضرات نے کیا کہ لیا گیا تھا  
 نقل یا عامیوں تک پہنچنے نہیں بلکہ تمام ہی نوع انسان کی خدمت کے لئے پیدا کیے ہیں۔ حال میں قرآن اور مجاہدین  
 اسلام نے قرآن کی روشنی میں انسانیت کی غیر ملکی تقسیم کو مروج کیا ہے۔ اور تنگ و وسیع یعنی کے فلسفہ کو توڑ کر وطن شناسی  
 کے ایک وسیع عالم کی راہیں کھول دی ہیں۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ علیہ راشدہ حضرت محمد بن عبد الصمد پر رحمت اللہ علیہ  
 امام اعظم ابو حنیفہ رحمت اللہ علیہ۔ مجدد الصوفی و شاہ ولی اللہ رحمت اللہ علیہ امین۔ آپ سے اپنے رہنے میں نہ صرف  
 علم و فضل کے تمام بہت بلکہ ذہنی سیاست کے تقصیرات کے مطابق و دنیا کی رہنمائی اور مجاہدوں سے نکل کر میدانوں کی جہاد  
 یعنی روبرو آسانی ان کا امام کادنا مہر سے فاضل ابو یوسف جزا اللہ علیہ کا وہ بارگشتہ میں جونا۔ اور امام وہی کا عبد اللہ  
 کے رہنے سے کہ بڑی ہی عمدہ اللہ کی حکومت تک رہنا۔ وہ ملک کے وہ رہے امام شافعی کا فیصلہ روم کی طرف سفیر جو  
 کرنا۔ علامہ ابن حزم کا پانچویں صدی ہجری میں وراثت کے باوجود بر داشت کرنا۔ یہ سب واقعات اس بات پر دلالت کرتے  
 ہیں کہ علماء جن ہمیشہ سے عامتہ امتیں کی سیاسی رہنمائی کرتے چلے آئے ہیں

مولانا حسین احمد دہلوی رحمت اللہ علیہ اگرچہ اللہ کے تعلیم ہی سے حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصیت توجہ کامرکز بن  
 چکے تھے اور وہ انہیں اس شیخ سے نرمیت دے دے سے کہ وہ بڑے چکر امام میں مسکن قیادت کر سکیں، اس کے  
 بعد وہ ہندو میں حریت و ملک دینی سے ان میں جناکشی اور صدر قسطنطنیہ کا وہ پیدا کیا۔ حضرت مولانا کے مرتبہ حضرت حاجی  
 اعداد اللہ عاجز کی رحمت اللہ علیہ کی خاص توجہ سے مزید حلاکتی۔ برصا پر جس حد تک مسعود و رکھ اللہ کے پاس بیٹھے کہ کتاب رحمت  
 کے درس سے ان کو مصفا کر دیا۔ قلب العالم مولانا شہید احمد گنگوہی رحمت اللہ علیہ نے صحت و دستار خلافت بخش کر ان کو توجہ  
 قابل بنایا۔ اور آخر میں حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی سمیت میں اسادت اللہ سے ہی کسی کو ہی کر دی۔ اب وہ صرف  
 مولانا حسین احمد دہلوی نہیں رہے تھے کہ کسی حلقہ کے مجر سے میں یا کسی حد تک شہد کے گوش میں بیٹھ کر تسلی میں اپنا



وقت گزار دی وہ اپنے رمان کی بنیاد پر شخصیتوں کے پروردہ تھے کہ جن کے متعلق بلا خوف و تردد کہا جاسکتا ہے کہ وہ ہمیں ہمہ سائنس کے سب سے بڑے علمائے تھے۔ مولانا حسین احمد علی نے اپنے جنید وقت صورت حاجی، دو ائمہ صاحبوں کی برم حرمان سے بادہ شری سے مرشار ہوئے قلب العالم مولانا شہید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی محفل ارشاد و جہالت کے صدائیں گزار پائے اللہ شیخ الحدیث مولانا محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ جیسے مجاہد انہم کے قد مولانا شہید کریمانی تلمیذی و سرمدی صاحبین کیلئے۔ اب آپ ایک وقت برم علم، حرمان کی شیخ روش محفل ارشاد و بیادیت کے شائستہ میدان صحت و سیاست کے مشہور دائرہ تاریخ و اقتصاد کے مرکز۔ جامعہ شعر و ادب کے پیشرو عرض علم و عمل کی عمدہ تجویز گاہ امت و پیراستہ آپ کا وجود گرامی بن کر رہ گیا تھا۔ اس پر کہم سے ہر طاس تحقیق بقدر استعداد و فیض یاب اور ہر شے کام معرفت بقدر ظرف و پیمانہ سیراب و شاداب ہوتا تھا

جو ہر علم و صداقت کو ہر کتا، من شب چرخ آگہی، سوز و گداز آگہی  
 مشعل راہ و لایقیت یسین تہذیب آگہی آبرو کے بزم اسکان حلقہ نیک آگہی  
 مریدان شراعت پاسبان عقل و عین  
 سرتیخ سخن شیدا، سرور از سرور کوش  
 بچہ رید و نقد کس، جان نہیں، جید شان تقدیس اکم، مویں دین مصطفیٰ  
 دستانے عالم سلوک، فریادتیا یہی مولانا حسین احمد سیرافا  
 جن کے اشعار ہی ہیں حاذق و دھک گئی  
 ایک سعادت کے لئے میں دو عالم رک گئی



امارت مالک سے رفاہی کے بعد اسامیائے بید و ستار کے سب سے محبوب قائد حضرت مولانا محمد حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ تھے جن کو پوری قوم نے متفقہ طور پر اب شیخ الحدیث مولانا شہید کریمانی کے بعد حضرت شیخ الحدیث مولانا شہید کریمانی کے بعد تمام عالمات تمام معتقدین، تمام گروہوں کا اس پر اتفاق تھا کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا شہید کریمانی احمد علی بن

اس زمانہ میں سیاسی تحریکات کا شام تھا لیڈروں کا شمار نہ تھا۔ سگرم سوسائٹی لیڈروں سے حضرت شیخ الحدیث کریمانی رحمۃ اللہ علیہ کا جانشین تسلیم کیا۔ اور ہر شعبہ میں حضرت مولانا علی کا نام سنا کر کرنا تھا تو آپ کے نام پر کھتے جانشین شیخ الحدیث احمد علی بن کریمانی تھے۔

چنانچہ آپ سے میری حالتیں ہونے کا ہر پورا شہرت و اور ہندوستان کی تحریک آزادی کی مدد دہلی

کو شیخ الحدیث نے قند علیہ کی طرح منہاں کیا۔ اور شیخ الحدیث نے انہی کی طرح خلافت کبھی نہ جوینے ملا۔ کی زبان کے زبانی سرکام دینے کے اور عدم قندہ کے دستے پر پل حکومت برطانیہ کے خلاف ملک و قوم کی سیاسی تحریکات میں جو پیشانی کی روح چھوٹے گئے۔

مقدمہ کرنا چاہی

اگرچہ ابھی انیسویں قریب لکھے برس کے چند ماہ گذر گئے تھے مگر یہ سربراہی و منا اور کتاب و سنت کا تہننا، بھرک و ملت کے لئے عظیم قربان دینے کے لئے تیار تھا۔

جناح ۸-۹-۱۰ جولائی ۱۹۲۲ء کو کوچی خلافت کالہس ہولی میں حضرت شیخ سلف ایک تجزیہ پیش کی جس کا حاصل یہ تھا کہ۔

ہم گورنمنٹ برطانیہ کی فوج کی عازمت کرنا، کسی کو بھرتی کرنا، کسی کو بھرتی ہونے کی تلقین کرنا، اور غیر مسلم کی اعانت کرنا سب حرام ہے۔ اور برطان پر رخصتی جسے کہ برات بربرجی مسلمان ملک سپاہ ہے۔

شرکائے کافر نس سے یہ تجویز پسند کی اور پاس کر دی یہ تجویز اختلافات میں آئی۔ کتابی شکل میں تیار ہوئی۔ عرض ہونے لگے میں شوبہ پڑ گیا، ہر شخص کو تلقین ہو گیا کہ اسے مسترد کرنا اور شرکائے کافر سے گرفتار کرنے جائیں گے مگر قادی گرفتاری عمل میں نہ آئی۔

۸ ستمبر ۱۹۲۱ء کو دو ہفتوں میں گرفتاری کی اڑھائی ہوئی اور دوسرے کے تمام لوگ مصطوب دیکھ چکے تھے ہر شخص کی زبان پر تھا کہ ہم حضرت کو گرفتار نہیں ہونے دیں گے۔ بعد دو ہفتوں میں انگریز اس کے مسلح پولیس سے کہ دیر بند ہینچا۔ اور تمام کو حاکم پرگہ اور مقامی تھا نیڈار کو سلے کہ مسلح پولیس کے ساتھ نکلا۔ عوام کو فورا پتہ چل گیا۔ فورا اڈار منہ ہوسکتے اور لوگ حضرت شیخ کے عزت علیہ کے دولت کہہ پڑے گئے۔ لوگوں میں انگریز اس کے خلاف اتنا اشتعال پھیل گیا کہ وہ اس کو قتل کرنے پر تیار ہو گئے۔ اور سرکار نے اس پر جو وارنٹس لے کر آئے تھے مکمل اور پھیلے ہوئے سے محذ کر دیا۔

اسے میں حضرت شیخ کو دوسرے دوسرے حضرات لے گئے اور انہوں نے مشکل تمام آئینوں کو بچا کر تہ عازت میں سہار کے تالا لگا دیا۔ پولیس باہر تھی مگر ان کو حکم دینے والے بند تھے۔ جمع مطالبہ کرنا تھا کہ ان کو ہمارے حوالے کر دو۔ حضرت ملنے دے ان پر شیشے ہونے کو بند و بصیرت کے سر و جام پلا کر ٹھنڈا کیا۔ اور ان کو ہن شرٹ پر راضی کیا کہ پولیس اہلوات کو گرفتار نہیں کر سنے گی۔ بلکہ جمع کو ہم جوشی جوشی چہتے محبوب قاتل کر جیوس کی شکل میں اینٹیں پر بچا کر پل میں بٹھائیں۔ ڈپٹی کلکٹر اور انگریز اس کے یہ شرط مان میں اور لوگ دست کے گیارہ بجے منتشر ہو گئے۔

لیکن انگریز اس کے سہار ہر اطلاع بھیج دی کہ مل میں مولانا جی وہ کو گرفتار کرنا ناممکن ہے فورا گو یا لوگوں کو فوج بھیج دی جائے تاکہ رات ہی رات ان کو گرفتار کر کے دیر بند سے سلے جایا جاسکے۔ اور قندہ میں اتنا ہن بنگا ہو گا کہ جس کی دوسری مثال کہیں نہیں ملے گی۔ جناح سہار ہر سے دست ہی ایک پیشیش گاڑی میں گورا اور لوگوں

فرع پہنچی۔ سب ہی لوگوں کو یقین تھا کہ مات کر پڑی اور آئے گی کچھ لوگ پیر، اسے سب سے نئے فرض سمجھتی تھی اور یہی مسلم ہو گیا کہ فرقے سے شریک اہم مقامات اور مشاہد میں درگ دی ہیں اور حضرت شیخ کے مکان کا پورا نام مبارک لیا۔ حضرت شیخ گھر سے اہر تشریف لائے اور اسے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کر دیا۔

۲۰ ستمبر ۱۹۲۱ء سے خانی میاں میں گماچی میں حضرت شیخ اور دوسرے صحابہ کا فرانس کے مندرسہ میں مقیم شروع ہوئی۔ اور حضرت شیخ سے عدالت کے دو جرم دو آرگن بیان دیا جو بہت مستان کی سیاسی، ملی اور ادبی آویز میں مولانا آزاد کے قابل تھیں کی طرح ایک عظیم مقام رکھتا ہے۔ اس بیان میں حضرت شیخ سے مولانا محمد علی جوہر کے بیان کی تائید کئے جوسے کہا۔

” ہندوستان ایک مذہب پرست ملک ہے۔ میاں کے باشندے جتنی منصب میں آتے تھے ان سے حسرت لگتی تھی۔ اس لئے ہندوستان کی حکومت کے لئے ماہب کی رعایت کرنا نہایت ضروری سمجھا گیا ہے۔ وزیر برطانیہ اور جگہ و گنور سے اس کو دا بھرا اور انہیں جان لیا کہ ہندوستان میں اس دہان تو ہم کتنا مذہبی آبادی پر کسی سے اس لئے کہ گنور کی طرف سے وہ اعلان شائع کیا گیا جس کا سارا مشرک ملی سے دلچسپی میں یہ مذہبی آبادی پوری پوری تسلیم کی گئی ہے۔ اس میں کسی قسم کی مخالفت کسی وقت میں جائز نہیں دیکھی گئی۔ اس میں صاف کہا گیا ہے کہ کسی مذہبی کام کرنے والے کو کستا نہیں جائے گا۔ اسی وجہ سے اب تک اس دہان رہا ہے میں اس اعلان پر توجہ دلائے کے بعد اپنی شخصیت کی طرف توجہ والا چا مٹا ہوں

میں اہم حیثیتیں رکھتا ہوں۔ میری ایک حیثیت یہ ہے کہ میں مسلمان ہوں اور دوسری حیثیت یہ ہے کہ میں عالم دین ہوں مسلمان ہونے کی حیثیت سے برابر ارض ہے کہ میں فرقہ پرست کے تہذیبوں اور کلمات پر پورا ایمان رکھوں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فریضہ و حکام پر یقین رکھوں۔ پنچم پر مسلمان کا فرض ہے کہ اگر کوئی بھی دنیاوی طاقت قرآن کو ہر کسی کے خلاف یا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی حکم سے کسی کو روکے تو وہ ہرگز ہرگز نہ رکے۔

حیب کہ ہر مسلمان کا یہ فرض ہے تو اس کو قرآن کریم کے تمام حکام پر یقین کرنا اور عمل کرنا ضروری ہو گا۔

مسئلہ میان عادی دیکھتے ہوئے قرآن پاک اور سنت رسول اللہ سے وفال و برا میں پیش کرتے ہوئے کہ ہر مسلمان پر اللہ تعالیٰ نے اس کے رسول کی اطاعت لازمی اور ضروری ہے اور یہ کہ ہر ایسی حکومت کی اطاعت نہیں کرنا چاہئے جو خدا اور رسول کی اطاعت کرتی ہو اور۔

۱۰ میری حیثیت عالم اور بدستِ علم کے لحاظ ہونے کی وجہ سے اس مسئلے پر عرض بہت کہ میں اپنا فرض پورا کروں۔ یہ فرض ہر عالم پر ہوتا ہے کہ قرآن کریم اور جو ب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام احکام ہر شخص تک پہنچائے۔ چنانچہ قرآن کریم کی کئی آیتیں پڑھ کر ترجمہ کر کے بنایا کہ خدا کا حکم یہ ہے اور کب

۱۱ پیغمبروں کے بعد علماء کا یہی طریقہ ہے علماء کی بات پر کوئی توجہ کرے یا نہ کرے علماء کا فرض ہے کہ حتیٰ بات لوگوں تک پہنچائیں۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ فرمادے کہ۔

۱۲ سب سے پہلے اس پر دیکھیں کہ طرف توجہ دلا جا سکتی ہے۔ قرآن شریف میں مسلمانوں کے قتل کرنے کی سزا ہے قتل و کفر کے بعد کسی گناہ کی اس قدر سخت سزا نہیں ہے کہ کسی کو قتل کرنے سے اس گناہ سے زیادہ بڑی آیت اور اسی قدر انا دیش اس کی دلیل میں نہیں دے سکتے۔

اس مقام پر محشریٹ نے حضرت شیخ سے کہا کہ اب بھی کچھ مانے ہیں۔ میں نے آپ کا وہ خط سب سے لیا ہے جس میں ختم کیجئے۔

حضرت والا نے فرمایا کہ میں نے موت نگہنے ہیں ان کے متعلق عرض کر رہا ہوں اور یہ بتانا چاہتا ہوں کہ بڑا دیکھنا حاصل نہیں ہے۔

محشریٹ نے کہا کہ اس کے سبب یہ تو نہیں ہیں کہ آپ چودہ قرآن شریف سنا دیں حضرت نے فرمایا کہ میں بیان تو سنا پڑھے گا اور بیان شروع کر دیا۔

۱۳ عالیٰ میں عجیب کیفیت پیدا ہو گئی تمام سامعین حضرت کا مرتبہ سمجھنے اور برآدی کی زبان پر ہمارا وہ جاک لہندہ ایہ تیرا ہی کمال ہے کہ تو لوگوں کے سامنے ہی حتیٰ کہ خداوند گواہ ہے محشریٹ میں نے مست غصے سے آپ کی تقریر سنی۔ اب ختم کر دیکھے۔

حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ میں نے اچھی خلافت اور ترک ممالک کا مسئلہ نہیں چھیڑا۔ صرف بتونے کا ذکر رہا ہے پھر فرمایا کہ اچھا میں اپنا بیان جملہ ہی ختم کرنا ہوں، اور بیان شروع فرما دینا مست سے حد نہیں پڑھ کر راست کیا کہ یہ انگریزی کی طرح میں بھرتی ہوں۔ بھرتی کرنا، انگریزی کی طرح میں بھرتی ہونے کا شور مچانا، انگریزی کی طرح کی جادو کرنا بھی جتنی ضرور دینا سب سلام ہے۔

۱۴ سامعین حضرت والا کی تقریر سنانے لگے۔ ان دنوں کو تو نہیں تھا کہ حضرت اپنے بیچنے کی فکر فرمائیں گے اپنی سبزی کی تاول کریں گے۔ جس سے بڑے وکیل حضرت شیخ الاسلام کی صفائی میں پیش کریں گے مگر ملت اسلامیہ کا یہ خطروں

اپنی بات کا پکا پختہ۔ دل کی مجلس القدر شخصیت کی زبان سے جرات منگنی تھی اس پر ہمارا اتنا حسرت مولانا صرف اپنی  
تجویز کا انفرادی کہہ سکتے تھے اور اسے مصبوط و محکم بنا رہے سکتے تھے آج امام احمدی کی مجلس برتت شد علیہا وہ ہم پاکستانی تھے  
وہمہ اللہ علیہ کا سلامت کو مدد کر رہے تھے۔

حضرت شیخ سے فرید

• یہ ریڈیو شخص کوئی نئی بات نہیں ہے مجسٹریٹ صاحب ہمیشہ سے مذہب اسلام کا میں پیرو  
ہے اور اہل بیت سے اسے کوئی مشا نہیں سکتا۔ یہ ہمارے مدعا اور دلیل کا محکم ہے اس کی اشاعت  
کو روکنے مذہب میں کھلی مداخلت ہے۔  
مجسٹریٹ سے کہ۔ اس کی اشاعت کا کیا یہی وقت تھا،  
حضرت والا سے فریاد۔

مجسٹریٹ صاحب، اس کی اشاعت کی اس وقت سخت ضرورت اس وجہ سے تھی کہ مسلمانوں  
کی موجودہ حالت کا یہی تھا جس سے تین طرح مریض کی صحت حالت دیکھ کر طیب دوا اور چہرہ پریش  
مخفی کرتا ہے بالکل اسی طرح علما کا مریض ہے کہ مسلمانوں کی مذہبی حالت کو گرتا دیکھ کر صحت جلد  
انگوسٹھانے کی کوشش کریں۔

• دوسری وجہ یہ ہے کہ حج بیت المقدی کے وقت مشرف لارڈ جارج در پر انظم انگلستان سے  
جنگ کو صیغی جنگ کے نام سے موسوم کیا ہے اور مشرف چلے سے بھی اسی کو صیغی جنگ کہا ہے  
اب میں اسی حالت میں صاف صاف کہتا ہوں کہ جو مسلمان جو سائیت کا ساتھ دے گا وہ صرف  
گنہگار۔ ہر گناہگار جو جاسنے گا۔

یہ آئی تقر سے ہی کر لوگ دھماڑی اور کر دیتے تھے جا خوب عدالت پڑھیں اور فرج "عین احمد علی"  
نہ ہمارے عرصے لگا ہے سنتھے اور ہر شخص خود ہمد و با سلطان بیٹے ہیں وہلے قرار نظر آ رہا تھا عدالت کوئی  
کر کے حضرت شیخ سے فریاد۔

• اگر گورنمنٹ کا مشا مذہبی آزادی صوبہ کرنا ہے تو صاف صاف اعلان کرے تاکہ ملت کو  
مسلمان اس بات پر حور کریں کہ حق کو مسلمان دینا منظور ہے یا گورنمنٹ برطانیہ کی رعایا اسی طرح  
۲۲ کر ڈھبہ بھی سہرا لیں کہ ان کو کیا کرنا ہے۔ کیونکہ صوبہ مذہبی آزادی چھٹی جاسنے گی تو  
صوبہ کی چھٹی جاسنے گی اگر لارڈ ڈیگنگ اسی سے بھیجے گئے ہیں کہ قرآن کریم کو جلا دیں ہاتھ  
کو مشاوری اور کتب لہ کر کو ہر ہا دگری تو سب سے پہلے اسلام پر اپنی جان قربان کر کے دے

میں ہوں :-

مولانا محمد علی جوہرہ بھی اس مقدمہ میں حاضر تھے دو اس وقت گرفتار ہوئے تھے۔ اس مقدمہ پر حسب  
حضرت شیخ علیہ السلام نے یہاں بے مثال برائت کا نظام رو کیا تو اسوں نے یہی جگہ سے اٹھ کر جا کر حضرت علیہ السلام کے پاؤں  
چوم لئے۔

مجاہد احمد حسین احمد از حدیث اخراہی گونا گونا گوست نبی را ذمہ نازل نہیں است

مقتدریہ کہ ۲۹ ستمبر ۱۹۶۱ء کو حضرت شیخ الاسلام جرنل اشد علیہ السلام نے مولانا محمد علی جوہرہ، مولانا شوکت علی  
ممد و مدرسہ رفقہ کے کسٹین سپروکریڈینٹس کے پیش میں ۲۲ اکتوبر ۱۹۶۰ء سے مقدمہ کی سماعت شروع ہوئی  
۲۸ اکتوبر ۱۹۶۰ء کو حضرت شیخ سے سٹریٹیجی پر ڈیٹیلڈ کٹریڈینٹس کی عدالت میں پھر بیان دیا حضرت شیخ الاسلام  
سے لڑا :-

.. جو قرار دے میں نے پیش کیا ہے وہ قرار وار نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کا دلچسپ ہے اور یہی  
رض ہے یہی عداوت کے دہان کا ٹکڑا ہے اس کا ٹھکانہ لاڈلہ پڑاگ کا کام نہیں بلکہ عداوت کا  
کام ہے۔

آج انگریز گورنمنٹ کی حویلی بھرتی کی سے حرم ہے کہ مسلمانوں کو مسلمان سمجھنے سے  
کے لئے بھرتی کیا جا رہا ہے۔ یہاں تک اور اسلام کا مقابلہ ہے قرآن شریف میں مسلمانوں  
کو قتل کرنے کی سخت ممانعت ہے مسلمان کے لئے مسلمان کو قتل کرنا حرام ہے اس لئے یہ  
عدالت بھی حرم ہے :-

حضرت سے لڑا :-

.. ہم اس تجویز کو خدا اور حدیث کے رسول کا حکم جانتے ہیں۔ ہم کسی طرح مجرم نہیں ہیں۔ بلکہ ہماری یہ گواہی  
ہے کہ ہم اس تک و جوں میں جا کر نڈا کا یہ حکم بیان نہیں کر سکتے۔  
کٹریڈینٹس نے کہا۔ بعض طرز کہتے ہیں کہ تواریخ کی نوکری جائز ہے۔

حضرت شیخ پر انتہائی سبوتاژ کی سی کیفیت طاری ہو گئی اور لڑا :-

.. اگر کوئی مسلمان عالم دین نہیں احکام قرآنی کی تعمیل سے روکے گا تو ہم اس کی بات بھی برگز  
برگز نہیں مانیں گے۔ کہوں کہ استاد دسوں اشد علیہ السلام ہے لاجتماع مطروق  
فی معصیۃ العاصق خاتم کی نافرمانی کر کے کسی مخلوق کی اطاعت درست نہیں :-  
اس پر سرکاری کاپی ادا کی سے کہنا کہ ہم قرآن پر امتداد کے باوجود ہم قرآن و حدیث کو نہیں سمجھتے۔

حضرت سے فرمایا۔ میں قرآن و حدیث کا پارسہ ہوں۔ اور تمام مسلمانوں کو پارسہ ہونا چاہئے۔ فرمایا۔  
 "میں اس بات پر خوش ہوں گا کہ لارڈ ریدنگ اور لارڈ جارج آج ہی امت کا اعلان کریں  
 کہ مسلمانوں کو قرآن اور حدیث پر عمل کرنے کی اجازت دین دہی ہونے لگی۔ یہ بات ہندوستان  
 میں آئندہ ہونے والی ہے۔ دوستانہ چار ماہ کے بعد دو ماہ میں آج دہر چلنے کا اور گورنمنٹ  
 برطانیہ کا پریل عمل ہونے کا۔"

یکم دسمبر ۱۹۲۱ء کو یہ اعلان کیا گیا۔ امیران اہل حیرت کے اعلان سے عروج میں انصاف پھیلنے لگا جس کو  
 عوام سے باز رکھنے کے عزم سے بری قرار دیا اور ان کے لیے بھی اتفاق کیا۔ البتہ یہ وہ وقت تھا اور اسے تو عرصہ بہت  
 و مسائل قید بائسٹ کا حکم بنا دیا گیا۔ اور چند دن بعد حضرت کو ساہیوال میں بھیج دیا گیا  
 وہ پریس کی قید بائسٹ کا سٹے کے بعد اب دہلی کا وقت آیا۔ وہ پریس میں استعمال کی تیاریاں شروع ہوئیں  
 ہر گھر میں عید کی سی خوشی تھی مگر حضرت شیخ الغیر کی اطلاع کے باعث کی جا رہی تھی تو تمام شریف سے آئے۔ لوگوں میں  
 بے چین تھا جس سے عیدوں نکالنے پر اصرار تھا لیکن حضرت شیخ سے فرمایا۔

جسوں کیسا؟ کیا مرطابہ کو ہم نے شکست دے دی ہے۔ یہی وہی کہانی کی کوئی خوشی نہیں بلکہ اس  
 بات کا نتیجہ ہے کہ برطانیہ جیتا اور ہم اسے۔ کبھی شکست خوردہ لوگ بھی جوں نکالا کرتے  
 ہیں۔ قائم کرو اور وہی وہی۔

ان الفاظ کو سن کر لوگ کھینچے ہوئے اور چپ ہو گئے۔

اسی طرح ہندوستان کے دوسرے مقامات پر حضرت کی آمد پر جوں کے پروگرام بنائے گئے مگر حضرت  
 سے تمام کو سختی سے منع کر دیا کہ شیخ مور و مائٹس کی خاطر کوئی کام نہ کریں گے۔

جیل سے رہا ہونے کے بعد مرانا دہلی سے دیکھا کہ ملک کی حالت اجڑ چکی ہے۔ فرقہ وارانہ سیاست پر وہاں  
 بڑھ رہی ہے۔ ہندو مسلم اتحاد کا مشہورہ منتشر ہو چکا تھا۔ چند دن پہلے ملک کے تمام باشندے ایک پریس نام  
 پریس تھے۔ ہندو تھے مگر آج سب جدا جدا ہو چکے تھے۔ انگریز حکومت جو عوام کے اتحاد سے گلے کھانے پر تھی آج  
 بے حد صبر و ادب سے نظر آ رہی تھی۔ ہندوستان کی آزادی کے بڑے بڑے علمبردار فرقہ وارانہ سیاست میں جنم دے چکے تھے  
 اور انگریز کی ٹرل پالیسی "ڈاڈا اور حکومت کو" کا "یہ" ہے جیل رہی تھی۔ ملک کے سب سے ممتاز ہندو مسلم  
 ہونے پر ہمت تھے۔ پچانوچ حضرت شیخ سے ملک کا اعزاز ہونے پر فرمایا کہ سید پور کی جامع مسجد میں تقریر فرمائی جس  
 میں وطن کی محبت تھی۔ آزادی کی لگن تھی۔ فرقہ وارانہ سیاست پر تلبیہ کی کہے تاثرات تھے۔ اتحاد کا پیغام تھا مگر ہندوستانی  
 عوام انگریز کے حال میں چسپس گئے تھے۔ پچانوچ حضرت شیخ سے فرمایا

یہ تمام قصے انگریزوں کے اشارے پر جو رہے ہیں۔ بہت جلد اسی حال سے نکلے اور کسکلی آزادی کی حد تک پہنچ کر وہ یہ امت قابلِ خدمت کے ان تحریکات سے تم کمر اور اور حکومت طاقت ور جو رہی ہے تمہاری ناقصا قبائل تم سب کو مصائب میں مبتلا کر رہی ہے۔ اگر تم ناقصا قبائل کے جان میں رہے رہے تو تم ہمیشہ قوام رہو گے اور پوری دنیا تم کو ذلیل سمجھے گی :-

اس تقریر کے بعد حضرت شیخ نے غازیہ بازار انڈیا میں پورے ملک کا دورہ کیا اور عوام کے جلسوں میں پیشانی تقریریں کیں۔ مگر پورے ملک پر شریکِ خلافت کی ناکامی کا گہرا اثر تھا۔ ملک کا برٹش راج سے نکلنے والے مسلمانوں میں مزاج کو ملک و باطناً خود حضرت شیخ بھی بعض حالات سے متاثر تھے۔ قید کی مستفقت کا بھی ایک اثر تھا کہ جنہیں سے وہاں ہونے والی یہی چہرہ ہی دن جوڑنے تھے اور قید و بند کے مصائب کا اثر داخل رہا تھا۔ مگر ملک کے حالات کا تقاضا تھا کہ آپ کو کنگا ڈاک میں جہتِ ملاء کے اجلاس کی صدارت کریں۔ حالانکہ یہ امت دور و دور کی طرح واضح تھی کہ حکومت برطانیہ پہلے سے زیادہ ظہور اور سخت ہو چکی ہے مگر کنگا ڈاک کے اجلاس میں حضرت شیخ سے ثابت کر دیا کہ کشمیر و غجی ہونے کے بعد جہت نہیں ڈرتا۔ بلکہ ہر صوبہ کے بعد پہلے سے زیادہ ہمارے اور اہل ہر جگہ ہے۔ پچنانچہ اس اجلاس کا خطبہ صدارت انتہائی صحت ہے۔ درحقیقت ہر دو سال کی سزا ہوتی تھی اسی کو پوری قوت سے دہرایا گیا ہے۔

**اجلاس کو کنگا ڈاک کی صدارت**

حضرت شیخ نے پہلے خطبہ صدارت میں اعلان فرمایا :-

وہ برٹش گورنمنٹ کی آٹھ پالیسی۔ چند دستاویزیوں سے یہی اطرا اس کے لئے مسلمان قوموں اور ان کے دار و دیار، ان وسائل، اور عزت و آبرو پر ہتھیار اٹھاتی ہے۔ ان کو فتنل کر داتی ہے، ان کو ہر طرح پامال کرتی ہے۔ مگر کوئی وجہ اس کو حلال جان کر کہے گا تو حسب احکام شریعت کا لبر ہو جائے گا۔ اگر حرام جانا ہوا، خوب یاد دیا دی میں کی وجہ سے اس کا شریک ہوا ہے تو صحت کر گا۔ اور فاسق ہو گا۔ وہ امتحان اس کا لکھتا ہے کہ اس کی توبہ قبول ہو اور اس کو کبھی اور رخ سے نکالا جائے۔ پچنانچہ متعدد آیات سے یہاں انا بدیش اور لکھتا ہے کہ ہم کے اقوال و حدود ہیں۔ مگر چونکہ حاجات معاشیہ ناوار ہر دوستانی مسلمانوں کو بوجہ کرتی ہیں کہ وہ جو میں بھرتی ہو کر نہ گناہوں میں مبتلا رہوں۔ اسی لئے ان کے اور پر میں و عجز کے ایمان اور دین کی سلامتی فقط اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ ہر دوستان آزاد ہو۔

حضرت شیخ الاسلام نے مزید فرمایا :-

حضرتی اور میں ہے کہ متذکرہ پالیسی کی بنا پر اس گورنمنٹ سے متعلق کیا جائے اور ہرگز طریقہ تقصیر سے اس کی عورت و شوکت کو کم اور اس کی قوت کو کم کیا جائے اور یہی اعلیٰ



دو ہی جنگ اس گرومنٹ کے ساتھ ہوگی۔ ہندوستان کی مکمل آزادی اور سوادج انگلستان کی موت کے مترادف ہے۔

حضرت شیخ سے سوال فرمایا۔

لیکن کیا یہ انگریزوں سے متعلقہ صرف مقامات ہندو سرکلی حفاظت کے لئے کیا جاسکتے ہوں ہندوستانی مسلمانوں کے مفاد کے لئے؟  
پھر آپ سے خود ہی فرمایا۔

رضیوں پورے ہندوستان کے لئے معویہ کے مقابلہ میں تمام مشرقی کے لئے جنگ ہونا چاہئے

حضرت شیخ سے ہندوستان کی مکمل آزادی کا یہ اعلان دسمبر ۱۹۲۲ء کو کیا گیا  
ہندوستان کی مکمل آزادی  
بلکہ پورے ایشیا کی آزادی کا مطالبہ

گیا تھا مگر حضرت نے ملک کے لیڈروں سے ایک ہندوستان کی مکمل آزادی ہی نہیں بلکہ پورے ایشیا کی آزادی کا مطالبہ کر دیا تھا۔ کانگریس نے ملنی آزادی کا مطالبہ اس کے چھ سال بعد اپنے لاہور کے اجلاس میں کیا۔ مگر حضرت ملنی آزادی علیہ سے کہاں جرات کرتے ہوئے ۱۹۲۳ء میں اس کا مطالبہ کر دیا تھا۔ یہ طویل روایت ہے کہ کن صحابی تاریخ نگار نے اس سے تو اس میں بڑی شدت دے کر لکھا ہے کہ کانگریس نے ۱۹۲۹ء میں مکمل آزادی کی قرارداد پیش کی اور مکمل آزادی کو اپنا نصب العین قرار دیا۔

۱۹۲۴ء میں ہندوستان میں سائنس کی کمیٹیوں کا ایک ہندوستان کی  
سائنس کمیٹیوں کی آمد۔ نمبر و رپورٹ اور حضرت ملنی

دستوری حکومت کے لئے مدد شایع کیے۔ مگر حضرت شیخ نے  
میں جنگ جگہ تقریباً کہیں اور بتایا کہ کاسٹریل ہندوستان کی حکومت کا اور جانتے انگریزوں نے اس کو کسی طرح پسند نہیں  
کیا جاسکتا۔ ہندو سائنس کمیٹیوں کا بائیکاٹ کیا جاسکتا۔ سائنس کمیٹیوں کے بائیکاٹ کا سب سے پہلے فیصلہ اور تجویز حضرت ملنی  
نے کیا۔ لاڈلہ کانگریس اور دوسری تمام جماعتوں کا بھی یہی فیصلہ ہوا کہ سائنس کمیٹیوں کا بائیکاٹ کیا جاسکتا اور بائیکاٹ کیا  
گیا۔ اس کے بعد ملک میں ایک جماعت بندی اور اس سے فیصلہ کیا کہ ہندوستان کا کاسٹریل حکومت ہندو مسلمانوں ہی کو بنانا  
چاہئے۔ چنانچہ کانگریس اور دوسری جماعتوں نے ملنی کی ایک کمیٹی بنائی جس کا صدر ملنی تھے اور ان کے چاہنے والے اور سرگرم  
کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس کمیٹی نے جو ہندو حکومت بنایا وہ سرور رپورٹ کے نام سے مشہور ہے۔ مگر اس رپورٹ  
میں بھی ہندوستان کی مکمل آزادی کا تصور دیا تھا۔ اس لئے حضرت شیخ ملنی سے تشکر کرنے سے انکار کرتے ہوئے

روایہ کہ یہ دستور باغض اور ناقابل عمل ہے۔ ہم مکمل آزادی کے سوا کسی دستور کو نہیں مانیں گے۔ وہ کسی طرح مکمل آزادی سے کم پر راضی نہ ہوں گے۔

ساروا ایکٹ اور اس کی مخالفت

ابھی ذکر کیا گیا کہ بالاسیاسی گٹھ جو بلدیہی سطح پر برطانوی رولز ایکٹ قانون سازیا ایکٹ کے نام سے پاس کیا گیا جس میں نکاح کے لئے عمر کا نکتہ یہ کر دی گئی تھی کہ اس سے کم عمر میں نکاح نہیں ہو سکتا۔ چونکہ صریحاً اسلامی تعلیمات کے منافی تھا لہذا اس کے خلاف سے اس حضرت علیؑ کی سرپرستی میں علماء سے فیصلہ کیا کہ اس کو نافذ نہ ہونے دیا جائے اور بعد کے حکم میں اس کی مخالفت کی جائے۔ جبکہ علماء نے ہندوستان میں آئی اور سول آزادی کاربردیکسٹن پاس کیا اور ہندوستان کے تمام علاقوں کو سب سے آزادی کے لئے مخالفت کرنے سے ہونے لگا۔ چھوٹے چھوٹے پکڑوں کے نکاح پڑھوادینے اور جیل جاسلمے پر راضی ہونے چنانچہ ساروا ایکٹ منظور سے وہاں میں بے اثر بنا دیا گیا جو اب تک ہندوستان میں بے اثر ہے۔

۱۹۲۸ء میں ہندوستان میں سیاسی اور کانسٹیبل۔ اس میں بے شمار سیاسی جماعتیں بنیں اور انہوں نے مختلف مطالبات کیے مگر شیخ الحداد کے پاسے جائیں کہ صرف ایک ہی وہ تھی کہ ہندوستان کو مکمل آزادی ہے۔ چنانچہ اگلے سال ۱۹۲۹ء میں کانگریس نے اپنی اجلاس منعقدہ لاہور میں مکمل آزادی کی قرارداد پاس کی اور یوں کانگریس نے چھ سال بعد وہی کام کیا جس سے حضرت علیؑ ۱۹۲۳ء میں فارغ ہو چکے تھے۔

کانگریس کیساتھ باضابطہ تعاون برائے مکمل آزادی

حضرت شیخ نے اس دوران پانچ چھ برس تک لکھا اور آسام میں بسر کیے تھے آپ اس زمانہ میں سلامت میں شیخ الحداد کی حیثیت سے کام کر رہے تھے اسی زمانہ میں دارالعلوم دہلی میں عظیم انقلاب آیا۔ اور بزرگوں میں اختلاف پیدا ہوا اور یہ خلاف اتنا بڑھا کہ حضرت مولانا غلام مستقیم اور شاہ کبیری رحمۃ اللہ علیہ حضرت مفتی عزیز الرحمن رحمۃ اللہ علیہ حضرت علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیتیں دارالعلوم سے علیحدہ ہو گئیں۔ ان حالات میں دارالعلوم میں جو اتنا بڑھا تھا پیدا ہوا اسے ترک کرنے کے لئے حضرت مفتی صاحب مولانا حافظ محمد صاحب اور حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نائب مہتمم کی نظر حضرت شیخ پر پڑی۔ ان حضرات سے حضرت کو دارالعلوم دہلی سے جدا کر کے جدا کر دیا گیا کہ آپ دارالعلوم دہلی میں قسطنطنیہ سے آئیں۔ حضرت کا الجھڑ تھا۔ مگر ان حضرات کے لئے جدا کر دیا گیا کہ صاحب اس شرط پر قبول کرنے پر تیار ہو گئے کہ آپ باقی تحریکات میں دستور چھوڑتے رہیں گے۔ دارالعلوم کی جانب سے اس پر کوئی پابندی نہیں ہوگی۔ بہر حال آپ

نہ مفتی پنجاب حضرت مولانا مفتی شہید صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے بیٹوں فاضل دیوبند مستقیم اور علامہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کے کسی میں نکاح پڑھوانے اور یوں اپنے گھر میں اس قانون کی مخالفت کی۔

اور بندہ تشریح سے آئے اور پوسلے چند دستاویزوں میں سلسلہ بیان ہند کی سیاست کی سرپرستی و قیادت کرتے ہوئے سرگرمی اور ہمتاً برقرار رکھتے تھے کہ مکمل آزادی کے لیے ہندوستانیوں کے مصائب کا حل باہم ہے۔

چنانچہ کانگریس یونین کو کھولنے پر مجبور ہوئی اس نازک وقت میں حضرت علی ہاگ کی مات گرائی قندمشی برائے بڑھی اور تمام مسلمانوں کو خطاب فرماتے ہوئے کہا کہ جو جماعت انقلاب لائی ہے وہی ہر امر اور اقتدار آل ہے مسلمانوں کو اپنے ملک کے دوسرے باشندوں سے پیچھے نہیں رہنا چاہیے اور مسلمانوں کو جنگ آزادی کے لئے کانگریس کی شرکت کا سہرا دیا چنانچہ جمعیۃ علماء ہند کا سالانہ اجلاس امر و ہر ضلع سرور آمد میں کیا گیا جس کا آزادی کی خاطر کانگریس میں شرکت کا فیصلہ کیا گیا کہ اپنا علیحدہ وجود رکھنے ہونے کانگریس کے ساتھ اس بار سے میں قانون کیا جاسکے اور جمعیۃ علماء ہند سے ایک مستقل دائرہ عمر بہ قائم کیا۔

### حضرت علی اور شوک و تحریف

حضرت صاحبزادہ کرام جبران اشدہ فیصلے علیہم السلام کی حیات علیہ سبب ہم بڑھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان میں اکثر صحابہ بہت سی صحافت کے خارج تھے وہ سب وقت صرف شوک یا ہمتی معلوم درمی تھے۔ دیر کی سیاست دان تھے۔ عمال حکومت تھے۔ مرشد و شیخ تھے۔ یہی گونا گوں صفات خصوصیت کی بنا۔ ان میں ایک ایک کئی کئی کے برابر تھا یہی وجہ تھی کہ ان میں قبل ہونے کے باوجود کئی صحابہ سبب حیات میں کسی کی زندگی جگہ کے لئے بھی کام کے افراد کی کمی نہ تھی۔ اس میں حضرت کرام کے بارے میں علماء کا بیان ہے

بالسبب رجا طلب و بالذہار مرسان مات صحیحہ پرگزئی اور دن گھڑے کی پیٹھ پر

اس امت پر جو میں بعد میں ہی لپٹے ایسے جامع لوگ پیدا ہوئے ہوتے جو سب وقت رنگی کے ہر شے میں رہنمائی کر سکتے تھے اور کرتے رہتے اس امر میں دور میں حضرت سید احمد شہید برٹنی اور شاہ اسماعیل شہید جزائری علیہما الصلوٰۃ و السلام میں سے تھے جو سب وقت سہارا تھا وہ ہدایت کے شاہ نشین بھی تھے اور مرکز حق و باطل میں جامہ سالار بھی۔ دارالعلوم دیوبند سے بھی ایسی کئی شخصیتیں پیدا کیں۔ جن میں سرپرست تام مایان دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد تقی صاحب نے تھے اور مولانا شہید احمد گنگوہی و مولانا علیہما۔ اور اس کے بعد شیخ الحدیث مولانا محمد حسن شیخ الاسلام مولانا سعید احمد دہلوی شیخ الاسلام مولانا کاشمیری اور مولانا محمد کاشمیری نے مولانا حضرت مولانا حافظ الرحمن جزائری نے علیہم السلام کا ہے۔ امت میں ایسے لوگ تو بے شمار پیدا ہوئے جنہوں سے کسی خاص شعبہ میں کمال و ساریت حاصل کی اور شہرت و حرمت کے لئے مقام پر فائز ہوئے۔ مگر جامع انسان عقل حال پیدا ہوئے

دوسرے لوگوں کے حالات اس کتاب میں اپنی اپنی جگہ مذکور ہیں۔ یہاں پر حضرت علی کے حالات اختصاراً ذکر کئے جاتے ہیں۔ حضرت علی کے صحابی اعلم و السیاستہ کے متعلق شروع میں ذکر کیا جا چکا ہے۔ مسلمانوں کی

کا ایک سمت بڑا شدید مذہب و اخلاق کا ہے جو کہتا ہے کہ وہی سمت بڑا عالم ہو جو ہر وقت ہر جگہ اور ہر جگہ اس کی جتنی رنگی نمود کی رنگ نہ ہو۔ اور دنیا کے اکثر و بیشتر پیڑا اور نام مصادعلیٰ، اسی ذمہ سے ہیں آئے ہیں۔ انسان کو ذاتی طور پر اپنی تہذیب کر کے سکے لئے تزکیہ یعنی کرنا پڑتا ہے۔ اس کے لئے اخلاق میں سلوک و تصرف کی یہ بھی کہا جاتا ہے۔ چونکہ آج کل کی یہی اصطلاح معروف ہے اور ہم نے اسی کو عنوان بنایا ہے۔

صنوبری کریم علی اللہ علیہ وسلم کی قرآن میں چار و صد ایسا بیان کی گئی ہیں

ہو الہی جنت فیہ الاتقین رسولاً صلوا علیہم یثابوا علیہم آیات و بقرہ

وینصہر الکتاب و الحکمت -

۱۔ تلافوت قرآن - ۲ تزکیہ نفس - ۳ تعلیم کتاب - ۴ تعلیم حکمت۔

تزکیہ گو، دل کی صفائی، اعمال کی پاکیزگی، اصطلاحاً اہل علم و فن میں مخصوص ہے اور تہذیب و اخلاق سے بھی تعبیر کی جکتی ہیں۔ بلکہ خود حضور علی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جنت لاتتمہ صحابہ الامحلائی میں سے آیا ہوں بلکہ عمدہ اخلاق کا اتمام و انجام کروں :-

عالم یا پیشہ منشا جہا آسان ہے لیکن آپ کو اس ڈسٹنگ میں ڈھال لینا کہ سر پرست ہو یہ عین تہذیب و انصاف سے انکشاف ہونا پڑتا ہے۔ بہت کم لوگ ہیں جو زہد ایسی اصلاح کر سکیں مگر سہمان اور اہل کمال کوئی خود کو طب کی کتب میں پڑھ کر سیکھ کر سکتے۔ تو باطنی مراض کا بھی خود علاج نہیں ہو سکتا۔ بہت سی امراض ایسی ہیں کہ انسان میں کو مرض ہی میں بہت حکیر اور خود کا نام خود داری اور عزت میں مکر دیتا ہے۔ اس کو خودی کا رنگ اسے دیتا ہے۔ لیکن جہاں ایک پاگل کسی اپنے آپ کو پاگل نہیں کہتا بلکہ اپنے آپ کو عقل مند اور دوسروں کو پاگل قرار دیتا ہے۔ اس کے لئے ضرورت ہے کہ کسی صاحب نظر سے تعلق پیدا کیا جائے۔ یہی بات تھی کہ کتاب کے ساتھ صاحب کتاب کو سمجھا گیا۔ خود کتاب بھی تو سمجھ جاسکتی تھی۔ مولانا ابوالکلام آزاد سے یہاں کس قدر بیخ انداز میں اس کی شرح کی ہے۔ راستے ہیں۔

” توفیق الہی کی کسیگزوں دا ہیں ہیں چاہت و تہذیب عجمی کے ہزاروں ہمیں ہیں مگر سب سے بڑا اس دور اسلئے راہ یہ ہے کہ ہر زبانان طریق میں سے کسی صاحب ارشاد کی بہت و محنت حاصل ہو جائے :-“

مولانا دوم رحمۃ اللہ علیہ سے اس کو ایک شعر میں یوں ادا کیا ہے جو ان کا اپنا تجربہ و شاہدہ سے اور اہل حقہ۔

مولوی ہرگز ہمشہ مولائے دوم  
آخلاق شمس تبریزی ہمشہ

اور یہ بھی غالباً ہی کا ہر دور ہے۔

کب بار صحبتے باو لسیہ  
سزا از حسد لہ ظلمت سینہ پیا

حضرت دینی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق سابق میں گرا کر اہول سے زیادہ اہتمام ہی کیے گئے تھے۔ وہاں سلاہ میں اسپین اپنے وقت کے سب سے بڑے شیوخ کثرت میں کے رشہ صافی امداد فقہ جمہور کی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا کاشانی اور گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی حروفِ محبت حاصل ہوئی، بلکہ ان کی آرزوں اور دعائوں کا ثمرہ ہیں۔ لیکن حضرت مولانا کی زندگی کا یہ پہلو لوگوں کی نگاہوں میں نمایاں نہ ہو سکا۔ سب سے لوگوں سے اسپین شیخ الحدیث اور دارالعلوم دیوبند کا صدر رہی تھا۔ اور سب سے لوگوں سے اسپین ایک سیاسی لیڈر خیال کیا۔ اور شخصیتِ ریاست کے ان کی قیاسی حیثیت رائج و مروجی ہوئے کی بنا، دونوں حیثیتوں سے بڑی تھی مگر انہوں نے اس کو سب سے کم نظر ہوئے اور اس روپ میں سب سے کم نظر ہوئے اور اپنے آپ کو ہمیشہ احماد میں رکھی۔

**درویشی اور ولایت** | درویشی اور ولایت کیا ہے؟ درویشی نبوت کا حکم جمیل ہے۔ اوصالی نبوت کا درویشی منظر ہے۔ لیکن نبوت کیا ہے؟ شاید آپ یہ سوال کریں۔ تو نبوت کی فہم میں حضرت نام دینی محمد الفاتحی رحمۃ اللہ علیہ کا قول سامنے رکھئے کہ۔ نبوت الی الخلق۔ اور۔ توجہ الی الخلق۔ کی صحت کے کمال کا نام ہے۔ سب سے اس طرح واضح کیا جا سکتا ہے کہ۔ نبی وہ ذات ہے جو ہر وقت خدا کی طرف متوجہ رہے اور صحتِ خفا پر بھی منظر رکھے تھی کی طرف توجہ کرے سے سخنِ خدا کی طرف اس کی توجہ کم۔ جو اور خلقِ خدا کا حیوانِ حق کی نگاہ میں غفلت امداد۔ جو ہی ہر آن حق سے بھی رابطہ ہوتا ہے اور خلق میں بھی شامل ہوتا ہے۔ اسی ایک نکتہ میں نبوت کے سادہ سے کلمات و اوصاف جمع ہیں۔

سب دیکھنے ولایت کیا ہے؟ جو وہاں اس صحت میں غما، یادہ ہی سے فریب ہوتا ہے وہ درویشی کے اسے ہی بلند مقام پر فائز ہوتا ہے

اسلام سے پہلے اور ایک ہندو آج بھی۔ یہ کہتا ہے کہ خدا کے بندوں کو چھوڑ کر خدا کی دنیا کو چھوڑ کر حق کی نگاہ میں پہاڑوں اور دیرانوں میں مراقبہ کرنا ولایت ہے۔ یا کہ سکتی ہوئی انسانیت ظلم و استبداد میں دھلے ہوئے کھج اور یہ صحت کے لئے الصافیوں میں توجہ ہے۔ اعلیٰ مقام سے بے تعلق ہو کر فقہ شدہ کرنا دونوں کے نزدیک کے لئے روحانی امداد و دظائف کی تعلیم دینا۔ بے روزگاری اور جن مجبوت انسان کے نفسِ تقسیم کرنا۔ یہی نبی ولایت ہے۔

مثلاً نکتہ ہی جہاں توجہ الی الخلق کی وجہ سے عبادت اور ریاضت کرتا ہے۔ شہدائے دہلی میں خدا کو یاد کرتا ہے ذکر الہی کے لئے صورتوں کا سکون تلاش کرتا ہے۔ وہاں وہ خلقِ خدا پر بھی کامل نظر رکھتا ہے۔ انسانوں کے دکھ درد میں ان کے کام آتا ہے۔

فرمانی فقہ اور جویا قریش کا سلسلہ شہدو۔ اسی سے ظلم و استبداد کو کھاتے واسطے سکھنے ہر قسم کی جدوجہد کرتا ہے۔ سماجی بے الصافیوں کے علاج امداد اٹھاتا ہے۔ لوگوں میں عداوت برقرار نہیں ہوتی ہے اور اچھا حکم بھی

اجہاشتری سے کی بھی تسلیم دیتا ہے اور یہودی جیسے دشمنی حق پر دہی کے ساتھ اچھ سوک کہنے کی بھی تلبس کرنا ہے جب ہرت میں الزادی اور اجنامی ذرہ داریوں کا مکمل احساس شامل برتا ہے کہ ہر دلایت کہ بھی ہیں ایسا پر پر کھنا پڑے گا۔ کہ نہ کہ ادبیاں مسیحا کر نام تک اپنا سلسلہ پہچانے اور ان کے ہاتھیں جگے جاسکتے ہیں ہم مل اور درویش اسے نہیں مان سکتے جو اجنامی ذرہ داریوں سے بھاگت ہو جو ملک پر قبضہ جملتے ہوئے ظلم کیلئے تباد کے خلاف کس کس کر سکتے سے گپہ کرنا جو جو نام کی خدمت کے کاروں کو دجا داری کتا جو تمدن و دست کے ہنگاموں سے گھرتا ہو۔ جب یہ مات صاف ہو گئی کہ دلایت کیا ہے کہ اشد اشد بھی جو اور جوام کی خدمت بھی اور خدا کی محبت بھی ہو اور بہد گاں الہی کا روحی۔ آخرت کا نکتہ بھی جو اور ملک و قوم کا خیال بھی۔ تو آئینہ اسی مسیحا پر "ملی درویش" کو پرکھیں۔

موجودہ دور کے اسی درویشی کا لکٹن ہے کہ عبادت و ریاست میں وہ عقیدہ کشنی ہے علم و عمل میں بھلائی و رادتی ہے۔ اصلاح و تکریر میں وہ اپنا تیرہ اور ان قیم کی صف میں کھڑا نظر آتا ہے خدمت خلق میں وہ عمری عمری جوت اللہ علیہ کا ساتھی معلوم ہوتا ہے اور صحت کچھ ہوسکتے ہوسکتے ہیں وہ سینہ حد متوا ہیں اور خاکسا ہے۔ ملی درویش۔ سعادت میں جاتے کے کی واقف میں پیٹھ قائم کسی کو۔ میں مصلی پر کھڑے ہو کر تہذیبی ستون سے خدمت کو اپکشی کرتے ہیں کہ حضرت و تنگ روم میں کیوں نہ کھڑے ہوسکتے؟ تو جواب لیتے ہو گوں کی غیہ جواب ہوتی ہے مجھ جیسے شیخی محمد سے اور کہ مسیحا انسان کو کہا جتی ہے کہ وہ خدا کے مدوں کو پریشان کرے۔

۱۲ صیغے مات کو بخاری شریف کا درس دے کر فارغ ہوسکتے ہیں سید سے ممان مانے میں تشریف لاسکتے ہیں۔ ممان کے سترادگیوں کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ ایک دیہاتی ممان کو ٹکھیر میں پاسکتے ہیں۔ پتہ چلنا ہے کہ یہ شخص حق کا حامی ہے۔ جو زابلم سے کہ جاسکتے ہیں اور اپنے احق سے اسے حق بھر سکے پھلتے ہیں۔

حق کی طرف توجہ کا یہ حال کہ ایک قوم شریعت و صحت کے خلاف نہیں اٹھتا۔ مگر اگر کوئی تفریق کرنا ہے تو کھڑے ہو کر اسے روک دیتے ہیں۔ جمال نہیں کہ شیخ پر کوئی شاہرحق کی مدح میں کوئی قصیدہ پڑھے۔ جہاں کسی نے تفریق میں رہاں کھوں اور جہاں وہ پیش کا جملوں بھڑک اٹھا۔ ہنگامی کا اٹنا گھرونگس کہ اگر کوئی عقیدت کے پیش میں اٹھ چوسے سکے سے وہ جیکے تو اٹھ کھینچ لیں۔ کسی کو پیر جاسکتا اجازت نہ دیں۔ اور عودات کو سوسکتے ہیں اپنے ممانوں کو بیٹھ دباستے ہیں۔ پھر تو حال اکلن کا یہ عالم کہ بندہ گلاب الہی کو انگریزی سامراج کے ظلم کی جگہ میں پستا جو دیکھا تو پدی قوت سے اٹھوئی دلی کے سنے میدان میں اتر آستے۔ ڈگری الہی اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر غلط فرمایا تو دلی کو اور بیان سے روٹن کر دیا۔ برطانوی سامراج کے مذہب اور اور اور انسانیت سے ممان پر تقریر کی تو گزروں میں عزت و آرد کی کی تڑپ پیدا کروں۔

پہر آزا ہی کی حد و حدود کسی لاپرواہی میں نہیں کسی حد سے کہہ سکتے ہیں۔ وہ وہ گمان اپنی کو ظلم سے نجات دلا سکتے تھے۔ وطن عزیز کی پیشانی سے علامی کا داغ مٹا سکتے تھے۔ وہ صرف صاحبِ وطن کی سمت دھول کر رہ رہ کر کھٹے کھٹے تھے۔

کے معلوم تھا کہ دسوں پاک صفتی ائمہ سے بہت پرستی سے ناپاک وطن کو ظلم و ستم سے بھرے دشمنوں میں سے ایک کو پاک ائمہ محبوب (رایا تھا) مگر کو تہہ پڑتے ہوئے کہا تھا

ما، طیبات جلد و احسان مگر تو کسی قدر پاک ہے اور مجھے محبوب ہے

یہ صحبت وطن کا اعلان تھا۔ اسی سنت کو اس ہمارے رہ رہ کر کھٹے دکھایا۔ اس پر کھٹ و دھن میں بڑی بڑی بھینسیں بھریں۔ مگر وہ اپنی جگہ مطمئن تھا۔ اور اعلیٰ و راگ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو ہیں اور مسلمانوں کو ظلم و اظلم کے نام پر لاکر ایک قوم بن سکتے ہیں تو ہندوستان کا مسلمان بھی آزاد ہی دھن کے سے اس قسم کا اقدام کر سکتا ہے۔ جن لوگوں سے ہمیت اور قیمت کے لئے ہر اس شیخ مجاہد کو مطمئن کیا تھا۔ انہوں نے پاکستان میں پاکستان کے ہندو اور مسلمانوں کو ایک قوم کہا کیا تاریخ اس حقیقت کو فراموش کر سکتی ہے ؟

یہ وطنی دہشیں صحیح معنات میں شخصیت کے چند نقوش ہیں۔ جب کوئی ائمہ کا بندہ اس دن کان مروجاہا، عالی اسلام کے حالات پر کچھ لکھنے بیٹھے گا تو وہ جتا سکتے گا کہ

حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کون تھے اور کیا تھے ؟

مستند دانشور و پزیرشہر پڑھ کر جو کام کیا وہ اتنا زیادہ ہے کہ حیرانی ہوتی ہے کہ ایک شیخ الحدیث، سیاسی لیڈر اور عہد شکن اہل علم کی سب سے پہلے پتہ بھر خلیات سے اتنا وقت کیسے نکال لیتا تھا کہ مہر شہید پر بھی توجہ دے سکے اور اپنے لاکھوں مریدوں کے حالات و کوائف معلوم کر سکے ان کی تربیت کر سکے۔ لیکن یہ ہماری بھول ہے۔ ائمہ تبارک و تعالیٰ سے جب اپنے کسی بندے سے کام لینا چاہتے ہیں تو اس کے وقت میں رکت عطا فرما دیتے ہیں چنانچہ یہاں بھی ایسا ہی تھا۔ دھرم برصیرہ یک و ہندو ایک دوسرے اسلامی سماج تک بھرت دینی جس کے مریض پھیلے ہوئے ہیں اور لاکھوں کی تعداد میں ہیں۔ وہ بھارت میں نہیں حضرت سے آگے مریہ کر کے ان اجماعت سے نہیں عدالتے ہمارے کہتے ہیں صرف ان کی تعداد ایک سو ستا سٹھ تک پہنچی ہے۔

حضرت مدنی کی زندگی کا یہ باب بہت وسیع ہے۔ اس سلسلہ میں آپ کے فضائل و محاسن کہنے سے پہلے وہ صحافت و نگارہی، مصروفیت، علمی عمرانی، اور اس کے لیے عمر میں کی روڑوں انسانوں کے ملاقات ہوتی۔ ہر کہ وہاں سے سخنِ اخلاق کا طابع نظر آتا ہے۔ اور ہر کوئی حضرت کی تواضع اٹھا رہی اور جس طبقہ کا کیا قصور سنا ہے اور لگ کر ان تمام واقعات کو جمع کیا جسے ہر کتب و کتب بیان کر سکتے ہیں تو صرف ان کو ظلم بند کر کے

کے لئے ایک دفتر چاہئے۔ اس سلسلہ میں مولانا عبدالجبار قادری کا ناثر ملاحظہ فرمائیے۔

شیخ العرب و ائمہ حضرت مولانا حسین احمد مدنی ظلہ العالی کے فصل و کمانی مرتبہ و مشام پر نو رو گھنٹوں کر کے پڑھو بھی کچھ جو کچھ ذاتی تجزیہ و درحقی مشاہدہ تو مولانا کے ایک ہی گمان اور ایک ہی کرامت کا ہے اور وہ آپ کی بے بسی، سادگی، تواضع اور انکساری اور عدت مطلق کا حقیقہ ہے۔ کتنا ہوں اور گویا عاز شہادت میں کھڑا ہوں جسے راجہوں کے وہ سپہنشاہ دوست ہیں۔ صخریہ ریشہ سحر ہیں۔ عیان ہیں۔ تو آپ کی سبزیائی میں اپنے معمولات کو ترک کر دیں گے۔ رو پیہ پیہ کی ضرورت نہیں کہنے تو خود فرستادار سو جائیں گے لیکن آپ کی حاجت ضرور کہیں سے پوری کر دیں گے۔ مدد اہل سنت ہمارے جیسے قریب و آری میں دن رات ایک کر دیں گے لڑکری کی ضرورت نہیں آئے کئی مقدمہ لکھا جو کسی امتحان میں پیشہ جاسیے تو سنا مشاموں میں اور میں دوڑ دوڑ میں ہے۔ اپنے مرتبہ کا لحاظ کریں گے۔ وہی صحت کا۔۔۔ صحت کا۔ جس طرح بھی ہو گا آپ کا کام نکالنے پر تامل جائیں گے۔ اپنے بزرگوں کے ساتھ جو سالہ بھی رکھتے ہیں اپنے ضروروں بہت گروں اور صریحوں کے ساتھ یہ روتی رکھتے ہیں کہ خادم کو نمک حرام نہ کرنا چاہئے اور اس کے شکر کے سخی بجا کر دوش برسے ہیں۔

بسم نے ادنیٰ کو اہل کیا خفا کساری اپنی کام آتی

صحت سانسے کہ بر نشان محمد المصباح السید ویر سدیء کی تھی۔ اگر یہ صبح سے تو حاشیہ کا منقہ ان سے مانگے کسی کو نہیں پہنچتا۔ فرصت میرا آتی تو اس قسم کی شریعت بھی اپنے قلم سے کرتا۔ اور پھر بہت خفا پر جو اس کی آتی اور ایک مختصر العالی پر کئی کئی مفصل اور مطول تیار ہو جاتے

سببہ چاہئے اس کو بیک ال کیسے

جو لوگ علم الاحسان یعنی تصور و فکر سے دل چھپی رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ انسانی شرف و مجد اور گمان الہی کا مدار تو اسے فکری و عمل کے اعتدال پر ہے، اور فی سلوک میں جن اصول اخلاقی سے محنت کی جاتی ہے وہ چاہیں۔

طہارت - عفو و بیاد - صفاحت - اور درگت - اخلاذ کہ وہ لکھتے ہیں جب انسان افراد و قہر بیاد سے بچو نکر و

دلوں میں اعتدال پر قائم رہتا ہے تو یہ علیہ عداوندی خوشنترستی سے نصیب ہوتا ہے۔ اس لکھ کے پیدا ہو جانے کے بعد ایک انسان مجرہ و استیلاوی جاتا ہے۔ لیکن ہر جہہ اور ہر فعل کا عمل ایک ایک ہوتا ہے۔ اور اس بنا پر اس میں مزدوریت اور سنی تناسب پیدا ہو جاتا ہے۔ حضرت امام العصرؑ کی شخصیت کا جب ہم مطالعہ کرتے ہیں تو آپ کا یہی سبب جامعیت سبب ہے وراہ نفاذ ہر فکر کا ہے اور اسی بنا پر بلا سوچ تہذیب کا سبب ہے کہ امام العصرؑ اپنے زمانہ



میں انسانی شرف و مجد کے ایک اعلیٰ پیکر ہیں۔ اور ایسے لوگ روزِ روز نہیں پیدا ہوا کرتے بلکہ کبھی کبھی پیدا ہوتے ہیں۔ اور انہوں نے مولانا سید احمد امجدی کے شہسوارانہ بیسیاتِ سلم کو پورے اعلیٰ کر دیا کہ

میں ہندوستان سے! اور عالمِ اسلام کے ستیرے علی۔ اور مشائخ سے اور ان کے حالات و سوانح سے اخیر ہوں اور ان میں کتنے ہیں جن سے مجھ کو ذاتی ملاقات کا شرف حاصل ہے اس کے باوجود مورخوں، راجہ میں جامعیت اور صاف کھانسی کے اعتبار سے اگر کوئی شخصیت پروردگار کے ہاتھ کے قابل ہے تو میری نہیں کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ وہ حضرت مولانا حسین امجدی کی ہی شخصیت سے ہیں لیکن ایسا کہہ کر کہنا کہ مولانا مدنی روزِ روز اللہ علیہ سے شرفِ صحبت حاصل ہوا ہے اور شرفِ کلمہ اس بنا پر نہیں کہہ سکتے کہ وہ محض ان ہی صحبتوں کا نتیجہ نہ تھا چاہئے۔ اصل وجہ یہ کہ نامِ انصاف و امت پر کا تم ان افراد میں سے ہیں جو اپنی جامعیت میں ایک پوری امت ہیں۔ اگرچہ ما۔ کے لحاظ سے پیچھے ہیں لیکن مرتبہ کے لحاظ سے نسبت آگے ہیں۔

خود دلوی

مولانا مدنی روزِ روز اللہ علیہ سے واقفیت حاصل ہے اپنے والدین کے ساتھ روزِ روز صحبت کر جانے میں وہاں پہلے سے کوئی عیب ہے اور وہاں اپنا کوئی کاروبار نہیں، اس لیے اور کوئی درباری عیب ہے لوگ بھرت کر جاتے ہیں تو حکومت سے وہ علیہ پاس کے عوامی ہندو ہوتے ہیں اور وہاں کی جہازت اور کاسٹ پر نگاہ رکھتے ہیں۔ مگر مولانا اور مولانا کے والد محترم اسے ہند نہیں کرتے۔ مولانا ایک عوامی صحبت کے لئے ہیں۔ ان میں لائق کہتے ہیں۔ اور مولانا کے والد محترم ایک بھرتی ہی وہاں لکھیں جاتے ہیں۔

حضرت مولانا عبدالحی صاحب کا بیان ہے کہ ان کے والد امجدی صاحب علی صاحب سے جو روزِ روز علیہ کے کامیاب لکھتے تھے۔ عہدِ راجہ امجدی کہ مولانا حسین امجدی مولانا عبدالحی صاحب کو لکھتے جو سنسن نہیں دیں لیکن میں نے ان میں عیب کو فاقیہ حالت تھی کہ گھوڑے تیرا آدمی ۳ ہاؤس کے پال پر قیامت کہتے تھے۔ ٹیوشن گوارا کی حالت اس کے لئے آباد تھے کہ جو کسی سادہ و سادہ نسبت شد جیسا کہ حرمِ اہل عرب اور ظاہر کو یہ ہی دیتے ہیں مولانا عبدالحی صاحب نے وہی دیتے ہیں طریق سے یہ انہوں نے عیب تھا۔ اور اس میں تقریباً چھ ماہ گزر گئے۔ بالآخر مولانا صاحب کو سبباً ہزار ہا ڈالرا اور کتا اور صدفی کسی سادہ و سادہ کے پڑھانے رہے۔ انہی سے ملنے اور بجا گفت کے باوجود ان حضرات کو یہ علم ہو سکا کہ گھر اکثر خلتے ہوئے ہیں اور یہ معلوم ہی وقت ہوا کہ جب یہ گھر سے خوشحالی میں دل چکی تھی۔

ذوقِ صحابہ

مولانا عبدالحی صاحب نے مولانا عبدالحی صاحب کی اور عبادت تھی اسی لئے عہدِ باورسولہ کے لئے خطاب سے آپ کو لڑا گیا جیسا کہ اللہ نے حضرت ابنی سلسلہ و بیوت اور صبر و بیت میں کیا ان سلسلے سے اسی طرح مولانا عبدالحی صاحب نے مولانا عبدالحی صاحب کی اور عبادت تھی اور جنکلی میں کامل اور سب سے شکل تھی۔

اسی کی بے حدیت سے کمال رسالت اور رسولوں کی سبابت کے اعلیٰ مقام پر پہنچا ہوا اور ایک تپ دشت کے خوب ترنق بندے سے۔ لیکن اس کے باوجود وہاری رات قیام و کھرد میں گزار دیتے۔ پاؤں پر دم آجاتا۔ سوال کر لے پڑتا اور ہوتا۔ اعلیٰ انکو کتب سے عبادت کھورا کیا میں اللہ کا شکر گزار ہوں۔

اس بیوی صدی میں حسب رسول اور نبی صحت پر پوری اشد علیہ اسلم مولانا سید حسین احمد علی کے ذوق عبادت کا وہ لوگ کجوائی نفاذ کر سکتے ہیں جنہوں نے حضرت کی عازدوں کو دیکھا ہے ان کی مارتحقیقی نماز جو ملی تھی جس کو حدیث پاک میں سورج الرمین کے نام سے لڑایا گیا ہے اور جس کو احسان کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے کہ۔

” اللہ کی اس طرح عبادت کر گویا توڑتے دیکھ رہے ہوتے۔ اور اگر یہ نہ ہوتے تو یہ سوال کر کہ وہ تجھے دیکھ رہے۔“ (بخاری شریف)

جب آپ نماز میں مشغول ہوتے تو صاف معلوم ہوتا تھا کہ یہ جبرہ سے عالم سے کشیدہ ہوا ہے کہ ہے معبود کے ساتھ سرگوشی میں مشغول ہے اور ہر گام حواء کی زین بار یا سب سے برائیت بھی عار میں تلاوت ہوتی تھی سننے والوں کو بڑی خشکی ہوتا تھا گویا وہی نازل ہو رہی ہے اور وہ کیفیت درقت طاری ہوتی کہ جس کا بیان دشوار ہے۔ ہر آدمی کے دل سے بچا کہ حضرت ملی رحمت علیہ سحر میں ہیں۔ یا سحر کی شفقت برداشت کر کے آتے ہیں اور پھر سفر کر رہے ہیں۔ مگر سب نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے تو ایسی شان کے ساتھ پڑھتے کہ گویا ذی سلاقیب سے ذاتہ کوئی سفر کر رہے۔

بر وقت دگر اشد میں مشغول رہتے تھے اور ” دل بہار و دست بکار “ کے پورے مصداق تھے اور اس کا اندازہ اس وقت ہوتا تھا جب انتہائی سرد وگداز کے ساتھ یا سخت یا قیوم پر محتاج استغیث اور بار پڑھتے تھے وصال سے ایک روز قبل کوئی صاحب دم گواہ رہے تھے کہ حضرت سے آسانی سے فراری سے بار بار یہی پڑھا حاضرین میں سے کسی سے پوچھا کہ حضرت کیا کوئی تکلیف! درد سے؟ ارشاد فرمایا کہ یہی کیا تکلیف کہ ہے کہ آپ حضرت مشغول ہیں اور میں سے کھڑے ہوں۔ عرض کیا گیا حضرت آپ کے تو دست کام کیا ہے، شا کلام تو ایک جماعت بھی نہیں کر سکتی۔ ارشاد فرمایا کہ میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔

بیکس اور اللہ سٹا، ہاشمی شاہد کہ تکلیف کے بعد آگاہ ہاشمی

رضان اللہ کے سید میں ۱۳ بجے تک خود تارک پڑھا تھا۔ اس کے بعد آدھ گھنٹہ آرام فرماتے اور پھر تہجد میں مشغول ہو جاتے۔ اور ملاوٹ نماز قرآن کریم میں بسر فرماتا۔

اتباع شریعت و سنت ایک مکتوب میں حضرت ملی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں

” آپ ذکر اور اتباع شریعت و سنت پر عادت کر لیں رہتے۔ انشا اللہ تعالیٰ اصلاح و خیر فرماتے ہو جائے گا۔“

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی اس دور میں شریعت محمدی اور سنت نبوی کا امتزاج نمودار تھی۔ اس لئے ان کی ہر بات سے امتیاز و امتیاد حاصل ہوتا تھا۔ دنیا کے سب سے بڑے انسان کے نقش قدم پر چلنے ہی ہے۔ جو آدمی دنیا کے سب سے بڑے انسان کی امتیاز تلاش کرے گا وہ اتنا امتیاز سے فریب ہوگا۔ حضرت علیؓ جو تکمیل سنت سے لے کر دیکھنے والا پہلی لنگھا میں بجا سب لیتا تھا کہ واقعی انسان ایسے ہونے میں ہی درجہ ہے کہ میرا سلم بھی آپ سے بنا تھا اور آپ کا گروہ ہر جہاں تھا۔

وہ ہزاروں، لاکھوں امداد سے جو حضرت علیؓ سے ذاتی طور پر واقفیت رکھتے ہیں۔ اس بات کی تہمت دینے میں قضا قابل نہیں کہیں گے کہ جس پر کشتہ بلام سکے والا نہ کشتہ وہ ہنسے سے وہ والہتے ہیں۔ اس کے اعتدالت کی خوشگوار مریں کا سید صرف ہی ایک تھا۔ یہی اتناج سنت۔ اس قطب عالم کے یہاں رسومات تقیہ کا تو مستند ہی مہتمم تھا۔ صحابہ رسومات جو بھی شرکت سکے یہ شرط ہوتی تھی کہ صحابہ کو سنت کا جاہر ہونا یا حد سے مثلاً تقریبات نکاح میں شرکت سکے لئے ضروری تھا کہ سال کا ہر ماہ لگا رکھا جائے۔ پھر اگر حضرت رحمہم سے نکاح چڑھا مانا ہے تو لازمی تھا کہ ہر ماہی "جو علماء سے اس میں سنت کی کوشش کہیں شرف حضرت کے طرز عمل میں تبدیلی نہ کر سکے کیونکہ یہ بحث خواہ کتنی ہی علمی ہو مگر اس کی حیرت سے محروم ہے جو ہر ماہ کی مسنونیت کو حاصل ہے۔

دیکھو کہ حضرت کا مطالعہ یہ ہوتا تھا کہ وہ صرف ایک بکری کی مقدار میں محدود سے گوشت کا شورہ دیکھنے یا پلاؤ بکری لہنے۔ مگر اس کی مقدار ایک بکری سے زیادہ۔ جو انہی کے ہر جب عزیز واقربا کو دعوت دیکھنے کیے کہ جو حدت سنا کہ کی تا یہ اسی کو حاصل ہے۔ اس قسم کے معاملات میں تقیہ یا انحصار و لطافت یہ ہوتی تھی کہ بکری اور درجہ تو بیچ حد اور تنگ کنکو امداد تک محدود رہتی تھی صحابہ پر ختم ہوتی تھی۔ اور حلال مشا اور اجساد کا تسلی تھا۔ وہ صرف مسنون صورت سکے لئے مخصوص تھا

قریب سے تعلق رکھنے والوں کو بھی یہ فیصلہ کرنا پڑتا تھا کہ اگر ملازم میں احتیاط میں برتی جاسکتی تو حضرت شیخ کی خوشبودی بیسر میں آسکتی۔ البتہ اگر تقریبات میں حدت سنا کہ کی پابندی کا حزم سے تو دور دراز گادان کے ماشد سے کو بھی حق حاصل تھا کہ وہ حضرت کو اپنے یہاں نکاح مسنون کی تقریب میں مدعو کرے۔ حضرت بڑے شوق سے اس کی دعوت نظر فرماتے۔ اس کے یہاں پہنچے کہ ہر دوام میں حاصل آہستہ آہستہ۔ پھر اس پر بار سال میں پہنچے راسخ اور بیل گاڑیوں کی حدت پر داشتت کرتے ہوتے اس کے یہاں پہنچتے۔ دیکھیں کہ یہ وہ ہوتی نہ گری یا سردی کی۔

وایسے اپنے سے کھانا۔ چھوٹا ٹولہ لیا۔ اس طرح کھانا کہ برابر کے آدمی کو تکلیف نہ ہو۔ چھوٹے میں اپنے کنگے سے کھانا۔ منہ اس طرح چلانا کہ آواز نہ ہو۔ رسم اللہ سے شروع کرنا دعا کہ سورہ پختہ کرنا۔ آئی اور آخر لائحہ و صواب۔ گل و طیرہ کرنا۔ ہر حدت کا لیلا تھا اور اگر کسی کو معلوم نہ ہو کہ غلام یا غلام وقت میں کوئی حدت ہے تو وہ اس وقت

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا طرز عمل دیکھ لے۔ بس وہی سنت ہوگا کھانا کھانے وقت ساتھ ساتھ ذکر ہزار ہوتا تھا ہر فقرہ پر بسم اللہ کھانے ہونے بھان اللہ۔ لہذا اللہ پر ہمیشہ کا معمول تھا کہ کوئی قرآن پڑھ کر کے صحن سے پیچے نہیں جاتا تھا۔ اگرچہ قرآن حکم لے عبادت دی ہے کہ ایک کھانا کھا کر مگر آپ ہمیشہ اپنے ساتھ دوسرے کو اپنی پلیٹ میں شریک کر دیتے تھے۔ یہ معمول جبل میں بھی رہتا تھا۔ اگر وہاں کوئی ساتھی میں سے تو تھے، وہ اپنی کھاس دلوں کو جو اطلاق فیہی حدت کے لئے غنا ہے اس کو شریک کر دیتے تھے۔ ہر بیکر شیخ الاسلام کی زندگی کے جس پہلو پر نظر ڈالتے۔ اس طرح سنت یعنی صلی اللہ علیہ وسلم کا استمراق فی ذکر اللہ کی وہ روشی نظر آئے گی جو آنکھوں کو خیرہ کر دیتی ہے۔ زبان اس کی ترجمانی سے تفسیر و ترجمہ اس کی نگاہیں سے عاجز۔

میز کر سی پر کھانا یقیناً سنت کے خلاف ہے، مولانا آزاد نے اپنی ذراست کے ابتدائی دور میں چار حضرات کی دعوت کی اور میز کر سی پر کھانا کھلایا۔ حضرت مدنی کی طبیعت متعصن رہی۔ پشامنت امام کو نہ تھی۔ وہ اس میں اشارہ بھی کرنا اب مولانا آزاد کا لطف اور پاکیزہ احساس ملاحظہ کیجئے۔ سجد دلوں بعد ان ہی حضرات کی پھر دعوت کی اور فریض پر کھانا کھلایا اس دن حضرت مدنی کی طبیعت میں رحمت و پشامنت تھی۔

کوئی شخص مولانا انبیا علیہم السلام کے پیٹ سے بڑا بن کر نہیں آتا۔ اللہ بڑا بھٹے کی قابلیت و صلاحیت ہر ایک میں موجود ہوتی ہے۔ پھر جو ان صلاحیتوں کو بروئے کار لاتا ہے اور عزم و استقلال اور ہمت و وصلہ سے کار لیاواں احکام ریشہ سے وہی بڑا انسان شمار ہوتا ہے۔

**عزم و استقلال**

ہمت جبر واد کر نہ سدا و خلق باستہ عقد ہمت تو استہارتو

حضرت مدنی کی زندگی پر حسب نظر ڈالی جاتی ہے اور عزم و استقلال اور ہمت و وصلہ کے کہہ جائید نظر آئے ہیں ہر کام بھی انجام دیا پورے عزم و استقلال اور انتہائی ہمت و وصلہ کے ساتھ انجام دیا جس کی نظیر دوسری جگہ نہیں مل سکتی وہ بڑے اور ضعیفہ جو حاسہ کے وجود ہمت و وصلہ میں جو انہوں نے جو تمام جو انہوں سے ہمت کے لئے تھے بڑا یہ کامیں کشان سے متقابل کیا وہ اپنی نظیر آپ سے۔ حضور آرا دی کے لئے جو بعد وہم کی۔ اس کا کوئی نوذہ پیش نہیں کر سکتا۔ پھر ہندوستان میں مسلمانوں کی حیثیت و وقعت برقرار رکھنے کے لئے جو کارنامے انجام دیئے وہ آپ ہی کا حصہ تھا، اور ابھی کچھ اور ذمہ دہستے تو بہت کچھ کہتے۔ پھر بڑا یہ کی سنگیوں سے لٹنے والا نہیں تھا وہ ہندوستانی حکومت سے کسی طرح مرگوب نہیں ہو سکتا تھا حصول آزادی کے بعد ایک سامعنی کے عرض کیا کہ اب تو حکومت اپنی

یہ اسی صورت میں شدت اس لئے تھی کہ رحمت پسر ہرین اور نہدیب فر کا پستانہ دونوں ہی اس بار سے میں چھوٹ چھوٹ کے فال میں جو چاہے ہرمن کی کچھ اور جو اور اس کی اور۔ مگر عطا دلوں ایک ہی

نہ لگی۔ پس کہ فرمایا۔ ہمارے لئے تو پہلے بھی اہل عداقت اب بھی جہنم عذاب ہے۔

جس کے زمان میں مسلمانوں کی موجودہ حیثیت بھی حضرت علیؑ کے مہم و استقلال کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے اور مذکورہ مسلمانوں کی شاہی مسجدوں، خانقاہوں، مدرسوں کی بروادگی کس مذہب کی پہچان اور نقشہ کیاست کی ہر جہاں۔

۱۴۴۰ء کے عونی ہنگامہ میں جب ہر شخص کو اپنی اپنی پڑ رہی تھی اور مسلمانوں کے لئے کوئی ہمدردی نہ تھی حضرت علیؑ پر سارے مصلحہ کے ساتھ ہندوستان میں مسلمانوں کو قتل کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ وہ چودے دہائی کے ساتھ مسلمانوں کو ہمدردی میں رہنے کی تلقین کر رہے تھے۔ ایک ایسی دیوار بن کر سدھار چور کی سرحد پر چڑھ گئے اور اسی شاہی کے آگے بڑھنے کی چہری دکھ کر تمام کی آپ جہاں مسلمانوں کو بہت استقلال کا سبق پڑھا رہے تھے وہاں حکومت کی گونا گوں پر بھی حکمت تیسرا اور پوس فراہم رہے تھے۔

اسی دوران آپ سے پنڈت بہت دربراعلیٰ ہوئی۔ سے سخت محنت تاکہ میری حکومت کے دور کے خلاف ڈارٹ دی۔ تو پنڈت بہت لے گیا۔ اور اللہ کو مکی حفاظت کے لئے فرج بھیج دی جائے۔ تو حضرت علیؑ اسے سخت حد میں فرمایا۔

۱۔ دارالعلوم قندھار کا ہے وہ خود اسی کی حفاظت کرے گا۔ آپ سہارنپور کی خبر دیکھیں۔ اگر آپ مسلمانوں کا تحفظ کرنے کے بارے میں مدد میں یا اس میں ناکامی کا اندیشہ ہے تو آپ مجھے اجازت دیں میں مسلمانوں سے کہہ دوں گا کہ وہ اپنا تحفظ خود کریں:

من تدبیرہا کلمات کے بعد جدید انتظامات مکمل کئے گئے اور وقت کی بھر پور چوٹی آگ آگے بڑھے۔

جب انسان بڑھے کارناموں سے شرمناک ہے۔ تو جس قدر بڑا انسان ہو گا اسی قدر اس کے مشاغل کثیر ہوں گے اور ان کی بقدر انہماک و اشغال ہو گا۔ ہر وہ نفسی انسان ہیں وہ ہر وقت انسانی گہرائی میں مشغول رہتے ہیں۔ کبھی بگڑ میں ہے کار وقت نہیں گزارتے۔ اور نفسی انسان تو صرف کھانے پینے والا حیوان ناظر ہے۔ ہر انسان بیل دیتا ہے، اور اس کے اعلیٰ مشاغل اور کارنامے اس کی یادگار رہ جاتے ہیں جو دوسروں کے لئے مشعل رہ جاتے ہیں۔

حضرت علیؑ کے عواقب و مرقدا کے روز بروز معمولات اور مشاغل اس طرح بیان کئے گئے ہیں۔

روزانہ شعب کو تمیں جیکے تھوڑے کے لئے بیدار ہوتے اور نماز فجر تک سجد اور اداوار و دعا اللہ میں مشغول رہتے نماز فجر کے بعد تقریباً ایک گھنٹہ تک تلاوت قرآن کریم اور صلوات کتب۔ اس کے بعد سماں کی صحبت میں چاہے اور کھستے۔ پھر تقریباً بارہ بجے تک دارالعلوم میں درس حدیث اور صدقہ مدرس کے لڑکوں کی انجام دہی اس کے بعد چھ ماہوں کے ساتھ کھا، تناولی لڑکے تھوڑی جیسولہ فرماتے اور ان کی مختلف ضرورتوں کو گونا گوں مشکلات کو رفع فرماتے

کسی کسکو کی تفتیش ہو رہی ہے اور کسی کو ٹھہرا دیا جا رہا ہے اور کسی کے معاملات کا جواب دیا جا رہا ہے۔ یہ سلسلہ جاری رہے گا جب تک جاری رہتا۔ اور اس دوران سادہ دی جانے کا وہ بھی چلتا تھا جس سے مطرب تک دارالعلوم میں درس حدیث۔ جو اتنا تھا نماز صلوٰۃ کے بعد تقریباً ایک گھنٹہ کراچی میں صرف ہوتا۔ جس میں سو۔ پچاس بوجہ تلاوت فرماتے۔ کرائی کے بعد نمازوں کے ساتھ کھانا، ٹھکانا فرماتے۔ اسی اثنا میں عشاء کا وقت ہوتا تھا۔ نماز عشاء کے بعد دارالعلوم میں تقریباً تیس گھنٹے تک جاری تھی۔ اس کے بعد نمازوں کا پتہ فرماتے۔ سو گئے یا جاگئے ہیں۔ کسی کو تنبیہ فرماتے ہیں اگر کوئی بیمار ہوتا یا گزردہ یا تنگنا ماندہ ہوتا تو آہستہ سے اس کو دباتے رہتے اور اس کے بعد خود سوئے۔ تو گرا دمت کے تئیں جس کے لئے کمر دات کے بارہ ایک تک آئیں یا کس گھنٹے دستوریت میں گزارتے تھے۔ اور سادہ گھنٹہ! چون گھنٹہ دوپہر کو آرام نہ تھا۔ سب سے زیادہ مشغولی کا وقت ظہر عصر کے درمیان ہوتا تھا۔ ڈاک کا انب رسات ہوتا تھا اور نمازوں کا ہجوم پیش نظر۔ جو چالیس پچاس سے کم نہیں ہوتا تھا۔ ہر ایک کی ضرورت کا معلوم کرنا پھر اس کو ساریت و شائست و حمد و پیشانی سے جواب دینا یا پورا کرنا۔ ہر ایک کے حقوق کو ممانی کو ادا کرنا کوئی معمول بات نہیں۔ ڈاک بھی اتنی کمرت سے ہوتی تھی کہ بعض دفعہ مسیکڑا دل غلو کا انبار سانسے آجاتا تھا اس لئے کہ حضرت مدنی بہ رحمت اللہ علیہ ایک وقت شرح طریقت بھی لکھے اور عالم دین بھی۔ عامل کامل بھی تھے اور سیاسی ڈیپٹیا بھی۔ ادا ان ہی سبب اور کے مشغول تھری اور دہائی لوگوں کی رہائشیں اور استفسارات بھی ہوتے تھے جن کو حضرت پورا فرماتے تھے یہ دور مرہ کے مشاغل تھے جن کو کوئی جو امر بھی چھوڑ نہیں سکتا۔ جو ایک پیر مرہ صعب و پیاری کی تھا

یہ سالہ سال بٹھا گیا اور کر کے دکھلا گیا۔ جو کتنی کراہت ہے۔ یہ ایک عجیب بات ہے کہ حضرت مدنی رہا ہے ان تھا کہ دینے والے مشاغل سے رگھیر لیتے تھے اور نہ اکتا تے تھے اور کہیں اس کا احساس فرماتے تھے۔ اور اصل ان کا بقیہ تھا کہ انسان کام اتنا کے لئے مناسب وہ کام ہی سے انسان مناسب دیکھتا ہے۔ کثرت استقامت کے باوجود ان مشاغل پر عداوت کراہت نہیں تو اور کہتا ہے۔ شاید ہی حضرت مدنی جسکے بار کسی نے سوچ سکتے ہوں۔ یہاں کا تقریباً نصف حصہ مشغول کرنا تھا اور صغر کے مشاغل اور مصروفیتیں حضرت سے بھی زیادہ جرت اچھریں۔

**احساس فرطی منصفی** | وہ شخص بھی بھلا کیا ہے۔ جس میں اپنے فرض نہیں اور ذمہ داری کی جانگی کا احساس نہیں جو شخص بھی جس قدر انسانیت سے آداستہ ہوگا۔ اسی قدر اپنے فرض نہیں اور ذمہ داری کی جانگی میں حسرت و پشیمانی ہوگا۔ حضرت مدنی بہ ۲۸ برس دارالعلوم دیوبند کی صمد مدنی کے منصب پر فائز ہے اس دوران جس اسماک اور سرگرمی کے ساتھ آپ نے اس ذمہ داری کو نبھایا۔ اس کی مثال نہیں ملتی۔ آپ نے اس عرصہ کے دوران اپنی دوسری بے پناہ مصروفیتوں کے باوجود دارالعلوم کے انتظامی تعلیمی اور تبلیغی کاموں میں اسی قدر حسن و خوبی کے ساتھ دل چسپی کی کہ دارالعلوم کی ترقی و ترقی کے لئے کوشش کی اور دنیا میں اس کے کام کو رکھ کر دیا۔

اسی طرح اسادت ملا سے رانی کے بعد عینہ ملا کے بعد کی سرگرمیوں میں حصہ لینا شروع کیا۔ اور میری  
 ذہنی برسی سے عینہ کے مشغول ہو گئے۔ یہ عادت تھی عینہ عداوت پڑھ دیتے والی عداوت میں تھی۔ لہذا اسی عداوت کی  
 وجہ سے آپ کو پورا پورا احساس تھا اور اسی احساس نے عینہ ملا کے منہ کو ایسے دوڑی بھی بیٹھانے لگا۔ لیکن  
 اپنے بھی احساس کے وجود کو تم کو دیتے پرستے ہم نے تھے۔ اس دوران عینہ نے جو سیاسی کارنامے آپ کی سرپرستی  
 میں سر انجام دیئے۔ ان ہی کی عداوت آج عالم اسلام میں مسلمانوں میں بے حد رشتہ دار ہے۔ اگر عداوت ملی، وہ کسی سیاسی  
 سرگرمیوں میں اسی ضد سرگرم عمل رہتی تو کسی کو معلوم ہوتا کہ اس تحریر کیب آزاد کی میں مسلمانوں کا پورا حصہ ہے جس کی  
 بنیاد عداوت مسلمانوں کے ڈال۔۔۔ وہ اپنی جاسازیوں اور سرگرمیوں سے اسی کو تہمتی لگے۔ بنیاد اور خاص طور پر حسب  
 مسلمانوں کی اکثریت کے پاکستان کا مطالبہ کسی کے لگے۔ لگے قائم کر لیا۔ اگر عداوت ملی، اور ان کے سامنے رہتے تو  
 ہندوستان میں مسلمانوں کی موجودہ حالت اس قدر بہتر ہوتی کہ جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا

پھر والد العظیم میں صدقہ ہدی کے علاوہ شیخ الحدیث جوہر نے کی وجہ سے دو صوبہ سے اہم سینیٹرز کی اور ترقی  
 شریف بیٹے آپ کے پاس پہنچتے تھے۔ دروازہ قیام میں سات آگے گھنٹے اور دینا آسان کام نہیں۔ اور پھر ڈوٹھانی  
 سولہ کے سامنے میرا وہ ڈیپٹی کے آواز پہنچا اٹھنی بات میں۔ پھر وہی تھی پورے اجلاس کے ساتھ ہوتا تھا اس کے  
 علاوہ ہر برسرِ مذاکرہ کی ترقی یعنی تھی اور مطالبہ علم کے سوال کا جواب نہیں ملتا دیا جاتا تھا جس میں کافی وقت صرف  
 ہوتا تھا۔ قیام کے دوران کبھی کسی کا نام نہ پڑا کیا ہوتا۔ سطر ہی تھی کبھی کبھی رہتا تھا اور کوشش یہ تھی تھی کہ ملاز  
 ملدے ملائیں بیٹے کر سب پڑھا جاسے۔ بیٹنگوں میں سطر کے سطر سے ڈیڑھ ہوتی تھی کا وقت ہوتا تو آگے ہی اعلان کرنا  
 دیا جاتا کہ سینیٹوں کا اب نہ کوئی ٹھکان ہوتی رہا تھا۔ حتیٰ کہ سطر سے ایک اور واہی ہوتی تھی کی ٹھکان ستروں نہیں  
 اترتی اور واضح کیسے ہیں ہوتا۔ اور واہی بھی اسی طرح ہوتی کہ سینیٹوں کے دربار قشرب لاسے وہ دربار نہیں رہتی  
 تھی اس سے مات کر ۱۲ صفر تک اترا ہوا۔ اور وہ ان سے حد لیا لاری و جوہر ہے۔ اس سبب سطر سے واہی  
 مات کی بددلی اور ملاقات کے سے کسی کے والوں کا بجم۔ پھر بھی سینیٹ کا اعلان ہو گیا۔ اور سینیٹ کئی بار وہی بددی  
 و نام میں شہن سے ملدی شروع کرانی گئی جو اب ہی کا حصہ تھی

**سازگی و سبے تکلفی**

سازگی اور سبے تکلفی بھی اعلیٰ اسلامی جوہر ہے۔ محبت ملی اور قدرت و سادگی اور سبے تکلفی  
 میں کتنا سے روز گزار تھے شیخ طریقت۔ علم ربانی ہونے کے علاوہ حضرت ملا، ان کا ہر ایک  
 شخصیت ایک بڑے سیاسی مفکر رہا کی تھی۔ اور سیاسی بیند مسلم بوجہ مسلم۔ مکی بوجہ مکی آپ کے آئینہ بھارت  
 کو سردی اور باحسٹ نظر کھینچتا تھا۔ اسی ظاہری عزت و وقار کے باوجود اپنی درویشی۔ مکان اور سہولتیں کو برقرار اور  
 مشیت برسی کے موافق سادگی کے ساتھ۔ مدگی گراں سرف آپ ہی کا حصہ تھا۔ یہی تھی وہی ڈال کے قدم ڈالنا جانے

ہیں اور یہی راہ سے بھٹک جاتے ہیں۔ حضرت علیؑ کا لباس - وضع قلع - ورائٹس - جود و بامش سبب طیب اور سادہ تھا۔ اور صحت سوری کا بہترین سوز۔ آپ صحت کے موانع پر بڑے کاٹھک استعمال کرتے تھے اور چڑھے کا گولہ ڈھرتا استعمال ہوتا تھا جس پر ہمیشہ ایک سالن ہوتا تھا اور دائرے کی شکل میں کم از کم دس بارہ آدمی دسترخوان سکے گرد میز گرد ایک سو بیس ہوتے تھے ان میں سے ایک حضرت بھی ہوتے تھے اور ساتھ کھاتے تھے۔ صبح کو ناشتہ کے ساتھ دہائی روٹی اور مریچ کا اجاڑ ہوتا تھا۔ یہی حضرت کا ناشتہ تھا اور یہی تمام نمازوں کا۔ ایک دھو حضرت روٹے کھاتے والوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ ہم آپ حضرت کے اس ہاتھ میں تو آپ رخ اور صبر سے کھاتے ہیں، دریاں باسی روٹی اور مریچ کھانا پڑتی ہے۔ اس پر مولانا اعجاز الحق کا مدعا صوری جو ان تمام باتوں کے زادی اور محرور ہیں سے فرمایا کہ حضرت باسی روٹی اور اجاڑ مریچ سے زیادہ مزہ دار ہے۔

**تواضع اور انکساری** انسان کی انسانیت اور برتری و سرپرستی کا اصل راز تواضع اور انکساری میں مضمر ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ضرور دولت و سرپرستی عطا فرماتے ہیں" یہی تواضع و انکساری اصل تانِ حمدیت ہے جو شخص بھی اپنی حقیقت کا شکر نہ کرے گا وہ مجتہد تواضع ہو گا اور کبر و خودی سے بالکل سبزا ہو گی۔ جو حمدیت کے باطل متان اور تشاد ہے۔

حضرت علیؑ کے متعلق گزشتہ صفحہ میں مولانا عبدالعزیز دینا آبادیؒ کی تحریر گزشتہ سب سے کہ خادم کو مقدم ہونا کر چھوڑتے تھے۔ واقعہ حضرت علیؑ و تواضع اور انکساری کا ایک مجسمہ تھے کبھی صمد مقام پر۔ بیٹھتے تھے اور میرٹ شہت کے لئے عین کا گوشہ اختیار فرماتے تھے ہر ایک چھوٹے بڑے کو "آپ" کے لفظ سے خطاب فرماتے تھے اور ہمیشہ اس انداز سے گفتگو فرماتے تھے کہ گویا چھوٹا ہے بڑے سے گفتگو کرتا ہے۔ وہ ہر ایک کے ساتھ گفتگو کا یہی انداز تھا۔ گویا ان کی نظروں میں سب بزرگ تھے اور یہ خودی ہر کام کے لئے خودی حقیقت کہتے ان برہمت و شفقت کے لئے آپ کو پیش کرتے۔

قابلیت تواضع و انکساری کی وجہ سے آپؑ کا عین و معانیوں کا کسی ہمیشہ اچھے الفاظ میں ذکر کرتے اور کسی کو ہر سے لفظ سے یاد نہیں کرتے تھے سنی کہ گورنمنٹ برطانیہ میں کی عداوت و لغت آپؑ کی عظمت پر چکی تھی اس کو بھی ہمیشہ مولانا گوٹمنٹ "فرمایا کرتے تھے اگر جو اس لفظ "سیران گوٹمنٹ" میں پورا غصہ ہوتا تھا اور بعد کی تقریر میں گورنمنٹ برطانیہ کی تمام سربراہوں کا مار چاکش ہوتا تھا۔ حضرت علیؑ وہ کی یہی خاکساری و انکساری تھی جس سے غلوفی خدا کو آپؑ کو دیدہ اور شہسبانی بنا دیا تھا اور آپؑ ہر ایک کے سردار اور مترجم ہوتے تھے۔

اسی انسانی خاکساری کے وجود حضرت علیؑ وہ وقار و عظمت کا کہہ چور یا کہہ نہ سکتے۔ ایک خاص طرح کا



ہر بیت و حال پر سے پر عین تھا۔ اور دیکھو صحبت مدنی وہیں نہیں کہ انہیں فرمایا کرتے تھے مگر مخاطب کا دل آمد سے رونا رہتا تھا اور شکل بات کی جا سکتی تھی۔ سو لانا امتیاز اس کا دھوی فرماتے ہیں۔ یہ میرا حال تھا جو ایسی بالائے کسی کہ وجہ سے تمام بزرگوں سے بات کرنے کا عادی تھا سنی کہ حضرت مخدومی رحمۃ اللہ علیہ کے ان بھی سبہ و حرکت جو ہی میں آتا تھا کہ جیتا تھا۔ وہ حضرت مخدومی کی جا میں سے کہیں کسی گرائی یا ناگوانی کہیں اللہ ہمیں ہوا۔

میں سے کہ حضرت مدنی رکتہ شد علیہ کے ہم عصر بزرگوں کی زبان سے یہ فقر مستجاب کہ "صحبت مدنی ہ سے ڈر گئے۔" بدایا ایسا ہوا کہ حضرت مولانا عبد الیکس رکتہ شد علیہ کسی خاص مقصد ہدایت کے لئے دیر سہ گئے ہا حضرت مدنی رکتہ شد علیہ سے بے تکلف ملاقات ہوئی اللہ سنی ہیں کہ باقی جو ہیں مگر مقصد کی بات زبان پر آئی۔ وہ وہاں کے بعد فرمایا۔ "حضرت مدنی وہ رکتہ شد علیہ سے بات کرنے کی بہت نہ ہوئی۔"

حضرت مدنی رکتہ شد علیہ لباس کے میں طریقت میں سخت گاڑھا کھد پہننے میں است تشدد تھے اور ہمیشہ ساری عمر کھد پہنا۔ اور اس کے علاوہ وہ بھی کشتیاں استعمال فرماتے تھے۔ دیکھنے میں والوں سے بھی پناہ کرتے تھے کہ وہ دیکھ کر اپنی نہیں اور دیکھ کر کشتیاں استعمال کریں۔ اس کی ایک وجہ تریچون ممالک سے در آمد اشیاء سے طریقت مقصود تھی۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ حضرت کا شائق کہ جہد سے معاشرہ میں سادگی اور سبب تکلیفی آجائے تاکہ بیت دہائی پر جو چاہے ان سے اندازہ اخراجات اظہر ہوتے ہیں وہ کم ہوں۔ اور اس فری لباس کے واسطے میں اتنا اہتمام تھا کہ اگر کسی بیت کے لئے وجہ کا کس دیا جاتا تو اس کا اندازہ پڑھ کر تہیت تھے مگر پڑھائے نہیں تھے۔

بعض مصلی القند مشائخ طریقت بعض اس لئے گاڑھا کھد پہنے کا اہتمام فرماتے تھے کہ تا بہ صحبت مدنی رکتہ شد علیہ سے ملاقات ہو جائے اللہ ولایتی پڑھنے سے ان کو گرائی اور ناگوانی ہو۔

**ایشاد و قرآنی**

ایشاد و قرآنی میں ایک علی انسانی جو ہر جہے میں سے اسامیت پر ان پڑھتی ہے۔ اسی لئے قرآن پاک میں یومینین نامیوں کا وصف بیان کیا گیا ہے

و یوم شریک علی انصہم ولو کان بہم حصاصۃ  
 اللہ ایشاد کرتے ہیں وہ اپنے نفسوں پر اگر چہ خود ان کے لئے بھی ہو :

حضرت مدنی بھی ایشاد و قرآنی کا جوہر تھے۔ ان طلباء کے اخراجات کی حد کفایت فرماتے تھے جن کا دارالعلوم سے وظیفہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اور اپنے شیخ والوں کی ضرورتوں کو خفیہ طور پر پوری فرماتے تھے اور یہ معلوم ہوا کہ اپنے وقت و لقاء سفر کے تمام اخراجات حضرت مدنی رکتہ شد علیہ خود برداشت فرماتے تھے۔ مسوول میں اخراجات کے وقت سنبھلے پہلے حضرت مدنی رکتہ شد علیہ کا اٹھ صوب میں جانا تھا اور شوا نکال کر روکتی ملامت اخراجات وہ پہلے پاس سے بدلے فرماتے تھے اور وہی ضرورتوں کو بہت پاس سے پورا فرماتے تھے اور اس معاملہ میں بہت

سنتی ہستے تھے اور جو بڑا اور مردوں کی طرف سے آئے تھے سب سے پہلے ان کو دفن فرمایا گیا۔ ہر چہ یہ کہنے سے تھے  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے  
**فیاضی و مہمان نوازی** اور جو شخص فقہ اور دینم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہئے کہ وہ اپنے

مہمان کا اکرام کرے۔ "مسلم شریف"  
 ایسی معلوم ہوا کہ مہمان کی اعزاز و اکرام ایمان کا خاصہ ہے اور یہی اس سبب سے شرافت کا اصل تقاضا ہے  
 کہ اپنے پاس آئے واسطے کا ہر طرح اعزاز و اکرام کیا جائے اور فیاضی و فراخ دل سنی جائے  
 حضرت امیر مومنین علیؑ کی فیاضی اور مہمان نوازی بھی حد سے بڑھی ہوئی تھی اور یہی آپ ہی مثال سنتے ہیں  
 سے وہ لوگ کوئی واقف ہیں جس کو کسی حضرت کے آستانہ پر حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ روزانہ کم و بیش چالیس مہمان  
 حضرت کے دسترخوال پر ہوتے تھے جو مختلف شہزادوں اور مختلف اطراف کے ہوتے تھے۔ حضرت سزا کی کا ہر اپنا  
 اعزاز و اکرام فرماتے تھے اور سببیت فیاضی و فراخ دل کے ساتھ خرچ کرتے تھے۔ کھانا اگر چہ ایک ہی ہوتا تھا مگر  
 لذت اور مزید ہوتا تھا حضرت دونوں وقت کا کھانا مہمانوں کے ساتھ کھاتے تھے اور خود بھی وہی کھاتے جو مہمانوں  
 کو کھلاتے تھے۔ کھانے میں کسی قسم کی تفریق نہیں ہوتی تھی۔ جو ہوتا تھا سب کے لئے یکساں ہوتا تھا اور اگر کوئی  
 خاص چیز پکوانی جاتی تو سب کے لئے پکوانی جاتی تھی۔

رمضان المبارک میں جو کچھ مہمانوں کی تعداد سیکنڈوں ہوتی ہے سب کے لئے دو دو کھانے کی چیز کا انتظام دہرا  
 سکتا تھا اسی لئے حضرت خود بھی دودھ استعمال نہیں فرماتے تھے اللہ متعلقین کے اصرار پر فرمادیتے۔ اتنا کمان ہے  
 جو سب کے لئے دو دو کھانے دودھ کا بندہ درست کیا جائے۔ اگر مہمان بے وقت بھی پہنچ جاتے تھے تو اسی وقت ان کے لئے  
 کھانا تیار ہوتا تھا۔ کبھی مہمانوں کی کثرت سے گھبراتے یا کرتے نہیں تھے بلکہ کبھی کوئی واقف دوسری جگہ ٹھہر جاتا  
 تھا تو گرانی ہوتی تھی۔ اور اگر کوئی ناواقف بلکہ واقف بھی دسترخوان پر بیٹھ جاتا تھا تو اس کے ساتھ بھی پوری ہوشیاری  
 کا اظہار ہوتا تھا

خود کم کھاتے تھے اور دوسروں کو بڑا دکھاتے تھے اور بعد میں بیچے ہوئے سال کی پیشانی کو خود اپنی  
 انگلیوں سے چلاتے تھے اور دسترخوال پر گرے ہوئے پر سے اٹھا کر تامل فرماتے تھے۔ عوامیت آہستہ کھاتے  
 تھے تاکہ سب مہمان خوب پیٹ بھر کر کھالیں اور جب سب کھا چکے تو فرماتے کہ میں ابھی تک کھا رہا ہوں اور تم پیٹنے  
 ہی فارغ ہو گئے۔ یہ تو اچھا نہیں ہے اصرار اللہ کھلاتے تھے۔ فرماتے کہ میں اسے میں آپ اپنی مثال آپ ہوتے۔  
 اسی سبب میں ہندوستان کے مشہور کیوسٹ ایٹم ڈاکٹر محمد اشرف کے تاثرات ملاحظہ ہوں۔  
 ۱۹۴۶ء میں کیوسٹ پارٹی کو سلطان سوال کی صحبت اور اس کے تاثرات میں مظر پر مہمان پڑا

اور مجھے اس کام پر متحرک کیا گیا کہ اس کے بارے میں ایک رپورٹ پیش کروں۔ میں اس سارا کی دکان میں دو سو سو بھی حاضر ہوا۔ محراب و مبرک کے طوعے تو میں نے اس سے پہلے ہی دیکھے تھے۔ صورت کے مطالعہ کا سو قراب لا جنگ۔ ظہیر کے بعد اسٹیج کی گرانی، سولانا کی قبیل آمد، ایک ٹیبلٹ کا دور، مگر اس سے حضرت سولانا کی نمان نوازی میں کیا فرق آسکتا تھا۔ اور جب مجھ جیسے امکان اور جہدوں کو سولانا سے اجراء اپنے مکان میں ٹھہرایا تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ سب سے رشتہ بدی، دوستی، اور دوسروں کے واسطے سے صحافیوں کا کیا جرم رہتا ہوگا جب میں سولانا کی رشتہ گاہ پر پہنچا تو وہاں کا ناظم پہلے سے موجود تھا چنانچہ میں نے بھی صحافیوں کے قسے کر کے میں ایک چار پائی پر دست لگا دیا۔

دو دنوں کے سمرات سے میں بڑی بھی گھبرا ہوا میں مگر پہلے دو دن میرے اوپر واقعی بڑے سخت کر کے۔ نماز چوگا دیکھ تو خیر میں صبر کر لیتا۔ مگر سولانا کے ان تقریباً تین دنوں میں کبھی نہ کسی کہ حضرت کی ممانہ کے بعد میں یہ شکل گئے پھر سولانا کی کو کسی کو دست بگر ٹھہرا رہا ہوا۔ میں نے دیکھا کہ میرے آس پاس کوئی دگر کسی میں منگنے سے تو کوئی تیسری و ڈیپ میں ٹھہرا ہی رہی یہ حضرت شہد کے لئے نظر بیٹھے پھر فرسے پہلے اور بعد قرآن پاک کی تلاوت کا سلسلہ شروع ہو گیا اور جب دوسری رات بھی اسی کیفیت کی مدد ہوئی تو میں نے حضرت سے عرض کیا کہ حضور کے ساتھ رہنے سے میری فائیت و رحمت بڑا ہو مگر میرے ساتھ صحت کو خطرہ ضرور لاحق ہو چکا ہے۔ حضرت نے قسم فرمایا اور میرے ان سے مجھے ایک ٹیبلٹ اور آرام دہ کر دیا گیا۔ یہی صبح میں آزادی سے اپنے کمرہ میں رہتا تھا جو جگے جگے گھر میں تھا۔ صبحی۔ چنانچہ میں نے سولانا کی نوازی کا وہ کام ہی کے لئے میں حاضر ہوا تھا شروع کیا۔ اور اس سلسلے میں پہلے دو دن کی سجا ہوا کارخانہ کے صحت سے سنے واقعات کا علم ہوا۔

دو ہفتوں کے قیام کی غالب چوتھی شام صبحی کو میں اپنے دفتر پر دوبارہ گیا۔ رات کے وہی نکال چکے تھے۔ گھر سے پھر سولانا کی وجہ سے کہہ سکتا تھا کہ صبحی۔ چنانچہ وہ صبحی کی اور سولانا کی دو روزہ کھلا رہتا تھا۔ بلکہ پھر ٹھہری ہی تھی کہ میں نے ایک اتنا اپنے ٹھکانے پر گھسی کیا اور پھر دو دنوں انہوں سے کسی کے سیر سے باور لانا شروع کر دیتے ہیں جو کہ ہو گیا۔ دیکھنا کہ حضرت سولانا نے نفس نہیں اس گزراؤ کے پاؤں واسطے میں مصروف ہیں۔ میری بددعا سے اور ٹھہری کا اشارہ آپ خود کہہ سکتے ہیں۔ میں نے پاؤں بدل بدل کر رکھے اور اسے ادب اور لگاؤ سے

حضرت کو روکا۔ مولانا نے اس پر حسرت سے فرمایا۔ آپ بچے اس ثواب سے کیوں محسوسم  
 کرتے ہیں۔ کیا میں اس قابل بھی نہیں ہوں کہ آپ جیسے ہمان کی خدمت کر سکوں۔ گھر پر اس  
 استاد کے بعد ہر گھر کی برسرے نے اس کا بیان کرنا مشکل ہے۔ واقعہ۔ بھی بت کہ میں بارہ برس  
 بعد آج پہلی بار اس واقعہ کا انکشاف کر رہا ہوں۔ اور اگر حضرت زندہ ہوتے تو اس واقعہ کو فاش  
 کرنے کی عرصت۔ ہوتی۔ ان کی حراج دل اور اس کے اخلاق کا یہ اوسنے سور تھا :

ڈاکٹر صاحب برہمنے جب اور حیرتی سے بارہ برس بعد اس کا انکشاف کر رہے ہیں۔ حالانکہ ایسے لوگوں  
 کی قدر و سبکدوش سے تجا ذہبے جن کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا کہ حضرت نے سوسنے میں ان کو دیا یا۔ اور ان کو معلوم بھی  
 نہ ہو سکا۔ یہ واقعہ ہے کہ حضرت نے سوسنے کے واسطے کی ناکادہ ایک استاد سے متن بہم پہنچائی تھی کہ اس طرح عمل کے ساتھ  
 سوسنے ہونے شمس کو دیا جاسکے کہ اس کی آنکھ نہ کھلے۔

احتیاط و تقویٰ سے مولانا مولانا احمد پنکک کے مال سے عرصت اور حاجی مصداق کے علاوہ اپنی خدمت کا کوئی  
 معاوضہ نہ لیتے تھے۔ مولانا کی کفایت شہدی اور احتیاط کا اس سے اندازہ لگاتے کہ مولانا

گلشن میں ہوتے ہیں۔ اس میں ایک جلسہ میں لے سفر کا دعوت دی جاتی ہے۔ دوسرے مرحلے کی طرح مولانا کے لئے  
 سیکرٹری لاس کے کر لیا۔ ایک خادم ساتھ لائے اور کچھ زاد خرچہ کے لئے روپیہ بھی دیا جاتا ہے۔ اس وقت کے لئے  
 مولانا آئے ہیں۔ کوئی خادم ساتھ نہیں ہوتا۔ تھوڑے گلاس سے مگر کتے ہیں اور راستہ میں ناشتہ وغیرہ میں کل سات  
 اسے چہا جوتے ہیں۔ جلسہ میں پہنچ کر نام جلسہ کا دفتر معلوم کتے ہیں اور وہاں پہنچ کر اپنے انراجات کو لیکر کا ہر  
 گھر کو بقیہ روپیہ جمع کر کے لئے رکھ آئے ہیں۔ اور جب واپسی کا وقت آتا ہے تو متعلقین جلسہ سے روپیہ بطور جھٹا  
 پیش کرنا چاہتے ہیں۔ مولانا انکار فرماتے ہیں اور اتنا ہی سہاگرا کر کتے ہیں مگر کہ آسے میں سہاگرا چاہتا ہے  
 اور زیادہ مجھ کو کیا مانا ہے وہ کہا جاتا ہے کہ یہ کیش کی منظوری اور غرضی سے پیش کیا جا رہا ہے تو آپ فرماتے ہیں کہ  
 کیش کے لئے سہاگرا؟ جواب دیا جاتا ہے ساتھ سہاگرا۔ مولانا پھر چہتے ہیں کہ اس جلسہ میں جو روپیہ خرچ ہو رہا  
 ہے وہ آپ ہی کو مل جائے گا۔ عام جلسہ سے ہے؟ جواب دیا جاتا ہے کہ یہ عام جلسہ سے ہے۔  
 مولانا فرماتے ہیں کہ پھر آپ تعزات کو اس طرح صرف کرنے کا حق نہیں ہے۔ لوگ عرض کر سکتے ہیں کہ ہنگامے  
 ہم کو اختیار دیا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔ پنکک نے آپ کو یہ کچھ کہ اختیار دیا ہے کہ آپ کفایت مشاہدی کے  
 ساتھ حاجی خرچ کریں گے۔ آپ اسی سہلہ وادی سے خرچ کر کے کے محتار و مجاہد نہیں ہیں۔ لوگوں کے اس قول  
 و حال اور سپہیم امور کے احمد مولانا نے حاجی خرچہ کے علاوہ دیا۔

کچھ کی دیا ہے ایسے لیڈر اور عالم شکل ہی سے ہیں گے جو عوام اور پنکک کے سزا میں اس طرح احتیاط

کرتے ہیں اور لانا چاہتے ہیں اس لئے کہ وہ اس کے لئے سب سے زیادہ مصلحت مند ہے۔ آج کل یہ ہے کہ جو کچھ مروجہ ہے اس کے لئے ہمارے نہیں دیکھتے۔ مگر اگر ہم اس کا اہم ہونا ہے تو اس کے لئے کوئی دکان یا اول ڈسٹر۔ کسی جہت سے۔ کہیں پاسے کی امید ہوتی ہے تو کسی کسی طرح اشارہ دیکھنا یہی ہے اس کے لئے طلب بھی کہہ سکتے ہیں۔ مگر سوائے ان کے کہیں اور بھی ہے۔ نہ صرف ہمارے ہی نہیں بلکہ ہمارے لئے دوسروں کے پاس سے آئی نہیں پہچانتے بلکہ اس کی شہادت دیکھنا اور اس کے لئے بھی اس کے لئے دیکھنا ہے۔

ایک بار سوائے ان کے کہیں اور بھی ہے۔ نہ صرف ہمارے ہی نہیں بلکہ ہمارے لئے دوسروں کے پاس سے آئی نہیں پہچانتے بلکہ اس کی شہادت دیکھنا اور اس کے لئے بھی اس کے لئے دیکھنا ہے۔

حکومت مولانا کو بڑی شکر ہے کہ وہ اس کے لئے دیکھنا اور اس کے لئے بھی اس کے لئے دیکھنا ہے۔

حکومت مصر صانع اور ہر شیخ الحدیث کی حکومت ہے کہ ایک ہزار روپیہ ہمارا مشاہیرہ۔ مگر ان کے لئے ایک دوسرا ہونا ہے کہ وہ اس کے لئے دیکھنا اور اس کے لئے بھی اس کے لئے دیکھنا ہے۔

مولانا کے پاس مل آنا تو مستعد تھیں کہ وہ اس کے لئے دیکھنا اور اس کے لئے بھی اس کے لئے دیکھنا ہے۔

مولانا کے وہ وہ تو ہوتے ہی اس کے لئے دیکھنا اور اس کے لئے بھی اس کے لئے دیکھنا ہے۔

حکومت مصر صانع اور ہر شیخ الحدیث کی حکومت ہے کہ ایک ہزار روپیہ ہمارا مشاہیرہ۔ مگر ان کے لئے ایک دوسرا ہونا ہے کہ وہ اس کے لئے دیکھنا اور اس کے لئے بھی اس کے لئے دیکھنا ہے۔

یہ بیٹن کو دل !

خدا صاحب سے عرض کیا۔ جس چیز کو حضرت جنت اللہ علیہ السلام میں فریاد اس کو میں کس طرح پہنچا کر سکتی ہوں

آپ کا بہت بہت مشکوٰۃ میں آپ کی دعا کی ضرورت ہے

حضرت کی زندگی کا سب سے بڑا استہیاذ یہ تھا کہ وہ اچھانی کا حکم دینے اور برائی سے  
اہل المعروف و غیر اہل عرفان

روکے میں بڑے بڑے واقف رہتے تھے۔ یہ ان کا ایک ایسا وصف تھا کہ علماء کرام کی  
جماعت میں بڑے بڑے اہل باہب چہرہ دستار ان کا مٹا بل نہیں کر سکتے کیا مہال کہ واڑھی مٹا کر کوئی ال کے سامنے  
آجائے کسی کی برکت کو سر پر انگریزی طرز کے بال ہوں اور ننگے سر حضرت کے رو برو پہنچ جائے اور ان چیزوں پر  
اس نے زیادہ شدت تھی کہ لوگ صفت نبویہ کا مدق اڑا لے لگے ہیں۔ واڑھی مٹانا سر پر انگریزی بال رکھنا۔ اور پھر  
اس پر فرکانا۔ اور شریح کو گون کو خیر جاننا کہ باہت نبویہ کی تغیر و تفریق ہی نہیں ہے آپ کو کہہ کر کہ سرحدوں پر لاکھ لاکھ کرنا  
ہے۔ بدینہ جو حضرت سے لوگوں پر صحت نارا میں ہونے تھے اور ان باتوں پر ان کی گرفت سے دو سہاہ پنج سکتے  
تھے۔ رہنا طاقت اور سچی بات تو یہ ہے کہ ان کی اس ادا کے فیصلہ میں ہزار ہا چہروں پر دیکھیاں نظر آئے گی۔ اور  
بڑا ہا سردوں سے انگریز پرستی کا برہم آنگی۔ معروف کی اشاعت اور شکر امت سے اسی شدت سے روکے وال  
جماعت علماء میں اب کا ہے کہ پیدا ہوگا۔ باہل پرست جماعتوں کا مٹا ہر جس پامردی سے کرتے اور ہی داد میں  
ہر سب کو شتم۔ قدر و قدر میں کوسں حصدہ بیانی سے قبول کرتے یقیناً اس کے اجر معاصف سے عالم احمدی  
میں ان کا واسی مراد بھر دیا جانے گا عمل و بہت کی ایک چٹان تھی جس نے کسی تنگنا نہ جانا عزم و دلہ سے ہو سکی  
کا ایک کہ وہ گراں تھا جس کو عبادت پر درگاہ اور تقابلات۔ ما۔ اپنی جگہ سے ہٹا۔ سکتے تھے ۔

گوئی میں ! ع سے اسے یاد صبا جاتا ہے  
نگہ دہار سے بھولوں کے اڑھاتا ہے

حضرت علیؑ جرح اللہ علیہ  
ایک صاحب قلم

اور پاکیزگی دی۔ مذہب کو ایک سچا پورس اور سچی انگلندی۔ وہ لگ کر عظمت اور وقار عطا کیا۔ مولانا کی حقہ  
دہلی کے یہی وہ پہلو ہیں جس پر دنیا کی نگاہ پڑتی ہے۔ لیکن آپ شہر عالم و ستارہ سیاست دان قومی رہنما اور  
روحانی دیبا کے نام سے ملے کے ساتھ ساتھ صاحب قلم بھی ہیں۔ اسوں نے اپنے قلم کے ذریعے جو علی  
عربی روحانی اور سیاسی وحدت انجام دی ہیں۔ انہیں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

جو لوگ مولانا کے قریب رہتے ہیں۔ اس میں معلوم ہے کہ حضرت مولانا کے لیے بنا ہوا سیاسی وفد ہے، مشاعرے، اس بات کی اجازت ہے، اپنے سنے کہ وہ کوئی نئی کام کریں۔ میں وجہ ہے کہ مولانا کی تصبیحات چند سے زیادہ نہیں۔ اور یہ تصبیحات میں اس نے دو یا تین سیں آئیں کہ لوگ اس میں پڑھیں اور تھریب کریں۔ کچھ قلم اس وقت ہاتھ میں لیا گیا جب اس کی اشرفیہ دست تحریر کی گئی۔ اور لوگوں کے مسلسل اسرار اور بار بار قضا سے کہنے تصبیحات میں "امیر پاشا" "تمہ" "قومیت" "لغش حیات"۔ "الشمس پاشا" "تیب" ہیں ان کے علاوہ کچھ رسائل اور خطبات میں۔

"امیر پاشا" کا نام سب سے پہلی تصبیح ہے۔ یہ کتاب اس وقت لکھی گئی جب آپ کا قلم اور آپ جواں تھے۔ اس میں آپ کا قلم ایک طرف شیعہ آزادی کے پرانوں کو جدید دہندہ کی دعوت دے دیکھتے ہیں۔ اور دوسری طرف اس کی ترک ساز سہیت کے طلب میں بیرومت ہوتے ہیں ہے۔ "امیر پاشا" میں ماہ علمی دارالعلوم دیوبند کے سابق صدر میں اور انقلابوں کے کام شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد امین صاحب رحمہ اللہ قضا سے علی کی مدد کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ "امیر پاشا" کے تشریح کے چند اوراق میں بہت ہی کوشش اور سپرد اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ چھوٹے چھوٹے محلوں کا ذکر ہے اس قابل ہے کہ بار بار دیکھ جائے اس کے لفظ لفظ سے غور میں پکارتے۔ اس کے چھ لفظوں میں محبت و عقیدت کی پہلی ذرا بکھاتی ہوئی ہریں۔ حدیث کا گوتہ ہوا بدل اور انقلاب کی گونج ہے۔ اس کے لفظ لفظ میں احساسات کی وہی ہوتی چنگاریاں اور اس کی آہاں عری ہوتی ہے۔ لیکن ساتھ ہی خود بخود کی دعوت۔ صبر و استقلال کا درس یقین حکم اور عمل توہم کی تلقین تکمیل سیرت اور تعمیر حیات کا ایمانی پہلو بھی سے متعلق

اس سے بکرا اور ای سے بیض حاصل کئے لیکن ڈکار دلی۔ اس سے قاسم سریش پالی میں  
 مگر مضمون کر گیا۔ اس سے کشیدہ کی گھاؤں اور دھواں دار بادلوں کو پکس با گھوٹے اختیار  
 ہوا۔ دوسرے رکیا، شیطیات، دستانیں۔ استقامت سے دہشت شریعت کو دھپو ڈھشت  
 میں گلن کر کڑی ہو گیا مگر دم دارا۔

اور کئے عام شریعت دیکھے سندان حسن  
 ہر جہاں کے ماہ عام دستان ہاش

یہ آغاز شروع کے چند اوراق میں اختیار کیا گیا ہے۔ اس کے بعد مولانا کا قلم عبادت و کمال اور تجربات و مشاہدات کی تمام گراں میں بہت اختیار کے ساتھ آ کر گیا ہے کہ مولانا محمد امین صاحب رحمہ اللہ کے روایتی جملہ سوسلے کہ سارے مالہ۔ اور سہ دستاں کی والی ہک سلسلہ، بات بات میں ایسی تصویر کھینچ دی گئی ہے کہ جسے سندان، عرب و ملک، ترک کی مظلومیت، اور اتحادوں کے دہائی کر شے اور ظالم۔ دوسرے کھل کر سامنے آئے ہیں

”نفسِ حیات“ میں تو مولانا کی خود نوشت سوار ہے لیکن اس میں نحریات کے علاوہ سیاسی صورت کا اچھا خاصہ ادب ہے۔ اس میں آپ کا خاص اسلوب نگارش ہے جو سست ہی عجیبہ، سست ہی جامع اور سست ہی پاکیزہ ہے۔ آپ کا نظم لیں وہیں تک چلتا ہے جتا اسے چلنا چاہئے۔ ذاتی تعصبات و جزئیات ہیں کہ پڑھتے پڑھتے قاری کا جی اٹتا ہے اور رہنا اختیار کر لیتا ہے معلوم۔ جو حسن بات کی تفصیل ضروری ہوتی ہے اسے پھیلا کر لکھتے ہیں اور حال اختلاف ہونا چاہئے وہاں مختصر ہی لکھتے ہیں۔

”نفسِ حیات“ میں کثرت سے انگریزی اور اردو کی تاریخی کن سول سے سوال بہت پیش کئے گئے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو حدیثِ قصیر لغت، معنولات کے علاوہ اس تاریخ پر بھی عبور ہے۔ سب کوئی بات لکھتے ہیں سب دلیل نہیں لکھتے۔ مذہبی اور علمی مضامین میں تو ان میں صاحبی آیات و عادت پیش کی جاتی ہیں۔ اور تاریخی حالات کا تحریر کرنا ہوتا ہے تو تاریخی کتابوں سے اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں۔ اس سے ان کا مفہود ہوتا ہے کہ کتاب کے دہن میں جتنی کیفیت پیدا ہو جائے اور پتہ پر پہنچ کر کسی قسم کا شک و تردید باقی نہ رہے۔ ان کے سامنے ایک نہیں اور کشادہ راہ کھول دی جاسکے۔

”نفسِ حیات“ میں زیادہ تر نگرینوں کی تصنیفات اور تحریروں کا حوالہ دیا گیا ہے۔ جن لوگوں سے ہند پر ظلم کیا۔ اس کی دوست لائی۔ اور بچا ہونے احسانات بھی منگائے۔ اور ہر طرح سے عیب جرم چھپانے کی کوشش کی۔ مولانا نے ان کو ان کی تحریروں سے بے نقاب کر دیا اور ان کی تمام غلطی کھول دی ہے اور وہ بات ثابت کر دی کہ انگریز نظام تھے۔ انہوں نے ہندوستان کا خون چوسنے میں پورا ثبوت دیا۔

”نفسِ حیات“۔ کئی ناول نہیں، اساتذوں کا کلمہ مٹا نہیں، شعر و ادب کی کوئی کتاب نہیں بلکہ ایک ایسے انسان کی خود نوشت سوار ہے۔ جو دارالعلوم دیوبند جیسے تعلیم دینی مدرسے کے صدر مدرس و شیخ الحدیث ہے جو ہندوستان کی تحریک آزادی کا سادہ سادہ ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ شیخ طریقت اور سنت پروردگار کا محب صادق ہے۔ مہم کے دشمن ہر ایک ”انگریز“ کا ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ ایشیا بھر میں سب سے بڑا مخالف ہے۔ مصنف کی ان تمام صفات و خصوصیات کو سامنے رکھ کر کتاب پڑھیں تو آپ کو ایک قیمتی دستاویز عیاں کریں گے۔ ایک شیخ طریقت اور عالم باطن کی طرح ایسی سوانح لکھ سکتا ہے۔ تیرہ کتابوں کے ساتھ ساتھ ڈیڑھ صدی کے حالات، تحریکات آزادی اور انگریزوں کی ہندوستان اور دہلی میں کسب کاروں کی ایک ایسی داستان ہے جس کو پڑھنے کے بعد قاری بہت کچھ حاصل کرتا ہے۔ مزاجیان سادہ اور سب سے مختلف ہے مثلاً

۔ ایسا اوقات میں سمجھتی رہی، مہم جو کتاب پڑھتا ہوتا تھا۔ اور آدمی آنا کہ والد صاحب بلا رہے ہیں غلطی کو جھٹک کر کے حاضر کرتا تو فریادے کہ شیخ اٹھائے والا یا ایشیا اٹھانے



والا مرد در نہیں آیا۔ تم اس کام کو انجام دو۔ ہجرتی تمام دن یہ کام کرنا چاہنا۔ اور تمام اسباق کو مستقل کرنا پڑنا۔ یہاں وقت ایک ایک دو سعتہ اسباق کو مستقل کرنے کے تمام اوقات اسی تقریری صحت میں صرف کرنے پڑتے : (ص ۱۱۱)

اتنی ہی مختصر تحریر میں اسیوں سے اپنی زندگی کا ایک نقشہ بنی کیجیے کہ وہ کیا ہے۔ لیکن اخلاص و انکسار کے ساتھ۔ زندگی کی یہی وہ گھنٹی منزل ہوئی ہے جسے عبور کرنا سخت و دشوار ہو سکتا ہے۔ چند سطروں سے ہمیں بتا دیا کہ اس میں کیا بول سے نظری تعلق اور دنیا رابطہ تھا۔ لیکن والد صاحب کا حکم سچا۔ روز اس کی تعمیل کی۔ ایک طرف اطلاع و اطلاع دہان کی اور دوسری طرف سرکارِ دو عالم ہی پریم صل اللہ علیہ کی سعادت بھی اور انکی

مولانا کی تحریروں میں پاکیزگی، مستحسانی کے علاوہ ایسی دھرم کی کیفیت ہر جگہ ملتی ہے۔ کوئی مقام ایسا نظر نہیں آتا جہاں جردن، خوف اور تہذیب کا احساس ہو ہر جگہ میں شہداء و سب سے ہر جگہ ہی وقار سے ہر سطر میں ایک تحریر اور مشاہدہ ہے۔ یہ تو نہیں کہ جہاں تک کہ وہ صاحبِ طرزِ دیب یا انشا پر وارد ہیں۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ ان کی تحریر میں ایک انفرادیت ضرور چھلکتی ہے۔ "دعا و امر کی باتوں کی بجائے اصول سے اپنے مقصد اور موضوع پر غور و باطن اور اصل باتیں پیش کی ہیں۔ میں سے ان کا مقصد یہ ہے کہ شہ سے والا لکھو، عمل کا جذبے کے ساتھ۔"

مکتوبات شیخ الاسلام | "سیر ماٹا" "نفس حیات" "مفہم قومیت" - انشہاب ان قلب" اور دیگر چھوٹے چھوٹے رسالوں کے علاوہ آپ کے مکتوبات کو جمع کیا گیا ہے۔ اور یہ خدمت تک کے ناموں عالم مولانا خیر الدین اصلاحی سے "مکتوبات شیخ الاسلام" کے نام سے انجام دی ہے۔ یہاں خطوط کا مجموعہ ہے جو حضرت والا مختلف خطوط دیکھنے والوں سے کہ جہاں میں تحریر فرماتے تھے۔ مکتوبات نفس، علمی، تربیتی اور سیاسی ہیں۔ یہ علم و رسالت کا ایک ذخیرہ ہیں۔ جن میں حضرت کی مقدس شخصیت اور شخصیت کا بلند اور پاکیزہ کردار کھل کر سامنے آ گیا ہے۔ یہ مکتوبات کلمہ و دعائیت کا سرچشمہ ہیں۔

مکتوبات کا کرب اسلوب پسندیدہ ہے۔ یہ اپنے اپنے وقت کی بات ہے۔ کسی نے غائب کے خطوط کو ان کی سادگی سے نگاہیں دوڑوائی ہیں۔ وہ خواہت کی وجہ سے پسند کیا ہے۔ تم کسی نے مولانا ابراہیم الکلام آزاد کے خطوط "خبر خاطر" کو یاد رہا، اس وجہ سے پڑھا کہ ان میں اس کی پاکیزگی، الفاظ کی سادگی اور سببوں کی خوب صورت تشریح ہے اور زبان آسان کی رنگینی کے ساتھ معصومیت کا دہرا سوزن ہے۔ لیکن "مکتوبات شیخ الاسلام" کو اسی سے پسند کیا جا سکتا ہے کہ ان میں ماحول علمی، اخلاقی اور روحانی باقی ہیں۔ ایسے خطوط جن میں صرف زبان و بیانی کی خوبی ہو۔ لیکن کوئی مبدیہ فکری و عملی افادیت نہ ہو۔ ان کے مطالعے سے قدی حظ تو اٹھا سکتا ہے مگر اپنے فکر و عمل کے لئے کوئی سزاوارہ حاصل

نہیں ہو سکتا۔ مگر مولانا کے خطوط پر شہ کہ ہم سمت کچھ حاصل کر پاتے ہیں۔ ان خطوط کے متعلق مصوت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ ایدوارالعلوم دیوبند کی تحریر سے جو بلند و مقدمہ مکتوبات کے شروع میں ہے ایک اقتباس پیش کرتے ہیں حضرت قاری صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں۔

”ان مکتوبات اور ان کے کنوں علوم و احوال کی فہرست پہ ایک طائر ادھنگاہ ٹٹلنے ہی سے اس کی جامعیت کا اندازہ لگایا مشکل نہیں رہتا جو حضرت مددوح کی دست میں درایت کی گئی ہے اور جو تمام ہی ذہنی باتوں کے لئے کیساں شفا بخش ہے حال و حال دوسلے حضرت مولانا یا برائین و استمدان دوسلے مولانا۔ طلباں مسائل مولانا یا ماسئفان و لائن سب ہی کے لئے اس مختصر مگر جامع ذخیرہ میں مسلمان میرزاں موجود ہے ان جامع ہدایت سے اگر ایک طرف طریقت و معرفت کے مسائل حل ہوتے ہیں تو دوسری طرف شریعت کے حکیمات پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ اور جہاں شریعت و طریقت کے مقالات کھلتے ہیں۔ وہیں سیاست و اداب و امانت اور قوی معاملات کے وقت فنی بھی دانگاہ ہوتے ہیں۔ غرضیکہ سب وقت شریعت و طریقت اور سیاست کے وقت و حیات بھٹی سکتے اسی طرح زریب فرطاس ہونگے جس کہ ایک جوہنے حقیقت و معرفت۔ ایک متلاشی احوال و طریقت اور طلب گار شریعت و سیاست کے لئے یکساں شفا اور سکون و روح کا سامان کو پہنچا سکتے ہیں۔“

لکھا جاتا ہے کہ مکتوبات شہیت کے آئندہ وار ہوتے ہیں جس کی شخصیت معلوم کرنا ہو۔ اس کے خطوط دیکھ جائیں خطوط کے آئینہ میں شخصیت کی تصویر ایسے اعلیٰ حد و حال میں صاف مجر و گر نظر آتی ہے۔ ”مکتوبات شیخ الاسلام“ کے مطالعہ کے بعد ہر شخص حضرت مولانا کی شخصیت سے متعارف ہو جائے گا اور اسے مولانا کی عظمت۔ پاکیزگی۔ اور عظمتی کا قائل ہونا پڑے گا۔ اور ان سے نظریاتی اختلاف دسکے والوں کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ مولانا داخل اور خارج دونوں امت ہمارے بہت بہت معروف۔ نہایت مخلص اور بلند کردار کے حامل تھے۔ مکتوبات زبان کے اعتبار سے برہمیل ضرور ہیں اور ہونا بھی چاہئیں۔ کیونکہ جن مکتوبات سے تعلیم و ہدایت کا کام لیا جاسکتے ہیں فقہی بیسیاسی اور باطنی مسائل کو سمجھا یا جاسکے۔ ان میں عربی کے مخصوص الفاظ و اصطلاحات کا پایا جانا ناگزیر ہے مکتوبات کی دو عظیم علیوں شائع ہو چکی ہیں۔ لیکن ان کے باوجود نہیں کہا جاسکتا کہ حضرت کے تمام مکتوبات ان دو جلدوں میں گئے ہیں۔ مرتب کہ جو مکتوبات چھپ گئے اسی کو انہوں نے جمع کر دیا ہے۔

حضرت مجدد الوہاب ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کی طرح ”مکتوبات شیخ الاسلام“ کی حیثیت بھی بہت بلند ہے۔ بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ کوشد و ہدایت کے سلسلے میں ان دونوں حضرات کے مکتوبات کے ذریعہ جو

کام سرگام دینے کا یہاں ہی بہت کچھ لکھا ہے کہ کہہ سکتے ہیں۔ حدیٰ نظر میں تو خیر ہی طبیعت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایسی ہے۔ چرخہ مثال سب پروری تا یگانا میں۔

**تذایرِ صحت اور دینی**

حضرت حلی رحمۃ اللہ علیہ صحت اور حفظانِ صحت کے اصولوں کا ہمیشہ خیال رکھتے تھے۔ کچھ ایک تندرست جسم میں دل و دماغ اور اعصاب بھی تندرست ہوں گے۔ اور تندرست انسان اپنے مشغلہ کا سونے و نوبت اور سستی و چالاک کی ساتھ ساتھ سرانجام دے گا۔ وہ ہمیشہ مسلمان کو فریضہ عبادت اور سوت شہادت کے لئے پار دینا چاہتے۔ علی اور علی بن ابی طالب کے لئے جسمانی صحت کا سونے و نوبت ضروری ہے۔ چنانچہ حضرت مدنی سے دارالعلوم میں دوسری جلسہ پڑھنے کے علاوہ ہی شبہ عبادت تعلیم سے گھلوانے اور ان کے لئے قرآن مجید کا آخری جمل میں لایا گیا۔

۱۰۔ مجلسِ تعلیم کیلئے ایک سہ ماہیہ تعلیم کے لئے ایک سہ ماہیہ تعلیم اور سائنس اور کھیل اور تفریح کے لئے تیس ماہیہ مقرر کیا گیا۔ حیوانی و سائنس اور تفریح و صحت کے اسی نکلوانے کو استاد لیا گیا تھا۔ اس شبہ کے ساتھ کھیل و تفریح کی مقرر ہونے تعلیمی اوقات کے علاوہ کھیلے میدان میں اور تفریح و سائنس کے اوقات میں بعد نماز فجر و شام بعد نماز عصر مقرر ہو سکتے۔

ایک خط میں مولانا ایسی ہی چیزوں پر وہ اسے سب سے زیادہ ملاحظہ کیے۔

۱۱۔ میرے صاحبزادے کو اگر ہم کرو۔ جی۔ ہم میں اتفاق نہیں۔ ہم تجویز میں رکھتے۔ ہم میں نہیں رکھتے۔ جہاں دشمن قوی ہے۔ اسی کے پاس ہر قسم کا سامان ہے۔ ہم کو اسے سیدھا کرنا ہے اور اسی سے بہ لایا ہے۔ مگر ہمیشہ مفاد سمجھ اور طاقت کے ساتھ کرنا ہے۔ آپ سے یہی طریقہ قرآن۔ حدیث۔ اور اشرف علی رحمۃ اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ اسی سے ہم کو جب تک ہمارے مفاد حاصل ہو جائیں۔ یہی طاقت کی آزادی۔ جزیرۃ العرب۔ بعد دشمن کی آزادی۔ پنجاب کی نجات۔ اسی وقت تک ہم کو نہیں سے مشابہت اور نہ ہیشے دینا ہے۔

آپ یہ سوال کریں گے کہ ہم کیا کر سکتے ہیں؟  
 میں کہوں گا کہ آپ ہر شے فرض ہے کہ اگر آپ ایک سری سمیٹی چیزوں کی طرح کاٹ سکتے ہیں تو سزا کاٹ بیٹے۔ وہی کے سنی یہ دیکھنے کو ملے گا۔ کوئی نہت کہیں۔ غور فرمائی کریں۔ نہیں سمیٹی۔ سزا اور شہدہ کے ساتھ جس قدر ممکن ہو نقصان پہنچائیں۔ اور سزا کو آواز کریں۔ دشمن کو گروہ کریں۔ ان کی شہادت کو گھنٹائیں۔ ان کی محبت ان کے خلاف کو دلی سے دور کریں۔ لوگوں میں عزت پیدا کریں۔ یہ سب کے سے دیکھیں۔ لوگوں کو ملی اور محبت سے بچھائی۔ شدت کو کام

ہیں۔ لائیں ٹوٹے ہوئے دلوں کو ملائیں۔ سنے ہر تہی کو دو تڑپیں۔ اسی دامن میں دلت دن گئے رہیں۔

لوگوں میں سپہ گری پھیلائیں۔ بانک۔ پٹ۔ لکڑی۔ جنوار۔ گھوڑے کے ساری وغیرہ جو جہد سے برزگوں کا طریقہ تھا۔ جن کو تمام شریف خاندانوں کے لوگ سیکھنا اپنا فرسکتے تھے اس کی طرف لوگوں کو ترقیب دیں۔ کم از کم روزانہ ایک آدھ گھنٹہ لکھنے پر عمل جاری رہے تو ہم فریاد ہم نوب کا کام دے جہاں صحت حاصل ہو۔ ایک دن ہاتھوں میں رہے وقت بے وقت کلام کہنے اور مال و اولاد کا حفاظت جو :

کسی شخصیت کا اندازہ ان اشعار سے بھی ہوتا ہے۔ جن کو وہ عام طور پر استعمال کرتا ہو۔ یا بے اختیار ہی اس کے منہ سے نکل جاتے ہوں۔ یہاں ہم چند اشعار نقل کرتے ہیں جو حضرت علیؑ کی زبان پر تقریر و تقریر یا مجالس میں بے اختیار آہلے تھے

شیخ الاسلام کے پسندیدہ اشعار

کاہرہ و درہ تو قسم نہ بردواد دست عاشقی ششیرہ و دہاں بلا کسٹ باشد

عشق چوں عام است باشد ست ناموں دلیگ

عشق میں پیچھے کہ غم سر پہ لیا جو ہو سر ہو عشق و نشاط زندگی چھوڑ دیا جو ہو سر ہو

دوست دست جنوں چاک گریباں دہ سے آتش امت از کجاں جنش ماں دہ سے

ہم سے تو پتا آپ گریباں کیا ہے چاک اسی کو سپا سپا د سپا پھر کسی کو کیب

با درو بسند چو وہ اسنے تو نسیم در کس شکر کو اس شہلے تو نسیم

گر گشت شوی شکر کرمی کشتہ ہم شدم سسکندہ چہ کہ خون پہا سے تو نسیم

یقین سے دن کو آئی شاہ لگو نام دوست سسر بریدہ سے و بد جام

ترنگمان ہر آن مسند باد نیست بر کویں کلاہ شد نیست

یا ہم وہا یا را نام جتو کے سے کنم بشوہ یا ستروہ من گنگو کے سے کنم

بجزو شانا و گر مذہم بگر، ہستہ تو سے شام ایک ہی دستہ از دین سالن یک سوال

فراق در وطن چو غزالی ہمارہ دست طلب کہ جیب ہستہ از دیر از ہی تنگے

جز یاد دوست بر بڑی عمر ضائع است جزو عشق پر چہ بہ کجالی و کلامت است

سہی لشو کے بوجہ من از عشق میر جن طے کردا ہن نہ سایہ جہت است

و یا دا عورت بجزو من طلب کن کی ہر وہ لڑکیاں دمن خوب سے شام

یکسہ غافل از غلٹ و سباشی شاید کہ بگاہے گنہہ با گاہ سبشی

شستہ ہی وہ سے بڑھا کہتے تھے

یا ہا کشتہ سب سے نورا

یا ہا کشتہ دہ سے جود

یا ہا کشتہ جن سے جود

ہر آن کہ غافل تو سے یک زبان بہت جہاں دم کا فر است انہبان مست

نہ گم نہ ہر گسبزم - در وقت سایہ و ادم در جیر تم کہ در ہنجان بچہ گاہ کشتہ لدا

دوب الیوم یساشی لی اکتانم یعنی الیوم حب تمہ لانسح

○  
وہ لوگ تو چلے گئے جن کے سایہ میں زندگی گزری جاتی تھی وہ لوگ رہ گئے سر تک زمک کچھ کھانڈ نہیں،

○  
نوجودہ دور میں کسی شخصیت کی سوانح یا سیرت تب تک لکھی جاتی ہے جب اس کا لوٹو بھی لگا رہا جاسکے۔ شرعی نقطہ نظر سے وفاق کا اعزاز نہیں لوگ لوٹو سے اس کے حدود سال تک کو اس کی سیرت و کردار کا مطالعہ کسکتے ہیں۔ ہم یہاں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا حلیہ بیان کرتے ہیں تاکہ اس کے بارے میں یہ تصورات نشہ نہ رہے۔

آپ کا رنگ گدی تھا۔ قد درمیانہ گھٹا ہوا مضبوط جسم، آنکھیں بڑی بڑی سیاہ، کشادہ پستانی، گھس واڑھی، ناک زیادہ اٹھی ہوئی اور زیادہ لمبی متوسط اور درمیانہ بسیرہ نہایت چوڑا دوسرا من انگلیوں پر گوشت۔

ہمیشہ اپنی اصلاح، اشاعت علوم اور سیرت جنتوں کو ایجاد کرنے اور بہانہ دہنے کو اس کے زعمانے میں چست و مستعد۔ آپ کی مجلس نہایت باوقار ہوتی تھی۔ لغو اور بے ہودہ بات کوئی نہیں سب خاموشی و سوز، وہی شخص بولتا تھا جس کو کچھ پوچھنا ہوتا تھا۔ یا کوئی خاص بات کہنا ہوتی تھی، تو وہ اس کا جواب تو واضح، انگساری اور نہایت بوجھل کے ساتھ حضرت کی طرف سے سناتا تھا۔

شاعر نے کہا خوب کہا ہے :-

ادب الوفا و عرسطان النبی مہو فلفہوب و لیسر و اسطان

دیریں سچیدگی اور وقار بھی مادیوب ہے اور تقویٰ کے اقتدار سلطہ ہے شان و شوکت کچھ بھی

سین پھر کسی رعب شاعر ہے :-

○  
بعض لوگ سو سناٹے میں بڑے بارعب اور سیرت و کردار کے مالک ہوتے ہیں مگر ان کی گھر پر زندگی اور ناقابل رنگ ہوتی ہے

ایک شاہ راہ کی کہ اس میدان میں گدا نظر آئے سے علماء فضلہ بیان ہیج کر علمی وقار اور فضیلت کے شان سے متبر لفر کسکتے ہیں۔ بڑے بڑے جرنیل، امیر کار و مال اس دور سے میں داخل ہوتے ہیں۔ پتے امتیاز و مہربان ہوتے ہیں۔ بسیا بین و مدیرین برمال عمومی رنگت اختیار کر لیتے ہیں۔ مگر وہاں اور زندگی کی اس کردار فرین منزل تک جن کا ہاں دظاہر کیاں نظر آئے ہے وہ حد میں و اہلین ہی لکھتے ہیں۔

علی نے رباتی اور شیخ صفائی کا اور اہل باہر کیساں نظر آتا ہے مگر بڑی رنگی و کجی تو باہر کی زندگی سے کھری اور باہر کی زندگی تو گھر کی زندگی سے کھری حضرت علیؑ کی زندگی کا جو خاکہ آپؑ کو لاکھوں لسانیوں کے بحر توحش میں مستقرین و متوسلین کے پتہ اور عقیدت سندان مجرم میں۔ کالفرنسوں اور اجلاسوں کی سنہ نشینی میں لکھنے لگانے کا عیب یہی منہ کشش گھر کی چادر دیواری میں۔ کچھ اہل نماز میں وقتی افراد ہوتے ہوئے آپؑ کا ملاحظہ فرمائیں گے یہی مثال کا سیارہ و عظمت و حرمت کا درجہ ہے حضرت شیخ علیؑ کی پوری زندگی علوت و علوت میں کیساں رہی۔ اور یہاں تک کہ حضرت کن شب الحلو اب کھما سب الحلو ات کے عمل مصداق تھے بھرا اللہ حضرت علیؑ کی زندگی کا کوئی گوشہ و زاویہ چھوڑا نہیں ہے۔

دیہات کی عیاشی کسی اہل علم کی نظر میں کڑی گناہ گاہ تک پہنچ جائیں اور سانسے کھڑی جو عیاشی ایسی صورت میں حضرت بہت پریشان اور سرگسب ہو جاتے تھے اور بار بار دوسری طرف پھیرتے تھے اور ظاہر لڑکے یا صاحبزادوں یا بیگم صاحب کو آواز دہتے تھے جو فوراً مستار کچھ جاتی تھیں اور یہ صورت ختم کر آتی تھیں۔ گھر میں بھی شریعت کی پابندی کا لحاظ رکھتے تھے اور سب ہی افراد عادل کو تاکیہ تک ضرورت کے وقت تہیہ فرماتے رہتے۔ کسی نام میں کسی کی ادنیٰ رعایت نظر نہ تھی۔

ایک خاص اہل اصحابی جزیرہ صیارہ جس صاحب فاروقی کچھ صاحب طیبہ وہی گز جو ماٹریل ریزو بسٹی کہیے تھے ڈاکٹر کی ڈگری ہوتے ہوئے ہیں۔ انہوں نے حضرت کے بڑے بھائی مولانا محمد صدیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حاتمہ میں شادی کر کے دہلی منڈی کشتہ بڑا نازک تھا لیکن حضرت نا اعلیٰ ہو گئے اور اسی وقت تک باقی رہ چکے جب تک انہوں نے دہلی منڈی کے کا محمد ذکر کیا۔ اور پھر دعا کر کے کا وہ کیا۔

حجاز و اقارب میں جو لوگ مخلوک الخالی ہوئے ان کی مہابت تو جو سے عمر گری رہتے تھے عبد بنو عبد کے موقع پر حسب کبھی آمانی وطن ٹاٹھہ خانہ جتنا تو نماز سے پہلے حجاز کے ہر ہر گھر میں بعض قبیلے تشریف لے جاتے اور ہر ہر فرد کو میدی تہیہ کرتے۔ اس دور میں نفسانسی میں کسی لوگ تحقیق پوتوں کے سر پر بھی شفقت کا ہاتھ نہیں پھرتے لیکن حضرت اپنے بھائی کی اولاد اور ان کے پوتوں کی بھی اپنے بیٹوں کی طرح پرورش و نگہی کرتے تھے۔ گھر کے لڑکے سے اپنے کام کوائے کسی نہ فرماتے۔ دن اور سہلے۔ سر پر نہیں گولے یا گریوں میں پھکا کسے یا کھت سے کھت گریوں میں بگیل کا پھکا کھولنے کی کبھی نہ فرماتے اور جب باہر سے گریوں یا کھت گریوں سے کوئی کام نہ پتے۔ ایسا ہی گھر کے افراد سے کام نہ پتے۔ کچھ اپنا کام اور دوسروں کا سوا کرتے۔ اگر کوئی پھکا سے کھٹا کھڑا ہو گیا تو منع فرماتے ہوئے کہتے۔

مصدق علیؑ رحمہ اللہ سے کبھی پھکا کرانا آتا ہے؟ اگر کوئی گھر کا فرد کوئی کام کرے پرست زیادہ

اصدار کے آثار احازت فرما دیتے۔

پرنٹس رشتوں سے بچوں کی شادی کے سلسلے میں مملکت کی ناکید فرماتے تھے۔ لیکن آپس گھسکے بچوں کے سلسلے میں تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پیدائش کے دن ہی سے دن گنا شروع کر دیتے تھے جو بھی کوئی بچہ مولیٰ ہو گیا۔ پھر کوئی حاجت کام۔ دینی تھی

صاحبزادہ احمد میاں اور بھائی مولانا محمد صدیق صاحب کے پوتے سید فرید اللہ سیدی کی شادیوں کے لئے ۱۹۴۴ء کو نئی دہلی سے قادی امر علی صاحب مستند حاصل کر تھریرہ ربا باکر میری، ڈانی کا برگزانا منتظر۔ کہا جاسکے اور ان کی شادیوں کر دی جائیں چنانچہ صاحبزادہ احمد میاں کی شادی فرما فیمل ارشاد کے لئے کر دی گئی۔ مولانا فرید اللہ سیدی کہتے ہیں کہ میرے متعلق جیل ہی سے بڑے بڑے مسلمان سید نوکل حسین شاہ صاحب کیل سہارن پور سے نسبت ملے کر لے گئے۔ اور اب صرف نکاح انی سے چنانچہ رہا ہوتے ہی کہا کہ اس کا نکاح کیا جاسکے۔ میں نے گھر میں کہا کہ ابھی پر تعلیم ہوں۔ فرمایا اس کو اس بار سے ہی رولنے کی بات کیجئے ہوتی۔ مگر پھر میں سے سنا تو سرور ڈوں گا۔ اور نکاح میں اتنی جلدی اور اہل معاشرہ کی حد سے برسی مولیٰ خرابی کی طرف دیکھ کر بھلا کا مانع ہونے کے بعد عہد شادی کر دی جئے اور ڈاکیوں کی عہد شادی کا تو پندرہ سال اتنے عہد تسلیم نے بھی ارشاد فرمایا ہے۔

حضرت مولیٰ رحمۃ اللہ علیہ ۵ بھائی، دو ایک ہیں تھے۔

اعزاز و اولاد

۱۱۔ حضرت مولانا محمد صدیق احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ علیہ نماز حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ سے۔ ان کی دو شادیاں ہوئیں۔ پہلی بیوی سے ایک بیٹے مولانا سید رفیع احمد پیدا ہوئے جو اساتذہ اہل میں حضرت کے ساتھ قید رہے اور ان دنوں صغیر ہی تھے۔ چنانچہ دو دن حضرت شیخ الحدیث اور شیخ الاسلام سے ان کی تربیت کی۔ ان کی شادی مولانا علی رحمۃ اللہ علیہ کی ناموں ماہین کی لڑکی سے ہوئی۔ آپ سے ۵ سال کی عمر میں وفات پائی۔ اور تین صاحبزادے، دو صاحبزادیاں ہوئیں۔ بڑے صاحبزادے مولانا حافظ سید فرید اللہ سیدی سلا ہیں جو دارالعلوم دہلی ہند میں مبلغ اور ناظم شعبہ احمد خاں رہے ہیں۔ مولیٰ کی تحصیل دارالعلوم سے کی۔ اور انگریزی میں اسکالرشپ حاصل کی گواہ پریکٹس سے حاصل کی۔ اپنے سسر اور ایشیا پر وار ہیں۔ متعدد کتابوں کے ابھی سے مصنف ہیں۔

دوسرے لڑکے مولانا حافظ حاجی سید رشید اللہ سیدی حاصل دیوبند ہیں۔ نیک صلاح اور اچھے شاعر اور ایشیا پر وار ہیں جو سٹوڈنٹ کے مولانا سید رفیع اللہ سیدی صاحب بھی فاضل دیوبند نہایت دینی طباع اور تیر ہیں۔ بڑی صاحب زہری کی شادی صاحب ضیاء الرحمن صاحب فاروقی سے ہوئی جو کبھی ڈاکٹر تھے اور پریکٹس سے ڈاکٹر ڈیٹ کی ڈگری اسلامیات پر کئے ہوئے ہیں۔ مولیٰ صاحبزادگی کی شادی صاحبیت انتہا صاحب منظر انجمنی سے ہوئی جو مولیٰ صاحب کے ہم عصر ہیں۔ جامعہ ملیہ دہلی میں استاد ہیں۔



۱۰۔ دوسرے بھائی مولانا سید احمد رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جن کی شادی بڑے بھائی مولانا صدیق احمد صاحب  
 جزائے علیہ کی دوسری بیوی جو مولانا عبدالحق صاحب علی کی من مہنجی سے ہوئی پہلی بیوی کا انتقال ہوا تو دوسری  
 شادی بھائی کی بیوہ سے کی۔ ان پر وہ بیوہ منورہ بی بی بہت ست محبت اور کرم تھیں۔ مولانا علیہ کا نام تھا مولانا سید حسین احمد  
 دانش میں نظر بند تھے۔ بھارت کے والکسٹید صاحب اندرشاہ اور ان کے دو بڑے مولانا سید احمد اور مولانا سید محمود  
 کو قید کر کے اشد باہرلی روانہ کر دیا گیا۔ ان پریشانی کی حالت میں مولانا سید احمد کی بیوی مولانا سید محمود کی بیوی اور  
 حضرت علی کی صاحبزادی مولانا عبدالحق علی کے ساتھ ترکی جاسے کے لئے روانہ ہوئیں۔ اثنائے سفر میں مولانا  
 سید احمد کی بیوی کا انتقال ہو گیا۔ پور شام ہی میں مولانا سید احمد صاحب کی تیسری شادی ہوئی۔ ان سے ایک صاحبزادی  
 عائشہ مراد ہوئیں۔ جن کی شادی حضرت مولانا سید حسین احمد علی کے صاحبزادے مولانا احمد سے ہوئی۔ ان سے  
 ایک لڑکا سما تھا۔ جو وہ بیوہ مرادہ اعظم شہر حیدر میں تربیت سے

۱۱۔ مولانا سید صاحب اندرشاہ کے تیسرے لڑکے حضرت علی جزائے علیہ تھے۔ آپ کی پہلی شادی مرض  
 قتال پر ضلع اعظم گڑھ میں ہوئی تھی۔ اسی نکاح سے دو لڑکیاں ہوئیں ایک مصری بی بی فوت ہو گئی۔ اور دوسری کا  
 انتقال شام میں ہوا۔

حضرت کی دوسری شادی قصبہ بھیرا میں پنجاب مراد آباد میں حکیم قاری غلام احمد صاحب کی بڑی لڑکی سے ہوئی۔  
 دو لڑکے اصحاق احمد و اشفاق احمد ہوئے۔ اول انڈیا آ کر سات سال کی عمر میں اور سو سو لڑکے لہر لڑکے مانا دین مسعود میں  
 فوت ہوئے۔ ان بچوں کی والدہ کا انتقال بھی دین مسعود میں ہوا جب کہ حضرت علی میں نظر بند تھے

اس کے بعد تیسری شادی وہی۔ دوسری اجیر کی چھوٹی سمن سے ہوئی جن سے دو بچے ہوئے ایک صاحبزادہ  
 مولانا احمد علی۔ اور دوسری لڑکی ماجدہ خاتون۔ جو بچپن میں طبع میں فوت ہو گئی۔ مولانا احمد میاں کی شادی کا ذکر  
 پہلے ہو چکا ہے۔ صاحبزادہ کی دوسری شادی مولانا امیر علی صاحب مدنی صاحب علیہ کی صاحبزادی سے  
 ہوئی صاحبزادہ مولانا احمد کی والدہ کا انتقال ۱۳۵۵ء میں واقع ہوا۔ ان کے تین بچے تھے ایک صاحبزادہ  
 حضرت کی چوتھی شادی حضرت کے چچا زاد بھائی سید بشیر الدین کی کھلی لڑکی سے ہوئی جن سے دو صاحبزادے  
 دو لڑکی صاحبزادہ ہیں بچوں کے ام آئندہ اور امجدہ سے۔ اسی طرح سے حضرت کے تین صاحبزادے اور پانچ  
 صاحبزادیاں ہیں۔

صاحبزادہ مولانا احمد میاں حاصل دیر تھیں۔ ان کی والدہ معلوم میں مدرس ہیں۔ مسابیت صالح  
 مستحق اور پرہیزگار ہیں۔ اچھے مقرر اور مشرقی مدرس ہیں۔ مہمان نوازی۔ ایثار و توکل اور فیض نیکہ غرضیکہ مولانا  
 اصنافی میں اپنے والد ماجد کے گھر جا نہیں ہیں۔ حضرت علی کی وفات کے بعد شیخ الحدیث مولانا محمد کریم صاحب

سے دوسرے مفسرین کی موجودگی میں بصیرت کرنے کی اجازت دی۔

(۱۳) حضرت کے تیسرے اور مولانا سید سعید صاحب شاہ صاحب کے چوتھے لڑکے مولانا سید محمود احمد علی ظفر بقید عیادت ہیں اور مدینہ منورہ میں مقیم ہیں۔ چند مجلس اوقاف اور بہت بااثر اور ذاتی ترویج شخصیت میں اہل سے قبل گورنر مدینہ کی کیسٹ کے ممبر اور قلمب سرکاری کیسٹیوں کے ممبر جسٹس اور قاضی القضاۃ رہ چکے ہیں اب سبلی صحت اور دیگر شغل کی بنا پر تمام سرکاری کاموں سے کنارہ کشی اختیار کر لی ہے

مولانا سید محمود صاحب کے ایک صاحب زادے اور تین صاحبزادیاں ہیں۔ صاحب زادہ سید سعید صاحب صاحبیت والہ مسد جہانگیر ہیں۔ اور قابل ہیں۔ عربی کے علاوہ ترکی اور اردو میں بہت نامور ہے۔ گورنر مدینہ کی کیسٹ کے ممبر اور دیگر کئی کیسٹیوں کے ممبر ہیں۔ بعض اوقات گورنر مدینہ کی عدم موجودگی میں گورنر کے فرائض انجام دیتے ہیں۔

۱۵۔ چاروں بھائیوں میں سب سے چھوٹے سید جسٹس احمد مرحوم تھے جنہوں نے عمر ۲۵ سال انتقال فرمایا۔ عمر کی اس تلبیل مدت میں مرحوم نے ترکی عربی کالج میں تعلیم پائی۔ اور آخری امتحان میں سب سے اول نمبر سے حکومت ترکی نے خصوصی وظیفہ دیا مگر عمر سے وفادار کی۔

۱۶۔ چھٹی ایشیو انجینئرز جن کی شاہ کا سید فاروق احمد ساکن سندھ۔ تبلیغی ابا اسے جونی مدینہ منورہ میں تھے وہاں سے آئے فریوری اور دو بچپوں کا مدینہ میں انتقال ہو گیا۔ ان کا فاروق احمد کے حقیقی ماحول مولانا اعجاز احمد نامی فاضل و پروفیسر بی اسے ماسٹر۔ دارالعلوم دہلی مدنی میں تھے تبلیغ کے ناظم ہیں۔

یہ حضرت مدنی کے اہلکار اور صلیب اقلوب کا تذکرہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سید ہی تزاو مولانا سید سعید شاہ کی اولاد میں کسی حرکت خطراتی کو ایک لڑکا شیخ نورب و انجم حسین احمد مدنی جو ا سو پتے حیدر کا خونی و جنید ہوا اور جس کی یاد سے امام حسین اور امام باقر کی یاد تازہ ہوئی۔ اور دوسرے لڑکوں میں سے مولانا سید محمود دنیاوی و بیاب کے لڑکے مدینہ منورہ کی سب سے زیادہ بااثر اور ذی وقار شخصیت ہے۔

ابن سعادت برور بارو بیست

تا۔ ہمیشہ خدا سے بخشیدہ

اللہم مناک اللات فوق اللات من نشاء وقدر من نشاء وقدر  
من نشاء بیدک الخیر انک علی کل شیء قدير

۱۹۵۱ء گرمی کا موسم تھا کہ حضرت مدنی رحمہ اللہ علیہ ڈیڑھ ماہ کے دورے پر دہلی کی طرف روانہ ہوئے مگر موسم کے دن گنگا کی اتھرائی تازہ کنوں کو حضرت میں ملنا بد ٹوٹ گئے اور دارالعلوم والوں اور ۱۲۱۱ء و قاریب کو جو مٹی تھی کہ حضرت قبل از وقت تشریف لے آئے۔ مگر ساتھ ہی جبرانی اور قوی بھی تھا کہ حضرت

ایسے پروگرام کو کسی بھی واقعہ یا ذہنی رسوائی واد کے باعث فتنی نہیں کہنے سکتے۔ بعد میں مولانا اسد میاں جو برقی معرکتے ان سے معظم ہوا کہ حضرت کو محبت زیادہ تکلیف ہوگی یعنی کہ اسد معرکہ ہی دیکھنا خطرناک تھا۔ زیادہ پہلے ان تقریر کرنے سے سانس پھول جاتا تھا اس سے حضرت بجز ہرگز نہیں جانتے تھے۔ وہ سبھی تقریباً آدھی کے بعد اس خطرناک بیماری میں بھی ماجد و صبح کر لے کے آٹھ نو دن سن پڑھانے سے اتنا تجربہ ہو کر سنبھل گیا اور بڑے دکھ کے ساتھ، صاحبزادہ احمد سے بھت سے دل اور سزا پورا جا کر یکجہ سے کہنا اور سبھی حضرت مولانا شاہ عبدالقادر دہلوی سے دل سے ہر جا کہ ملاقات کی، انکھ سے سے پڑھا کہ پھیرنے سے تکلیف میں ملو گئے میں خرابی سے۔ اس شہر میں خطوط کے علاوہ نصیب ملا اور میری کچھ کہنے۔ جسے اور مارا کہنے محمد میں آئے وہ ہے۔ بعد میں ڈاکٹروں کے مشورہ اور پرچہ ۱۹۵۱ء کے لئے بعد مشائخ ترک فرما دیئے۔ مگر ماہ ایک دن بھی میٹر کر میں پڑھی اور بعد میں جانتے سے دیکھا انشا تان گروہ کہ ہر وقت اس کی کوئی چیز سے پر جہاں رہتی تھی اس پر دور دورہ آرام کے بارے میں بھی مطالعہ کرتے رہے یہی حکم ۱۹۵۲ء میں مولانا عبدالقادر اور آقا محمد علی کی رالی ڈائری سبب تھی، اس میدان ندوی، اور نگاری ترمذی وغیرہ کتابوں کا مطالعہ کرنے سے۔ اول اور کئی کتابیں بھی مطالعہ فرمائیں۔

لیکن اس دوران حال تو مطالعہ میں مصروف رہتا تھا۔ کہنے اگر کوئی دور سے سانس لیتا تاکہ موجودگی کا علم دجاسے۔ پھر میں منوجو۔ ہوتے۔ بعد اگر اندر کوئی دوست پڑھتا اور پر بیان حال کرنا تو دیکھنے کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اگہ وقت سے اچھا مولانا اور پھر مطالعہ کر کے لگ جاتے۔ وہیں کر کے سے اٹھ کر چار پائی سے اتار کر اپنے حجرے میں آتے ہیں۔ باجماعت نماز پڑھتے۔ ورائش فر ایک طرف کسوں اور دوسری طرف کھڑے ہو کر پڑھتے۔ متحد ہی اور فراتے ۳۔ ۴۔ ۵ کے بعد نماز کر کے ملے کر کسی سے دعا، ایک دن میں ملکہ نماز سے تاریخ ہو کر اسے شریف ملے گئے اس دوران حضرت شیخ الحدیث مولانا احمد گراما قندلہ نے لیسے کے بن سے سلا پڑھا کہ۔ کچھ چار پائی پر نماز پڑھے کہنے سکتے ہیں۔ مسجد جہاڑی اور حجاز پڑا یا بتا ہے کبیا کروں، انہوں نے فرمایا کہ۔ پڑھو چار پائی کی صلح برابر ہے سنا اس پڑھو یہی ہے البتہ تم کی شکر و مسوی کریں اور حضرت وہ دوسری کبیا کرتے تھے۔ اللہ اللہ اللہ اللہ اس سے بڑی مثال کیا ہو سکتی ہے۔

ایک دن کسا کہ قاری احمد علی صاحب خادم عامر و نماز حضرت جو حضرت کا حساب کتاب دیکھتے تھے، کے پڑھا ہے۔ ہم نے قاری صاحب کو بلا لیا۔ ان سے پوچھا حساب کر لیا، تقریباً ہزار ہزار ہزار کا حساب صحیح بات تھی، ان کو مسوں رقم دی، انہوں نے کہا اس سے کیا ہوگا۔ فرمایا ہے عازتیں کیا۔ اس کے بعد شیخ مولانا احمد علی سے ۲۱۔ ۲۰۔ ۱۹۔ ۱۸۔ ۱۷۔ ۱۶۔ ۱۵۔ ۱۴۔ ۱۳۔ ۱۲۔ ۱۱۔ ۱۰۔ ۹۔ ۸۔ ۷۔ ۶۔ ۵۔ ۴۔ ۳۔ ۲۔ ۱۔

ایک دن مولانا رشید احمد میرزا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کو بلا کر کہا کہ یہ چار سنی آئمہ عام نے  
 روانہ سنی آئمہ ذکر آذ ان میں سے ایک کسی لڑکی کے نام تھا جس کا خط آیا تھا کہ میرے پاس سکول کی اس ماہ کی فیس نہیں  
 ہے اگر جمع ذکر اسکی توام خرچہ ہر جائے گا آپ سہت کئی ہیں مٹھی ہوں  
 حضرت نے فیس کی رقم ملکہ رقم بھی مٹھی دے تھی وہ مٹھی دیا مٹھی۔ اور اسی طرح مستقل، مراد چاہتے والوں کو اس خدمت  
 پیار کی حالت میں نہیں بھجوانے تھے۔ لہذا ان کے مستقل مسلسل صاحب زادہ صاحب کو ہدایت رہیت بھرتے تھے  
 کو کسی کو تکلیف نہ ہو

دو سال سے میں ان نقل تقصیر اور سب کے تکلیف ختم ہو گئی عام سوال تھا کہ صحت ہو گئی۔ سب کروری باقی ہے  
 لڑکے کے بعد وہ تھا کہ حق تعالیٰ نے ہر طرف سے تڑکی کے بعد حیات مقدس کی شرح کی نو جہز کا دیا ہے انکے دوا لہذا اس  
 تڑکے دو میں کلمہ عرفان کا پورا ہمیشہ کہنے لگی مر جائے گا۔  
 یہی چار نقل کھلا ہے میرے سے رحمت ختم ہو گئی۔ ایک دو لڑکے کسی چیز کے کھاتے ان ہی دنوں انکے ان فرما  
 سردا نہیں بنا، عرض کیا گیا بل حاتمے گا بھڑکا اسس لہذا کے باوجود کہیں سے نہ سکا فرمائے گئے۔ رنگی میں پہلی بار  
 کسی چیز کی خود بہت کی تھی۔

اللہ اللہ کسی شریک ہست عبادی۔ دراصل حضرت کی وہی اس قسم کی خواہشات سے صحت مجدد والا تھی بالآخر  
 یہ خواہش پوری ہو گئی۔ کراچی اور لاہور سے سردا آگیا۔ کراچی سے مولانا سجاد حسین کی معرفت، اور لاہور سے مولانا میرزا  
 سلف بھجوا دیا۔

ایک دن حضرت کو معلوم ہوا کہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روز سے کہتے اور چار بچے کھین کے ساتھ دماغ صحت کرتے  
 ہیں۔ اس پر مولانا اسد علی کو بلا کر ڈانٹا کہ میری صحت کے لئے یہ لوگ اپنی صحت کیوں تڑا رہتے ہیں۔ ایک رات قبل  
 مترجم آواز سے یہ شعر گنگنا رہے۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سہت سے صحت کرتے ہیں۔

آخری دن صبح میں چار پانی لائی گئی۔ اور یوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سہت سے صحت کرتے ہیں اور چار بچے کھین کے ساتھ دماغ صحت کرتے ہیں۔  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم اتنا حال سے چہرہ گئے قبل دو صحابیوں کے سوا کسی دیگر تشریح لائے تھے اور جس وقت پہر  
 صلی اللہ علیہ وسلم اس جہاں سے تشریح لے گئے۔ تقریباً اسی وقت اس محب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے احمد علی کا مین،  
 بیکے بعد ظہر اتنا حال ہو۔ اللہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

جمعیہ اتفاق سے کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کا انتقال بھی ۳ جمادی الاول بروز جمعرات بعد نماز ظہر ہوا۔  
 اور یہی وقت و تاریخ وہ صیہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کا ہے

قرب و خوراک کے مشورہ میں اسی وقت خون پر یہ جہت ناک شروع ہو گئی۔ لوگ دلہانہ اور بڑے بد پرچہ گئے۔ دو روز کے درگوں کا خیال تھا کہ مجھ کو بعد نماز جمعہ تک زمین عمل میں آئے گی۔ مگر صاحب راہ مولانا محمد اسعد نے دیکھا کہ اجاب ساری عمر سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرتے رہے ہیں۔ اور حضور کا ارشاد ہے کہ زمین میں جملہ کی جائے ہمیں جلد ہی کنا چاہے اگرچہ حضرت کی یہ وصیت نہیں ہے تاہم ان کی حوشی اسی میں ہے۔ اور اس سبب سے کہ سب سے بڑے احترام کا تقاضا ہے کہ آخری رحمت گاہ پر جلد سے جلد پہنچا جائے۔ دیر لگا کر سارے کی منزل کھوئی کرنا سنا۔

کا احترام نہیں بلکہ اس کی شان میں ایک قسم کی گستاخی ہے

سرمحل صاحب ناہ فرزند نے فرمایا کہ تیسرے حضرت کی روح کو اذیت دینا دفر بنی الصاحب سے نہ تھا صدمے ، تنہم۔ گفتہ یہ کہ اگرچہ مرکز علمادین دارالعلوم کی شان اور سواد حضرت پرشہ رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کے اوقات و اشعار ، سنت کا لحاظ کرتے ہوئے جلدی کی گئی مگر شب بھی پہلے ہموش دھماں سمجھا ہے اور عمل و کفن کے انتظام میں چل گئے تھک گئے۔

کے والوں کا ماننا ہے جاہرا تھا۔ ان اذیاء ٹیپو سے وفات کے تھوڑی دیر بعد حضرت ہو گئی تھی۔ پورے ملک سے لوگ آ رہے تھے۔ فریب کے پڑے گئے اور کے آ رہے تھے مگر تاجر سے پہلے کے لئے پڑا یہ شب حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مظاہر کے ایثار حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مظاہر کے سنا ہوا پڑھا۔ قبرستان اگرچہ ایک ڈیڑھ لاکھ کے واسطے پڑھا۔ تاہم میں بھی ہزار ہا لوگوں کے ہم عقیدہ کہ سب سے ساتھ والے پہنچے پہنچے دو گئے تھک گئے۔ اور آج شیخ الاسلام کا جنازہ ایسے عظیم میں ہوا حضرت مولانا محمد قاسم القوری اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد رحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہما کی قبروں کے پاس پہنچ گیا۔ اور پھر میں اس وقت کہ روز اربعہ اسلام شہر میں اپنے آپ کے صدر چوٹی ہوئے تھے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حاضر ہو گئے شاید کم ہی اس امت میں ایسے افراد ہوتے ہوں گے کہ حاضر تہجد کے وقت جو وقت اسے کا اپنے بندوں سے ملاقات کا خصوصی وقت ہے وہی ہونے ہوں گے۔ میر علی ہمدانی کشمیر کے سلطان فرزند شیخ الاسلام ہی کو یہ اعزاز نصیب ہوا کہ وہ صاحب اس وقت میں روزانہ کی طرح اپنے آقا کی خدمت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حاضر ہو گئے

نمازت گنبد میں عاشقان پاک طیب

حضرت کے متعلق معاصرین کی آرا۔ حکیم الامت، مجدد ملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چند ارشادات حضرت علی کے متعلق ان کے بعض جملوں کی رہائی۔

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مظاہر کی روایت ہے۔

.. بھائی میں ان جیسی مولانا مدنی رحیمی بہت سردانہ گمان سے لائوں میں مرزا تاج حسین احمد

صاحب کوال کے سیاسی کاموں میں مخلص اور متین جانتا ہوں۔ البتہ مجھے ان سے محبت کے ساتھ اختلاف ہے اگر وہ محبت دلی جو ہمارے قریب ان کے تہمت ایک اور سپاہی بن کر کام کرنے کو تیار ہوں

روایت حضرت مولانا حیدر گد صاحب خیر المدارس ملتان حضرت تھانوی رحمت فرماتا

” ہمارے اکابر و بزرگ کے کچھ کچھ خصوصیات ہوتے ہیں جنہیں کچھ شیخ علی اسکے دو حصہ اور خصوصیتیں کمال ہیں جو ان میں جدید اہم موجود ہیں ایک تو محاذہ جو کسی درجے میں اتنا نہیں ہے دوسرے تو اسیچہ چنانچہ سب کچھ ہونے کے باوجود اپنے آپ کو کچھ نہیں سمجھتے۔“

روایت مولانا عبد المجید کھیراوی۔ حضرت تھانوی رحمت فرماتا۔

” مجھ کو بھی صورت پر لکھنا کہہ دیا یعنی دنیا کی خدمت کرنے والا کون ہو گا بجز مولانا حسین احمد دینی ہو گا دیکھ کر تسلی ہوتی کہ یہ دنیا اس سے رندہ رہے گی۔“

حضرت مولانا حسین احمد دینی رحمت شریف طبیعت کے ہیں۔ اور جو سیاسی اختلاف اسکے کے بھی کوئی ٹکڑا خلاف حدود ان سے نہیں سنا گیا۔  
” اشرف العلوم“

دینے گراؤ شیخ الحدیث مولانا محمد کرم صاحب مدظلہ۔

” میرے دو ایک ابو سعید راز۔ بھاری اواز۔ سعید کسلی حضرت احمد کی شیخ العربیہ والعمم حضرت مولانا شمس الدین احمد دینی کی مہا میں کچھ سکھ والا۔ ”مات خورشیدہ“ دار خود است“ کا مصداق ہے میرا خیال ہے کہ حضرت کے نسل و کمال بجز انہی اہل و اسلوک سے متاثر ہی کسی کو اختلاف ہو آپ سے بنا جو کہ مولانا کی اسادت کی جہر میں کہ حضرت مولانا تھانوی قدس سرہ سے کس قدر دیکھ و حزن کے ساتھ فرمایا تھا۔

مجھے علم نہیں تھا کہ مولانا دینی رحمت سے مجھے اتنی محبت ہے۔ اس پر حساباً بھلیں میں سے کسی سے عرض کیا کہ مولانا دینی رحمت علیہ تری خوشی سے گرفتار ہوئے ہیں۔ تو حضرت نے فرمایا تھا کہ آپ مجھے اس محبت سے قسلی دینا چاہتے ہیں۔ کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ۔ ربیب کے مٹا ہونے میں اپنی خوشی سے ہنس گئے تھے مگر آج تک کون ایسا شخص ہے جس کو کسی حادثہ سے رنج ہوا ہو؟

روایت حضرت قادی محمد طیب صاحب مدظلہ۔ ”دانا و حضرت تھانوی“۔

” میں بھی جماعت میں مولانا شمس الدین کھاروت اللہ کے حسن تذکرہ اور مولانا حسین احمد صاحب کے

پیشین عمل کا مفقہ ہوں :

بروایت حضرت موصوف -

ایک صاحب سے حضرت نقابوی کی مجلس میں حضرت علی کے کسی مجاہد عمل کا حال دیتے ،  
جس کے کہا کہ حضرت آپ سے اس پر عمل میں فرمایا۔

” بھائی میں اللہ پرستی اور اللہ علی و حبیبی ، ہمت مردانہ کہاں سے لائی ؟“

حضرت علامہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا : کا اہتمام

۔ حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب میں آجادی ترمذی ، المدنی ، اہلسن علم و ہدایت کے آفتاب اور بد  
و درج میں بجایا دار ۔ اور جہاد تکلیف دہی کے ایک ممتاز شہسوار ہیں ۔ سندوستان کے مسلمانوں ان  
کی ذلت گزنی پر جس قدر بھی فکر کریں بچا ہے ۔ وہ علم ہدایت اور ترقی مصعب قیادت ہیں ان کی بچہ  
اور دینی عبادت سے تمام مسلمان بہہ واقف ہیں ۔ اور ان کے اصلاح و دیانت کے مخالف  
بھی مغرب ہیں اور ان کی بے حرفت و محبت کا لطف وہی حاصل کر سکتے ہیں ان کی صحبت ہمت  
سے سبہ در دا ہوتا

مولانا عبدالعزیز دروآبادی اور شہسوار کیسٹ لیسٹر ڈاکٹر محمد تریف کے تاثرات آپ ملاحظہ کر چکے ہیں اعادہ کی ضرورت نہیں  
مولانا ناصر آفتاب خان حریر لاہور کا سچا ناثر

۔ امام رحمن حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کو لوگ ان کے علم واصل اور تقویٰ و عظمت  
کی بہرہ پر جانتے ہیں اور حقیقت و احترام کامران کے سامنے خم کر سکتے ہیں لیکن مولانا کی حقیقی  
عظمت ان کا محض علم واصل عبادت و اشغال و غیرہ نہیں بلکہ ان کی پاکیزہ شخصیت سے  
اس صفا میں جسہ کہستان توہ کن رفاہ عالم سلیمان ہیں ان کی شان نہیں ملے گی جس طرح  
مولانا مدنی ، علم کی طرف وہ کھینچتا ہے اس طرح کسی اور کی طرف نہیں کھینچتا :

مولانا سید احمد سیوطی مدنی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

۔ تاریخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز کی ذات مستورہ صفات ۔  
صرف بہرہ و شان کے لئے بلکہ پر ۔ برہم اسلام کے لئے ایک بے بدل سعادت تھی ۔ قدرت  
عظمیٰ کا پیشہ یہ مقدر و مہم ہے کہ شاد و لذت سے سمور ہی دنیا میں انسانی سوسائٹی کی اصلاح و  
ارتقاء و تہذیب و تمدنی کے لئے ہر صدی و قرن میں کھینچیں اور دینار و مہم ہوتے ہیں ۔  
کی پوری زندگی اصلاح و عبادت کے لئے وقف ہوتی ہے اور جو اپنے عمل و فکر وادار کے لحاظ

سے عام انسانوں کی سطح سے بہت بلند، برتر ہوتے ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ اللہ عنہ کی شخصیت ان معجزوں و معجزوں کی وسعت میں بھی بہت بڑی مرتفع و اتمیاء کی حامل تھی حتیٰ قضاے تک آپ کو علم و عمل، ملی کردار و اسلاق، عزم و استقلال اور صدیقی مروتی کے وہ تانے بک جو ہر عطا کرانے والے تھے جو صدیوں کے بعد بھی کسی انسان کو عطا ہوتے ہیں۔

مولانا سید مرتضیٰ الرحمن ناظم برائے ندرۃ العسکریین، علی کا رشتہ دگرازی

۱۰ حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسین احمد مدنی کی شخصیت صرف مسلمانان کلمہ پوسے اینٹیاں کے لئے موجب افتخار تھی ان کا شمار دنیا نے اسلام کے چند گئے پے و مہاؤں میں ہوتا ہے آپ کی سچی میں غرض و شفقت و عظمت و وقار، علم و عزم و ہمت عزم و دردی بسبب و استقلال، عریضہ و تربیت و عظمت کے نام جو ہر گچھ اسی طرح یکساں ہوتے تھے کہ ایک دنیا میں ان خصوصیتوں اور کمالات کا اجتماع شکل ہوتا ہے آپ کو کچھ کر صحابہ کرام کی زندگی کی خصوصیات کا نقشہ سامنے آجاتا تھا :

صحابان الہد مولانا احمد سعید دہلوی کے آثار ت۔

۱۱ حضرت شیخ الاسلام داروقی اللہ کے جانشین عزیز تھے اور بین الاقوامی شخصیت مولانا مولانا محمد رفیع و تقویٰ کے اور ایثار و قربانی کے جسم بیکر اور اخلاق و انسانیت کا سب سے بلند و بالا مظہر اور صلح صلحین کی ایک زندہ یاد اور تھے :

حضرت مولانا شاہ جلالیت در داہدوی قدس اللہ سرہ اعزریہ کا آثار۔

۱۲ جہاں ! حضرت شیخ مدنی کے ذکر کیا پوچھنے جو پہلے تو ہم یوں ہی سمجھتے تھے جسے لگے وقت کی، نراکتوں اور ہنگامہ آرائیوں میں جمع ہوں گے، میں مرد ہما کو آنکھ اٹھا کر دیکھا تو جہاں شیخ مدنی کے قدم تھے وہاں اپنا سر چاؤ دیکھا اہی صورت اس وقت تک دست کی خاطر اعلیٰ کے مقام میں حتیٰ کا واسن تمام کر رہی مراد و صورت میں استقامت اور استقلال کے ساتھ قربانیاں دینے کر سب سے ہیں برہنہ شخصیت کا مظاہرہ ہے :

برایت جناب اسد ان قرنی پر پینل گورنٹ کرسٹل انٹیٹیوٹ سبکوٹ۔

۱۳ ۱۹۰۱ء میں میں امرتسر میں بطور لیکچرار تھیں تھا۔ حضرت مولانا مفتی محمد حسن مرحوم واقع امرتسر مرحوم شیخ صادق حسن اور ایسے، اد کا لکھی امرتسر کے چند دور میں پرندہ مسلم ایک کو لکھی تھی



میں دن رات کوشاں تھے اور قیام پاکستان کے لیے جدوجہد کرتے تھے۔ ایک دن سنا کہ حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے میرٹھ ہمس کے دوران امرتسر یوٹے اسٹیشن سے گنٹے والے میں۔ اور سلم پٹی طلباء کے پرکیم بنائی کہ امرتسر یوٹے اسٹیشن پر ان پرگنہ سے اٹھنے سے پیچھے جائیں۔ جسے انکی جبرستی صاحبہ، رحمۃ اللہ علیہ کو پہلی قرودہ سمت منترہ ہونے لگے لڑنا لایا اور کہا۔ تم پر لازم ہے کہ تم اس دن صبح کی گاڑی پر جانے ضرور جاؤ۔ اور حضرت مدنی کے ٹائپلے میں مولانا جواد توحید گاڑی امرتسر پہنچے تو تم دعا پڑھو دین سٹاگر دوں کے ہجرت مولانا کے لئے اٹھائی جاؤ جو کچھ پھینکا جانے تم اپنے دل پر سنا۔ غرور، حضرت مولانا کو کوئی گم نہ پہنچے مگر سچوں کا اور ہمارا اختلاف قیام پاکستان کے متعلق ہے لیکن وہ ہمارے اکابر میں سے ہیں۔ سیاست میں ان کا صلح نظر خواہ کچھ ہی ہو تم کو کشش کرنا کوئی ایسٹ روڈ، پتھر یا گنٹے انڈیا کو نہ چھوئے۔

چنانچہ میں اس دن اپنے نہیں چاہا چھینے اور قابل اعتماد سٹاگر دوں کے ساتھ جانے سے پہلے اور اس ٹرے میں مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ امرتسر تک آیا۔ امرتسر اسٹیشن پر چیدہ تلاش طلبہ سے گنٹے سے اٹھنے سے پیچھے کا پر وگراں بنایا ہوا تھا۔ وہ جگے آسے میں دیکھ کر سمت ہی حیران ہوئے اور کہا کہ تم سلم پٹی ہو کر کیوں سو رہی مدنی سے انتقام لینے کو منع کرتے ہو یہ میں نے کہا۔ میں پکے جیتے جی مولانا مدنی کو کوئی روڑا۔ ایسٹ گنٹے، انڈیا، یا کوئی اور چیز لگے نہیں دوں گا۔

اسی جواب پر اسے ستریر طلبا، تو پہنچے گئے مگر باقی مدوانوں کے گنٹے لائنوں کی بوجھاڑ کر دی۔ وہ تمام میں سے اپنے بازوؤں کیس اور سر پر لی میرا حدیہ عجیب بن چکا تھا میرے کٹر سلم پٹی جو سلم کے باوجود انہوں نے کچھ پرست سے اٹھنے سے پیچھے تھے۔ وہ بگے گالیاں بھی دیتے تھے لیکن ٹھہر نہ کہ مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو کوئی گم نہ پہنچا اللہ میں مولانا سازی ہو گیا۔ اور وہ اسے میرے گھٹنوں پر لگے تھے۔ جب میں اس حال میں حضرت مدنی صاحب کے پاس پہنچا تو انہوں نے فرمایا۔

.. احسان، تم سے محبت میں اپنے لئے جگہ بنائی ؟

حضرت مولانا محمد یاکس کا مدخلی رحمۃ اللہ علیہ عالی تمہیں جماعت۔

حضرت مدنی نے اس سیاست میری سمجھ میں نہیں آتی اگر عباتی تو میں ان کے پیچھے دوڑا روڑ

پہرتا ہم شہ پک کے نزدیک آپ کا دورہ و مقام سے میں جانتا ہوں آپ سے سیاست میں اختلاف کر کے میں روزگار کٹ گئی ہیں خریدنا چاہتا ہے :

## مولانا مدنی واقعات کے آئینے میں

بنگال کے مدرس میں ایک جگہ لوگ حضرت کے ساتھ سخت گستاخی سے پیش آئے ہیں سب کو معاف کر چکا ہوں

اور اجہرات میں ی کا چرچا ہوا۔ تو جہری مشہور الرحمن خان سید اردی سے ان کی جہری ایک نظم لکھی اور ان کے لئے کچھ بد دعائیں بھی دیں۔ اس نظم میں اسوں نے مجھ سے بھی مشورہ لیا۔ عرض اس کو معاف کر کے میں نے بجزور کے مشورہ اخبار "مدینہ" کو برائے اشاعت بھیج دیا۔ جب وہ شائع ہوئی تو میں نے مولوی مجید حسن ایک اجہاد کو بطور شکایت خط لکھا۔ مولوی صاحب سے جواب دیا کہ وہ نظم یہاں پہنچی تو حضرت سبیل دفتر میں نشرین فرماستے۔ ان کو علم ہو گیا اور انہوں نے معنی سے شائع کرنے سے روک دیا۔ لگے ہی حضرت سے سہارا نشرین لائے تو میں نے کہا، آپ نے یہی نظم کو شائع ہونے سے کیوں روک دیا۔ فرمایا کہ

میرے جہانی میرے ساتھ جس کسی نے جو کچھ کہا ہے یا کوئی آئندہ کرے گا۔ میں سب

کو معاف کر چکا ہوں آپ میری وجہ سے کسی کو بڑا جھلا نہ کہیں۔ کسی کے لئے مدعا کریں :

از کاظمی ظہور الرحمن نام سید اردی

۱۹۴۵ء کا ذکر ہے کہ شیخ الاسلام حضرت مدنی جس کے ساتھ مشرقی پنجاب کے ایک بیرونی

ایشیاء پر ایک صاحب جمع لے جس کا اختلاف سیاسی نوعیت کا تھا۔ حضرت پر سنگ داری شروع کر دی مولانا حفص الرحمن سید اردی سے حضرت شیخ کو آڑ میں لے لیا اور سچ کو جمع کے سامنے پیش کر دیا۔ اور اب مولانا پر بلا کامل پتھر سے لگے۔ حتیٰ کہ ایک پتھر بازک بگڑا کر لگا۔ مولانا حفص الرحمن فرماتے تھے کہ میں تہیہ کر چکا تھا کہ جب تک حفص الرحمن کے جہاں موجود ہے حضرت شیخ پر پتھر نہیں آئے۔ اور گا۔

اس سنگ داری کے سلسلے کا ایک واقعہ یہ بھی ہے جو مجھ سے حضرت مولانا شاہ عبد القادر دہلوی پوری جزیرہ علیہ سے بیان فرمادے۔ کہ پاکستان میں ایک مقام پر ایک شخص ان کو ملا اور سب سے اختیار روٹے لگا دیا۔ حضرت نے اس سے یہ پاکستان سنائی۔ کہ وہ مشرقی پنجاب کا رہنے والا ہے۔ اور جس مجمع نے حضرت شیخ پر سنگ داری کی تھی بدکھنی سے یہ بھی اس میں موجود تھا۔ اس سے بتلایا کہ اس مظاہرے کے موقع پر تینوں جیلوں کے لئے اس سے یہ طریقہ اختیار کیا کہ برسرہ جو حضرت شیخ کے سامنے آجے لگا واقعہ دہشت گزشتہ ہو گیا۔ لیکن "لا یصل بلی ولا یصلی" کچھ عرصہ بعد

جب پکام میں ہونے کی عادت ہوئے تو شکوں میں اس کے ساتھ یہ طریقہ برتنگہ، جس کو ایک ہفتوں سے باقاعدہ دیا گیا اور گھر کی سر زمینوں کو اس پر چھڑک گیا کہ وہ ہر جہہ ہو کر اس کے آگے بیٹھ کے سانسے لیں، اس کے گناہ کی وقت پورا ذہن اس طرف منتقل ہوا کہ آگے کا یہ ناہجہ اس پر بہتر ناہجہ کا قدانی انتقام ہے۔ ہر صورت میں اس کی امانت کی طرف سے میں نے کہا تھا۔

یعنی میل الرحمن نامی مفتی ڈاکٹر العلوم دیوبند،

میں مولانا کلاش گدھوں، ذمہ دہ۔ نہ پیر بھائی، اہل کے مجاہدانہ کارناموں سے مجھے ان سے محبت و عقیدت ہو گئی تھی۔ ایک مرتبہ لکھنؤ سے گزری تو پانچویں میری طبیعت حراب تھی چار روزہ کہ سینیٹ پر میٹ گیا سبھا تھا، انصاف شکن تھی، اس نے کہا بتا سکتی تھا مجھے میں معلوم کہ کون سا پیش کیا، دو گون سا سواری ہوا۔ بریلی کے پیش کے بعد ایک شخص سے میرے ہاتھوں اور گرفتار شرمائی کے سمت رجعت ہوئی چپکا لیا شرم اور وہ دہانا دیا مجھے پیس لگی پانی ڈالنا خاص سے اپنی صراحت سے کلاس پانی کا دیا، اور کہا بیٹھے۔ جس سے اٹھ کر کہا کہ تو مولانا دل سے مجھے حاکمیت ہوئی اور مذمت کی لیکن انہوں نے اس وجہ سے کہ میں پھر میٹ گیا اور وہ دہا پھینک بلا کر کہ وہ اس سے دے پھر میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔

وہ بریلی سے رام پور تک مجھے دہاتے رہے

خاصی طور پر امن نام سید احمدی

حضرت مولانا احمد علی صاحب لاسوی رہتے رہا میں نے جب حضرت دینی رحمتانہ علیہ آفری جگہ سے تشریف لارہے تھے تو ہم لوگ کشیش پر شریہ ریارت کے لئے گئے حضرت کے سر زمین میں سے ایک صاحب زادہ محمد عارف علی صاحب دیوبند تک ساتھ گئے ان کا بیان ہے کہ، فری میں ایک سیدہ منگلیں بھی تھیں، جن کو مردہ دہت ملاحت لائق ہوئی۔ وہ ولی حاجت کے لئے گئے اور اسے پاؤں پادنی درخواست دہاں ہونے حضرت مولانا دلی، سمجھ گئے، فوراً چھڑک کر پٹ کی ڈیوں، حرا آہر سے اٹھی کہیں اور ٹوٹا ہے کہ ہاں، میں گئے اور اچھی طرح صاف کر دیا، اور سیدہ دوست سے فرما سکے کہ ہاں، اصل صاف ہے، لیکن نے کہا کہ مولانا میں نے دیکھا ہے پانچ ہاں ہاں بھلا بھرا ہوا ہے، قصہ مختصر وہ اٹھا اور جا کر دیکھا تو پتا چلا، ہاں بھلا صاف تھا، دست مٹا ہوا اور پھر پود عقیدت کے ساتھ مر جی گئے

پہنچنے کی بندہ لڑائی سے ہوا کچھ سے باہر ہے

تاکہ یہ قصہ کی بندہ لڑائی سے ہوا کہ سے باہر ہے۔

حاکم اکر وہ کہہ رات بھی پہنچی ہے کہ اسی واقعہ کو دیکھتے ہیں، اس طرح کے کسی دوسرے واقعہ پر اسی طرح میں خواجہ اندام الدینی کو نسوی مرحوم سے اسی ڈر میں ایک ماٹھی سے پوچھا کہ یکے، پوچھیں کن ہے، جواب لاکہ یہ مولانا حسین احمد دلی، ہیں۔ تو خواجہ صاحب مرحوم نے التیاد ہو کر حضرت دلی، کے پاؤں سے پٹ گئے اور وہ لے گئے حضرت نے جلد پاؤں بھر لئے اور پوچھا کیا بات ہے؟ تو خواجہ صاحب نے کہا، سب سے پہلی اختلافات کی وجہ سے

میں نے آپ کے ملاپ فرماتے دیکھے اور برا بھلا کہ۔ اگر آج آپ کے اس اعلیٰ کردار کو دیکھ کر تائب نہ ہوتا توشت یہ  
یہ عاجز نہیں جاتا۔

حضرت سلمے فرمایا۔ میرے بھائی میں نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پر عمل کیا ہے۔ اور وہ  
صحت پر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک بیوی مہمان کے بستر پر پاخانہ کر دیا تھا صبح جلد کا  
امٹہ کر چلا گیا جب وہی بھولی ہوئی تکرار سے واپس آیا تو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بغیر کسی  
اپنے دست مبارک سے بستر کو دھو رہے ہیں یہ دیکھ کر وہ مسلمان ہو گیا

مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ مولانا مصیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ جو کہ  
رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی صحبت سے تھے، اور وہ حدیث میں شریک تھے کسی  
گستاخ کے ایک دفعہ بھی نہیں کا جواب حضرت سلمے و درمی نشست میں نہایت نرم و  
شائستگی سے دیا اور فرمایا کہ کسی دوست سے کہہ کر بد رفتار نہ بنے کہ تو اپنے آپ سے نہیں جیسے تمام مجلس میں جہان  
برا ہو گیا۔ اور بڑا دلچسپ و عصب میں بھر گیا آپ سے فرمایا۔ خبردار! کسی کو محمد کر سنے کی ضرورت نہیں ہے میر  
حق ہے کہ میں اس کی نشانی کر دوں۔

میرے والدین کے نکاح  
کے گواہ زندہ ہیں

فرمایا۔ میں صلح فیض آباد فقیدہ ٹاڈہ محلہ اللہ آباد پور کا رہنے والا ہوں۔ اس وقت بھی میرے  
والدین کے نکاح کے گواہ زندہ ہیں جتنی بھی کرنا جا کر کچھ بیا جھنٹے یا العقرۃ نہ۔

بددہاری کی انتہا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ بیٹوں وہ وہیں ہے جو کسی کو بچھاؤ دے۔  
بلکہ بہاد وہ ہے کہ حضرت اپنے اور قابو رکھے اور اپنے نفس کو صواب کر دے۔  
وہ کہا قال صلی اللہ علیہ وسلم،

حضرت میں نے کیا غلطی کی ہے  
مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ  
یہ اپنی ایک جگہ میری تقریر تھی۔ رات کو تین بجے تقریر سے فارغ ہو کر بیٹھ  
گیا میں البظاظ العوام مسجد کو ٹھوس ہوا کہ کوئی میرے پاؤں دبا رہا ہے میں نے کہا کہ لوگ اس طرح دبا سکتے  
ہوتے ہیں کوئی شخص جو گاٹھ اس کے ساتھ یہ معلوم ہو رہا تھا کہ یہ غلطی تو مجھ پر نہیں کی ہے۔ اور جو راحت کے بند بھرت  
ہوئی جا رہی تھی۔ مراد تھا یہ دیکھا کہ حضرت شیخ مدنی ہیں۔ عجز اچھڑا کر چار پائی سے اتر پڑا اور دعا مست سے عرض کیا  
حضرت کیا ہم سے اتنے تم جیسے کا جو ساتھی پہلے سے کم کر رکھا ہے کہ آپ بھی ہم کو دھکا دے کہ ہم بھی  
دبے ہیں۔

شیخ سے جانا فرمایا آپ سے دیر تک تقریر کی تھی آرام کی ضرورت تھی اور آپ کی عادت تھی

۱۔ حجۃ کرامت کی ضرورت ساتھ ہی مار کا وقت قریب تھا میں نے خیال کیا آپ کی مار

ذہل جائے تو تائب حضرت میں نے کیا لعل کی سے۔ یہ فرمایا ہے ۷۰

روزی است ولیل بسیدگان کسال

کہ چون سوار مسسور دسد سپید اور شود

مولانا محمد امداد فاروقی، حضرت امداد علی صاحب سے صحبت تھے لاہور ولی مسلم ہونٹل میں بڑا بڑی حبیب دہے ملان کا بیلا سبت کہ میں دیر سو دھرا ہوا اور مولانا ملان کے پاس قیام کیا۔ ایک روز حبیب مولانا کے ساتھ مسجد ہوئی میں نماز پڑھتے گیا۔ تو میں نے مولانا کا ہوتا اٹھا لیا۔ مولانا اس وقت تو حاکم کشش بہت دور سے وقت جب ہم روٹے تھے اس کے لئے گئے تو مولانا نے بڑا ہوتا اٹھا کر سر رکھ لیا۔ میں پیچھے بھاگا۔ مولانا نے تیرمپا شروع کر دیا۔ میں نے کشش کی کہ جوتے ولا لیکن میں سینے دیا۔ میں نے کہا خدا کے لئے سر پر تو۔ سکتے لڑایا کہ خدا کو کہ اتنے عین اہم کا ہوتا ہر اٹھا دے گئے۔ میں نے امداد کر دیا تب ہوتا سر پر سے انا۔ کر پیچھے دکھا۔

محمد کر دے امداد حسین احمد کا ہوتا۔ اٹھا دے گئے

حضرت دانی رحمۃ اللہ علیہ ملتان تشریف لائے۔ میں نے دعوت کی گھر والوں سے کہا بچا کر اور وہ نہیں کب دی

بچہ بچہ صلیب نما لسان ہے

۴۔ اسی کے حوالوں میں بن جانی تھی۔ حضرت کی نظر پڑی تو گدے پر بیٹھے سے اٹھا کر دیا۔ فرمایا اس میں بچہ بچہ صلیب نما نشان ہے۔ میں اس پر نہیں بیٹھوں گا۔ (مولانا صاحب ملتان)

مولانا صاحب کو بھی یہی راوی ہیں کہ حضرت کی خدمت میں پیش کر سنے کے لئے میں نے کھد سے کہ گھر پر چکا ضلع ملتان سے بہت عمدہ چھوڑا یا۔ اور حضرت کو پیش کرنے کے لئے دو دن انھوں پر رکھا۔ دیکھا تو فرمایا یہ کیسے؟ میں نے کہا حضرت

اس کا سوت انگریزی مشین کا کھتا ہوا ہے

دو دن پیش خدمت کرنا چاہتا ہوں فرمایا اس کا سوت انگریزی مشین کا کھتا ہوا ہے میں اس چیز میں استعمال نہیں کرتا میں ایسا کھد استعمال کرنا ہوں جس کے دو دن سوت ہاتھ سے کئے ہوئے ہوں۔ حضرت کی اس تصریح کے بعد میں کھد کا صوم متعین ہوا۔

میں انہوں ضلع ملتان میں مولانا دا بیت اللہ کا سالانہ تبلیغی جلسہ تھا۔ حضرت تشریف لائے۔ رات کو تشریف لے گئے شیخ پر کھنے اور بیٹے کے بیٹے بیٹے کچھ خیر کی آگئی پان کا پیک اٹھ پر گھر

دن گھر نہیں تھا

گئی حضرت راجہ پیک گئے۔ پیک صاحب گرا جا ہی۔ وہم نے تلف روزانہ پیش کے مگو اتفاق سے میں نے کچھ ہی جو کچھ پڑھا وہ کھد میں تھا حضرت سے قبول نہیں لڑایا۔ اور اس وقت اتفاق سے حضرت کے پاس اپنا دو دن

نہیں تھا۔ ایسی جیب سے کھدک کر جواہر نگاہ اور اس کے کنارے سے پریکھ صاف کی ۔  
 ہرے صداقت اور قوں و عمل میں صداقت کو کھدک کے استہان کا جہد سے تو ہر وقت پر کھدوی کا استعمال کیا

دیوبند سے ملتان کا کر ایہ پتھر ڈاکا

ملتان کا گورنمنٹ کے جلسہ پر ۱۹۴۱ء میں تشریف لاسکے اور دلہی پر اپنا  
 ٹکٹ خود خرید لیا اور گاڑی میں چڑھ گئے۔ میں سے اپنا ٹکٹ خرید اور ساتھ بیٹھ  
 گیا۔ میں نے ایک معقول رقم جو منگین جلسہ کے چیت مددت کرنے کے لئے دی تھی چیت کی توڑ پھوس کر دیا گیا ۔  
 میں نے عرض کیا کہ منگین نے یہ سہارا سہرا ہے جسے خدایا کہ میری اجازت کے بغیر نہ کیوں اسے جس نے کالی  
 صدمت کی اور اسرار کیا تو فرمایا۔ میں دیوبند سے جلا ہوں، دل سے یہاں تک کا پتھر ڈاکا کر یہ آمد و رفت سے وہ باقی  
 داپس کر دو۔ اس کے بعد مجھے بیٹھا سما و کچھ کر کہا کہ اب تم عازہ۔ میں نے عرض کیا کہ دوستوں نے اصرار کیا ہے کہ ساتھ  
 جیواں۔ اس پر اور زیادہ بگڑنے اور فرمایا ٹکٹ داپس کر دو۔ دام لٹن کے ادا کر دو میرے ساتھ کسی کے جانے کی ضرورت  
 نہیں مجھے تسلیل ارضا کرنا پڑی اور صدمت اس کی حفاظت میں، میں پراشوبہ دور میں نسا دلہی رہے۔  
 (مولانا عطاء بخش شاہ)

لہذا محاذ سے

حضرت سیدنا ایک پیر سے مراد آباد اتنے ہی وقت لیسر گاڑی کے دو پیرے سہاروں کا نقد بھقا  
 ایک پیر سے اسے لٹ کر پیر کو لگ جاتے تھے مراد عمر کا وقت آ گیا بیٹھ خادم پر حماحت  
 ہرے گی تو ایک خادم جو اسے میں تھا حضرت نے اس کو بھی خوالیا۔ میں نے عرض کیا سامان کی حماحت کون کر لیا  
 فرمایا۔ خدا حافظ ہے۔  
 (مولانا عطاء بخش شاہ)

اپنے ذبح کرنے کے لئے  
 اپنا ہتھیار تمہیں روشن

۱۹۳۷ء میں جمعیت غل سے ہند کی طرف سے آپ ڈیکٹر بنانے گئے۔ ہر ایک ڈیکٹر  
 کو وہی جا کر سوال نامہ دانی کرنا اور گناہ جہنم تھا آپ کی طبیعت سخت علیل تھی۔ ٹانگوں  
 میں دھم تھا۔ چلنا پھرنا دشوار تھا۔ مولانا الزبیر رحمۃ اللہ علیہ نے غل کو مستعد بنائی  
 کا علم ہوا تو کہا کہ میرا اس حالت میں سفر کریں۔ تاریخ بدل دیکھئے حضرت نے گوارا فرمایا اسی حالت میں روانہ ہو گئے  
 ہرگز ٹکٹ بھرتی کی طرف سے وارنٹ گنداری جاری ہو چکا تھا دیوبند اسٹیشن پر کنرت ہجوم کے باعث پولیس کی اجازت  
 ۔ جوئی۔ دیوبند سے اسٹیشن پر ڈیڑھ سیر فٹ لٹنے وہ فوش میٹل کیا آپ نے فرمایا میں انگریزی میں حافتا اس  
 سے کہا تم دیکھئے تاکہ وہ میں زجر کروں

صدمت سے فرمایا گیا جب ، اپنے ذبح کرنے کے لئے اپنا ہتھیار ہمیں دے دوں ؟ وہ حاشوش ہو گیا۔  
 اور گاڑی چل چلی منظر بگڑ اسٹیشن پر زجر کے لئے لایا اس میں کھٹا تاکہ حکم سہاروں کی طرف سے آپ کو فوش دیا جاتا۔  
 ہے کہ آپ آگئے۔ حاشوش دو آپ اپنے آپ کو گناہ بھین۔ فرمایا اب میں سہاروں کی حد دے آگے ہوں یہ فوش

قابل تامل نہیں۔ حضرت یہ جواب ہی کر جبران ہوتے بعد میں بمشریٹ سے جو سامنے تھا کہ آپ کو اپنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بناء پر خوش دہن گا۔ چنانچہ اسی سے اسی استیضہ پر دوسرا تحریر کی روش میں کیا اور گرفتاری عمل میں آئی حضرت کی یہ حالت تھی کہ گاڑی سے اتر کر دو قدم بھی چلنا شروع نہ تھا۔ اسی جگہ حضور نے یہ کہنے کو کسی بچھاؤ کی گئی۔ اسی پر حضرت بیٹھ گئے اس تمام حکایت کے ماہر فریہ بہاد آزادی کو چھوڑنا لازمی کن کر لاسیوں فرمایا

اور اننا صمدانی مہامہ قاصیہ مرزا آوارہ

حضرت نے یہ کہیں تھی کہ رب اولیٰ تہ نماز میں حسب آیات و مذاہب کی قرأت فرماتے آتے عقیدہ دوسے گئے تھے وکالت سے ایک رہ قبل حضرت

مولانا سید قمر الدین احمد دھال صمد علی دارالعلوم کو بلا یا اور فرمایا کہ چند روز سے نماز میں کونیم سے چند رہا ہوں فری کو کبھی ہو رہی سے۔ عداوت سے کو کیا جواب دوں گا یہ فرما کر عہد آواز سے رہنا شروع کر دیا اور اس قدر دوسے کو کسی سے پیشتر بھی اتنا دوسے ہوتے نہیں دیکھا گیا۔

مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری ہر جس زمانہ میں سرسکندہ حیات کی حکومت سے ایک مقرر چلا رکھا تھا اس میں بھانسی کی سزا کا ادریشہ تھا اور لوگ صحت

پر تیار تھے اس وقت کچھ لوگ ساریت تنگدہ انداز میں حضرت کی خدمت میں دعا کے لئے پیش ہوئے حضرت ص ب کی سنتے ہے آخر میں کہ فرمایا میں کا صلا صریہ تھا کہ

و راہ حق میں قربان ہونا تو مست ہر کسی سعادت ہے اس میں ٹھکر کی کوئی ہی بات ہے۔ "سید علی اللہ شاہ حافظ داکھ ہے"

ان الفاظ سے کوئی حضرت کے بندہ باہر ہر سب سے کہ راہ حق میں جو حفاک منزل بھی حضرت کے لئے ایک جواب تھے ہے۔ سہ حال کچھ ہی دنوں بعد حضرت وہ کی بر اجمالی پیشیں کوئی پوری ہوئی اور شاہ صاحب و موصوف برکا ہو گئے۔

"چو دشمن بریں حوق میں جو دوست" کے صدق آپ کا عنوان کرم ایسے پرانے ہر ایک کے لئے کتا وہ رہتا تھا۔ ہمسازوں کا ہمیشہ جھگڑتا رہتا تھا، وہ لطف پر کہ چھوڑا۔ شاہ میر ظریب۔ حاکم و محکم : است پاد سہ : آقا صاحب ایک دسترخوان پر صند کی شکل میں۔

بیٹھے ساتھ ساتھ کھاتے نظر آتے تھے۔ حضرت کی عجیب شان ہوتی تھی۔ سنت کے مطابق سدا کی شکل میں بیٹھے بیٹھے کھانا کھا کر فراتے رہتے تھے اور نگاہیں پاروں میں گھومتی رہتی تھیں جس سے ان کے سامنے روٹی ختم ہوتے گنتی تھی تو ذرا ہے اس سے گرم روٹی اٹھا کر اس کے سامنے رکھ دیتے تھے۔ مسلمان و اسی کے سنت کے مطابق ان

اس میں سے کوئی مسلمان بھوکا نہ رہ جائے۔ کھانا آخر تک کھانے رہتا ہے۔ اور انکو سب سے کم کھاتے تھے ایک مرتبہ کھانے کے موقع پر ایک صاحب جو بوسیدہ کپڑوں میں بیٹھے تھے دوسرے حضرات کے سفید پونج اور سبز ہونے کی وجہ سے مرعوب ہو کر کھانے کے طبقے سے پیچھے بیٹھ گئے۔ حضرت نے دیکھا تو ساتھ کھانے کے لئے فرمایا۔ اتفاق سے وہ اپنے صاحب کے پاس آ بیٹھے جو صحت مضر اور سفید پوش تھے۔ اور ان کے ساتھ بیٹھنے سے کچھ کبیدہ سے معلوم ہوتا ہے۔ اور ان کو اس پیر کو محسوس کئے کہ کھانے پریشانی کے ساتھ مرعوب ہو کر کھاتے رہے۔ حضرت نے اس کو بھانپ لیا اور ان سے فرمایا کہ آپ اسٹھنے وہ نہ اسٹھنے۔ تو دوبارہ فرمایا کہ اسٹھنے۔ آپ اسٹھنے۔ اب وہ اسٹھنے تو حضرت نے ان کو اپنے سپل میں ٹھاسا اور فرمایا آپ الہیمان سے ابھی طرح کھائیے۔ پھر فرمایا کسی کو کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ان بوسیدہ حال لوگوں کا کتنا اونچا درجہ ہوگا سفید پوشوں پر گھروں پانی پڑ گیا۔ مسابقت شرمندہ ہونے اور بعد میں ان صاحب سے مسلمان بن گئے۔

یہ کچھ اس پہلے ہوا ہے جیسے ہے

مسلمان لڑائی کی اس وسعت پر ہی مسلمان مہتمم نہیں ہو جاتا۔ بلکہ بہت سے صورت مندوں۔ قبیلوں۔ اور بیواؤں کی امداد کا سلسلہ مستقل طور پر جاری رہتا تھا۔ چنانچہ مولانا عبید اللہ صاحب نے جب تک حجاز میں رہے حضرت ہمیشہ ان کو کچھ اس وہ ہے، جو دار مسلمان فرماتے رہے۔ جو دوسرا کا سلسلہ اس قدر کوشیدہ رہتا تھا کہ مسرت سے قرنیہ حضرت کو بھی اطلاع دہی لے تھی۔

یہی کھانا کافی ہو جائے گا

حضرت مولانا عبید اللہ صاحب مدرس دارالعلوم نے مشکوٰۃ شریف کے درس کے دوران کتب العہد کے کتب میں حضرت کا ایک واقعہ رقم لکھا کہ سنایا۔ اس واقعہ پر سوسے زیادہ طالب علم موجود تھے انہوں نے بیان فرمایا کہ۔

ہی سے ایک روز حضرت کی دعوت کی۔ اتفاق سے اس وقت مسلمان حضور سے تھے حضرت شیخ وہ نے دعوت قبول فرمائی۔ جب کھانے کا وقت آیا تو مسلمان زیادہ آگئے حضرت شیخ تم ہماروں کو لے کر تشریف لے آئے ہماروں کی کثرت دیکھ کر میں پریشان ہو گیا۔ حضرت نے محسوس فرمایا مجھے علمدہ سے لگے۔ میں نے عرض کیا حضور ہی نے تشریف لیں اور انتظام کروں۔ حضرت سے فرمایا۔ یہی کھانا کافی ہو جائے گا۔ اور آپ کے اہل کے مطالبہ تمام روٹی اور ترکانی آپ کے پاس لا کر رکھ دی۔ وہ روٹیوں پر کپڑے ڈھک دیا گیا۔ اب حضرت شیخ وہ اپنے ہاتھ سے کھانا نکال کر دیتے رہے۔

مولانا عبید اللہ صاحب رقم لکھا کرتے تھے کہ وہ ہی کھانا سب کو کافی ہو گیا۔ مگر انہوں نے بھی کھانا اور کچھ پانی پکڑا۔

مولانا قادی حافظ سید طاہر بن صاحب مدرس مدرسہ دارالاسلام



میں تمہارا نہیں کھا سکتا

تعمیر مسجد کے بعد حضرت ملی رت اللہ علیہ سلسلہ کی یکساں لٹا ڈھ میں تقسیم تھے۔ یعنی اور چون کا دھان تھا گرنی شبہ پر تھی۔ تو میں وہی تھی۔ اور سلطان شہنشاہ روزانہ آتے تھے۔ اپنی جائزے آپ کی پرانہ سال اور موسم کے آقا خانہ کے بوجہ یہ مطالبہ کیا کہ آپ سحر کے وقت کوئی مینی چیز فرماتے رہا ہی کریں۔ تاکہ شنگی کا علاج ہو۔ بلکہ پیکر صحت سے ترستہ فرمایا کہ میرے لہان صحت والی اور سال کھا نہیں اور مینی چیزیں کھاؤں۔ اگر مہانوں کے لئے انتظام ہو سکتا ہے تو میں بھی کھا سکتا ہوں اور میں تمہارا نہیں کھا سکتا۔ مدیہ جہودی گھر والوں نے سب کے لئے کھی مشنہ ماہل کسی دن شبہ رہا کسی دن سرفوں کا انتظام کیا

اور سب سے جبریت ناک بات یہ ہے کہ کھانا اور کسی مرض میں مبتلا ہوئے پر حکیم یا ڈاکٹر نے پرہیز کیا یا یہ ہم پر چند دنوں پرہیزی کھانا کھانے لیتے۔ چند دن بعد اگر پرہیزی کھانا دستہ نہ ہو تو اس کو دوسرے کھاؤں میں لٹا دیتے اور وہی کھانا کھائیں فرماتے۔ یہ ایک ایسی چیز ہے جو دنیا میں بالکل الٹھی ہے۔ اتنا صحت گرو لایت سے تو حضرت مدیہ ایسی دوسرے سب کے لئے کھانے کے لئے تھے۔

سادی دولت عبا اور ذکر گزار دی

استاد العربیہ و حکم کا اصول تھا کہ عشاء کے بعد سے بد وقت تک صبریت کی سب سے بڑی نعمت بالشان کتاب نگاری شریف کا وہی ہینتے تھے مولانا نیشن لہ حضرت مرحوم کو لائین دنگ سے پرہیز تھے۔ ان کا بیان ہے۔ ایک رات حضرت صاحب شب کو سردی کے موسم میں مکان میں تشریف لائے۔ دیکھا کہ ایک دستہ مال پر سیدہ کپڑے میں لٹھی چار پانی پر بیٹھے ہیں۔ حضرت رت ان علیہ سے فرمایا ان سے پوچھو کہ کیوں بیٹھے ہو۔ اور پھر خود ہی جا کر پوچھا تو اسی لہان نے جواب دیا کہ کسی صاحب سے کچھ دستہ خوال سے امتداد اور میرے پاس ٹاف بھی نہیں ہے۔ حضرت پر بڑا اثر ہوا۔ پارہ ان کا اور پوچھا مگر پتہ نہ چلا اور اور تشریف لے گئے اور کھانا لے کر خود اپنے تشریف لائے۔ اور جب تک لہان نے کھانا نہیں کھا یا آپ پرہیزی بیٹھے ہے۔ سادے نہیں اور اپنی عام سوچ کے تھے۔ حضرت ادرنگے اور اپنا ہتر اٹھا لائے اور اس کو کھیا دیا اور خود سادی رات عبا اور ذکر گزار دی مولانا نہیں اللہ جو حضرت کے شاگرد ہیں کا بیان ہے کہ میں نے مسرت انوار کیا اور چاہا کہ اپنا لٹر لے آؤں اور حضرت کام فرمائیں مگر اس پیکر صحت لے گیا۔

مراوا نصیحت بعد و گفت

آپ ایک دفعہ بیٹی تشریف لائے کہ عورت سے خطاب کریں۔ مرنی پارک میں بعد مگر یہ شہر مانتے تھے۔ پارک سے ابر سعادتیں کا رہ۔ متہ جو ہم تھا۔ جو اپنے تمام فلک شکاف فرسے تھا اور اتنا حضرت کو روکنا چاہا۔ مگر حضرت برابر فرماتے رہے اور ہر گاہ میں بعد تلاوت قرآن کریم و قال اللہ رب کھرو لا سمعوا لہذا اللہ رب اللہ پڑھا کہ تقریر شروع کی مخالفین گستر اور تاکول کے معنی ڈرم پوری

وقت سے جسے کہا ہے گئے۔ اور اسیوں کے داخل پھینکے شروع کیے تفریح پھر بھی جلدی دی حضرت نے محلے کو کوئی دعائی کا ردائی کرنے سے قطعاً روک دیا۔ بالآخر پتھر برسنے لگے۔ پتھروں کی کوئی کمی نہ تھی کہ شرک ہی وہی تھی۔ مسیح کا امر اعلیٰ سر پہلی تھا۔ اور پڑیسیس کہنے اس کے کہ ان کی سرکوبی کرتی۔ ان کی حوصلہ افزائی کرتی رہی جاننا کہ اس نے ہاں کہ حضرت کے گرد ہر کہ مایہ کر پس۔ مگدوہ سے صبر و استقامت کے پتلے تھیں احمد ایسا کہ سے سے روک دیا۔ اور انسان محبت و تعقیب سے فرمایا کہ حسین احمد کا سر آب کے سردوں سے زیادہ تھیں نہیں ہے۔ آخر کار ہی یقین لے رکھشی کے فقہوں کو پتھروں کا نشانہ بنایا۔ اور لھانا ایک ہو گئی اور اپنے عیال میں عہدہ کو کام بنا دیا۔ اس کے بعد جسے برخواست کر دیا گیا۔ حضرت اپنی قیام گاہ پر تشریف لائے اور قبل اس کے کہ بریلی سے واپس ہوں آپ کی صاحب سے ایک بیحد بل شافی ہو کر تقسیم ہوا۔ جو عاقل اور بصیرتوں سے بڑھتا تھا، وہ تھی کا مضمون اس شعر پر ختم ہوا تھا۔

مراد نامی حضرت برد و گیسیم  
 سوائت با صفا کر بیم در گیسیم

**میں کافی احتیاط اور خیال رکھتا ہوں**

وہی میں بعض دو ذاتی نوعیت کے سوال پر پوچھتے تھے جن کا جواب مست میرا تھا۔ ایک وفد پرچی آئی کہ "حضرت آپ شمول سے پیچے یا جسے پستے ہیں۔ یہ تو انہوں نے حدیث حزام در موع ہے یا حضرت کی سے یہ پرچی کسالی اور ذرا اٹھڑے ہو گئے۔ اور پانچوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ حضور کو ان کہتے ہیں کہ میں تمہوں سے پیچے یا جسے پستے ہوں۔ دیکھئے میرا خیال کہاں شمول سے پیچے ہے، ہو سکتا ہے کہ کبھی غیر شعوری طور پر لوہ کی وجہ سے نیچے چلا جاتا ہو پھر میں کافی احتیاط اور خیال رکھتا ہوں۔ جھلا میں اس کی جرأت کیسے کر سکتا ہوں جس کہ حدیث میں اس کی صریح ممانعت آئی ہے

**حضرت نے چار پٹیلے لے دیئے**

حضرت حمیت کے پر وگرام کے سلسلے میں رنگوں گئے جمال سے پروردگار بھری جہاز لکھتے آئے۔ میزبان نے خادم کو بھی ساتھ کر دیا تاکہ آرام و راحت حضرت کا پیشاویں درجہ کا۔ خادم اہل درجہ میں بھی چلا جاتا تھا۔ جب کہ کردہ داخل خالی تھا۔ تو خادم کا ملازم جب بھی دیکھتا تو اعتراض کرتا۔ شاید مولویا۔ وضع قطع سے چنانچہ حضرت نے یہ کیا کہ خادم کے ساتھ تیسرے درجہ میں کھڑے وقت گراؤ گئے۔ سفر ختم ہونے پر وہ ملازم حضرت کی خدمت میں کشمشیں۔ دو انعام سینے حاضر ہوا۔ حالانکہ اس سے راستہ میں تکلیف ہی تکلیف پہنچائی تھی آرام بہم نہیں پہنچایا تھا۔ خادم نے کہا کہ اس کو کچھ۔ دیکھئے حضرت نے فرمایا ہیں۔ اس کا حق اس کو دیا جاسے گا ان دلائل سے سے بڑا انگریز بھی ایک روپیہ سے زیادہ انعام نہیں دیتا تھا کہ وہ ایک روپیہ آج کل کے سات آٹھ کے برابر تھا۔ چنانچہ حضرت شیخ سے چار روپے لیں کہ وہی کے سے اٹھ بڑھایا۔ حضرت نے اس کی پٹیائی "ندامت لکھتے کہتے ہوئے فرمایا اور تمہارے ہی میں پناچہ

اس لئے لئے خادمہ اس کے لئے کہا گیا کیا

صحرت سے فرمایا۔ بھائی اہل بات سے کہ یہ سب چارہ کھت تھا کہ انعام و بخشش میں صاحب ہماروں اور انگریزوں سے ملتی ہے۔ بہار کی عین سولہ ماہ صومر قول سے شاید اسے انعام کی توقع تھی اس لئے اس نے ہم سے یہ بات کہی ہمارا سفر تو ختم ہو گیا لیکن میں نے اسے یہ روئے اس لئے اپنے ہیں کہ اسے معلوم ہو جائے کہ ہم جیسے لوگ انگریزوں سے زیادہ اسے سکتے ہیں۔ اب مجھے امید ہے کہ چارہ ایسی صورت اسے آتے کسی ہمد سے کو ایشاء آتے آتے نہیں ستائے گا۔ بلکہ اس کو آزاد پرستیاں کی بخشش کرے گا اس حق سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عالی ظرفی اور مزاج اعیان کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

دروغہ نامہ مشہور شمالی دلازم

ایک سلسلہ میں فرمایا کہ سیاسی اختلاف کی وجہ سے ترک تعلق نہ ہونا چاہئے اور اس مجلس میں فرمایا کہ جب میں کراچی میں سے ۱۹۲۶ء میں راجہ کو آیا تھا تو بنگال کو سل کے ایک سرسے گیا کہ چالیس ہزار روپیہ نقد اور آٹھ سو روپیہ ماہور کی پروڈیوری آپ کے لئے ہے۔ اس کو منظور فرمائیے۔ میں نے کہا کام کیا کرنا ہوگا میرا صاحب سے فرمایا کہ کچھ نہیں صرف تحریکات میں کاموشش میں۔

میں نے کہا حضرت بیچ اللہ رحمۃ اللہ علیہ جس راستہ پر لٹکے ہیں اس سے سبیں مٹ سکتے۔ حضرت شیخ سے اس واقعہ کو بیان کر کے فرمایا کہ آپ صاحبان اس کام میں لگے ہیں تصدقات خراب کر دیں یہ بات نظر انداز نہ ہوئی چاہئے کہ ۱۹۲۶ء کی بات ہے۔ اس وقت حضرت کے لئے لازمیت کا کوئی سلسلہ نہیں تھا کچھ عرصہ بعد سلسلے تقریباً سے جاسے پرستہ پرہ ڈیڑھ صد روپیہ تھا۔

مولانا منصور علی۔ مدرس مدرسہ تعلیم الدین آئندہ صلح کھڑا

مولانا عبدالجود راجا آبادی نے "تفوق کشن و تاثیرات" میں خوب لکھا ہے۔

محمد و محمد خورشید و مہنا ہوا تھا

محمد و محمد عام بنا ہوا تھا اور جس کا منصب آہر ہونے کو تھا وہ فخر و سرت اپنی ماسیت میں محسوس کر دیتا تھا۔ وہ جب جانتے تو مولانا شیش پرستہ برائی کے لئے موجود۔ چنانچہ لگے تو سببیں تک مناجت پر آمادہ کھانا کھا سنے کے لئے بیٹھے تر وہ لوٹنے آتے دھو لٹے کو کھڑے۔ پانی مانگتے تو لٹکاس۔ لئے حاضر ہمز میں ساتھ ہر توانگو کا گراہ ہے اس سے دسے دیں۔ یہی کا ٹکٹ وہ دیکھ کر لے آئیں۔ ہنٹل میں کھائیں تو بل وہ خود اما کریں آپ کا اٹھ رہی جیسے میں اٹھ ٹرٹا ماسی رہ جاسے۔ بستر بھی وہ کھوں کر کھپ دیں۔ عرض یہ کہ ہالی اور مانی چوٹی ٹری صورت کی مرضی بھی صورتیں ہر سکتی تھیں ان سب میں آپ کو پیش پیش دیکھا مولانا محمد علی جو ہر

نے شعر کہا تو تھا، پہنے شیخ مولانا عبدالہادی صاحب فرنگی علی و کے سنی میں مگر صادق مولانا رومی جی و پر بھی لفظ  
بلفظ آ رہا تھا۔ ان کا کرم ہی ان کی کرامت ہے ورنہ یہاں

کرنا ہے کوئی پر بھی حدیث سرید کی

آپ کے ہونے میں پانی سے آہیں۔ آپ کا سامان اپنے اہل سے اٹھانے لگیں تین دن قیام دیوبند  
میں رہا تین منہ بدہ بن کر رہیں اور شہیدہ دیدہ میں تہذیب ہو گئیں۔ شکھات اور خاطر میں نہان موازیں کھانے پر  
کھانے جاسے پر جاسے۔ دوسروں کو کٹ پر کام لینے میں لطف آنا تھا جو مولانا حضرت ائمہ علیہم کو دوسروں کا کانہ گننے  
میں آتا تھا۔

آپ میری طرف سے  
معافی چاہ لیں

ایک مرتبہ ایک بنگالی طالب علم صاحب کو ایک حدیث سے اجتناب نا اذہ حضرت  
کے پاس بھیجا۔ حضرت جلسہ میں حدیث سے تھے وہ راستہ میں لا۔ فرمایا آپ گھر چلیں میں  
جلسہ سے ہو کر آؤں گا وہ طالب علم گھر۔ بیچ سکے کسی مسجد میں سو رہے حضرت نے  
بہت تکلیفیں کرواتے جلسہ سے واپسی پر مگر وہ نہ تھے۔ جب صبح کو حاضر خدمت ہوئے تو حضرت نے سمت اسروس  
ظاہر فرمایا اور حضرت کی۔ دوسرے دن طالب علم واپس ہوئے اور ساتھ ہی ٹاک سے حضرت کا کراچی نام پتہ لکھا  
کہ ان بنگالی طالب علم کو تکلیف پہنچی۔ آپ میری طرف سے معافی چاہ لیں۔

مولانا شمس الدین نائب عالم مدرسہ احیاء العلوم مبارکپور

غریب کا کھانا اعلیٰ سے  
نیچے نہیں اترتا

حضرت کے ساتھ اراک کھانے کا اتفاق ہوا حضرت بیتہ کھانا بعد میں ختم فرماتے۔  
اور جب میں کھانے سے اٹھ کھینچ لیست اترا رشا ہوتا کہ آپ سر میں کھانے کے  
قادی ہو گئے ہیں۔ غریب کا کھانا اعلیٰ سے نیچے نہیں اترتا۔ ایک دفعہ میں نے سٹے کیا  
کہ کچھ بھی جو آج کھانا دہوں گا یہاں تک حضرت فارغ ہوں۔ میں میں سے شروع ہوا سے بہت آہستہ کھانا  
شروع کیا۔ سب لوگ اٹھ گئے میں کھانا ہوا حضرت بھی کھاتے رہے یہاں تک کہ مجھے خیال ہوا کہ حضرت اب  
خفا ہوجا جس کے کہ مجھے پریشان کر اے تب میں نے کھانا بند کیا تو حضرت نے اب بھی مسکرا کر میں فرمایا کہ  
" غریب کا کھانا اعلیٰ سے نیچے نہیں اترتا " اور ہاتھ کھینچ لیا۔ دیکھا وہ کورہ،

رمضان المبارک  
رمضان شریف کا سیدہ قیوم علیہ السلام کا مینہ ہے۔ آپ ساری رات وادائی میں کھڑے ہو کر گرا رہے  
تھے۔ جب کوئی آیت تمہیر و تمہید کی آتی تو لڑ جاتے اور دعا کی آیت کو بار بار پڑھتے۔ ایک  
ختم تراویح میں فرماتے اور ایک تمہید میں آپ کے ساتھ سوک و طریقت کے سناں ملے کہ نے دلوں کا ایک سیم غنیر  
دہتا۔ ذکر الہی سے وہ لکھ گنہ گنہی رہتی علیٰ حیران المبارک میں تعداد ہزار لڑھ بڑھ تک پیشہ جاتی۔ جس میں پانچ یا چھ سو

نکری ہوتے تھے۔ تقسیم سے قبل رضوان اللہ علیہ وسلم میں عورتا کرنا تھا۔

جس کی عید کا چاند نظر کیا خوشی کی لہر اس کے مبارک پر دوڑ گئی۔ لیکن وہ دولت خاص اہتمام سے وار  
**عید کی** اتنی میں بسر کرتے اور صبح کو تمام چھوٹے بٹے کشتہ دلوں میں عید کی تقسیم کرنے اور اہتمام سے  
عید کی مبارک دادی دیتے۔

تقسیم سے ایک سال قبل سہیت میں لہو رضوان مبارک چھ ہزار افراد کے عید کی۔ زیاد  
نہیں پہنچ رہی تھی لہذا سب کی کا انتظام کیا گیا۔ یہ وہی عید تھی جو آپ کے دشمن اور نام  
من کرتے تھے لیکن آج گروہ ہر ملک میں پھیلی ہوئی ہے۔

**ذائقہ** آپ عید صلیبی اور رشتہ دار کی نگہداشت فرماتے۔ اعزاء و اقربہ کی نگہداشت آپ کی خاص شان  
تھی۔ کشتہ دلوں میں سے جو کوئی آجاتا یا وہ اللہ علیہ وسلم میں طالب علم ہوتا تو اسے کبھی اعانت نہ ملتی  
اس فکر کے علاوہ کہیں اور تہنیت کر کے اہل کھانا کھاتے۔ سمجھوں کہ خاص طور سے تاکہ جتنی کھانے پکھا کر دیں اور اگر وہ  
کی کسی ہر گز سے لے لیا کریں۔ یہاں تک کہ ضروریات تکلف وقتاً فوقتاً ہوتی کہتے رہتے تاکہ کشتہ دلوں،  
ہر گان، اور پڑوسیوں کو تقریباً ڈیڑھ سو روپیہ ہر روز ادا فرماتے اور ہر گز ہر چھوٹے ٹکڑے کے لئے جیسے پتہ  
تاکہ سفر کر دیا تھا جسے دولت ہر روز تقسیم فرماتے کھڑے بیٹے ملائے کام جن کی تنگی معلوم ہوتی وہیں تسانی میں لیا  
کہ ایک بھیر نام ہے، ہر روز اسے اور منی آڑہ کر کے سر پہنی اور لگا دی فرماتے

وہ فراغت کر کے میں  
چھوٹے ہونے لگا  
حضور و اپنی عید کے دفتر میں قیام فرماتے تھے۔ عوام نے جماعت کے لئے  
چٹا نیلا کھانا دیں۔ حضرت سے دیکھا تو فرمایا: ہاں اعلیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظام  
تھی اچھا ہے، حاضرین میں سے کسی سے جواب دیا۔ یہ عالم اعلیٰ کا انتظام نہیں بلکہ

آپ کے خادم جو بدی عبد الرحمن کی عقیدت ہے وہ چٹا بیلا فراغت کرتے ہیں۔ اس وقت نماز کے لئے کھانا ہی  
ہیں حضرت، ہر روز ہی پستاندارانگ بدل گیا۔ اپنی فکر سے ہونے لگے۔ اور فرمایا میں ان کو اٹھاؤ فرماتے نام  
سے عرض کیا کہ عبد الرحمن سے ہی خوشی سے بچنا ہے۔ فرمایا: میں وہ انہیں ہر شے ملتی ہے کہ وہ فرغت کر کے لگا  
حالانکہ وہ استعمال میں آچکی ہوں گی وہ فرغت کر کے جن چھوٹے ہونے لگا۔ یہ کب سے ہے؟ اس کے  
بعد دفتر کی چٹائیوں پر نماز پڑھی۔ صحابہ عظام رضی اللہ عنہم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ

یہ شرح جماعت کے  
مالیہ پر نہیں پڑ سکتا  
قیام کر کے کے بارے میں سوال یہ تھا کہ کھانا آدہ وقت بار بار ہوتی ایک ٹکڑے میں  
پہنتے تھے اور عید سے وہیں پہنچتے تھے۔ مزاد آدہ میں بیٹے سے سولا لاکھ صدیق  
مردم کا گھر میں رہا۔ مختلف لوگوں نے بار بار کشمکش کی مگر اجروقت تک وہیں رہا

سے ۱۹۲۶ میں سزاؤ کی مجلس عالی کا اجلاس دہلی میں منعقد ہوا تھا۔ اس اجلاس کے موقع پر تانگی میں مقام اجلاس پر تشریح لائے تو ناظم جمعیت نے تانگی کے مسدود ہونے اور اس کا پابند ہونا اور اس میں قیام کی اسے سے دانی طور پر ہونا ہے۔ انھوں نے اس پر بھی دقتیں دہنا چاہتے تھے۔ مگر میں نے بتا دیا تو اسے کے مسدود ہونے اور ہوں گے۔ کہ جماعت کے۔ یہ شرح جماعت کے باوجود نہیں پڑ سکتے۔ نیز ناظم مولانا محمد سیال صاحب کو دایت فرمائی کہ جماعت اور غیر جماعتی شرح میں ہمیشہ امتیاز رکھا جائے۔ اللہ تعالیٰ سب کو یہ فریضہ بخشنے لگے۔ یہ کام حقیقت بہت مشکل ہے۔ لیٹر نام ایک عام چیز ہے اور اس کا مسدود ہونا جماعت کا لیٹر نام استعمال کریں۔ بحیثیت حد آپ کو حق حاصل ہے اور یہی امتیاز ہے۔ مگر سب کو ہی اتفاق ہوا جو کہ جماعتی کام کے لئے بھی جماعت کا لیٹر نام استعمال کیا جو۔ روز اپنے پیڑ پر جو اعلیٰ قسم کے کاغذ پر لکھے اپنے حروف سے تیار کرنا تھا اپنے کام کے لئے بھی اور جمیہ کے کام کے لئے بھی۔

(مولانا محمد سیال ناظم جمعیت، دہلی)

**لاش نہیں ملے گی**  
 واقعہ کے راجی جانندھر کے ایک نوجوان مولوی محمد اکرام قریشی ہیں جو جمیہ نظامی مرحوم امیر مولانا کے وقت اس کے محرم دوست۔ مسلم سٹوڈنٹس یونیورسٹی میں ان کے دوست و بارہ اسلامیہ کالج کے فارغ التحصیل اور لیگ کے آغاز سے آج تک مای چلے آئے ہیں۔ وہ مولانا دینی جہد اللہ علیہ اور ان کے مددگاروں کے کئی ہم خیال ہیں۔ بلکہ ان رجواہوں میں سے تھے جنہیں مسلم لیگ کا ہر اول دوست کہا جاتا تھا۔ اور جن کا کام لیگ سے اختلاف نہ دیکھنے والے وہ صرک ہر لحاظ سے ماضیت و مراست متعا کر کے جواز کا یہ طائفہ "استار" اور "مجتہد" کے حصوں پر لیکر کیا کرتا تھا۔  
 اس واقعہ کے راجی مولوی محمد اکرام قریشی ہیں جنہیں لاہور کے احباب نے لکھا بھی کہ جس میں اور آج کل مسٹن مولانا لاہور میں رہ رہے ہیں۔ ان کی روایت کے مطابق اس واقعہ کے کسی راجی اب بھی بقیہ حیات ہیں اور یہ واقعہ انہوں نے کالی اور کس میں بار بار بیان کیا ہے۔

۱۰ دہلی پاکستان میں بنا تھا۔ اور ۱۹۴۶ء کے انتخابات کا زمانہ تھا۔ مولانا سید حسین احمد مدنی و پیاب باہر کے سفر سے واپس جا رہے تھے۔ جانندھر کے ایشیائی پریسی نوجوان مشرکس الخ کی زمزمائی میں اپنے ہناؤں کے استقبال کے لئے گئے ہوتے تھے۔ وہ اپنے سامنے کے کسی در سے پہنچ سکے۔ شمس الخ کی نظر پر مولانا مدنی جو پڑھتے تھے۔ وہ اپنے سامنے کے نوجوانوں کو ان کے ڈبے پر چڑھا کر لے لگاتے سب و شتم کیا۔ حتیٰ کہ ان کی داڑھی کو پکڑ کر کھینچا۔ ایک سیال کے مطابق جس پر مولانا نے صبر کی تصویر تھی آہ تک د

کی سی کارکنوں کے بعد شمس الحق اہل کے کسی سامنے سے یہ واقعہ مولانا خٹک کی جان میں  
گرائی غلام قبال کے جگہ دو سمت سے اسے بیان کیا جو مولانا محمد علی کے نائب  
صدر اور تحریک پاکستان کے مخالفین پر سداوت دہنا تھے انہوں نے سنی ہی کاہ  
کر دیا۔

کیا یہ صحیح ہے، حسب تصدیق کی گئی تو ان پر ایک جوشہ ساری ہو گیا۔ اگر ہم قریب  
کئے ہیں، وہ کامپ رہے تھے۔ انہوں نے لڑتی ہوئی آواز میں کہا  
"اگر یہ پاس ہے تو جس سے سمجھتے ہیں، کہ واڑھی پر ڈالنا ہے اس کی بات میں  
شک کی، اس کو میں نہیں جگہ دے گی۔"

غلامی کامپ رہتے ان کا چہرہ اسٹیکار تھا ان کے دہ سے پرہے تھے  
آپ جانتے ہیں یہ شمس الحق کون تھا؟ یہ وہی ہے جو فیصل آباد میں قتل و خون کا مشکار ہو گیا  
جس کی لاش کا پتہ چلا۔ اس واقعہ کو تقریباً گیارہ ماہ بعد ہو چکے ہیں۔ کس کا پتہ  
روایتوں پر رہا نہیں آئی رہی۔ سو ایک کے رہی۔ مرثوب میں کسی سے پتہ نہیں رو رہا  
دیا گیا۔ کسی نے کہا لاکھوں کے ٹکڑے کر کے رو کر دینے کئے دیکھنے کہا قریب  
کس کے جانوروں کو کھلا دیا گیا اور پتہ نہ آئی رہی۔ پھر میں نے انہیں بھی لکھا کہ  
کچھ کی جگہ شمس الحق کا سرخ۔

یہ صرف لاکھوں کے بعد جا سکتا ہے

دشمنی کا شہری "جنت اللہ چنان" سہ ماہی ۱۹۵۳ء

پنجاب کے سب سے کثیر الاثامت روزنامہ لوٹے وقت لاہور، ستمبر ۱۹۵۳ء کی  
اشاعت میں ہے اللہ یہی پاکستان دشمنی کے مسئلہ میں لکھا ہے  
- مولانا آزاد، مولانا شبلی احمد صاحب مدنی، مولانا حفیظ الرحمن صاحب نے میں پاکستان کی  
محافظت کی تھی۔ مگر جب پاکستان ہو گیا تو ان میں سے ہر ایک سے یہ کہا کہ "پاکستانی  
مسئلہ لکھا کہ اپنا بدلہ مل سہا کہ ہر جماعت کی ترقی کے لئے دعا کرنے میں سگر جم سیدوستان  
ہی ہیں وہیں کے اور ہندوستانی مسلمانوں کی خدمت کریں گے" اور مولانا ابوم

# ملفوظات حضرت ملی

سائیکہ کو جو واقعات پیش آئیں ان کو ناموں میں سے ہرگز نہ ظاہر کرنا چاہئے۔ اپنے شیخ سے ظاہر کرے۔ یا اپنے شخص سے جو طریقت کا ہراز اور سائیکہ کا ہمدرد ہو اندیش۔ یہ چہرہ سائیکہ کے لئے عظمت برتاں ہوتی ہے۔ اور بسا اوقات بعض برائی کے لفظ طراخ بلکہ کہیں کہیں سلب کا باعث بن جاتی ہے۔ جو راز و نیاز عاشق و معشوق کے درمیان ہرگز عاشق ان کو ظاہر کر دینا ہے تو معشوق کے عناب کا، اس قدر ظہور ہرنا ہے کہ بعض اوقات لفظ طراج کمال کا باعث ہر جاتا ہے۔ جب کہ بر حال مجاہدی معشوق کا ہے تو عجیب حقیقی کا کیا حال ہو گا۔ اس سے اپنے امور سے کرنا چاہئے اور نہ خاصے سے حدیث دل سے نذر کرنی چاہئے۔

عجیب حقیقی ہر چیز کو جانتا ہے۔ ہر چیز کو دیکھتا ہے۔ ہر چیز کو سنتا ہے۔ اس پر کوئی پیر چلی نہیں۔ وہ شہید و غیرت ہے۔ ماس کے سلسلے کی مشور و حضور اور راز اسے سربستہ کے اختیار اور الہام و حوریت کا طر اور اتباع سید العشاقی و علیہ السلام، کوئی چیز کھراہ نہیں ہے۔ (من حکان یرحوا لقدم ربہ علیہ صلا صالحا فلا یشرک بہا و ربہ صلا) حاکم علی و مال علی، اس کی حکمت غضب مائی کا باعث ہے۔ حضرت امام محمد صادق و حرثہ علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ما اشغلت عن الحق طہو طاعونک قرآن فرماتے ہیں۔ لعنہ یکمربا و طاعونک و یؤمن بانہ و اتقہ،

سائیکہ کی بنا پر بھی قصص ہرنا ہے اور کہیں طہو پر بھی ہرنا ہے۔ ہر حال بندہ کا کام عبادت کا اظہار اور تصریح و نوری ہے۔





اگر کسے وقت نصیحت پر وہ اٹل کرے مٹی اور ذر کی عظمت اور کریمت کا احساں نہ لگا کرے یہ سبب  
 و نکار دنیا دہ میں مٹی اور سج محمد اور دل چسپی نہ لپ کرے۔ مٹی اس کا نہیں رکھیں۔ مٹی کا بھی احترام کرے کہ مٹی کو مٹی ہی  
 آئے اس کو ٹھہرنے دے۔ اور مٹی کو پی پیا برسنے دے۔ فرزا دل کرے۔ اگر آپ کو ایسی دہنوں اور اذکار میں انصاف  
 نظر آئے ہیں ان کو نکل کر سسٹک مدد و جہ باری رکھنی چاہئے۔ مگر ہاتھ نہیں سے کہ تم کسی بھی کام میں صدمت کرے  
 شان الہی کے سامنے وہ صابرت حقیر اور ناقص ہے۔ جب کہ سرور کائنات سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم فرمایا  
 " ما عبدناک حق حیاء نلتک ولا عروضاک حق عروضاک "

ترجمہ: آپ کسی تقاضا میں ہیں۔ ہے آپ کو ہمیشہ اہل و عیال لگنا اور سب سے اہم اور اہم کو اہم کہنا۔ نصیحت  
 اور ضروری ہے اور اس پر ناز کرنا اور کابل کہنا خوشامگ ہے۔ لہذا جو احد کو نسل الامم بتدعا اللہ  
 مرحمت اور نیک علیہم۔ تم سے کسی مٹی کی بنا پر محبت نہیں پاسکتا۔ مگر یہ کہ تہ فہما ہے ہی محبت  
 میں چھپا ہے



اگر مٹی کو تاجی کرنا اور اس کو نکس کر دن رات ہی صوف میں بہہ دست انجام دینا انسانی کماٹ اور سبب نرہی  
 ہے۔ اللہ میں بہہ کروں اللہ عیال اور قصود اعلیٰ جو عیال کا سماں کسی طرح پیدا کرے ہے کیا ماہیا  
 اللہ میں امور اور کورا اللہ دکر اکثر اور سبحوہ بصکرة و صیلا پر اس طرح اس کو سکتا ہے ؟



مؤثر میں وحی اور نبیال ذات محمد سر خدا اور یہ کہ طرف لکھتے وہی اہم نالت اللہ کی سنی سے اس نام  
 عالموں کو پیدا کرنے والی اور سب کو پسننے والی ہر چیز کو جاسے والی اور تمام عالم میں تصرف کرنے والی سے سب  
 اس کے محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں۔ وہ ہر قوم کے میروں سے پاک ہے۔ اور تمام کائنات سے برسر ہوتے  
 نہ وہ نہ سب ہی کے پہنچنے پرستے ہیں۔ تو ہمیشہ اس تصور اور وہیوں کو محاسنہ سمجھنے کہ وہ وقت مقرر ہے  
 قلب میں سرور اور صلہ کر ہے۔ وہ مجھ کو کہتے اور جانتی ہے۔ کمال صفت اور کوئی خطرہ یا سوال یا اہل یا کام اس  
 سے چھپا ہوا نہیں ہے۔ اس تصور کو دل میں جاسے۔ دوسری اور چہر میں عود، دوشی بر اور سو یا بزرگ مستیوں  
 و غیرہ ان کی طرف احوال۔ کیجئے۔ انقلہ ذات صاوتی بل ولا شاکہ کی طرف احوال۔ کئے۔

مستحق سب اللہ سے یا احوال ہوسر۔ انصاف سے پہلے کیجئے۔ بے نکس



ظفرِ سمیت لینے کا ہے۔

الحمد لله محمد ، و نستعينه و نستغفره و نؤمن به و نشوكل عليه  
و نسوة يا لله عن شرور الظننا و من سيئات ايماننا من بعدك الله  
فلا مصل لك و من بصله فلا هادي له و شهدنا ان لا اله الا الله  
و محمد لا شريك له و شهدنا ان سيدنا و مولانا محمد اعمد  
و رسوله صلى الله عليه و آله و صحبه و بارك و سلم.

يا ايها الذين امنوا اتقوا الله و اتبعوا الهدى الوسيلة و جاهدوا  
في سبيله لعلكم تفلحون . ان الذين يبغونك ايماننا فليمنوا  
الله يدهم و قلوبهم من نكت ما ما ينكت قلبك من  
اولي بما عاهد علي الله فسيؤتاه اجرا عظيما .

دکھئے! اسے خدا ان لا اله الا الله و محمد لا شريك له و استشهد ان  
سيدنا و مولانا محمد اعمد و رسوله .

گواہی دیتا ہوں میں کہ سوائے خدا کے کوئی عبادت کے قابل نہیں۔ اکیلا  
ہے وہ کوئی کی کافر ایک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ جس سے مردہ اور بیمار سے قاحضرت محمد صلی اللہ علیہ  
و سلم اس کے بعد سے اور اس کے رسول ہیں۔ ایمان لایا میں اللہ پر دنیا کے وہ اپنی ذات میں اور اپنی صفات میں  
اور اپنے افعال میں اکیلا ہے اور کوئی اس کا ساتھی اور شریک نہیں اور ایمان لایا میں اللہ تعالیٰ کے سب سے بڑا  
پر اور اس کے سب سے بڑے فرشتوں پر اور اس کی سب سے بڑی اور قیامت کے دن پر اور تقدیر پر۔

داخل ہوا میں دین اسلام میں پہلے تو سے بڑی اور بڑے زور ہوں میں سب وجہ سے۔ سوائے دین اسلام  
کے۔ میرے دل میں سے تمام رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے ناموں پر بر سر ان کے خلفائے مسکے۔ عسکرنا ہوں کہ  
شکرنا کہوں گا کہ وہ کہوں گا۔ چوری نہ کہوں گا۔ رونا نہ کہوں گا کسی کو ناسحق قتل نہ کہوں گا۔ کسی پر بہتان نہ پانڈھوں  
گا۔ مجال تک جو سنے گا خدا اور اس کے رسول کی ہمیشہ ہمیشہ اطاعت اور فرمانبرداری کرتا ہوں گا۔ اپنی طاقت بجز  
منا ہوں سے بچتا ہوں گا۔ اگر کبھی کوئی گناہ ہو گیا تو بہت جلد توبہ کر دوں گا۔

توبہ کرنا ہوں میں ان سب گناہوں سے جو اس کے جوں یا پھیلے۔ چھوٹے ہوں یا بڑے۔ ظاہر ہوں۔ یا  
پوشیدہ۔ جن کو میں جانتا ہوں اور جن کو میں نہیں جانتا۔ اسے اللہ تو سب کچھ سنتا ہے تو سب کچھ دیکھتا ہے  
تو سب کچھ جانتا ہے۔ چھوٹے کچھ چھپا ہر ہیں۔ تو گناہوں کا بہت سماں کرنے والا اور جہم سے توبہ کرنا تو

... ..



... ..



... ..



... ..

... ..



... ..

دعا خود حضرت گنجلو ہی رمز اللہ علیہ اجر تک بہت روایا کر کے سنئے اور بالخصوص، ابتداء میں تو اس قدر دہنتے تھے کہ تمام لمب پر سب سے پڑھانے تھے۔ مولانا محمد یحییٰ صاحب مرحوم نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں کچھ لکھتا ہوا رہ گیا۔ بھرتہ حضرت اللہ علیہ آنکھوں سے منور ہو چکے تھے وہ سمجھے کہ کفرہ غالب ہے۔ قرآن شریف کی تلاوت فرمائے گئے۔ اور قرآن شریف کی تلاوت کے درمیان اس قدر بے قراری سے دہنتے کہ کچھ کچھ جہد گزین۔ میں بہت دیکھ کر آہستہ سے دہن سے اٹھ آیا۔



اگر ستر برس کی صحت و ریاضت کے بعد بھی تھوڑی سی توجہ محبوب حقیقی اور بارگاہِ لمب میں حاصل ہوتی ہے تو صحت حیرت زور اور احسان حیرت نسا ہی ہے۔

مگر بدنام کہ خواہی آدم ستر بست من نکاے گلے  
ان احترقت بمل حشوت و صفت هجر ملا اجالی



معاشی ضروریات مگر چو باعث تخریب توجہ ال اللہ اور موجب تنقص ہیں مگر ان کے بغیر اس دار فانی میں چاہے بھی نہیں ہے۔

اگر دنیا نہ ہاشمہ در دستہ ایم !  
وگر ہاشمہ بھیرش پاسے ہشہ ایم !

سہڑی ہے کہ دل بسیار دق بکار "کامنا مل رکنا جانے سماں تک ہو سکے توجہ قلبی اور شغلِ سماں ذکر کے ساتھ اور ہاتھ چیر و در لاپہران اشغال و سیاویہ کے ساتھ ہو۔

از دو دل شوا مشنا از بر دل بگیا دوش ایجا ہیں لریا رکشش کتر برد اللہ جہاں



عبادت اور ذکر پر عادت، اتباعِ سنت و شریعت پر قیام یہی امور ہیں جن کے ہم مکلف ہیں۔ اور جن پر استقلال سے عمل پیرا ہونا۔ اور درجاتِ اسمان کا حاصل ہونا کمالِ ایمان ہے۔ خوفِ خدا و مدنی اور رجاہ و نون ایمان کے کمال کی نشانی ہیں۔



دعاویٰ گزرتے نہیں۔ آپ پر کام جاری رکھیں۔ سب سب لاپہنتا ہے اور اس چرخ و عا شاک چھلنے پڑنے کی کچھ پرواہ نہ کیجئے۔ نالِ ہمارے یہ کوشش کیجئے کہ جو کچھ بیان سے پڑھا جا رہے ہے۔ وہ کیا ہے۔ اس کے سماں کا وسیان دیکھتے ہوئے جہاں سب ہی جہاں کو سامنے سے والا۔ دیکھتے والا تصور کیجئے۔

قرآن مجید میں ہے : وما تكتبون لسانا وما تسمعون من من قرآن ولا تملكون من  
 اصل الا كما تسمع شهودا ، تفيضون فيه ، انہیں کے مطابق خیال یا حد حاصل کیے۔ خبر مت پر جسے  
 پر ہی بار بار کوشش کیے؟ بہت آہستہ حالت درست ہوگی۔



یہ دوسرے نسخے کے لیے مگر بڑے پرسوں عبارت کے لیے بھی حاصل ہر شب میں عظیم الشان کامیابی ہے۔



تصویر میں پرکڑوں کرنا اور ان کو چھو کر شہیرا اور کتاب درست کی حدود میں متیہ کر دینا ایسے مرد کی ہے وہ  
 عام مسلمانوں میں قسمت گرائی اور اللہ کے جمیل ہائے کا قوی امکان ہے۔ پھر صاف اس وجہ سے کہ ہر شخص عشق خدا  
 اور اللہ کے محبوبوں سے اپنے اپنے افعال و اقوال صادر ہو جائے ہیں ان کی شریعت کے احاطہ میں کوئی جگہ نہیں ہے۔  
 اگر ان کی ہر ایک تمام شکل کوئی قرآنی تفسیر کا سامنا ہوگا۔ علم کا لہجہ ہے کہ ظاہری شریعت کی مکمل حفاظت کرنی



منازل ہر ایک عبارت ہماری عقل و ادراک سے معاہدہ ہی زیادہ بلند اور بالاتر ہے۔ لیس کتبہ شئی - ہ

اسے بڑا حیدر و قیاس و گمان و وہیم

وہ ہر جگہ گھسٹا اور کشیدیم و خواندہ ایم

مگر تقریب و تقسیم کے لئے مندرجہ ذیل مثال پیش کرتا ہوں

ہر انسان میں ایک مرتبہ ذات کا ہے اس وجہ سے وہ سب کے لیے پرہیز اور حیرت انگیز ہے دوسرا  
 وہ بہ صفات کا ہے جو کہ تمام صفات ظاہر کا سبب ہے۔ اس کا وصف کم اس کو بار و کہتیں پر آمادہ کرنا ہے اس  
 پر وہ عربوں اور نقرہ اور باب حاجات کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور یہ وصف اس کو توجہ دیتا ہے کہ وہ ان کی حاجت  
 سدھارنے پر توجہ دینا ہے اور اپنے مال و دو کو ان کے پاس سے لینا ہے۔ کہنے کے وصف شجاعت تکی و تقابل  
 قہر و عدا پر مجبور کرنا ہے۔ و علی ذل القیاس تمام وہ صفات کی حاملہ کہتے ہیں۔

تیسرا وہ جب تمام کا ہے۔ جن کے ذیل سے وہ تقصبات صفات کو خارج میں انجام دیتا ہے۔ کہ یہ  
 شخص میں داد و دیکش کی نعمت آتی اور ظہور پر پہنچتی ہے۔ شجاع میں قتل و قتل قہر و اللہ کی عام خارج میں صورت  
 جتی ہے۔ اگر جرم ہے۔ ہوتے تو تقصبات صفات کے ظہور کی صورت ہے۔ یعنی اسی لئے بلاشبہ نام ذات  
 ہر ایک عبارت تمام علاقے سے مستثنیٰ اور غیر متعلق ہے اس کی صفات کا بلکہ جو کہ امین اور لہجہ ہیں۔ واسطہ میں القیم  
 و اللہ ذات ہیں وہی صفات پیدا کرنے والی ہیں اس کے لیے مرتبہ اسماء کا ہے یہ اسماء عالیہ اپنے اپنے

اقتصادات کے موافق تمام علم میں تصرف کرتے ہیں۔ جیسے کہ انسان کے جوارح میں قابلیت کے موافق تصرف کرتے ہیں۔ اس میں ذوق مخلوق کو مدد دینا ہے۔ جیسے کہ انسان کا اخذ واد و دہش کا کام انجام دینا ہے۔ اہم علاقہ مابین علم و باطن الازلی کو معرفت و حور بخشنا ہے۔ اس میں اس طرح تمام اسباب مقدسہ کے تصرفات ہیں اسباب باری عزاسوا بہا کے اسباب کی طرح تاثیر و ثروت کے خالق نہیں۔ لاجین و لا غیر از ذات مقدسہ میں۔ ان میں وہ قدرت جو صفات و تاثیر میں سے ہے۔ حور پر ہے جس سے ان کے تصرفات عالم میں جاری ہیں۔ جیسے کہ ہوائے جوارح ہوا کی صفات کے مظاہر ہیں۔ اسباب باری انہوں نے کائنات میں انسان کے ساتھ طبعہ سب سے کسی شخص کا مرنے کا نام طبع ہے۔ کسی کا مرنے کا نام قدر ہے۔ کسی کا اور مرنے کا نام ہے۔ اہل اللہ کا ارشاد ہے۔ طرف الوصل لف اللہ ہے۔ نفس الخلاق اس کا راز بھی یہی ہے جو اسم کسی کا۔ ... مرنے ہے۔ اس اسم کے ذکر اور تصور و انہ سے اس کو حلقہ ترقی ہو سکتی ہے۔ مگر ال کا نیز کرنا مہربان کو بھی شکل ہے۔ اس لئے اسم جامع لفظ اللہ ساکب کو تکلم دیا جاتا ہے۔ ساکب کی ترقی اس کے مرنے کا نام تکمیل پر ترقی ہے۔ واللہ اعلم



ظہور و اسٹیج کے ایسا علم اور ذہنی کی وجہ سے انسان کا ارادہ اور اختیار عین جتنا ہے اور وہ اپنے کار و بار میں دیکھنے والے اور اپنے سے پہلے گئے دیکھنے والے کی طرح بے اختیار اور بے قدرت ہو جاتا ہے یا نہیں؛ بلکہ وہ اپنے ارادہ پر اختیار رکھتا ہے اور دیکھتا ہے کہ کچھ کو قدرت ہے۔ خواہ چنانچہ یا چرچاؤں۔ تو پھر اس کو مجبور اور اس سے کسی طرح کیا جاسکتا ہے۔ یہ بات صحیح ہے کہ خداوند کریم کا علم صحیح ہے اور تمام چیزوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے کوئی چیز اس کے علم سے نہیں نکل سکتی۔ اور اس کے خلاف ہو سکتی ہے۔ مگر یہ ایسا ہے کہ جیسے ایک اعلیٰ درجہ کا کجی۔ جوتسی، کابن، رمال، یا اعلیٰ کشف و الواسم والا ولی آئے والی، نول کو جانتا ہے۔ اور بھی پیشین گوئی ڈرنا ہے۔ ویسا ہی دیا میں ہوتا ہے۔ تو کیا اس پیشین گوئی کی وجہ سے۔ اس کے علم کی وجہ سے جو کسی جو، یا، ڈاکٹر یا علم و دین کے متعلق ہوتی ہے۔ جو دیا یا ڈاکٹر یا قالم مجبور ہو جائے گا۔ اور اس کے قدرت و ارادہ میں ذرہ بھر بھی کمی ہوگی؛ تاہم فیصل میں گاڑیوں کے وقت سفر میں۔ ہم اس کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ حلال گاڑی فلاں وقت اسے سٹ پر علی گڑھ پہنچ جائے گی تو کیا اس کی وجہ سے ابھی ڈرنا یا مجبور ہو جائے گا۔ اور اس کی قدرت سلب ہو جائے گی؟

سبب نہیں۔ اگر جو اس مثال میں کسی ہے مگر علم کی حقیقت بکھنے میں سوزید ہے۔ مرنے والے قدر تعالیٰ کے علم کی وجہ سے لوگ مجبور نہیں ہوتے۔ ان کا اختیار اور ان کی قدرت پوری طرح باقی رہتی ہے۔ کسی کی بنا پر لوگوں سے مراد وہ ہوتا ہے کہ تم کو ہم نے حکم دیا تھا جو وہی سنت کرو۔ تم سے اپنے ارادہ و اختیار سے جو وہی کی خبر خدا کے

علم کو نہ تو چور کو چوری سے پہلے علم تھا، کسی تاروان کو بچہ اس کو چوری اور نافرمانی کے بعد یہ علم ہو گا۔ تو جب کہ اس سے کہہ اور چوری کا اذکار اور عمل ہے ارادہ و اختیار سے کہ جسے قرآن پر سزا عطا کرنا یا نکل صحیح ہو گا۔

پہلے عزیمت و علم کی حقیقت ذہن اور عین روکشی سے کسی چیز کو جان لینا ہے۔ جیسے کہ العباد کی حقیقت ان آنکھوں کی روکشی سے کسی چیز کو دیکھ لینا ہے جو نیکو اللہ تعالیٰ کا علم سنا بت فری ہے اس لئے وہ تمام اشیاء کو حقیقی طور پر جانتا ہے وہ اسی میں غلطی نہیں ہو سکتی۔ جیسے قرآنی عصمت والا چور دس کو کوکا حضرت کچھ بتاتا ہے کہ میں غلطی نہیں ہوتی۔ علم کی حقیقت پر سب کو کرنے والوں کے ارادہ اور امتیاز کو چھیننے سے تو چھپنے میں طرح چوری کی اس طرح سے خدا کے پہلے قرآنی علم سے جان بیا کر چور سے اپنے ارادہ و اختیار اور قدرت سے چوری کی اسی لئے اس پر گرفت کرنا صحیح و ضروری ہے۔



الدعاء مع العبادۃ صاف طور سے بتا رہے کہ دل لگا کر تضرع و نذر کی رعایت ہی میں اللہ کے فضل تر سے اس کو عمل میں لائیں۔ دعا میں دل لگنا ضروری ہے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان الله لا يقبل الدعاء بقلب لا ۱۰ لہذا دعا میں دل لگنا ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ منکوم کی دعا بہت جلد قبول ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ علم میں اس سے نکلتی ہے تاہم اگر دل لگے تب بھی نافرمانی سے حال نہیں لیکن کوشش کرنا ضروری ہے۔



ایمان کو بہتہ بین الخوف والرجاء ہونا چاہئے ادعویٰ خوی و حمد نص قرآن ہے۔ اس لئے میں نیک آیت مزین مہجود ہیں۔ مگر دعوت و دعا میں علم حرف کا ہونا چاہئے اور قرب موت میں نیک دعا کا ہونا چاہئے۔

لقولہ علیہ السلام فی الحدیث القدسی - انا عند ظن فی وسیعۃ  
 وحقائق اخاص اهل القرۃ ان - یا تہیہم یا معنا صبی وھم بلعین  
 انا صوا محکرا اللہ علا یا من - محکرا اللہ الا القوم العاسروا -  
 ووقال لا تقسوا من روبر اللہ (الایۃ)



اس طرح تمام اعضاء و اجزاء عطا فرمادی ہیں اسی طرح ارادہ و مشیت بھی ہے جس مانہ پر کسی انسان کو صاحب الاعضاء و الجوارح کہا جاتا ہے۔ یہی طرح اس کو سبب ربان و سبب عقل انسانہ اللہ ہے۔ جسے پرہیزو میں کہا جاتا ہے۔ اسی طرح اس کو سبب ارادہ و مشیت کہا جاتا ہے۔ مجبور وہ شخص ہو گا جو کہ بظاہر ارادہ سے اور

وہی اعمال جبری، افعال کے جاننے میں جن میں تدخل ارادہ کا نہیں ہوتا جیسے قرعہ کی حرکت اور اس پر حرکت جس کو پھینکے دینے کے پھینکا ہے۔ اور جس طرح جسم انسانی جب بلا ارادہ قوت سے اسل کو آتے ہے یہ حرکت اللہ جبری اور بلا اختیار ہے۔ خود انسان اپنی حرکت، بحث اور حرکت سماں میں قوت سے ٹھکتا کہ کسی قسم کا ارادہ نہیں محسوس کرتا خود کو مجبور محسوس پاتا بخلاف افعال اختیار کے کہ وہ ان میں اپنے ارادہ اختیار کو محسوس۔ افعال ہم محسوس کرتا رہتا ہے۔ اور یقین کرتا ہے کہ اگر میں جاؤں اس حرکت کو روک دوں اس لئے ان افعال اختیار میں مجبور کرنا کا ارادہ محسوس دستا دہ کے خلاف ہے۔ ثواب و عذاب ان ہی افعال استیبار میں ہے۔ جس میں انسان کو بھی احساس ہے کہ میرے اختیار و ارادہ سے پاسے جانے میں۔ افعال کو تحقق سے پہلے جب چاہوں روک دوں یہ اختیار جبری۔ جس کو بر عمل، اختیار جبری کا منت اور محسوس محسوس کیا جاتا ہے۔ کسب کر کہا جاتا ہے۔ جس کو اختیار اور دیگر منکلیں اثر قدرت حادثہ کہتے ہیں۔ ہر حال شمل ارادہ و اختیار ہونے سے کہ جبر کیا حالت متناہ ہے۔

جناب کا ارشاد کہ مشیت تابع مشیت رب ہے۔ خود اس کا ارادے کہ مشیت حمد موجود ہے۔ بجز اس کے

مستدام قرار دینا اور جبر سے تعبیر کرنا کیوں کہ غلط ہوگا۔ اور حسب آیت جبری موجود ہے تو ثواب و عذاب یقیناً عدل ہوگا۔



صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وہ غلطیاں جن کو آپ اسکاں بلکہ وقوع کے درج میں دکھلا ہے ہیں، اگر روایت مذکورہ اور احادیث سے ثابت ہیں تو وہ ان غلطیاں قرآنیہ کے سامنے کسی طرح کوئی حقیقت نہیں دکھتیں۔ اور اگر ان کی کوئی حقیقت ہوگی تو وہ میرے پاسے قاسدہ سے صاف ہوتی ہیں یا میرے پاسے صاف ہے۔ کیونکہ بسا اوقات غلطی نہیں اور غلط سے کوئی عمل صاف ہوتا ہے۔ مگر وہ وقاحت میں، ان اعمال قبیح سے دست گرا ہوا اور غضب شمار ہوتا ہے۔ جو کہ عذاب اللہ میرے پاسے قاسدہ وقوع میں کئے ہوں۔ قتل عمد اور قتل خطا کی منزول میں کس قدر تفاوت ہے حالانکہ دونوں میں مقتول کی جان لاک ہوتی ہے۔



اللہ اہل سنت والجماعت مشاہیر میں بکرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو عطا اجتنابی قرار دیتے ہیں۔ اگر حدیث آدم علیہ السلام کے ارتکاب اکل ثمرہ کا ارتکاب عسی ولد بعد لہ عروما ربہ شریف اور چیر رحیب ہو غصہ اور داخل فی العصر قرار دیتا ہے تو حضرت معاویہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ ساتھ ان کے ساتھ کی آیات اور آیات مجبور کیوں دیکھی اور غیر قابل مواضعہ اور داخل فی المحیط قرار دیں گی۔ اور کیوں ان کے پاس کو عطا اجتنابی قرار دے کر سترہ اذکار سمجھا جائے گا؟





لفظ صبار حق ایک لغوی لفظ ہے۔ کسی جن کا اصطلاحی لفظ میں ہے۔ نسبت عمل میں صبار ہر اس شخص پر ہوتا ہے جس سے کسی چیز کی مقدار پہچانی جائے خواہ ناپ و کیں ہو یا وزن و قیصر۔ اس لئے ہر وہ شخص جس کے فعل، قول، عقیدہ حال پر پورا اعتماد اس طرح ہو جائے کہ اس میں قصداً غلطی اور نارسائی کی گنجائش نہ ہو وہ صبار حق ہو گا اور اس کے درجے میں پہچانا جائے گا۔ غرض اس پر وہی اہلی آئی ہو یا نہیں۔



اگر رسول یا نبی نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ اپنے کلامِ قطعی اور قدیم میں اس شخص کے متعلق خبر دیتا ہے کہ ہم اس سے ناشی ہیں تو یقیناً بات ہے کہ اس سے قصداً کوئی گناہ مسود نہیں ہو گا ورنہ اس کے کلم قدیم میں جو کہ لا یریب عندہ مشغال درہ کا صدق سے غلط لازم آئے گا۔ یا تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ نے قصداً گناہ کسے دسے سے بھی ماضی ہو سکتا ہے۔ حالانکہ حق وہ ہی اللہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ ناشی ہوں قرآن مجید میں ہے لا یریبی لعلیاد اللعبرہ اسی لئے کسی ایسے شخص کے معیار حق ہونے پر تامل کرنا ہرگز جائز نہ ہو گا۔ جس کے لئے اللہ تعالیٰ سے کلام اللہ میں ایسے ناشی ہونے کی خبر دی ہو۔ جیسے سابقین اور اہل بیت صابرین اور اللہاء اور تابعین بالا احسان کے لئے سورہ قیوم میں اور اصحاب حدیسیہ کے لئے سورہ فتح میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔



تمام اہل سنت و جماعت مسلمان ہمیشہ سے اس امر پر متفق ہیں کہ جو شخص کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صدق دل سے کہے اس کا ایمان اجمالی متحقق ہو جاتا ہے۔ اور جو شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بتلائی ہوئی تمام باتیں، اقوال و معانی، رسالت، علائقہ، کتاب دسے حاد و غیرہ، قیامت، نعمت و عذاب، حرم موت و حیرہ قطعیات کو دل سے مان سے اور اقرار کر لے اس کا تفصیلی ایمان متحقق ہو جاتا ہے۔ اور وہ مسلمان اور ملت اسلامیہ کا فرابن جاتا ہے۔ اعمال کی کوتاہی سے جو مسلم اور ایمان ضائع نہیں ہوتا اعمال ضروریہ میں کوتاہی سے صرف نسیق آتا ہے۔ کفر نہیں آتا۔ ان اگر ان امور ایمان یا کلمہ دہرہ پڑا جائے تب جبکہ اعتقاد کفر جو تباہی آتا ہے خواہ کسی وجہ کے ہیں یا نہ ہوں کہ ان کو کلام میں ہر مذمت گراہ فرستے حجاج، معتزلہ وغیرہ کا یہ دہش ہے کہ اعمال مؤمنانہ کے نیک کرنے سے باکیہ گناہ کے مرتکب ہونے سے انسان ایمان سے نکل جاتا ہے۔



بہاد الاسلام عربیاً و الدیث، کا ترجمہ یہ کہ اگر مسلم غریبوں سے بچتا اور پھر رسول میں لڑتا ہے گا۔ نسبت عمل کے خلاف ہے۔ ہماری زبان اردو میں طریب کا ترجمہ سکین اور غیر سے کیا جاتا ہے۔ یعنی وہ شخص

غریب سے جس کے پاس مال و دولت ہو مگر عربی میں یہ کسی میں ہیں۔ اور واقعہ بھی یہی ہے۔ سب سے پہلے ایمان لائے وہ لے مراد میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جو مکہ منکر میں مسرت بڑھے تاجروں اور مالداروں میں سے تھے۔

غریب عربی میں آپسے شغف کو کہا جاتا ہے یہی وہ شخص جو کہ مشہور اور معروف دہو لوگ عام طور پر اس کو مانتے ہیں پچھتے نہ ہوں غدا وہ مال داد ہو یا سکین و نادار۔ اسی وجہ سے مسافر کو عرب کہتے ہیں، کیوں کہ وہ جیسی ہوسے کی دوسے لوگوں کی سہوان میں نہیں آتا جو حیرانہ اور موقوف ہوتی ہے اس کو بھی عرب کہتے ہیں۔ کیونکہ قبیلہ موقوف ہونے کی وجہ سے وہ مشہور و معروف نہیں ہوتی۔ اور اس میں عرابت و ندرت اکائی سے لوگ اس سے مانوس نہیں ہوتے۔

یہی اس حدیث میں مسلمان کو دو الحال قرار دیا گیا ہے جو کہ محمود احکام، عقائد و اقراء و اہمال سے، عبادت ہے۔ یہی دین سب سلام عرب تھا کہ ابن اسلام اگر بلو اسلام کی عریت ملا ہوتی، جیسا کہ اردو والے اور آپ کے یہاں کے لوگ کہتے ہیں تو حجاب ذوالحال میں غلط اہل کہا جاتا۔ یا جداد المسلمون کہا جاتا اور حجاب حال میں غریب کہا جاتا۔



صبر کا ثواب اور اس کا کمال حدیث کے ذیل میں ہے زمانہ و ماڈرن سائنس کے بعد طبی علم پر مصرع بھی جاتا ہے۔ یہاں وہ عظیم الشان معلق صبر جس کی تالیف در لغت میں قرآن شریف میں نہیں ہے زیادہ آیات موجود ہیں۔ اسی کو اور اس کے ثواب کو ہرگز ضائع ہونے دینا چاہئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔



سجدہ و رقص کا ہے، (۱) سجدہ عبادت۔ (۲) سجدہ تہنیت۔ سجدہ عبادت بالاتفاق تمام امور میں غیر اللہ کے لئے حرام اور ممنوع تھا اور ہے۔ اور سجدہ تہنیت۔ اہم سابقہ میں مبارک اور ہر تھا امامت محمدیہ میں اس کو بھی منع کر دیا گیا۔



عشاء کے بعد کسی وقت نماز پڑھنا صحیح ہے کیونکہ اس میں ترک کو ہے۔ اگر مطالعہ سے فراغت پانے کے بعد قبل مسرت و راحت پڑھیں تو یہ بھی صحیح ہے جو جانے گی۔



حدیث علی کرم اللہ وجہہ لے بجا وقت مدبر کو چھوڑ دیا۔ ہزاروں صحابہ کرام و ائمہ کباروں اور اولیاء اللہ عرب میں

ہوسکے اور وہیں عربوں کی ان کو کھینچ ہوگا دیکھا کہ ان کو ایمان اور خیریت ایمانی دہنی۔ وہاں رہنا فرض نہیں۔ ماہی نہیں سمجھو رہا اسی زمانے میں جسے سماں بھی واسل ہو چکے گا۔ آج ہے



جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ اولاد کے موافق برہمنی میں اپنا شہادت مانع از صبح عطیہ چاہا جس میں اصناف تمام شرعی سلاطین کو ذکر کیا گیا تھا۔ تو ارشاد ہے اس کے کھرا دہیے کی استناد۔ کی۔ آپ نے فرمایا۔ اس کو کھ (دو۔ رنگاری)

ذکوۃ حیوانات اور لغو وغیرہ کے مستحق حساب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحتات اپنے علموں کو کھو کر دیں۔ جو کہ کتاب ابن حزم وغیرہ کے نام سے مشہور ہے۔ دیت کی اقسام اہل ان میں اونٹوں کی عربی و حیر و وح ہیں جن کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سوال کے جواب میں کہ آپ کے پاس کتاب اللہ کے علاوہ کوئی چیز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے موجود ہے، فرمایا کہ نہیں۔ مگر جو کافہ ہادی تلوار کے میدان میں موجود ہے۔ پوچھا گیا کہ اس میں کیا ہے، کہا دیت کے اونٹوں کی عمریں، در احکام اہل و عمرہ وغیرہ۔ ونگاری



جناب ماری عمر اس کی وہ صفات جو کہ تقضی سے دیت ہیں ان کا مزاج دونوں کی طرف ہوتا ہے۔ قول پاکیت نفع و ضرر دونوں۔ محبوبیت۔ اول کو جلاں سے بھی تیر کر جاتا ہے۔ اور ثانی کو جلاں سے جگر پر تفسیر ناقص ہے۔ جلاں جس ملکیت ضرر پر متفرع ہوتا ہے جس طرح بحال اسباب محبوبیت میں سے ایک سبب ہے وہ وہ محبوبیت علاوہ حال کے کہاں قرب و احسان بھی ہیں اول میں ملکیت نفع و ضرر کا اقتضا سے دیت حد و عقل میں وہ کہ ہونا ضروری ہے۔ اس سے دیت میں غاہ کی ذاتی غرض جو کچھ باعث عبادت ہے یہی طبع یا فطرت یا دونوں۔ اس سے یہ عبادت اس قدر کامل ہوگی۔ جس قدر وہ عبادت میں جس میں محض دھماکے سے دیت مقصود ہو۔ ظاہر ہے کہ محبوب کی جو کچھ اہلی عبادت اور فرما ہر داری کی حالت ہے اس سے محض اس کی رضا مطلوب ہوتی ہے۔ لہذا ضروری تھا کہ دونوں قسموں کی عبادتیں دین کے کامل میں غلط ہوں۔

قسموں کی متفرع ہوسے والی عبادتوں میں اصل الاصل نماز اور ذکوۃ ہیں۔ اور قسم ثانی پر متفرع ہوسے والی عبادتوں میں اصل الاصل روزہ اور حج ہیں۔ رورہ محمودیت کی منزلت اول اور حج منزلت ثانی ہے۔

تفصیل میں بحال کی یہ ہے کہ عاشق پر اولیں فریضہ میں سے کہ عبادت سے قطع تعلق کیا جائے جو کہ روزہ میں غلط دیکھا گیا ہے۔ دن کو اگر عبادت کا حکم ہے تو عبادت کو قیام کا۔ آخر میں احکام سے اگر جسے سے تعلقات کا عائد بھی کر دیا حکم منب شہد منکر الشہر علیہ صمدہ اور منب قام و مہناں ایماناً و عبادت

اگر استیجاب صوم رمضان کا پتر چلتا ہے تو مکرم احیاء لیلۃ و صوم صام رمضان، البیت، و طبرہ سے استیجاب تمام رمضان کا بھی پتر چھنا ضروری ہے۔ اور چونکہ کون صومی کے لئے کفیف الوقت نش کا جو کہ اصل الاصول ہیں۔ ترک مطلوب نہیں۔ بلکہ ان کے علاوہ معاصی و مستنہبات اعمایہ کا ترک بھی مخصوص ہے۔

من لم یدع قول الردد، البیت، اور لب صائم لیس، له صوم الا الخوج، البیت، اس کے شاہد حاصل ہیں۔ بہت ترک اختیار کا، ثبات دہو کہ مرن عشق کی پہلی گھائی ہے، جو کیا اس کے بعد ضروری ہے کہ دوسری مرن کی طرف قدم بڑھایا جائے یعنی کوچہ محبوب اور اس کے دار و دیار کی جیب کی کاغذ حاصل کیا جائے۔ اس لئے ایام صیام کے ختم ہونے ہی ایام ریح کی ابتداء ہوتی ہے۔ جن کا احتتام ایام نحر طرائق پر ہے۔

کوچہ محبوب کی طرف عاشق کا سفر کرنا۔ جس نے تمام اختیار کو ترک کر دیا ہو۔ اور پچھے عشق کا مدلی ہو سولی طریقے پر نہ ہوگا۔ ذراں کو نسر کی خبر ہوگی نہ پیر کی۔ نہ جن کی ریب و ریت کا جیاں ہوگا نہ لوگوں سے جھگڑا اور نہ لڑنے کا ذکر۔ فلا رفت ولا خوف ولا حیدال ف اللحج۔ کہاں عشق اور کہاں آہیں کے جھگڑے اور لڑائیاں۔ کہاں تلبی اضطراب اور کہاں مشہور پرستی اور آرام طلبی۔ نہ سرسری فکر۔ نہ شہبواہ تیل کا دھواں۔ اس کو آبادی سے نفرت۔ جنگلی جانوروں اور جنگل سے العتہ ہوتی ضروری ہے۔ و صوم علیکم صیۃ البر ما دستہ حرما سپرد شکار جو کہ کاربے کا داں ہے۔ ایسے عشاق اور مضطر لافوس کے لئے بیسے حد نفرت کی چیز ہوگی۔ و ادا حلتہ و فاحصہ دوا ال کی تو دن رات کی سرگرمی مشغول کی باد۔ اس کے نام کو چینا۔ اپنے ہی بدن کو بھولا دینا۔ دوست، اصحاب، عزیز و اقارب، راحت و آرام کو ترک کر دینا، رفیقا نکھول میں جلی معلوم ہوگی۔ دلدادہ اکھمہ اور محشہ بودہ اور خوشش و اللہ اشرفہ والہبہ کا شوق ہوگا۔

بیدار ہووا نہ بکنتم ستہ و یحشع فح کل الا حور و یحصح

جوں جوں دیا۔ محبوب باہر ایام وصال کی قربت ہوتی جائے گی اسی قدر دلور اور فریگی اور جوش جوں میں ترقی ہوتی ہے گی۔

دلف و دل چوں ستور ز یکبہ ہنسہ شوق تیسز تر گورد

ان دنوں جوش جوں سے تیسے دہلنے کو لوگ برسوسے چلے آتے ہیں کھلنے کو

نور ہمار صحت منزل چاک گریباں ہر  
فریسیہ پہنچتے ہیں تو اسیقات ہر اپنے سب سے پہلے کھینے کپڑوں چھینک دیتے ہیں۔ اس داری  
عشق میں گریباں اور وہاں سے کیا کام ہے

ہم سے تو آپ اپنا گریباں کیا ہے چاک

اس کو کبھی پائیا کبھی پائیا پھر کسی کو کب

اگر ہم ہے تو محبوب کا۔ اگر ذکر ہے تو معشوق کا۔ اگر طلب ہے تو پیا کا۔ اگر خیال ہے تو دلبر کا۔

عشق میں تیر سے کہ ہم کس پر پیا جو ہر سو ہر

عین دست طرنگی چھوڑ دیا جو ہر سو ہر

کو چڑھو محبوب میں پہنچتے ہیں تو اس کے در و دیوار کے اور اگر پوری فریختگی کے ساتھ پیکر لگاتے ہیں

سرج چکھتے پر ہے تو لب دیواروں اور پتھروں پر۔

امر علی الدیار دیار لیبانی افضل دلجدار و ذوالجدار

وما حب الیہ یار شعری قدی ولكن حب محب مستحق الیہ یارا

کسی نے اگر جھوٹی سی خردی کو معشوق کا علو ملاں لگے تو وہ ہونے والا ہے۔ تو بے سرو پیر ہو کر دودھ

ہونے و مان پہنچتے ہیں۔ نہ کاٹوں کا خیال ہے نہ دستہ کے پتھروں کی فکر۔ نہ لڑھوں میں گرنے کا خوف ہے

دہپاڑوں کی گفتیوں کا ڈر ہے۔ بخیر ہی عامر کا سماں بندھا ہوا ہے۔ بدل میں گد ہوں ڈھیروں پڑی ہوئی ہیں

تو کیا پر واہ ہے اپنی عقل اور اہل زمانہ اگر پھبتیاں اڑھتے ہیں تو کیا شرم آتی ہے

عجب پینت بھنی تب لاج کسلی حصد بے تو کسب از ہے

دکھ دو پڑھے تو کیا چستا اور سکھو بے تو کسب از ہے

اگر نایب نادواں عشق سے روکتا ہے۔ تو اس عشق اور نیراک جانی ہے۔ ناواں نایب کو پھر دانتے ہونے

اپنے آپ کو قرآن کو دیکھ کے کہتے ہیں تاب ہر جانتے ہیں

یا صفا؟ صحت کز نصیحت دل مرا گھبرائے ہے

هو عن ادب لانه صبات فی الہدی قصاب و حصنہ و جہاننا

اسے طاقت گرا اپنے غم کی واہت اس کے حس و جمال کی قسم کھاتے ہونے کہتا ہوں کہ سلسلہ

جست میں ضرور تیر سے حکم کی عتاب دوری کروں گا۔

میر سے لکرم! یہ تختہ اسافخا کراچ انورہ کا ہے۔



تردی سے اس وحدیت انامہ بیت الصلوٰۃ و الخ۔ بابہا کی تمہیں کہ ہے جس میں حسن زینہ  
 ہونے کا احتمال بھی ہے۔ اور ممکن ہے کہ کسی نے اس کی تصریح بھی کی ہو۔ تاہم یہ حدیث ان روایات سے متقابل  
 ہونے کی طاقت نہیں رکھتی جو بالاتفاق صحیح ہوں۔ بس بوقت تعارض ساقط کھی جاسے گی۔ اگر اس کے مفہوم  
 میں قیاس نہ ہو، تو البتہ قابل استثناء قرار دی جاسکتی ہے۔ مگر جب ہم لفظ حیدر اور لفظ باب میں حیدر کہتے  
 ہیں تو سمجھیں آنا ہے کہ مدینہ میں جگہ کو کہتے ہیں جہاں بہت سے مکانات بنتے ہیں۔ ایک مکان جگہ اس جگہ  
 مکانات والی آبادی کو مدینہ نہیں کہتے۔ خود لفظ حیدر کا لغوی معنی بھی اجتماع پر دلالت کرتا ہے۔ اس سے  
 معلوم ہوتا ہے کہ اس علی حیدر میں بہت سے علی گھر ہوں گے اور بہت زیادہ آبادی اس کے دائرہ سواگی ہوگی  
 دروازہ عوام مکان کا ہر پارٹیکلر عمارت ہوا کرتا ہے۔ شہر کا ذوالی حصہ یا مکان کا درون حصہ شمار نہیں کیا  
 جاتا۔ اور کم از کم اتنا تو ضرور ہوتا ہے کہ من وجہ خارج ہو۔ اور اس وجہ داخل ہو۔ اس بنا پر اور صحابہ کرام نے یہ تصور  
 ان میں سے عوام ہی اللہ جسم اس مدینہ المسلم کے اور ملے ہوں گے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بحیثیت اب  
 اور داخل نہیں ہوں گے۔ لہذا ان کی فصیلت دیگر صحابہ پر ثابت ہوگی۔ ان بہرے سے آنے والوں میں غیر صحابہ  
 پر لیکن سب سے فصیلت ثابت کی جاسے کہ ان کو اس مدینہ میں بغیر توسط حضرت علی رضی اللہ عنہ کے داخل ہونا ممکن  
 نہیں۔ اس لئے اشکال کی وجہ مآل نہیں رہتی۔



ہر نفس میں بہت سی فیروز پر ہر ظہور ٹھوڑی ہوتی ہیں۔ جس کو عسا او قلت ذکر نہیں کیا جاتا اور وہ بالاتفاق ضرور کیا  
 ہوتی ہیں مثلاً حدیث میں قلبی یقین اور تصدیق کا تذکرہ نہیں ہے۔ لفظ میں کہا گیا ہے کہ من قال لا الہ  
 الا اللہ دخل الجنة تو کیا اگر یہ کلمہ استنباط اور حقائق کے طور پر، یا کسی کلام کی نقل کے طور پر تو وہ بھی مستحق ہو  
 گا یا کسی نے مسلم جہنم کے سامنے جان بچانے کے لئے یہ کلمہ کہا اور قلب میں تصدیق نہیں ہے اور حسیب  
 تصریحاً حدیث و آیات قید تصدیق قلبی کی ضرورت لگائی ہوگی یا عدم اشکال کی بھی قید ضروری ہوگی۔ اسی طرح اسی  
 روایت میں ایمان باورساست کی بھی قید لگائی ضروری ہوگی۔

سورہ ہجرات میں ہے۔

۱۱۱۱ اللومنون الذین آمنوا باللہ ورسولہ ثم لم یجانبوا وجاهدوا

یا معہدہ و الفسہم فی سبیل اللہ اوتشکھم العباد فون

ایمان والے وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے، شہرہ، در اس کے رسول پر۔ پھر شہید لائے اور

صدا کی اللہ کی راہ میں پہنچے اہل اور اپنی جانوں سے۔ وہ لوگ جو ہیں وہ ہی چکے ہیں۔  
لفظ اصحا جو کہ صیدِ حشر ہے۔ یہاں استعمال کیا گیا ہے۔ اسی سے حدیث جبرائیل علیہ السلام  
میں اور حدیث ولہ عبد القیس میں ایمان کی تفصیل اور تعریف بیان کرتے ہوئے۔ بیان رسول و ملائکہ و انبیا  
و القیامت و القدر کو ذکر فرمایا گیا ہے۔

توحید کا دعوے تو یہود و نصاریٰ نے، مشرکین حرب اور یہود جسے سب کرتے ہیں۔ مگر اسی توحید کے  
ساتھ یہود عزیر علیہ السلام ابن اللہ، پانندہ، مغلوڑ اور ابن اللہ غیر وہن انبیا۔ اور مجسم وغیرہ کے قائل ہیں  
نصاریٰ اسی توحید کے ساتھ تثلیث اور آبی اور روح اور دو تیر وغیرہ کے قائل ہیں۔ بیت پرستان ہند۔  
"نواکار" صرف خدا کے قائل ہوتے ہوئے انہوں نے اور عبادت غیر اللہ کے قائل ہیں۔ مجسم اور حیل وغیرہ ان  
کے عقائد ہیں۔ کیا ایسی توحید قابلِ امتبار ہوگی۔ اس لئے قائل "سب قال لا الہ الا اللہ سے  
جو توحید پر مشمول ہے وہی سب نجات ہوگی۔ اور جب اس کی تعلیم کا اعتبار کیا گیا تو تصدیق رسالت لازم  
آگئی۔ در توحید حقیقی میں لفظی ہے جو کہ قابلِ اعتبار نہیں۔ اللہ اعلم۔

اسی روایت میں "سب قال لا الہ الا اللہ" الحدیث کے حلقہ طرق مگر جن کے گناہیں تو  
معلوم ہو گا کہ وہ حدیث بخیر واقع سوتی ہے اس میں کچھ اور بھی زیادتی ہے جو کہ راوی نے ہر جہ طور یا اشتقاق  
یا سیاق یا عدم صریح لفظی و قیاسی میں چھوڑی ہے اور بعض اوقات میں ذکر کر دیا ہے۔ مثلا "سب  
سب قلب کفاری شریف وغیرہ میں اس روایت میں موجود ہے دوسری روایتوں میں "سب قال لا الہ الا اللہ  
سب موجود ہے۔ اسی لئے ائمہ فرماتے ہیں کہ جب تک کسی روایت کو اس کے تمام طرق سے نہ دیکھا جائے  
اس کے سنی متبعین کرنے میں دشواری ہوتی ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے جب پوچھا گیا کہ "عزیر عبد العزیز" افضل ہیں یا معادیر، جسی اللہ  
فاسلے لہذا تو فرمایا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کے تھوڑوں کی خاک میں پر سوار ہو کر انہوں نے  
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا ہے مگر عبد العزیز سے افضل ہے۔

لہذا رشتہ اس درجہ طریقہ ایصالِ ثواب۔ حدیث میں غیر مفید اور ناجائز باتیں داخل کر لی گئی ہیں جو  
کہ ایصالِ ثواب کے لئے ضروری ہیں۔ مثلاً اس کو تبرک صحابہ اور خود کھانا۔ اصحاب میں تقسیم کرنا۔ اصحاب  
کو کھلانا۔ اور یہ اعتقاد کرنا کہ کھانا اس بزرگ کا پس خوردہ ہے۔ جس کے نام پر ایصالِ ثواب کیا گیا ہے۔

اور اسی طرح دیگر امور شفا جگہ کا لپیٹنا غرضوں کا لگانا۔ پڑھنے والے امام یا سونے یا سولوی کا حاضر ہونا۔ اور پڑھا حرام کے اعتقاد میں پڑھنا اور اگر وہ بول تو ایسا ہی ثواب ہی نہیں کھا جاتا اور عونا پر سپیری نام دھوا دوشہرت کی عرض سے زیادہ دوست کی مدد ہی ہے۔ بالوں کے لسن ظمن سے بچنے کی عرض سے ہوتی ہیں۔ انخلاص ہوتا ہی نہیں۔ لیل ذوالقیاس۔

بسا اوقات مال ہی حلال نہیں ہوتا۔ بالخصوص میرت کے وہاں کے بعد اس کے ترک میں سے جو کچھ کیا جاتا ہے۔ عونا دنا سے اجازت نہیں لی جاتی بالخصوص جب کہ وارث لفظ یا کل صاحب یا ابا یا بی بیوں سکینوں اور غریبوں کو یہ مال دیا ہی نہیں جاتا۔ اور اگر دیا جاتا ہے تو سب سے ہی کم اور ادنیٰ قسم۔ عونا اور اگر سب طعام آگست بار اور بل خانہ ہی کھاتے ہیں۔ حالانکہ ان کے کھانے میں کسی ثواب کی امید نہیں ہے۔

○  
صحاب صحوق کے مال کی مستدار میں خیریت کی جاننے یعنی اگر وہ فوت ہو چکے یا کوئی مانع ہے۔ اور ان کے حق کی دھولی و آئینگی کی حیدت ہو۔ یعنی اس کا ثواب صاحب حق کو پہنچے اور ان لوگوں کے لئے اس کے تقاضا اور وفا کی جاننے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور اپنے انعامات ان کو دے کر کھجے اور ان کو دے تاکہ وہ اپنے اپنے حقوق معاف کر دیں

○  
ایسی ناریں جو کہ شرعی لفظ صغر سے مسیح ہوتی ہیں۔ ان کا عادیہ واجب نہیں ہے گو کشش کرنی چاہئے کہ خیالات د آئیں۔ اور جب آئیں تو ان کو دینے کو دینا چاہئے۔ اور یہ قصہ کرنا چاہئے کہ میں اس شخص کے لئے کے لئے حاضر ہوں جو وہوں کو بچھ رہا ہے۔ اور میرے قلب کی باتوں پر مطلع ہے۔ وہ میری باتوں کو سنتا اور میری حرکات و سکنات کو دیکھتا ہے۔ اس وہ بیان کو بڑھانا چاہئے۔ آہستہ آہستہ اٹھتا ماشہ خطرات و خیالات کم ہو جائیں گے۔ یہ سورہ ہاسن کو شام یا صبح صحن کے خیال کے ساتھ ایک تسبیح روزانہ پڑھ لیا کریں۔

○  
جو مالیں تصا میں ان کو پڑھ لینا چاہئے۔ اور صحت نفاذ کی شرط کو جہاں تک ممکن ہو موطا رکھتے ہوئے داکرینا چاہئے۔ قابلیت قبول کی امید پر ہونے کو ناہرگہر کرنا چاہئے۔

○  
فرقان مجید میں مذکور ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ میری مال سے کچھ بیٹھے! میری داڑھی اور میرا نہرست بچو۔ لا تاخذ بلحیق ولا جبراسی



اگر حضرت اردوان علیہ السلام کی داڑھی قبضہ مشقت سے چھدی ہوئی تو حضرت مسیح سے  
 علیہ السلام کس طرح پکڑ سکتے تھے۔

عن انس ابن عمارہ رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 یکثر وہن رأسہ وتصریح لعلہ

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سر میں تزلزل کی آغوش اور گھسی سے دلائی کی آغوش بجزرت کرنے سے  
 کھل جاتا ہے۔ اسے کہ شخصی داڑھی میں گھسی ہوئی ہے اور نہ اس کی ضرورت تھوڑی سی ہے کہ اس کو سترانا  
 جاسکے اور یہی حال چھوٹی داڑھی کا ہے۔

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشر من العطف  
 عن الشارب و اعضاء اللحية والسواک والامتنان بالمال و عن الاظفار  
 و غسل البدن و عن الایمان و عن حق العانة و انفاص الیہ فی الاستیجار  
 یعنی دس چیزیں عظمت میں سے ہیں۔ نو کھپوں کا کترانا، داڑھی کا پڑھانا اور سناک کرنا۔ اللہ  
 و این اہم عشر مسلم حلیا، ابجد اور عشر :

اسی حدیث میں ہے کہ صحابیت قری رہا کرتے تھے۔ وہی پیروں کو جن میں داڑھی کا پڑھانا اور سناک کرنا  
 بھی ہے۔ عظرت تلا ہے۔ اور عظرت حرف شریعہ میں لہ، اور کو کما عانا ہے جو کہ تمام سبب پار اور رسولوں سے  
 رسول اور متفق علیہ میں اور ہم کو ان پر عمل کرنے کا حکم ہے۔

حضرت تہنی کا زاریا رہا ہے۔ یہ حدیث شریف ہے۔  
 سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمایا کہ جس نے مجھے دیکھا  
 وہ یقین کرے کہ اس نے مجھے ہی دیکھا، کیوں کہ شیطان میری صورت  
 سے ہی نہیں بنا سکتا۔ شیخ الاسلام حضرت تہنی، گو کہ بدست امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم اور  
 جگہ جگہ شرف حاصل ہوا، چنانچہ خود نوشت سورج حیات لفظی حیات "میں آہ قائم فرمایا۔" ایک مذہب ایک کتب  
 اشہد کی دیکھ رہا تھا اس میں ایک مصرع تھا۔ ج ۔ الیٰ صلیٰ صلیٰ سے انشاء اللہ صلیٰ کر ۔

یہ اس وقت مست جہلا معلوم ہوا۔ میں سید شریف میں حاضر ہوا اور صاحب شریف میں بعد ازلے آداب و کلمات  
 شرح انبیا صلی اللہ علیہ وسلم اور شوق دیدار میں روانہ شروع کیا۔ وہ ایک ہی حالت رہی جس پر یہ محسوس ہونے لگا کہ  
 میں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کچھ کلام و پردوں اور جالیوں وغیرہ کا غافل نہیں ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے  
 پرہیز ہونے میں آپ کا چہرہ مبارک مستحب ہے اور مستحکم ہے۔ (ص ۱۰۰) ○

# نظم

آکا شیری

اے حسین احمد کے فرزند گرامی اسلام  
سزومین ہند میں حق کے پیامی اسلام

وہ علمبردار حق جنگ آزما باطل سے تھا  
کہوں دھوے تیری پیشانی کو جبک کر آسمان  
کفر نے ہم کو نکالا ہے وہاں سے بے گناہ  
ہاں مگر ہم کو نہیں ہے اب تک یہ احساس بڑیاں  
بھاگ آئے ہم تو باطل کے مقابل ڈٹ گیا  
عظمت حق کا ترے ہاتھوں میں ہے لیکن نشان  
ملت اسلامیہ کو وحدت افکار دی  
ہیں مسلمانان ہندوستان ترے احسان مند  
بن گئے ہیں کھڑا ہند میں روشن چراغ

باب تیرا دشمن از رنگ جان و دل سے تھا  
والد مرحوم کے تو نقشیں پا پر ہے رواں  
آہ وہ ہندوستان جس پر رہے ہم حکمراں  
کفر نے چھینیں ہماری مائیں بہنیں بیٹیاں  
تین ٹکڑوں میں وہ ہندوستان آخر بٹ گیا  
ہم بچا سی لاکھ آئے چھوڑ کر ہندوستان میں  
بھارتی مسلم کو تو نے جراتِ سرداری  
پر عجم اسلام کو رکھا ہے تو نے سر بلند  
تیری چشم مست سے سب لالہ و گل کے باغ

تو یقیناً ہے حکیم ہلے سزومین دیوبند  
جس میں احمد سے جواں ہیں سر بلند و ارجمند

غزیرہ حسن

ناظم شرواشاہت عینی پٹانہ

خلف الرشید شیخ الاسلام منی قدس سرہ

## سید محمد اسعد منی

ایک آثارِ گدوش میں دو شمار جہدی ہے، صبح معمول کے مطابق دند بھکتے اور ڈوب جاتا ہے، گھر اور بچے تھوڑے اور آج نہیں ہے اور آج کی شام جب صبح مزدوب ہوگا تو دوسری صبح کا پچھام کیکر آسمان پر نمودار ہوگا۔ ان خزانہ نصاب پھا کر کے ہیبت بنا رہے ہیں اور ہیبت گذر کر سال کی تبدیلی کا پہنچنے سے رہے ہیں ان سے یہی مسئلہ قائم ہے ۲۱۹۵۳ میں مولانا اسعد منی کو اس قدر دیکھا تھا جب من کے والد محترم حیات تھے، آپ کا سایہ سر پر تھا ان کی ذاتی کٹی رائے تھی کہ کوئی شخصوں نظر یہ، ہمدرد متنا یا خائفہ جہلی، صمیمی پڑھنے پر صلے میں واسطوں کی خدمت میں معروف دیکھا جاسکتا تھا، والد کا انتقال ہوا تو ساری ذمہ داریاں ایک ساتھ سر پر آگئیں، شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے وصل کے بعد انہوں نے تڑپوں کے پاس ایک مراسلہ بھیجا تھا جس کو دیکھنے کے بعد میں نے محسوس کیا تھا کہ قدرت نے انہیں بے پناہ صلاحیتوں کا ایک ہوا ہے اور مستقبل میں ان کی ذات سے ملت کو ترقی بخش بہاؤ آئے ہیں کہ تین کو ایک وہ صورت ایک لڑے آپ کے بیٹے تھے اور آج ایک عظیمہ حیثیت رکھتے ہیں، جمعیہ علم ادب کے صدر بنائے جاتے ہیں، بیٹھوں اور بیٹھوں میں ان کا نام آئے گا ہے، انہار است میں ان کے بیانات اور انہیں لیکچر چھپ رہی ہیں اور اسلام دلیہ کی تدریس خدمات سے بیٹھوں کی استیوار کے ہارے علم پر دست کی تعلیم میں شہک نظر آتے ہیں۔ یہ ۱۹۹۰ء کی است ہے، جہاں جمعیہ کی ایک بیٹھوں میں جو کمزور ہیں چوٹی پر فیصلہ کیا گیا ہے کہ جمیہ کے راجنہ حق منہ است کا تھیں وارہ کریں اور اپنی تعلیم پھا کر ان کا نظام وسیع کرنے کے لئے اصلاح میں اجتماعات کئے جاویں۔

اس پروگرام میں خانہ زری پھا کا نام بھی شامل کیا گیا، کدیریا طے پانچ اور سوا ائمہ تمام مشاہد میں پھر کی تقریر کا اعلان کر دیا گیا، پروگرام کی ترتیب کے وقت کمزور میں میر سے والد بھی موجود تھے ان کی عادی پھا والہی کے چند ہی دن بعد جلسہ کی تاریخ قریب آگئی، خانہ زری پھا کا چھٹا سائینس ہے، شام کی گلازی میں مولانا ائمہ تمام صبح کرنا ہے، رفقہ حاجت جو لڑکی کے اختتام میں کسٹی اسٹیشن کے پیٹ ڈارم پر چھ ہیں ان میں وہ خادم بھی ہے، چند ہی دن بعد لڑکی پیٹ ڈارم

پر اٹھی۔ مرنے والے کا سہم کو تیار کر دیکھا تھا، اگر میری عیال کو کسی اور ہی کو بخش کر رہی تھی، والد مرحوم نے کھنوسے آکر تیار کیا تھا کہ کون ہے مرنے والا، احمد مدنی ہمراہ ہیں، ان کا آقا بقیہ میں تھا، مگر صاف جانے کیوں میرے دل میں اس کی دیدار کا اشتیاق جاگ اٹھا تھا اور مجھ کو ان ہی کے چہرہ کو تلاش کر رہی تھی، انہی دنوں آہرام سٹریٹ سے ٹھل گیا۔ پیر ڈبے ایک ایک کر کے چھوٹے کے سامنے سے گزرنے لگے، مگر میں ہلک مرنے والا قسم نہ کھڑا آئے۔ آج ہی شب کو ٹائون ہال میں جلسہ ہے، ہمارا اضطراب بڑھتا جا رہا تھا۔ اپنا ایک ایک ڈبے کے دروازہ پر سنبھل کر تھیں، جو بس قدر سے عیال کی جمع کے ایک ڈبے کو کھڑے دیکھتے۔ یہ ستنے مرنے والا، احمد مدنی جو آج کے جلسہ کو کامیاب بنانے کے لئے ڈھنگا ڈھنگا ہی ہونے کے لئے چل پڑے تھے۔ حالانکہ ان کی آمد کا پرولگم مٹنی تھا، اگر نہ آتے تو شکایت کا موقع رہتا، مگر ان سے اتنے دن سب سے مدعا فرمایا اور رکشہ پر سوار ہوئے، رکشہ گاڑی پلو کی تنگ سڑکوں سے ہوا ہوا مدرسہ دینی کی گلی تک آچکیا۔ رکشہ سے اترتے ہوئے بڑھ سے پیسے نکال کر ٹوٹی رکشہ کا کرایہ ادا کیا۔ پھر ان کی اس ادا نے میرا دل جیت لیا۔ رات کے جلسہ عام میں دینی تعلیم کی اہمیت پر ان کی تقریر ہوئی جو مست پسند کی گئی۔ ایک دو تین جندو کوئیں نے کہا کہ دینی تعلیم اگر ایسی ہی پیسہ زب سے تو حکومت کا فرض ہے کہ مسلمان پھر اس کی دینی تعلیم کا سہرا منظم کرے

یہ ستنے میری دوسری ملاقات جس نے عقیدت و احترام کا پاکیزہ احساس میرے دل دوایان کے ایک ایک گوشہ میں جھرویا، میں ان کی چٹان اور غیر متوقع آمد اور دینی گواہی کے دروازہ پر کھڑے ہو کر مسکولنے کا منظر صوبہ یاد رکھتا ہوں تو گناہ ہے مجھے وہ آج بھی میرے سامنے کھڑے مسکراتے ہیں اور کہہ رہے ہیں۔  
 سے جو راو اپنی خرد کے لئے ہے لامسود  
 جسین ستن میں وہ چند گام مٹتی ہے

15 اگست 1947ء کو ان یقیناً ایک محل النقب کا دن تھا اور اس دن ہندوستانی  
 حکومت نے سوچا کہ اب ان کے وطن میں لگے ہیں عام ہوگا اور ان کو دوسرے نو تیسرے  
 ہندوستان کو لے کر دینا پڑے گا تو اس میں کئی غلطیاں نہیں ہو چکی، اب چارے سالہ عروج کو ام کیا جانتے تھے کہ ابھی  
 14 و سال کی گرگزش آئی ہے اور اہمیت صوبہ ہندوستان کے دروازے پر دستک دے رہے

ہیں۔ حکومت کا متعلق فریق پرست تنظیموں کے ہاتھوں کا ایک ہوا چلا جا رہا ہے، مسلمانوں کے مسائل کو مزید زائل جیتے جا رہے ہیں، مسلم جماعتیں اپنے اپنے طریقہ کے مطابق 1947ء سے لگا کر مسلمانوں کی مشکلات اور مسائل حل کرنے کے لئے کوشش کر رہی ہیں۔ مگر حالات ہیں کہ سدرہ نے کام ہی نہیں جیتے۔ پیچیدہ امراض کے علاج میں معاہدین کو جو تیسری پیش آتی ہیں اور امید و تسم کی جو کیفیتاں سامنے آتی ہیں، معینہ وہی حالات مسلم رہاؤں کے سامنے ہیں۔ دستک بر الیہ یہ ہے

کوسم میں ایک ایک کے اٹھنے چاہئے ہیں، مگر عظیم اختلاف برائے سب سے پہلے کے بعد اہم مسئلہ  
ہوئے، جس میں مسئلہ ہے، جس میں تباہی ہوئی

ایک قسم کے مسائل کا ذکر کیا جائے، ایک سبب سے پہلے کہ جانے، جب یہ امر زمین سے سبب ہو چکا ہے  
کہ اس میں اور کچھ رکھا جائے۔ ۱۹۴۱ء کے آخر میں سبب سے پہلے زمین کے اٹھنے کے لئے قائم کیا گیا  
تھے اور ہر وہی کی صورت کا متاثر کرنے اور سبب سے پہلے کہ روایتی میں وہ سبب کے بعد، جسے متاثر کیا گیا  
ہو چکا، اٹھنے کے خلاف میں ایک ہی طرح لای گئی، مگر ختم تک نہیں کیا، اس لئے کہ ایک ہی طرح کا ایک ہی  
سبب ہی سبب ہے، ان کے گواہی میں کے ہر ایک کے لئے سبب سے پہلے کہ روایتی میں وہ سبب کے بعد، جسے متاثر کیا گیا  
اور میں کہ سبب کا اثر ایک ایک کے لئے سبب سے پہلے کہ روایتی میں وہ سبب کے بعد، جسے متاثر کیا گیا ہے

"مذہب میں ایک مرتبہ ۱۹۴۱ء کی عدالت کے جس جسے میری ساری سبب گواہی میں وہ سبب سے پہلے کہ  
ہو چکا ہے، جس میں ایک ہی سبب سے پہلے کہ روایتی میں وہ سبب کے بعد، جسے متاثر کیا گیا ہے، جس میں  
جس کے لئے میں اس کے کارکنوں کو، جس میں ایک ہی سبب سے پہلے کہ روایتی میں وہ سبب کے بعد، جسے متاثر کیا گیا ہے، جس میں  
اس سے متاثر ہے، وہ سبب سے پہلے کہ روایتی میں وہ سبب کے بعد، جسے متاثر کیا گیا ہے، جس میں  
خوب نہیں ہوتے، جس میں ایک ہی سبب سے پہلے کہ روایتی میں وہ سبب کے بعد، جسے متاثر کیا گیا ہے، جس میں  
میں رہے، جس میں ایک ہی سبب سے پہلے کہ روایتی میں وہ سبب کے بعد، جسے متاثر کیا گیا ہے، جس میں  
اور اس میں ایک ہی سبب سے پہلے کہ روایتی میں وہ سبب کے بعد، جسے متاثر کیا گیا ہے، جس میں  
گت گئے، جس میں ایک ہی سبب سے پہلے کہ روایتی میں وہ سبب کے بعد، جسے متاثر کیا گیا ہے، جس میں  
مسئلوں کے ایک ہی سبب سے پہلے کہ روایتی میں وہ سبب کے بعد، جسے متاثر کیا گیا ہے، جس میں  
کے لئے سبب سے پہلے کہ روایتی میں وہ سبب کے بعد، جسے متاثر کیا گیا ہے، جس میں  
ایسا کہ جس میں ایک ہی سبب سے پہلے کہ روایتی میں وہ سبب کے بعد، جسے متاثر کیا گیا ہے، جس میں  
ہو چکا ہے، جس میں ایک ہی سبب سے پہلے کہ روایتی میں وہ سبب کے بعد، جسے متاثر کیا گیا ہے، جس میں  
جس میں ایک ہی سبب سے پہلے کہ روایتی میں وہ سبب کے بعد، جسے متاثر کیا گیا ہے، جس میں  
کہ میں اس کا سبب سے پہلے کہ روایتی میں وہ سبب کے بعد، جسے متاثر کیا گیا ہے، جس میں  
وہیں لکھا کہ ایک ہی سبب سے پہلے کہ روایتی میں وہ سبب کے بعد، جسے متاثر کیا گیا ہے، جس میں  
تقریب میں ایک ہی سبب سے پہلے کہ روایتی میں وہ سبب کے بعد، جسے متاثر کیا گیا ہے، جس میں  
دیکر کہ جس میں ایک ہی سبب سے پہلے کہ روایتی میں وہ سبب کے بعد، جسے متاثر کیا گیا ہے، جس میں

ہے! آزادی کے بعد کائنات کا ایک مسئلہ بھی اسی میں ہوا، گتھیں ملیں گی کہاں تک کہ ان کی گتھیں نہ سمجھتی ہوتی جا رہی ہیں۔  
جمیہ علماء اہل حق میں ایک محرک تعلیم ہے اور اس میں ہزاروں ذکاور موجود ہیں، مگر عدو الامن کی ہاشمی کا حق تو ان کا کہنے کا  
اس میں کیا شبہ ہے کہ آج بھی ملک میں بڑے بڑے اہل علم موجود ہیں مگر کتنے ہی محرشہ اور یہ ہیں؛ غنہ پڑے مسخفت میں  
ہیں مگر ہندوستانی مسلمانوں کی جان مگر ہی کے لئے میں ملنے کی ضرورت ہے وہ کہاں ہے؟

خدا کی کارسازی پر ایمان لاؤ، آج ہے، اگر اس نے زخم دیا تو مریم بھی اسی نے کھٹا، اگر اس نے ۱۳۱ میں ملا  
حقانہ امن کر دیا تو فوجی سٹی کہ مسلمانوں کی جان و مال کے تحفظ کے لئے سر دھڑکی بازی لگی ہیں۔ اور سارے کون کو چھوڑ کر صرف  
اسی کام کے پور ہیں، تو ۱۳۱ میں اسی خدا نے ہندوستانی مسلمانوں کی نصرت و حمایت کے لئے شیخ الاسلام مولانا اسید  
مصین احمد مدنی کے پیچھے بیٹھے مولانا اسید مدنی کو کھڑا کر دیا۔

مولانا حضرت الرحمن کی درس گاہ اور مذہبی چھوڑ کر ملک و ملت کی خدمت میں گئے تھے اور مولانا اسید مدنی میں جب  
اس میدان میں کہہ دے تو دارالعلوم دیوبند کی تدریسی خدمات (جو تمام ترقی یافتہ ممالک میں) سے علیحدگی اختیار کر کے آئے  
تدریس و ریاست خود کوئی ناپسندیدہ کام نہیں ہے ہم بتا دیا ہے کہ ملت کی بہن خود ہی میں ایسے موڑ آئی جائے  
ہیں جب ضرورت و خالصتاً کو چھوڑنا پڑے اور قوم و کاتب کی جگہ مشیر و کسان کو کہتا ہے میں بنا پڑا ہے

اگر پرورش میں جمیہ علماء کا نظام عرصت سے صحت تھا، اس نے مصین مگر منہ تھے۔ جب مولانا اسید مدنی و نظیر  
مدیریت کی صدمہ پر بیٹھے تو ان کا تعلق اور ہوا اور ریاست بھر میں اس انقلاب پر سرسبز محسوس کی گئی۔ جماعتی مصلحتوں میں جو  
انتشار و اضمحلال پایا جاتا تھا وہ دور ہوا۔ سننے کا رکن پیدا ہوئے۔ پوری ریاست میں دیوبندی تفسیر اور مذہبی تعلیم پہلے سے  
مردان مشیر و پڑھنے اور جگہ جگہ اس کی شاخیں قائم ہوئے تھیں۔

شیخ الاسلام کے دراصل کے بعد ان کے مڑسٹین اور جمیہ طلبہ کے وابستگان کی نظر میں مولانا اسید مدنی  
پر پڑنے لگیں۔ ملک کے مختلف گوشوں سے ان کے پاس خطوط اور دعوت آئے آئے گئے جن میں اس بات کی وضاحت  
ہوتی کہ آپ ہندی بستی میں تشریف لائیں۔ مولانا ان پر غلوں پر بیجا است اور درویشوں کو کب تک ہلے تے بالآخر ان کو وقت  
دیا پڑا۔ اب ملک میں مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک ان کے مسلسل دور سے ہونے لگے کہیں  
فساد کی خبریں سن کر دہڑے ۱۴ رہے ہیں تو کہیں مدرسوں کے جلسے میں یا سیرت پاک کے اجتماعات میں شرکت  
کے لئے جا رہے ہیں۔ ان کے مسلسل اور طویل اسفار کو دیکھ کر ایک بار وہی کے ہمتہ وار "پیام مشرق" نے کھا  
تھا: معلوم ہوا ہے کہ ہندوستان میں رہنے والے کئی لاکھوں مسلمانوں نے شاید مولانا اسید مدنی ہی کے لئے بھجائی گئی ہیں۔

ان دونوں بھولوں پر مسالمت ایک ہی نوعیت کے ہوئے تھے۔ ان  
فنا ملت سے ہندوستان کے مسلمانوں کو جیسے ہلا کر رکھ دیا تھا ان  
کلکتہ اور راولپنڈی کے فسادات میں

ابن ابی عمیر سے کہتے تھے کہ آیا ان کو بہرہ کسنتین میں رہنے پر یا آخر ترک دین کرنا ہی نہیں ہوگا، مسند سے ضرور روایت  
 رکے دلا مسلمان ہی ابھی حکم سے ہی گناہ تھا۔ لکن میں جس وقت خدا اور رسول پر ایمان تھا، اثنان سے میں دین میں تھا جس  
 دن مجھے اپنے دین کے لئے روانہ ہوا، ات ہی دن شام کے چلنے کے "المیہ" کے چیمہ ایڈیٹر ملا، اثنان فارقیہ سے  
 ان کے پاس شہرے گیا گنگوڑ کے دور میں گفتہ کے حالات میں تنگ ہیں آئے تو مجھے دیکھا کہ تم میں سے کون کون سا  
 تپا تپا اہل آہ و درد کا رکن ہی حالات کی نزاکت سے مٹا کر بے سہرا رہی کہ اٹھ کر مرے حیرانہ، میں اٹھ کر  
 کا، کل میرے گزرتے رہا، خدا ونگال کی سر زمین پر پہرا تھا گیس کے اثرات ہرے ملک میں پڑ رہے تھے

یہ اور یہ تھا جب وہ اسعد علی میرٹھ کے پڑا اور میرا ہوس کے بعد عیت کے سر میں گئے تھی بلکہ ماچکے  
 تھے اور اپنی گفتنی کا کلمہ کے پڑتہ مسد کے لئے کہ چنگے تھے جن حالات میں اس کے قیادت کا جو بیاضیا تھا وہ تھے  
 میرا آئے تھے کہ درجہ دین ہی اپنی فکر پر کڑا ہوا ہر ملک تھا، اندازہ ہر طرف گنگوڑ تھی، گھینپا تھا تھی، بہت گرا  
 شعلی ہوا تھا، بڑی بڑی سے دوست کہنے میں حالت اخیر کرتے ہیں تو  
 کیا قیادت بنی کر سب بڑھ گئے کہ ہیں

جنہ تھی کہ کچھ یا اعتماد ہی ہر اسے رہتے تھے، اس کے شاگردین کو فکر رہتے جن میں سے  
 پہلا دوست کی گزری پرتی پرتی تھے وہ اسعد علی پر شہے برسا رہا تھی، دوست کا جانب بیکانے ہو رہے تھے۔  
 الغرض مسکن کی اور اگر آزمائش کی مشیل میں تپا یا ہوا تھا، خدا اگر کہہ گا، اسعد علی اس سنی سے کہ دن بن کر گئے لگتے  
 ملازمت اور عیشید ہر کے شناسات، اس میں شک ہیں کہ مسلمانان ہند کے لئے ابتدائی سر آواز اور دکت و رہت  
 ہر سے، گروں کا ایک نامہ میرے رو بہ ہے، ہر اگر کہہ گا، اسعد علی کی پڑتہ قیادت اور کربک کے ساتھ سگنی  
 اور شاہرہ عیش کی سہل میں بیچ ہوا تھا، یہی جلد ختم ہوتا، لوگ بولا کہ کونے کا سرور ہند ہے، یہی اور میرے ہیں کہ  
 باسب ہیں کہ وہ عیش کی قیادت سمجھانے کے الی کہتے ہیں، وہیں! اور دعوہ اپنا سر جمل پر لگا کہ شناسات کے جڑ کے  
 ہرے شعلی ہی گئے صاحب ہیں، راستے مسد ہیں، سادہی چڑھے پئے آتے ہیں، اس کے لہر ہوتے ہیں،  
 ہر مہوں، جوانوں کا ہوس واسعد ہی صاحبے جو کہ دیکھ کر چیمہ کارڈ ایڈیٹر تھا، اور آگے آگے ڈی بی اے سے  
 اٹھ کر کہ ہے اور کھلا کہتے ہیں، میں آگے پڑھتا ہوں، اللہ ہا سے صاحب، ڈی ایڈ کتا ہے راستہ بہت ہے، تو  
 کہتے ہیں، آہ راستہ کہنے آگے، ہر آگے ڈی بی اے، جی، بیام کہ ہے، لگا کہ اسرار زمین سے ڈی ایڈ تروت ہر  
 تھا اور مسکن کا تپا پراہمید کلا، اسعد علی نے نگال میں، گناہا تھا، سو، میرا کتا، میں نے ہی  
 کا ہیں کہ انگریزی کا کئی اٹھا ہوا تھا، میرا میری، میں سا کتا، وہی میں، تو کہ میرا آگے لیا، وہ دیکھے ہی پھل پکے  
 ہوا، مسد، لہریاں، رتہ، رتہ، نگال کا فلاح ختم ہونے کے بعد وہاں گئے تھے، اپنا سر پر، کنت کے بعد

انہوں نے ایک منصف زبان الجمعیت کو دیا تھا جس میں اسماعیل نے کہا تھا کہ:

”وہ اس وقت دن سے ماہر رہا ہوا، حفظ الرحمن کی یاد آواز کر دی۔ اگر کوئی بند پر دوسرا کوئی برآ تو یہ حال میں رعیت کا کام اتنے بڑھے، دبانے پر نہ ہوگا، اگر نیکو رہ مسکاں زبان میں طرح کہہ دیتے تھے۔ اس نے بڑی ترقی کے ساتھ انہوں نے ان کے ستم و سیدوں کے ستموں کو گھبرا اور ان کی ترجمانی بھی کی“

جمعیت محمدیہ، ۱۰ جولائی ۱۹۰۳ء کو لاہور میں جمعیتوں کے اجتماع میں اسماعیل نے بڑے دوا اور کلمہ کے ساتھ کس اجتماع۔

”جمعیت محمدیہ پر ایک وقت ایسا آیا کہ ہمارے سر سے دو سال کے اندر اندر چار بڑوں کا سایہ اٹھ گیا۔ وہ تھے مولانا محمد رفیع اللہ صاحب، مولانا آزاد اور ماہر مست مولانا حفیظ الرحمن“

یہ چار ستموں ایسا کہ گئے۔ ان بستیوں کے اٹھ جانے پر مہر طریت ایسی اور پریت کی لہر دوڑ گئی کہ مسلمانوں کے دل پر ایسی کے بدل چھل گئے۔ ایک ایسا بڑا اصلاحی پیدا ہو گیا کہ اس کے بڑے دل کو انہیں دست رہا سما۔ خاص خاص مختلف میں پریشانی، تشویش اور تڑپ کا اظہار ہونے لگا اور آخر کار ایک ایسا دور آیا جس کا تذکرہ بہت ہی تکلیف دہ ہے۔ جمعیت محمدیہ کا پناہ خاص کر دلہا ہے وہاں جمہور پر پیسے کے سے پیدا ہو گئے اور کڑی لگ کر کوئی دل روتا جگڑے، بدترین محراب لگائی تھی ہیں۔ لیکن وہ کر دیا جو بڑا اور بڑا تھا، پھر مٹ گئے، لٹیر بچے بھاگے گئے، پڑوسی گندہ اور کڑی لگ چوٹی کیا کہ نہیں ہوا، وہ سب کچھ ہو گیا جو نہیں ہونا چاہیے تھا۔ میرٹھ کے عداس کی تاریخ اس قسم کی داستان سے بھری پڑی ہے جس کا تذکرہ کر لو کہ میرے لئے بہت تکلیف دہ ہے، چند ماہ کے قسبوں میں جو سفر دیکھے گئے وہ جمعیت کی تاریخ میں پہلے کبھی میں دیکھے گئے تھے یہی وہ وقت تھا جب جمعیت کی سادہ اور وجود کو قائم رکھنے کے لئے اللہ کا نام لیکر مجھے سیدوں میں آنا پڑا اس وقت ان تاروں میں مصیبتیں سامنے آئیں جن کا تذکرہ غم و اندوہ سے بھرا ہوا ہے۔ سر حال اللہ کا احسن ہے کہ وہ سمجھتا تھا ان جمعیوں کا علاوہ انتشار و تذبذب اور موت و نیستی کا کٹکٹ سے نکل کر اپنے وجود کو قائم رکھنے میں کامیاب ہو گئی یہ

اسی انداز کے دوران مولانا نے گلگت، راولپنڈی اور حیدرآباد کے فاسرہ کا انھوں نے دیکھا حال ان اعاظم رہا کیا؟

”۱۹۱۴ء میں گلگت آندا ہوا میں خود ایسے وقت میں چنانچہ آگ پر ہی طرح بھی نہیں تھی اور ایشیوں میں نہیں پائی نہیں، میں نے اپنی آنکھوں سے لاشوں کو دیکھا، ایسے کوڑوں دیکھے جو لاشوں سے بے ہونے تھے، میں نے جتنے بڑے مکانوں اور دکانوں کو دیکھا ہے۔ انھوں نے مسلمان اہلکار کو خوفزدہ ہو کر پاکستان بھاگ جانا چاہتے تھے، اس وقت جمعیت محمدیہ ہندوستان انھوں نے بڑے تدبیروں کو دوبارہ جاری۔ ہم نے ۱۹۱۷ء دیہاتوں میں امن قائم کرایا اور ان دیہاتوں میں رعیت کیٹیاں قائم کرائیں، جمعیت رعیت ہندوستان سے ۵۰ لاکھ دست بوندوں کے بکھیر کر سب کے لئے نیک دانا اور گروہ



سے قریب دو ماہ نے، جن مہینوں کو نقصان پہنچا تھا ان کی صحت کرائی۔ ان سارے کا سارا کیلئے ۳۵ نیکو قوتی ٹم کے گئے جنہوں نے ایک ریویٹ ورک ہونارم۔ مارڈ کر سلا، جیشید پر کے صا و اس کے چند ماہ بعد ہوئے۔ فنا کے دوسرے ہی دن خندجی و درو اعلا کو وہاں روانہ کیا، اللہ میں بھی وہاں پہنچا۔ وہاں کے گروا امی گاؤں میں شہید ہونے والوں کی تعداد آٹھ سو کے قریب تھی گاؤں میں مرتب ۲۲ نعروں بچے تھے وہیں ۱۲ مکانوں پر کلک ۲۲ مہینوں کو آگ لگا دی گئی۔ گورنمنٹ ہر آڈر ایل کو پرانے گاؤں کی زمین کو ۲۲ خانہ داروں میں تقسیم کیا، اللہ کا شکر ہے کہ آج وہ گاؤں آباد ہے اور ہر طرح قتل نہ کیا ہے۔

**انڈین پارلیمنٹ میں**

مولانا احتشام الرحمن کی ضرورت یہ تھی کہ پارلیمنٹ میں مسلم مسلمانوں پر بے جاگ تفریق کر کے تھے اور کسی قسم کی سختی میں رہتے تھے۔ اگرچہ وہ کانگریس کے ٹھٹ پر کامیاب ہو کر انڈین پارلیمنٹ میں داخل ہوئے تھے مگر کسی اصول نے یہاں ان کو قبول نہیں کیا، اکثر لیبروں کا یہ حال کہ پارٹی کی وفاداری میں سب بگڑ کر سس کر رہے ہیں۔

مولانا احتشام الرحمن کے انتقال کے بعد پارلیمنٹ کے ایوان میں لیبروں نے مسلمان لیبروں کوئی ایک تھے مگر مولانا احتشام کوئی ہیں تھا، سیاسی نقطے اس خلاف کو بڑی طرح محسوس کر رہے تھے۔ جمعیۃ علماء ہند نے آزادی کے بعد جس دن شہیدوں اور درو درو دیہاتوں میں مسلمانوں کی جانوں کو بچانے اور انہیں اعزاز و تکریم دینے کا بیجا ہے کہ نئے ہندو مسلمانوں اور اس سے ایوان حکومت میں ایسے فائدے سے بھرائے جھوٹے اعلانوں کے ذریعہ ایوان کو فریبیدہ بنایا گیا اور اس میں اختلاف کی شکل میں کے ارادوں کو بھی مشورہ کر سکیں نہ محصولات و فنڈ کے کاٹنے سے ان کا دل میں۔

یہ بات سب کا معلوم ہے کہ جمعیۃ علماء ہند ۱۹۳۱ء سے قبل پارلیمنٹ سیاست میں کبھی حصہ نہ لیا کرتی تھی، مگر محسوس آزادی کے بعد جب حکومت نے سیکرٹری جیورٹ کو جانے اور اس کے مطابق نظام حکومت کو تشکیل کرنے کا فیصلہ کیا، اسی وقت جمعیۃ علماء ہند نے جماعتی حیثیت سے پارلیمنٹ سیاست سے پارٹیال سیاست سے کئی دفعہ کشن متناہدیں، مگر مسلمانوں کی نمائندگی کا ایک بہترین ادارہ تشکیل دیا گیا کہ اپنے آئینہ کار اور لوگوں کو مرکزی سرکاری حکومت کے ایوان نمائندہ گمان لڑا لیٹ و دعوت سماجی سیاسی جماعتوں کے بیٹھ نام سے سمجھی رہی، کئی کانگریسیوں کا مشورہ، لڑکائی و شہادت، ایک ریویٹ پارٹی کا۔ ڈیپارٹمنٹ ہے کہ یہ طریقہ سمجھی اس سے مستحضر کر لیا ہے۔ ۱۹۳۹ء میں اس میں گیا جیروا لیا کسی حد تک فیصلہ نے، یہ ایک بیچ جملہ میں اس بائیس پر گیا، اچھا تصور کیا تھا، اسوں نے کہا تھا۔

جمعیۃ علماء ہند کی سب سے بڑی سیاست یہ ہے کہ وہ سیاست میں نہیں ہے۔

۱۹۳۲ء میں مولانا احتشام الرحمن کا انتقال ہوا، اس وقت سے لگا کر ۱۹۴۹ء تک انڈین پارلیمنٹ میں ایک سناٹا سا چھایا اور وہاں مسلم مسلمانوں اور فرقہ وارانہ سیاست پر مشتمل مولانا کی سماجی اصلاحی آواز ٹھانے رہے، مولانا مسلمانوں سے جب بھی کہتا تھا کہ آپ پارلیمنٹ کی نمائندگی نہیں کریں تو انکار کر دیتے۔ ہر اخباری ایڈیٹر جمعیۃ تھے وہ اس جمعیۃ کے

اجلاس عام نمبر ۵، ۵ مئی ۱۹۷۳ء کے صفحہ نمبر ۱۲ پر لکھا ہے کہ:

”جے ایڈے کہ ایک دن وہ (۱۱ نومبر ۱۹۷۳ء) نے احمد صاحب کی عیادت کے سٹے  
دو ٹکنڈن زرننگ روم مارے تھے میں بھی ساتھ ہو گیا۔ وہاں سے واپسی کے وقت میں سے انٹرو  
ہس کا ذکر چھوڑا اور اس کی تصدیق چاہی کہ یہ بات کہیں تک ٹھیک ہے کہ آپ کو مفسر نگر کے  
پروٹیکشن علاقے سے فلکٹ دینے کی پیشکش ہے تو مولانا نے بڑی سے یاد دہانی سے یہ کہہ کر باواسطہ طور  
پر تصدیق کر دی کہ یہ عنایت و مہرہ کے پکڑے ہوئے ہمارے جو لوگ ان کی عیادت کے خدو خدو رہا ہے  
میں نے فوراً عرض کیا کہ آپ کے دور میں احمد الرحمن کے فیادات ایک ہی تھے اور وہ بھی اذلا یہی  
حیال رکھتے تھے مگر جب سردار شکیل سے دلی کے مساجد کے دوران برسے مارے مسلمانوں کی اذیت  
پروٹیکٹ میں غلط بیان کی اور اس میں ہمارے جینج کرنے پر اقرار نہیں بھی اس بات کا احساس ہوا کہ پروٹیکٹ  
میں چونا کتنا ضروری ہے“

— نارفاری نے اس مضمون میں آگے ہی لکھا ہے کہ آخر ۱۹۶۸ء میں متعدد حلقوں اور شخصیتوں کے اصرار  
پر اور حالات کے تقاضوں کے تحت وہ راجپوتوں کے ایکشن فونڈ کے لئے تیار ہوئے اور وہاں پہنچ کر انہوں نے وہ کی جی پوری کی  
دکھائی جو مولانا احمد الرحمن کے انتقال سے پارلیمنٹ میں پیدا ہو گئی تھی۔ ان کی تقریر میں پارلیمنٹ ریکارڈ کا ایک حصہ ہے اور کافی  
ہی ان کے مطالعہ کے بعد یہ کہنے بغیر نہیں رہے گا کہ مولانا احمد میں وہاں رہتے آج کے منتخب نمائندوں کے سامنے  
جن کے روبرو مرکزی حکومت میں چاہا ہے مسلمانوں کے مسائل کو جس طرح سے سنائے اور ہمارے وہ لاکھ ڈھیلے بیٹے  
اس کا کوئی اثر نہ ہو گا۔“

۱۵۔ مارچ ۱۹۷۲ء کو انھوں نے پارلیمنٹ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ پریوینٹو سٹاپ سے گذشتہ ایڈریس  
میں لاد اینڈ آرٹھ کے انتظام کی طرف اور کسی تقریر میں ذہنی سطح پر فرقہ پرستی کا مستحقہ کر کے کی یقین دہانی کی تھی اور ہماری  
قومی حکومت کی رہنمائی فرمائی تھی، لیکن مجھے انہوں نے کے ساتھ کہنے پر مجبور ہونا پڑا ہے کہ فسادات کا سلسلہ اب بھی ختم نہیں  
ہوا ہے اور جنہوں سے بڑاں عداوت اور فرقہ پرستی کی دلہشت انگ عادی ہے اور حکام صلیح عنفوت شکاری اختیار  
کرتے ہیں ان سے غنڈہ عام کر کے اس طرح سے امن مان کر کے کی چھوٹ مل جاتا ہے اور مظالم کا ظن سنا رہا جاتا ہے۔  
اگر پولیس کے خلاف ایجنٹ لیا جائے اور اسے بوجھلے میں چھوڑ دیا جائے گا اور سپینڈ کر کے تحقیقات  
کرائی جائے تو یہ چیز ناکامی سے نہیں آگے نہیں آگے ہو سکتی۔ اس کا کوئی ڈی و نے چھوڑ دینے چاہئیں، ان کی رپورٹ نہ آنے  
کی وجہ سے کہہ ہوا اور جرم کو سزا نہ دینا کے قوانین صحت میں یکہ نہیں ہو سکتا۔ ہمارے ملک میں ماشروپ سلیم سیکرٹنگ  
یوم ذہنی حالت ہو رہا ہے اور اس کا خطرہ ناک لٹر پکڑ کر ہوتا ہے اور وہ لڑائی لگاتے دیتے ہیں اور حکومت باہری ہڈی لگاتے

تو ان حالات میں لایہ بیٹا آؤ اور امن قائم ہو سکے گا۔"

۱۲ دسمبر ۱۹۴۳ء کو راجپور میں صدر کے لشکر کے قتل و پرتویر کرتے ہوئے پھرائوں نے بڑی بے توفی کے

ساتھ ان اعلیٰ طاقتوں کے خلاف آواز بلند کیا۔

"فرقہ دارانہ جذبات رکھے دل سے بھی لڑیں ہیں گیس گئے ہیں اور اس کا خمیر سب کچھ نہیں اپنے دانش کما باندوی سے ان میں کوئی جگہ وہ اپنے کارنامے برابر اچھا ہوتے رہتا ہے جس سے حاکم اور عدل سے بھی مراد نہیں۔" اپنی فخریہ کہ جلدی رکھتے ہوئے مولانا نے فرمایا۔

ایک ماہ میں وہی جو رستری سے پڑھا چاہتا تھا کہ وہ بتائے کہ کے حالات میں اس وقت میں اس وقت میں کتنوں کو سزا دی گئی ہے دیکھتے ایسے ہیں جن کے معنی کچھ کما گیا ہو سکتے ایسے ہیں جن کی ترقی ہو گئی، اکیس پندرہ دنوں کے خواب کئے گئے۔"

میری یہ درخواست ہے کہ حکومت اس بات پر غور کرے اور اس کے لئے اسپیشل فورس ہے اور اسے ہر طرح کی چوری، پتلی کا پڑو اور دیر چاہیے جس سے وہ دشمنوں میں بیچ کر مٹائی اور اس سے پانچویں سے چارج بکرو حکومت پر قابو کرے اس کے لئے کاسٹی ٹیوشن میں اسینڈمنٹ ہو کر اپنی سب سے زیادہ اہمیت رات دینے کے لئے تو وہ بھی پڑا چاہیے اس لئے کہ اس ملک کے لوگوں کی جان و مال عزت و آبرو کو بچانا ضروری ہے۔

**چند اہم خدمات**

مولانا نے مختصر زمانہ میں شب و روز منہمک رہ کر میں طرح دین وقت کی خدمت کی ہے کئی روز ہرگز نہیں کر سکتا تھا، حقیقتاً مولانا کی بے شمار خدمات کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔

دیکھنے میں آیا ہے کہ ایک آئی میدان سیاست میں ہے تو میں اس کا پورا سہا ہے، پھر کسی ضرورت میں اس کا حلیہ بھی میں جاتا، اگر مولانا سے کسی طرح وہی خدمت کے میدان میں ہے مثال حدود جس کی اس طرح سب سے سب سے سب سے میں بھی دین سوچ رہا کہ کچھ جیسا کہ وہاں سب پارٹس میں داخل ہونے کے واسطے ہے، بالکل خدمت میں ایک میں لال وعلقہ تیار کیا، فرقہ پرستی کو دشمنی نہیں جو اب دے سکے اور پھر دستاویز میں اس سے عبارت پڑانے مولانا، اسے اس بارے میں کامیاب بھی ہوئے۔

آپ امداد کر سکتے ہیں کہ مولانا کے ممبر ہونے سے قبل پارٹس میں ایک وہی میرا ہے جسے جو مسلمانوں کی تلو پر کچھ کہا کرتے تھے مگر اب یہ حال ہے کہ ان میں ایسے کتنے ہی ممبر ہیں جو کھیل کر مسلمانوں کی حمایت کرتے ہیں۔ انسان سے سکے غلط آواز اٹھاتے ہیں اور ان کے ساتھ بات نہ کی جائے کہتے ہیں۔ مولانا کی اگر خدمات کو دیکھ کر ہر دلی تکان کے برابر بعیرت و رشک کرتے ہیں اور ان کی شہرت کو بوج

حقیقت پیش کرتے ہیں مگر نسوی کہ زور دلائے کے وطن میں مولانا کے پیام کو جسے دلنے کم ہی لوگ ہیں۔

حال ہی میں نکلنے سے میر نے ایک مضمون لکھا "اگر بلا اعلیٰ جاوے جگ میں ہوتے توں کی ہاں ہے صدقہ مال کی مانی" یہ ہندوستان کے مسلمانوں اور جواس جگ کی خوش نصیبی ہے کہ یہاں مل جاواں تقیم ہے اور زبردور دور کے مسلمانوں کو مولانا اعلیٰ جیسا مخلص، مدبر اور فعال رہنما ملا۔ مولانا کی ہمدردی ہم ہمدردی صداقت کے مقرر تہ کر دہاں اس امر کے ساتھ ہاں کتاب کو کم کر ہے ہاں کہ۔

خان نگر تنگ دگی جس زوسیر  
گجھین ہسار تو رہاں گھو دادو

مسجد عبدالمجیدی | نئی دہلی ہندوستان کی واحد ماں ہے ہندوستانی مرکزی حکومت کے داتا بیرون ملک کے مسلمانوں کے اور کئی سیاسی و غیر سیاسی جماعتوں کے مراکز ہیں۔ البتہ پہلے مسلمانوں کی کسی طاقت کا کوئی دفتر ۱۹۹۴ء سے پہلے نہ تھا۔ مولانا نے مسجد کی باگ ڈور سنبھالتے ہی یہ فیصلہ کیا کہ جمیٹہ کا مرکزی دفتر نئی دہلی میں منتقل کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں کام کو بہتر بنی صداقت دی ہے کہ کسی اجتماع میں انھوں نے کارکنوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا۔  
"کام کرنا چندہ بازی کی کھلا جی سے مست کر دہاں کام کر دے اور ہر خود آئے گا۔"

حقیقت یہ ہے کہ ان کا ابتداء سے ہی حال ناہ ہے لیکن پیسے کی بردا نہیں ملتا۔ مسجد عبدالمجیدی جس کی تاریخ بڑی ستا ہا ہے سینکڑوں سال سے عمیر آؤ پڑی ہوئی تھی اور بڑے بڑے درخت لگی تھے۔ اس میں گھاس اگی ہوئی تھی جاہا غارتی تھی ہاں جاوڑ لبر لیتے تھے لہذا کوئی آدمی اس میں جانے کہ بس نہیں کر تھا۔ مولانا نے اس مسجد کو آرتھوڈوکس سے حاصل کر کے صحت و مرمت کرائی۔ حیرت ہول ہے کہ جس ہی مہنگوں کے اندر کس طرح مولانا نے اس کا بیسٹ بلڈائی آج اس مسجد کو دیکھیں تو حذوہ میں ہوتا کہ چندہ ہوتی تھی اتنا کام ہوا ہوا۔ مسجد کے وسیع احاطہ میں دور دیہ کر کے ہاں جن میں جمیٹہ علو ہندو کا مرکزی دفتر اچھے تمام وزارت کے ساتھ مسروق کار سے

ذرا قصور کیجئے اور آج کی مسجد عبدالمجیدی کے گرد پیش کے حاصل کا جائزہ لیجئے ہاں ہاں ہاں ہاں۔ شے بڑے انگریزی، مشاورت، امداد کا "تیج" اللہ "صوب" دہلی سے شائع ہوتے ہیں۔ سلسلے ہی مرکزی انکم ٹیکس کا دفتر ہے تو ہاں ہی دور پہنچ کر کٹ ہے۔ مولانا آرام بیڈنگ کالج بھی قریب ہی ہے اور اس کے عقب میں حضرت امام الشاہ علی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ آرام گاؤ ہے۔ اس جگہ سے ۱۰ محل میں ایک چندہ ٹیلڈ ہر قدم و منگ کی کجہ میں کو توجہ ملی نے ۱۵۶۵ء میں ہوا تھا اور جس کے متعلق دستاویز ہے کہ اس میں کئی بار میں پڑھی گئی، آج سرانجام لے کر ہی ہے، اگر یا کہ مسلمانوں کو حکومت لے کر ہی ہے کہ اپنی تمام وضع اور اہل اور تمام ریاست کے ساتھ تہوں ہوتے ہوئے ہندوستان میں ہاں ہی عرصہ سینہ ان کہ چلا ہے۔ آج یہ مسجد زمان حال سے یہ جگہ آ کر ہی ہے کہ میں سینکڑوں سال سے خیر آؤ پڑی ہوئی تھی اور میری طرف ہی

مٹی کو ایک دیا بھی جو اسے داکٹر کی ذمہ داری تھا مگر کب لاشدائے دوسرا ہوا بعد میں اسے میری بی بی کو بیٹے رونق پر ترسی کی کہ میری حالت میں رہی اور اب میرا حال امانی سے بہتر ہے بلکہ قابلِ فخر ہے۔ سید عبدالحی بہ پیغام بھی دے رہی ہے کہ مسلمانوں کو چاہیے تو اسی طرح اپنے گھر سے دھرتی سے جہاں تک سکتے ہیں اور طاقتِ شبِ ظم کو ادا کر کے یہی تمدن کر سکتے ہیں۔

**مسلم فنڈ**

مسلم فنڈ کی تحریک مولانا جی کے ذہن کی اختراع سے اس فنڈ نے مسلمانوں کو آزاد و مستان میں کام کرنے اور ترقی کرنے کا شعور بکھڑا ہے۔ جس کے پہلے اور بعد میں مولانا نے اس کام کا آغاز کیا جہاں تک ہاتھوں روپے سالانہ جمع ہوتے ہیں اور آستانِ شریف، سرور، قندھار، کولہا، کھنڈ، روپے بطور قرض دینے جاتے ہیں۔ مسرہ پورہ، پانی پتہ اس کی شاخیں جھست ہیں۔

جمعیۃ علماء کی مجلس میں مسلمانوں کو ہر ہی شی اسطری پہلے ہی کے کسی صاحب نے ایک قصبہ کا فنڈ شروع کیا کہ وہاں جب سے فنڈ قائم ہوا ہے وہ مسلمانوں کو قرض ملے کہ اسی اتنا ہی ضرورتاً چاہیے کہ جی۔ مٹائی یہی کی حالتِ خواب ہو گئی ہے حتیٰ کہ ایک سو ڈھائی روپے کے پاس دو چار سو سے لے کر کئی سو لاکھ روپوں سے ہمارے ہندی ہندی اردی!

**جمہوری کنونشن**

مولانا نے قزاق پرست طاقتوں کو لگا کر دے اور مسلمانوں کو حوصلہ مند بنانے کے لئے ۱۹۲۳ء میں وہی میں جمہوری کنونشن کے نام پر ایک اجتماع کرایا تھا۔ اسی کنونشن میں ہندوؤں، مسلمانوں، سکھوں، عیسائیوں، سب کو شرکت کی دعوت دی گئی اور ہندوستان کے ہر گوشے سے مندوبین آکر شرکت ہوئے۔ اس کنونشن کا مقصد اور مقصد اوریت کے لئے ایک چیلنج تھا۔

**انگریزی پریس**

علی اور دیندار شہزادہ کو مینڈ مسلمانوں کو کیا کہہ رہے تھے کہ ان کے تقاضوں کو نہیں سمجھتے اور دنیا است پرستی میں مبتلا رہتے ہیں، حالانکہ علما نے برابر اپنے غرضوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ وہ رہا کے تقاضوں کو زیادہ سمجھتے ہیں اور جی سید جیہ سامنے آئی اس سے مسلمانوں کو احوال سے کبھی نہیں ہٹا دیا گیا کہ انہیں نے انگریزی دنیا علما پر جوں اور صحت سے الزامات لگانے لگے ہیں اور میں ایک الزام یہ بھی رکھی گیا کہ انہیں نے انگریزی دنیا کی فہم کی اصلاح کو یہ سراسر اہتمام ہے۔ مولانا صاحب نے جس وقت نے جنہیں ۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے جبرورہائے شہر کی مزاد کی تھی اپنی تصنیف "کالہاؤن میں کہا ہے۔"

ہم نے وہاں استفادہ انگریزی زبان سیکھی تھی کہ ملائقی میں پیش کرنے کے لئے ہا صنعت انگریزی زبان میں لوگوں کی مدد سے تیار کیا کرتا ہوں اور انگریزی کو تیار کیا ہے بہت مسلمانوں کو یاد کیا کرتا ہوں۔ انگریزوں کی آنکھ کے معابد کا۔ واقف ہے اور اس وقت کے ایک ایسے عالم دین کا یہ دونوں زبان کی جہاں ہے

جراغریوں کے دشمن تھے، پھر کیے کہنا سکا ہے کہ سدا انگریزی زبان کے مخالف تھے۔ البتہ یہ مراد ہے کہ مخالفانہ  
 وقت و مقام نہ فرمایا اور صحیح فرمایا کہ مصلحتاً اب حکم ہے ایسا۔ ہرکا انگریزی زبان کے ساتھ ساتھ انگریزوں کا مدد سہارا  
 بھی استہوار کریں، اس لئے انھوں نے، احتیاط کے ساتھ احتیاط کیا۔ ان ہی مولانا صاحبوں نے انہیں کہا ہے کہ یہی ہے جس کا ہے۔  
 "انگریزوں کے ساتھ کام نہ کرنا۔ انگریزوں کے مخالف تو رہیں اور انہیں میں ہی جسے کہتا ہے کہ وہی ہے۔"

ایک عالم اور ہمارے سب اس زبان کا بڑا پرہیزگار ہے تو پھر پھر کیا کہنا کہ اس کا حل ہو سکتا ہے؟ اس کا حل کچھ نہیں ہے،  
 ضروری دیر کے لئے اگر ہم میں ہی میں کہتا ہوں اس زمانہ میں انگریزی سے روک کر ملی کی گراہی سب دیکھتے  
 ہیں کہ مسلمان انگریزی اخبارات میں تو مسلمانوں کی یہ امت کیسے نہیں، تا۔ اب سے تقریباً دو سال قبل مولانا صاحبوں نے ملک  
 کے ہر پڑوسیافتہ طبقہ کو دعوت دی تھی کہ ان کے ذہن میں ایک انگریزی اخبار کی مسیادہ نہیں۔ لوگ جمع ہونے لگے اور انہیں  
 تعلیم، صنعت اور صحافت کی خدمت پیشکش ہوئی، انہیں کیریئرزم نے دلچسپی اور وقت میں مصروف کرنے کے لئے  
 کہا کہ آپ اپنے حلقہ اثر سے پہلے کہہ کر تمام ممالک کے جمع کریں، پھر ہر لوگ اپنی اپنی کر لیں گے۔

مولانا ایک عادت لیے بہت پسند ہے وہ یہ کہ مل نہیں کسی کام میں، انہیں پسند نہیں، جو کام کر رہے ہوں  
 کریں گے۔ میں جابجگاتوں میں کہیں گا کہ بچے کام کا جو مولانا اور اس کا بیٹا، انہیں کہیں نہیں ہے، بچے گزشتہ گناہی  
 سے نکال کر عمل کی شاہد پر انہیں نے ڈال ہے، میں نے جب یہ دیکھا کہ وہ ملک کی ترقی و بہبود کو ہر طرح بڑا کام کے  
 کیجئے، انہیں و خوش تیار ہیں تو ان کے نیچے ہر ایک انداز میں کے زیر سایہ رو کر کام کرتے ہیں، انہیں ہر قسم کی توجہ نہیں  
 ایک گھنٹے سا یہ دیکھتے کہ بچے بیٹا ہیں، انہیں آفتاب کی قناریت آپ کے آپ ختم ہوتا ہے۔

ہر حال مولانا نے اس اجتماعی نسل کے مطالبات میں کا کوالر اور دیا جا چکے ہیں، ہندوستان کے عواموں کا دورہ کیا  
 اور ایک لاکھ سے زائد رقم لاکر جمع کر دی، انہیں ان کے مدد میں جیل اور ایجنٹوں کو آج تک تو میں نہیں ہوں کہ ملک  
 کا ہی ہر دورت کو پرکھنے کے لئے قدم آگے بڑھانے، مولانا کا دورہ واقعی ایک طویل دورہ تھا۔ ایک ایک ممالک پر  
 پانچ چھ ہفتوں میں گزریا کہ آتھی نہیں ہے۔ ان کے دورہ پر قبضہ کر کے کہیں کہیں وہاں پر ہر طرف کی  
 سہولت حاصل ہوتی ہے

میرا اشارہ ہے کہ مولانا نے اس دورہ میں انہیں کا سفر کیا، میں کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ اس ملک میں ایسی قومیں  
 بھی موجود ہیں جن کا ایک فرد اپنے پیٹروں کو لاکھوں کی رقم شمار کر دے جیسے میں اور پتہ کیا جانتا ہی نہیں کہ وہ کہاں گئی۔ مگر ہندی بھی  
 ایک نسل ہے جو دنیا کو سب سے گناہگار بنا رہی ہے۔

روایت ہلال کاغذ نویس | مولانا نے ہندوستان کے مسلمانوں کو متحد کرنے اور اختلافات کی دلدل سے نکلنے کے  
 لئے جہاں دوسری بہت سی تجاویز کو دیکھنے کے لئے کہلانے کی کوشش کی وہیں ۱۳ داکٹر بر ۱۹۱۱ء

کو اپنی غلبہ دہلی میں کی ہے۔ یہاں ہدایت ہل کے لئے اس کے ساتھ ایک وفد بھی گیا۔ اور یہاں کے سیکرٹری سے یہاں تک کہی گئی۔

جنوبی سنائی کی اجتماعی جمعیت پر من گھڑے کے لئے مجھے ملتا ہے۔ ہندوؤں کے زیر انتظام ۱۹۱۰ء میں ایک ادارہ "گورنمنٹ اگریکلچرل" کے اسم سے نام کیا گیا اور اس کا نام رکھا گیا۔

**عرب حمایت کو نیشنل** | عرب امریکا کی ایک کمیٹی کے قیام پر امریکا کی حمایت میں وہ فوراً ہی ایک عرب کمیٹی کو قائم کیا۔ اس کمیٹی میں عرب ملک کے فائنٹ سے بھی ڈیپارٹمنٹ کے ایک شخص کو بولنے کے لئے اور ان کے مشنوں کے لئے شکر ہے اور ایک اور شخص نے عربوں کی آئینہ کے مسئلہ میں گیا۔

**عازمین صحیح کی ادارہ** | سعودی حکومت نے ۱۹۱۵ء میں عازمین صحیح کے قیام کے لئے ایک عازمین صحیح کی ادارہ قائم کی۔ اس ادارہ کے عازمین صحیح کے قیام کے لئے ایک عازمین صحیح کی ادارہ قائم کیا گیا۔ اس ادارہ کے عازمین صحیح کے قیام کے لئے ایک عازمین صحیح کی ادارہ قائم کیا گیا۔

اس ادارہ کو سعودی حکومت نے ہندوؤں کے لئے بھی کھولا تھا اور سعودی حکومت اپنے عازمین صحیح کے لئے ایک عازمین صحیح کی ادارہ قائم کیا گیا۔ اس ادارہ کے عازمین صحیح کے قیام کے لئے ایک عازمین صحیح کی ادارہ قائم کیا گیا۔ اس ادارہ کے عازمین صحیح کے قیام کے لئے ایک عازمین صحیح کی ادارہ قائم کیا گیا۔ اس ادارہ کے عازمین صحیح کے قیام کے لئے ایک عازمین صحیح کی ادارہ قائم کیا گیا۔

**عازمین صحیح کی ادارہ** | ہندوؤں کے لئے بھی کھولا تھا اور سعودی حکومت اپنے عازمین صحیح کے لئے ایک عازمین صحیح کی ادارہ قائم کیا گیا۔ اس ادارہ کے عازمین صحیح کے قیام کے لئے ایک عازمین صحیح کی ادارہ قائم کیا گیا۔ اس ادارہ کے عازمین صحیح کے قیام کے لئے ایک عازمین صحیح کی ادارہ قائم کیا گیا۔

وہ برہمنوں کو شکر کرنے میں

ہندوؤں کی ایک جمعیت ہے جس کے قیام کے لئے ایک عازمین صحیح کی ادارہ قائم کیا گیا۔ اس ادارہ کے عازمین صحیح کے قیام کے لئے ایک عازمین صحیح کی ادارہ قائم کیا گیا۔ اس ادارہ کے عازمین صحیح کے قیام کے لئے ایک عازمین صحیح کی ادارہ قائم کیا گیا۔ اس ادارہ کے عازمین صحیح کے قیام کے لئے ایک عازمین صحیح کی ادارہ قائم کیا گیا۔

## مختہ قومیت اور اسلام

پس لفظ مختہ قومیت اور اسلام

مختہ قومیت اور اسلام

تقریباً ایک سال تک مختہ قومیت اور اسلام " اور  
 " مسابہ بیرونی لفظ نظر سے " کے حوالے سے شمس العلماء مولانا  
 عبدالرحمن صاحب اور مولانا احمد ظفر الرحمن صاحب میروا روئی کے  
 درمیان "بران" کے صحافت میں ایک طویل سلسلہ بحث جاری  
 رہا۔ اس بحث کا آغاز چنگر حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی  
 کے رسالہ پر ایک سختی نظر سے ہوا تھا۔ اس نے ہائیرین گرام کو یہ  
 یاد دلانا ضروری ہے کہ دہلی دہلی جب مولانا مرحوم نے وہی  
 کے ایک جلسے میں "مختہ قومیت" کا ذکر کیا اور ایک افتاد  
 میں اس کی غلط صلط پرورش شائع ہوئی تو سب سے پہلے  
 ڈاکٹر اقبال مرحوم نے اس کے خلاف اپنی ہارنگی کا اظہار ایسے  
 تلخ لہجہ میں کیا کہ بھولنے جیسے شائستہ اور سپردہ السان کے  
 شایان شان رہتا تھا۔ اقبال مرحوم کی اس تحریر کا اجداد میں  
 شائع ہوا تھا کہ دونوں طرف سے مصنفین انعم و تکرار کا استا  
 بند ہو گیا۔ لیکن اسی ہنگام میں صاحب مولانا حسین احمد صاحب مدنی نے اپنا  
 ایک بیان شائع کیا اور اس میں وہ واضح کر دیا کہ انہوں نے  
 تقریر میں کیا الفاظ تھے تھے اور ان سے ان کی کیا مراد تھی تو

اگرچہ بعض خود عرصے گنگ نے پھر بھی جناب مرحوم پر زبان  
 قلیح اور بے رحمی میں کہہ ہی نہیں کی مگر جہاں تک مرحوم ڈاکٹر اقبال  
 کی دامت کا تعلق تھا ان کا دل مولانا کی طرف سے صاف ہو گیا  
 اور اس کا انور انہوں نے ایک معذرت کارنگو کر دیا۔

یہ سچ ہے کہ مختہ قومیت " کا لفظ ایک مد تک منہ  
 میں ڈالنے والا ہے اور صرف اس وقت جبکہ اس کا اعلان ہو گا  
 کہ طرف سے جو بڑبڑ وقت کی آفرین کر، لیکن ناقابل اعتد  
 قرار دیتے ہیں اور وہ حق اشتراک پر ہی تمام تحریروں کی بنیاد رکھتے  
 ہیں، لیکن اگر یہ سچ ہے کہ ایک مبہم کلام کی اصل مراد کا تعین حکم  
 کی خود اپنی تفصیل و تشریح سے اس کی رہنمائی کے واضح احوال و  
 کرائے سے اور اس کے ذاتی رجحانات و مستعدت کے روشنی  
 میں ہی ہو سکتا ہے تو ایک مومن صادق کافر ہے کہ وہ محض  
 کہیں ایک مبہم لفظ کو سن کر اپنی طرف سے کوئی خاص معنوم مراد  
 لے لکھ تو منظم کے بیان سے اس کا مطلب متعین کرنے کی  
 کوشش کرے مولانا حسین احمد صاحب بقول مختہ قومیت "



سے کیا ٹھہرا دیتے ہیں؟ اس کی تشریح وہ متعدد بیانات میں کی ہے  
 ہیں ہم درہن میں ایک اقباس درج کئے ہیں جو ۱۱۱۱ کے  
 حلقہٴ صداقت سے ماخوذ ہے آپ سے یہ حلقہ جو ہر کے  
 اجلاس صحیحہ العلماء میں چڑھا تھا، عرض ہے،

”ہم استاذگان ہندوستان کو یقین دہانہ  
 ہونے کے ایک لشکر رکھتے ہیں جو کہ اصناف  
 مذہب اور اختلافِ مذہب ایک تہ پر حال ہیں  
 آئے رہتے ہیں اس طرح ہماری سرروں کے انتہائی  
 ذوق اور مصروف کے بنائے اور محض اور کائناتوں  
 کے اشتراک سے ہندی مشترکہ انسانیت میں  
 فرق نہیں آتا، اسی طرح ہمارے مذہب اور تہذیب  
 اختلافات ہمارے وطنِ اشتراک میں مل جائیں  
 نہیں ہیں۔ ہم سب وطنی حیثیت سے ہندوستان  
 ہیں۔ اور وہی ممالک کے اصول اور معمرات کے  
 نواز کا کر اور اس کے لئے جو وہ صلوات کا  
 بھی اسی طرح ذریعہ ہے جس طرح دوسری  
 ممالک اور تہذیبوں کو اس کا اس کچھ سب کہ  
 مگر پوری طرح کائنات میں ضروری ہے  
 اگر آگ لگے کے وقت تمام گانوں کے اٹھنے  
 ہونگے نہ گمانیں گے، اسی وقت اٹھنے کے وقت تمام  
 گانوں کے لیٹنے والے بندے ہمارے ہی کے تمام  
 گانوں پر ہمارے ہمارے اور بھی کے لئے زندگی  
 دیان سبائی اسی طرح ایک کھٹ کے پٹنوں  
 کا مرض ہے خواہ وہ ہندو ہیں یا مسلمان  
 مکہ ہیں یا پارس کہ کب پر حیب کوئی عام

صیبت چڑ جائے تو مشترکات سے اس کر  
 ڈور کرنے کی جدوجہد کریں۔ اس اشتراکِ وطن  
 کے سب پر یکساں فرائض عائد کئے ہیں۔

مذہب کے اختلاف سے اس میں کوئی رازگار  
 یا کوئی ہی نہیں ہوتی۔ ایک مذہب پر پوری  
 طرح قائم رہ کر ایسے فرائض انجام دینے سے  
 یہ اشتراکِ وطنی نہیں ہوتا، ڈسٹرکٹ پرنسپل  
 کوٹلیوں اور پٹیوں میں ۱۱۱۱ سے مختلف لفظ  
 مہر و شش شہر۔ مٹی یا سب کا کہہ کر انہم ہتے  
 اور اسکو ضروری سمجھتے ہیں یہی مٹی اس جگہ  
 ”معدہ قومیت“ کے ہیں، اس کے علاوہ  
 دوسرے مٹی بزرگ کہہ سبے ہیں وہ مٹی اور  
 ناہانہ ہیں یہ مٹی تو قومیتِ معدہ کے جو  
 سمجھ کر لیتے ہیں اور جو کھڑکی اشخاص انفرادی  
 طور پر مٹا دیئے گئے ہیں ان سے قومیت

جمیہٴ علماء ہند اور تہذیبی کر بول ہے۔ ۱۱۱۱

۱۰۔ اس کے بعد کسی مسلمان کو یہاں تہذیبی کر بول ہے کہ  
 ”معدہ قومیت“ سے کوئی ایسا مضمون مراد ہے جو قومیتِ اسلام  
 کے مفاد یا مسلمانوں صحت کے کسی عمل کے خلاف ہے نہ ہوسکے  
 مراد یہ کہنا چاہتا ہے کہ وہی مراد، کھانا پر کرنے کے لئے ہونا ہے  
 جو پیرائے ہیں، فقیر کہ ہے اس میں مشابہت نہیں ہونا چاہئے کہ  
 جسے مسرت ہونے ہے لیکن مٹی کا مسلمانوں دستِ عدت  
 فی اللہ مطلق اس مسامتت کیلئے وجہ اختلاف ہر مکتبہ ہے۔

”معدہ قومیت سے نواز“ کے معنی جو قومیت مٹی کا لفظ

# ”متمدن قومیت اور اسلام“

تصویر کا دوسرا رخ

(ڈاکٹر مولانا محمد امجد الحسنی صاحب سید اور وی سی)

تمہید

دنیا نے اسلام کے ایک مشہور عالم دین نے جن کا تہجر، تقویٰ و تقدس اور جن کی ذات ذات کو افقِ وحی تک دونوں کے نزدیک مستم ہے ایک مرتبہ دہلی کے جلسہ میں دورانِ تقریر میں قومیت اور وحییت کے متعلق کسی انگریز کا ایک قول نقل کیا گیا تھا۔ تقریرچ لکھنؤ سیاسی مٹھی اور آرائش ہند کے مسند سے مستحق۔ اس سٹیج تک خیالات کے جسہ مقامی لوگوں اور ایک دم اہتمام مقامی اخبار نے اس کے علاوہ کسی ہنگامہ اور انگریز کے اس قول کو خرد مولا کا عقیدہ ظاہر کر کے اس کے ضلالت ہنگامہ پیکر دیا اور یہ سب ڈیپٹی ایس ایس ایم کے ایک ایسے نامہ اسلامیات حاضر نظر کر خدا اظہار مات و دیگر موجود سیاسی کشمکش میں اہم اثر خاندانہ اٹھانے کیلئے اس متمدن بزرگ اور رہنما نے وقت اسہ میر سے لائے ہیں ایک حد تک کامیاب ہو گئے۔ جاہلین کے سناخ و مصلحتین سے تحریر و تقریر کے ذلیلیے تمام ملک میں ترجمان بنا کر دیا اور سیاسی جرائد علمی و رسائل اور مستقل تصانیف، مضمون تحریر کا کوئی چشمہ لیا۔ ان دنوں جس سنہ و وقت میں سب کا حکیت میں حصہ نہ لیا جو۔ مگر خوش قسمتی سے یہ مضمون پبلش ہو لیا۔ رہنماؤں کے اچھی کجورت سے ختم ہو گئے ہیں کا اصل ”متمدن قومیت اور اسلام“ نامی رسالہ کے

مطلوبہ پر درج ہے

اس تمام ہنگامہ سے اگر متمدنوں کا مقصد وہ مسئلوں کی جامعیت پیدا کرنا ہے تو اس صورت پر ہی کہ تمام ہنگامہ پائیے

ہو جانے کے بعد اصولاً افسانہ اور دوسرے مباحث پیدا ہو گئے تھے جن میں یہ کہ جو دہریہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معاہدہ ہوا تھا وہ نہیں، اور اگر ہر امتداد میں کن کن سے قابل شکر ہے؟ قرآن کریم میں جو خبر اسرائیل فرمائی ہے اس سے کون لوگ مراد ہیں؟ نیز یہ کہ ان روایات سے ”متمدن قومیت“ کے لئے اس قدر لال درست ہے یا نہیں و غیرہ وغیرہ۔

یہ سب علمی مباحث تھے جن کے متعلق قدرتین برہن کو اعتراض ہو گا کہ روایات مباحث سے بیکار سنجیدگی و ممانعت دلوں تہمتی وحی لگی ہے البتہ کہیں کہیں کچھ کمی ضرور پیدا ہو گی ہے لیکن اس کی معذرت میں غائب کا یہ شعر عقیدت سے تئیر کے ساتھ بے شکلف پڑھا جاسکتا ہے۔

مستحق میں آپڑی تھی سخن گسترانہ مات

مقصود اس سے متعلق غمخیزت میں مگر

دہی یہ بات کہ فیصلہ کیا ہوا ۱۲ محسن گفت و شنید سے

کسی سسٹم کا آج تک کوئی قطع فیصلہ نہ ہوا ہے اور سائنس

جو۔ ہیں اس بحث کا یہ خاندانہ کیا کم ہے کہ خلقت علمی

مباحث بسو و قصص میں کیسے تھے آپ کے مدنے آگئے اور

اس نوعیت کی بات کہ جسے کا کوئی گرتہ نشہ نہیں رہا۔

دل اس میں بعض خوب مذاہب



تھی مگر اس میں کہ ایک ذہن اور دماغوں سے چند استوار جوتہ ہوا  
 نے غلط فہمی کی بنا پر ملک کا صدر بننا تھا۔ اسلام کے خلاف کے تھے  
 اور جہد کے اصولوں سے ابھی ناگاہی میں قربت کے ام پر واپس  
 لے لیا تھا۔ عین کی آنکھیں دو گار کتب میں شائع کر کے لیا تھا  
 کہ دولت اور بخش و عداوت کی آگ کہ اس طرح سرور کے اہلیوں  
 حاصل کر پھر حکم میں بیٹے اس نیز تب کہ چھوڑا کہ دوسری مرتبہ  
 پھر اترانی و اشتقاق اور حضرت رسالت کی کہ اور اور اور  
 اور اس مرتبہ اور صوبہ کے نظریہ و قرینت کی کہ اس کے بعد مسکن  
 میں منفعت اقامت کا مقصد پر کہ معنی طاقت سے بردار اور ہوسے  
 اور خالص اسلامی طاقت کے اسباب میں آج کے کی صورت  
 میں اصل مقصد کے پر اور ہونے تک ملک میں شریک حکومت کے  
 قائم کر دینی اقتدار سے "ستر" جگہ میں ہمارا عالم اسلامی  
 کے عدا کے پیش نظر "مردی" قرار دینے کو بھی جس کو خاص  
 اصولوں کے تحت مقصد قرینت کہ گیا ہے جہد شریعی اور اسلامی  
 کو اور حرکت کی طاقت کو فکر کیے کردہ اور اہل سے مسکن  
 کہ کے سیاسی اور دینی دلائل اور بیٹوں سے اس کے خلاف نہیں  
 اٹھنے گئے۔ تب "مقصد قرینت" اور اسلام" پر یہ کیفیت آئی تاکہ یہ  
 واضح کر دیا جائے کہ جو وہ حالت میں نہ ہو جو اسلامی ہے اور  
 نہ غیر شریعی، بلکہ ایک مقصد شریعی کو قرینت لے کیے بغیر مقصد  
 ضروری ہے۔ نیز یہ کہ جو دینی نظریہ قرینت اور ہوساکن  
 کی وہ اہلی قرینت مقصد، ایسے ستر کہ نظام حکومت کے دینیوں  
 دین و اسکاں کا فرق ہے جس میں دونوں کے درہم و شہد ہی  
 معاشرتی اور ہر قسم کی فی اقبالیات معقول اور خود مبرا، قائم ہے  
 ہونے خاص سیاسی اور انتظامی امور میں شرکت رکھی ہو۔  
 پھر اصل اس کتاب کے شائع ہونے پر موافق و مخالفت تقریروں

اور تقریروں کے بعد یہ ہی ختم ہو گیا اور اس میں دیر سیکھنے کے لکار  
 آؤ کہ کوئی اس عداوت سے ہٹ کر دوسرے اور کی جاوے  
 پھر گیا۔

قیسب اور مد میرت سے جناب شمس العلماء پر دوسر  
 صاحب کے اس طرح لکھا، پھر اہل نے اس بحث کو قرآن مجید اور اب  
 تیسری مرتبہ تازہ کرنے کی سعی فرمائی ہے جو کسی طرح میں ہی ہو  
 جس میں کہیں جاسکتی جو عرصہ گذشتہ دوا حاصل سال میں اس سلسلہ  
 پر تھی، اور یہ اور سیاسی برعزت سے مقصد صحابہ میں نے فتح  
 ہو چکے ہیں ان میں قریب قریب وہ سب ان میں منف ہر تینوں  
 سے آج بھی ہیں کہ اور اور صاحب کے عقائد کو دشمنی کے لفظ  
 پر مبنی کر دیا ہے اور اس طرح ان کے جناب میں شرح و بیانیہ کے  
 ساتھ تین ہونے ہیں، مسلمانانہ اور قرآن کریم کا ہر  
 کا صلح کرنے پر شرح اسلام دینی میں خیر دینی رسالے  
 بحث کے دونوں گوشوں پر کافی اور سیر حاصل بحث کر چکے ہیں  
 تو اب اس شرح کو دیکھ کر بیوقوف نہ کہ شرح دینی باہمی حد سے  
 کہہ دیا جاسکتا ہے! پر یہ شرح صحابہ کے اصولوں کو کرنے سے  
 یہ بھی صحت ظاہر ہے کہ ان کے اس ادارہ کے ادارہ کو اس  
 مسئلہ کو کسی ایسی شخص سے گفتگو رکھیں گے وہ اپنے اور میں  
 قطعاً ناگہم رہے ہیں اور بحث کا رخ معاہدہ کے عملی بیوسے  
 ہٹ کر بارہ فرسوز اور سیاسی رجحانات سے مستحق ہو گیا ہے  
 یا مستحق کر دیا گیا ہے۔

پھر اس میں مسلک میں لگو کہ حضرت مسعود رسالہ  
 مقصد قرینت اور اسلام کا ہوا ہیں، تاہم اس بحث کو  
 "مقصد قرینت" کے نام سے زیر بحث قرار دینا شروع سے  
 اس نے مزید نہیں ہیں کہ اس مرکب لفظ کی آواز میں ناان

خیال حضرت آسانی اس دے کے مؤمنین کے خلاف عام سلاطین کو دھمک دیتے اور زیادہ سے زیادہ مشتعل کر دیتے ہیں اور ایسا کام دلاتے ہیں کہ اس نظر پر کے حافی مسلمانوں کی امتیازی نوعیت سے منکرانہ ہندوستان میں برسرین نظریہ کے مطابق ایک مستقل قوم بنا کر ہندوستان کے لئے مسلمانوں کو ہتھیوں میں ختم کر دینا اور اپنی اقتدار سے گرفتار کر دینا چاہتے ہیں۔ حالانکہ پتا کھسا اس تحریر کا نتیجہ بھی ایک لمحہ کے لئے مسلمانوں کے دل میں نہیں گذر سکتا۔

پھر اس دفاعی نوعیت کے نظریہ سے یہ سب کچھ لازم آتا ہے جگہ جگہ اس کے فرائض سے اسلامی اہلک کے اختیار کئے ہیں اور زیادہ دصحت پیدا ہونے کی صورت ممکن ہے لفظ بعض سیاسی اغراض کے تحت مخالفت جہاں مسلمانوں کا ہم پر اہتمام بلکہ کفایت ہوتی ہے سبھی مخالفت خدا کا عہد نامہ عظیم۔ بلکہ متعدد حقیقی وہ ہے جو اس میں مذکور ہے۔

علاوہ ازیں یہ دیکھ کر کفایت انہوں اور رنگی ہما کہ محترم پروفیسر صاحب! اور خدا اس دلو سے کے کہ وہ سیاسی بحث سے الگ ہو کر بعض علمی نقطہ نظر سے معاہدہ ہو گیا ہے ہندو علم و علم پر نظر فرمائیں گے۔ یہی مسلمانوں کی ابتداء میں سیاسی علموں و فنون سے درانت ہیں جس کے ذریعہ دوسرے سیاسی بہادروں سے اسلامی کے ساتھ حضرت مصنف رسالہ پر تیرا ہنسی کا ہے۔۔۔ اس لئے کہ اگرچہ علم و فنون و فنون، جدید و آسان کا انام اور سب سے خیر ہے، لیکن ان کا اہلک کرتے ہوئے مسئلہ اصل حقیقت کے خلاف کسی پرے جائز نام قائم کرنا یہ سب امر علمی مہارت میں سبب دیکھنا شروع کرنے جاسکتے ہیں تو جو یہ عقیدت کے نزدیک پروفیسر صاحب کے اس طریقہ سے بہتر ان بہادریوں کا طریقہ ہیں ان میں سے ان میں سے جنہوں نے

ذاتی کے معصوم میں تخریب کر کے، اپنے مزاج اور اعتقاد کی بنا پر ہر کچھ نہیں پر آگیا اور جو کچھ لکھا جاسکا تھا۔

یہ سب وہ مرد بگشت جنہیں پروفیسر صاحب پھر اگیا اور جان ڈالنے کی سعی فرماتے ہیں اور ساتھ ہی یہ اقرار فرماتے جاتے ہیں کہ وہ ان حالات و مہارت سے بیک قطعاً بے خبر ہیں جن حالات میں یہ رسالہ زیر تصنیف آیا، اور اس لئے ۱۹۴۶ء صغی پوری طرح کچھ میں بھی نہ آئے، بلکہ صغی؛

**مسئلہ کی اصل حقیقت:**

بہر حال مسئلہ زیر بحث کی حقیقت یہ ہے کہ اسلام روحانیت کے ساتھ ساتھ حکومت کو بھی مدعیب کا ایک اہم جز ہے اور یہ ہندو ہندوستان کے اندر صحیح معنی میں قریباً نوڑا مدعیب کے ہاتھ سے عمل چکے ہے۔ اس حالت میں اسلام ہم پر کیا فرسی عائد کرتا ہے جہاں مہارت اور جہت؟ موجودہ غلامی پر خلافت؟ یا کوئی ایسی رو جو اصل مقصد سے قریب کر دے؟ یا کم از کم موجودہ حالت سے بہتر اور مفید ہو؟

یہ ایک سوال ہے جس کا جواب الی علم پر دروس ہے

اسلامی ادارہ قرآن کریم، احادیث، رسوں اور جامعیت نسبت اس تعلیم سے پڑیں کہ ان اداروں کی موجودگی سے قطع نظر کسی ایسی جماعت کو جو اسلام کی ناکھیں نہیں بکھڑاؤں اور ان پر مشتمل ہو۔ غیر اسلامی انداز کی عکاسی پر قرائح جو امر اگر جائز نہیں ہے اس طرح مہارت و دانشات کے اعتبار سے تاسف و غمناک اور ہی کہ جہت کا حکم دیا جاسکتا ہے، کیونکہ یہ بھی اسلامی حکم ہے کہ جہاں مسلمانوں کی نشاندہ، آثار اسلامی، اوقات مہارت اور اسلامی مہارت کے تمام لوازم موجود ہوں کہ ساتھ و برادریوں کو ایک جڑ سے جک کر دے دست آبداری و ہنر سے

ہجرت کر جانے پر کسی طرح بائز و بدعت میں اور بدعت میں  
 کے لئے نہ تو مناسب حالات ہیں اور نہ صورت عقلی و فہمی  
 میں پیدا کرنا جاسکتے ہیں۔ یہ بالکل منکر ہے کہ ہر مسلمان اپنی قوم  
 کے مصلحتوں کو سمجھتا ہے کہ یہ قدرت کی امانت ہے۔ ہم میں تو وہ ہے  
 اور نہ غلامی کی موجود حالت میں اس کے وجود پر ہونے کی کوئی  
 حالت میں بھی تو قیاس ہے تو اس اسلام اللہ تعالیٰ نے ہم کو  
 میں بھیج کر آئی ہے اور کتاب و سنن میں اس کے کوئی روشنی  
 دیتا ہے؟ اس کے لئے چند علماء اور مفکرین اسلام نے  
 اسلامی احکام کی روشنی ہی میں ایک سہولت کی اور مسلمانوں کی عقلی  
 و فہمی کو اس سے وہ سہولتیں ہیں جن کو کہہ سکتے ہیں اسلامی  
 گفتگو کی کہ نہیں بیکر اسلامی کردار کی جو روشن شاہد ہیں جن میں  
 عملی طور پر ہی ہندوستان میں اسلامی حکومت کا عملی قائم کرنے  
 کی ممکن ہے۔ ان میں سے شیخ الحدیث مولانا محمد رفیع  
 حضرت مولانا عبدالمجید صاحب مدظلہ، حضرت مولانا حسین احمد صاحب  
 کے اس بارگاہی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

جن حضرات کے نزدیک موجود حالت پر حکومت  
 شرعاً حرام ہے اور بہت ضروری ہے۔ البتہ کیسے  
 راہ مسدود اور ہجرت سے خود شرعی مفہم ہی موجود ہے ان  
 کے نزدیک ہر طرح کی کاروباری عمل مقصد کے لئے مسلمان جو  
 سکتے ہیں اور ہر ایک حصول مقصد اسلامی طریقہ ہے تو ہم سب  
 اسلامی مقصد الواجب واجب ہر صورت میں ہے۔  
 کہ ہر عمل کا نفع ہر دماغ سے فریب ہے، ان کا پاس ہر طرح کی  
 کو اختیار کرنا بھی ضروری اور واجب ہے نیز اگر ہر طرح کی  
 "اہمیت" اور "مصلحت" سے اسلامی نقطہ نظر سے بھی  
 مصیبت ہے شبہ میں اس کا اختیار کو اسلامی حکم کو  
 سے الٹی ضروری ہے مقصد کا نہیں کیسے اس سیاسی اتحاد  
 کا نام ہی حضرت مصحف کے نزدیک قومیت، مقصد  
 ہے جو مسلم سیاست دماغ نے ہم اس سے قبل تحریر و تفسیر  
 میں اور اس قسم کی قومیت کو باطل دماغ کر کے ہر قومیت  
 نے سرکاری تہذیبوں میں ہی اس کو بندہ سکتا ہے لازمی و  
 ضروری بنا یا ہے ایسی خاص امر میں کہ ماہرین باطل ہستیوں  
 کے اس طرح کاروبار کو ہر ایک قومیت اور سیاست کے  
 ہم سے ملنے کے اداروں کو اور دماغ بنا پسند کرنا ہے  
 بخوار اور مختلف اعتراضات کے ایک اعتراض یہ بھی کیا گیا  
 کہ ہندوؤں کے ساتھ ہر قومیت کے ہر ایک کے اس قسم کا  
 مشترک بھی بھارت اور عراق ہے۔ سیرٹی اہم عملی مفہم  
 کے زور سے بیکر غیر القویوں تک کسی وقت بھی غیر مسلم  
 کے ساتھ کسی قسم کے ایسی دکھائی نہیں دیا اور  
 اس قسم کی سیاسی مقصد قومیت بھی حرام ہے۔  
 حضرت مصحف "مقصد قومیت اور اسلامیت"

دور دور ہنگاموں پسند سکتوں کو موجود حالت  
 میں اقتباس کا ضروری ہے۔ دور دورہ صورت تک نہیں ہو سکتا  
 جب تک لغت اقوام ہندو اہمیت کی مقادیر میں  
 ہونے کے لئے کہ وہ اپنے سماجی اور دوسرے قومیتوں میں  
 اختیار میں نہیں بنا تھا قوم ہوتے ہوئے کسی تنظیم  
 میں ایک قوم یعنی ہندوستانی کے جانوں کے ہر مقصد  
 میں کان طرح اور تہذیب پر اور ہم اصل مقصد کے حصول میں  
 جو ابتدائی رکاوٹ ہے۔ ہر قومیت ہندو اور ہر قومیت  
 مقصد سے فریب کر دے، ان کو ہم موجود حالت سے  
 راہ ہم احکام اسلامی کے اختیار ہی میں آئے ہو جائیں۔

افتخار کے درجے کے لئے ہندوستان کے لئے راہنما کے  
 عنوان تک بھٹ کرنا ہے اور اس کا حال دیکھا ہے جو  
 لاکھوں مسلمانوں میں بیان ہرچنگ کا ہے جس کو مقدمہ صاحب کہہ کر  
 وہ جیب کا گیا ہے لکھنؤ ۲۲ کے مصلحت مندانہ قوم اور اہانت  
 جیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں اور غیر مسلموں سے  
 بنائے سے صرف اس اعتراض کا جواب دینا ہے کہ تاریخ  
 اسلامی میں مسلم و غیر مسلم کے درمیان کسی قسم کا سیاسی امتیاز یا  
 اشتراک پیدا ہی نہیں ہوا جسکو مقدمہ قوم یا متحدہ اُمت کہا گیا ہو  
 پس اگر یہ ثبوت حسب اثنان قطعاً نہ پایا جائے تب  
 میں مسئلہ کا درجہ اپنی جگہ اس طرح اپنی رہتا اور اس کے رد میں  
 بھی اپنی جگہ اسی طرح صحیح اور جہولہ رہے لیکن غرض ختمی ہے کہ  
 مسلمانوں کو ایک ایسی کٹھن منبر میں عمل طرد بھی ایک تاریخ  
 ثبوت مزبور ہے جو خود رمانہ ثبوت کا ثبوت ہے یعنی  
 جیسے کہتے ہیں کہ یہ غیر صاحب مسئلہ کی اصل ہیئت  
 اور اس کے خلاف سے توجیح نظر فرما کر ایک اسلامی تاریخ لفظ کہ  
 مصنفت کی جانب سے اس مقدمہ کا خود ہی شرعی طور پر تہہ اور  
 قرابت مقدمہ کے درجہ کی دلیل ظاہر کرتے ہیں اور پھر خود  
 ہی اس پر تشدید فرما کر یہ ثابت کرنے کی سعی فرماتے ہیں کہ چونکہ  
 اس روایت کی سند منقطع ہے لہذا احادیث صحیحہ کے  
 اصول پر اس سے مستناد نادرست ہے۔ یہ معلوم علی حدیث  
 کو کہ کسی قسم کا امتیاز ہو ہے جو وہ سرور کی دوست پر انھماز  
 نہ نہ گریز کی اجازت دیتے ہوئے خود کو اس عمل کی اجازت  
 دیتا ہے۔

یہ وہ بات ہے جس کی انہی کوئی جیسے امام سیرت  
 سے بیان کیا ہے اور جس کا سیرت میں وہی رہتا ہے جو

امام احمد لکھنا کہ حدیث میں سب اہل شہد مسطور  
 یک اور معتدل ہے جس طرح سیرت کی لکھری صحیح اور معتدل  
 روایت مستند کہیں جاتی ہیں اور اس کے لئے محدث یگانہ  
 امام جرج و تعدیل حافظہ علماء الدین ابن کثیر کے لکھنے تاریخ الجلیات  
 والنهاية میں "فاسم من اسلام سے محدث نے کتاب الاموال  
 میں" اور ابن ہشام نے اسکو اپنی سیرت میں روایت کیا اور  
 مشہور مقدمہ سیرت و تاریخ محدث صہیل نے در من اللغات  
 میں اسکو صحیح تسلیم کیا اور اس پر حسب عادت کسی قسم کی جرح  
 نہیں کی البتہ اس قسم کی روایات سیرت سے درجہ  
 حسرت کے احکام نہیں بیان کیے جا سکتے اور نہ حضرت  
 مصنفت "مقدمہ قرابت اور اسلام سے اسکو اس عرض کے لئے  
 پیش کیا ہے اور جس عرض کے لئے پیش کیا ہے اس کے  
 لئے پیش کیا ہو طرح کر دل اور اسلامی اصول کے مطابق ہے  
 اور جس عرض کے لئے پر دفتر صاحب نے پیش کرنا پڑا ہے  
 وہ حضرت مصنفت پر غلط الزام اور بے جا تہمت ہے۔  
 اسلئے کہ مصنف علام نے معاہدہ کا ذکر کرنے کے بعد  
 صاف اور صراحت کیا خود یہ تحریر فرمایا ہے،  
 "مذکورہ بالا بیان سے واضح ہو گیا ہے  
 کہ مسلمانوں کا غیر مسلموں سے مل کر  
 ایک قوم بنانا ان لوگوں کے نفس نہیں  
 میں مثل امانت اور نہ ساری افسہ  
 اسلامی قوانین اجتماعیہ کے خلاف ہے"

اب آپ ہی انصاف فرمائیے کہ اس تحریر کا  
 سب دلجو کیا یہ ثابت نہیں کہ آاور اس کی سارا عبادت کیا  
 اسکو واضح نہیں کہ ان کہ مصنف کے نزدیک مسلمان کا یہ شرعی

مرد نہیں ہے۔ بلکہ شرعی ضرورت کے لئے اسلامی واقعہ سے  
 کی شہادتوں میں سے ایک شہادت کے طور پر لاگو نہیں کیا گیا  
 ہے۔ اس طرح یہاں بھی قائل نہیں ہے کہ پروفیسر صاحب  
 علی سمیٹا کے اعداد کے اجماع حضرت رسول پر اس لئے  
 صحیح ہے۔ یعنی اگر اہم لفظوں کی کہ انھوں نے پروفیسر صاحب  
 کا حرج معاذہ کہ تمام جہتوں کو نظر میں نہیں کیا اور صرف  
 اپنے مفاد کے دفعات کی نظر میں کیا۔ آپ کا مفاد اس سے یہ  
 ہے کہ معاذہ کو اگر لے لیا جائے تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے  
 کہ مدینہ میں باقرین اگر قریب متحدہ بن کر اس میں اسلام کو  
 ظہور دیا اور بعد مدینہ کو اس میں مسلمانوں کی کلمت  
 شمار ہوں گے یا کیا گئے۔ اس سے کسی بھی متحدہ قریبیت کا  
 ثبوت نہیں ہو سکتا۔ برصغیر میں کہ مقبولانہ یا اس ادارہ قریبیت  
 میں خاصوں پہلی چیز اور اس لئے حضرت رسول نے  
 ان دفعات کو نظر نہیں کیا جو بھی وہ بات کے خلاف ہے۔  
 جو کلمت حسرت میں ہلا کہ اس ریگ  
 اور اس حدیث سے تراشی کا جواب کیا وہاں کیا پروفیسر  
 صاحب علی سمیٹا کے اس طریقے سے، مگر ادا تہا بنی  
 کو کس طرحی ضرورت میں سے ہمیشہ اس قدر متیقن نہ مانتا ہے  
 چاہتے اور اس کے ثبوت کی شہادت ہم چھائی جاتی ہے۔  
 یہ نہیں ہے تاکہ اس موضوع پر اگر کوئی رد کیا گیا ہے تو  
 بیجا ہے کہ ایک ایک لفظ معانہ آؤں مگر نہ کہ وہاں  
 اتنی ہی بات ہی کہنے کے گا، البتہ اتنی ہی بات ہے کہ  
 ایسا ضرور نہ ہو چھوٹے جو مدینہ کی باتیں کرانہ شہادہ۔  
 کے خلاف ثبوت میں کیا کہ ہے اس کو ضمنی کہا جاتا ہے۔  
 بلکہ شہادہ نہیں ہے۔

کیونکہ وہاں اس وقت کا زمانہ تھا کہ صرف یہ  
 ہے کہ سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مسلم اور غیر مسلم  
 کیلئے بعض حدیثوں میں امت مسلمہ یا قوم متحدہ کا ثبوت ہوتا  
 ہے۔ باقی جزئیات کا ضمن مسئلہ کے ثبوت سے ہے  
 نہیں ہے کہ اگر ضمن مسئلہ کو اختیار کیا جائے تو بہت تک  
 اس کا تمام جزئیات کو بھی اختیار نہ کیا جائے۔ ضمنی ہی ایسا  
 نہیں کیا جا سکتا۔ ایسا ممکن نہیں ہے اس کی وجہ اس علم  
 کی نگاہ سے کہ اس طرح پر مشہور نہیں ہے۔ وہ یہ کہ جب  
 اسلامی مفاد کے لئے قریب، لطافت، شرکت اور کلمت  
 کے تمام لوازمات کے باوجود مدینہ میں بن کر ہی مسلمانی  
 کے وہ مفاد ہی کی ہیں کہ ظاہری سطح مسلمانوں کے حق میں  
 قدر معلوم ہوتی کہ ہر دوری انھوں ہی کے لئے جیسے صحیح ہے اور  
 صاحب تدریس و سیاست سے بھی برداشت ہو سکا  
 اور وہ عرض کرے کہ اگر ہر دوری کے لئے یا عمل اللہ جب ہم حق  
 پہنچیں اور انھیں باطنی تو ہم بزرگ اپنے نہیں کو ذلیل نہ ہونے  
 کے لئے اور امتیازی مغربیت کی وہ دفعہ جس پر سب کچھ ہے۔  
 صاحب دلی ہے۔

”انزلنا یہ تفسیرنا احدا وان کانت  
 علیٰ دیننا۔ اور وہ تہ الیت الخلیفیت  
 بعیننا دیننا۔ و حکمنا المؤمنون الخلیفۃ؟“  
 ”اور یہ شکر و تبارک ہے اس ہمارا جو تم میں سے ہونے  
 وہ تبارک ہے اور یہ کہ تم کو چاہا ہو اس اور انہما  
 ہمارے کے اور ہمارے درمیان مسلمان مانتی۔ ہلا گے ہیں یہ  
 شرک مسلمانوں کو ہے۔ اگر ہائی“ (سینہ سورہ ۱۲۲)  
 اور ہمیں ان بات میں ہے کہ ہمارے پاس ایک

کرنی آئی مرید ہو کر آگے تو ہم واپس نہ کریں گے۔ یعنی ایک مسلم  
 کو اس معاہدہ کے مطابق مشرکوں کے حال اس لئے گردینا  
 ضروری تھا کہ اس معاہدہ کے بعد مشرکوں کے گروہ میں سے  
 مسلمان ہو کر کہیں دارالاسلام پہنچا ہے یا نہ ہے۔ نیز اسلام کے  
 اس دور میں جب کہ کسی جنگ میں مسلمان مغلوب تھے یا  
 اگر صلح اللہ علیہ وسلم نے صلح میں اللہ عنہم کو فرمایا کہ وہ کبھی  
 کی حیر مسلم حکومت کی پناہ میں چلے جائیں اس لئے کہ اگرچہ  
 وہ وہیں بھی مغلوب رہیں مگر کریں گے تاہم کہ کسی موجودہ مخلوق  
 جنگ کے مقابلہ میں مذہبی امور اور امن عامہ کے اعتبار سے  
 نرا نہ آ کر اور ہیں گے اور یہ ظاہر ہے کہ کہ میں مخلوق نہ جنگ غیر  
 اختیار ہی تھی اور جوش کے غیر مسلم اقتدار میں منظور نہ جنگ اختیار ہی  
 تھی مگر جو کسی مذہبی مسلمان سے کسی ایسے جبر اور اس لئے قصد  
 سے قریب کر کر لیا تھی اس لئے اس کو پسند فرمایا۔ پس  
 عادت و واقعات کی اہمیت کے لحاظ سے ہمیں یہاں  
 بھی اسلامی مقصد کیلئے میں صورت پریش آجائے تو غلطی اور  
 ہیر کہ بھارت ہے کہ وہ مسلمانانہ صلح میں کر سکتے ہیں اور اسلامی  
 کی تمام کتابوں میں یہ بھی مستقیم ہے کہ اگر کسی دولت حنیفہ امیر المسلمین  
 نہ ہو تو صلح میں کی جاسکتی ہے۔ اللہ ہی صلح و عقدہ لگا رہے ہیں اس طرح  
 کر سکتے ہیں۔ اگر اسلامی مخالف خاطر شرکست و طاقتور  
 ہوتے منظور صلح ہو سکتی ہے تو مسلمانانہ دفاعی اہمیت تھوڑی  
 ہی بن سکتی ہے اور اگر ضرورت کے لئے حیر اسلامی غلبہ کے  
 طاقت چھوٹی اختیار خود را جاسکتا ہے تو مسلمانانہ متحدہ اہمیت  
 بھی بنانی لا سکتی ہے۔

اور اگر میر کے عادت و واقعات کے اعتبار  
 سے منظور با مسلمانانہ صلح و اہمیت کی ضرورت پیش نہ آئی بلکہ

مسلمانوں کے عہد کے ساتھ مسلم و کافر کے درمیان ہمت اور  
 ہار نہ رہائی تو اگر موجودہ حالت میں مسلمانانہ کی صحبت میں غیر  
 یہ ہار و ہرہ مسلمانانہ طور پر یہ معاملہ جنگی ضرورت کو پر کرنے  
 کیلئے کریں تو کیا شرعی اعتراض کا موقع ہو سکتا ہے۔ وہاں یہ امر کہ  
 مسلمان ہرگز میں اس وقت مغلوب تھے تو یہ ہرگز غیر مناسب کہ  
 کہ کچھ مغفرت کے زیر نظر ہو تو جو مورد تمام سیر و تارکین مسلمان  
 کا گناہوں اور رعایت اس امر کہ شہادت دے رہے ہیں کہ  
 جب آپ مدینہ میں تشریف لے آئے اللہ صابریں کی  
 ہی ہمت جیسی تعداد آگئی تو مدینہ میں مسلمان ہی مسلمان تھے  
 اور ذاتی شہرت و تہذیب چنانچہ علامہ نصری کہتے ہیں :-

<p> <b>فہم تلاحق الیہاجون</b>  <b>ظلم یوج جمکة مسلم</b>  <b>لعمہ الامعروفہ اور محرم</b>  <b>اما اللدینۃ فہم اھلہا</b>  <b>اسلام اللہ فلیلا مسلم۔</b> </p>	<p> <b>”جب کے بعد پھر مسلمان ہی ہوتے</b>  <b>ظلم ہو گیا جمکة مسلم</b>  <b>لعمہ الامعروفہ اور محرم</b>  <b>اما اللدینۃ فہم اھلہا</b>  <b>اسلام اللہ فلیلا مسلم۔</b> </p>
---	---

(تاریخ العالم صحیحہ میں ہے)

اور اس پر تمام ارباب سیر کا اتفاق ہے نیز اگر مدینہ میں کفار  
 اور مشرکین کا غلبہ ہوتا تو جس میں یہود بھی شامل ہیں اور جس کا اسلامی  
 حد شہر ہے تو ایسے معاہدہ کو وہ کیسے قبول کریتے جن میں  
 ان کو مغفرت اور مسلمانوں کا غلبہ واضح اور ظاہر ہوتا۔

علاوہ ازیں اس دفاعی متحدہ اہمیت کے متعلق یہ دعویٰ  
 کہ مسلمانانہ میں مغلوب اور ظم ہو کر رہیں گے ایک ایسے دعویٰ  
 ہے جس کو حقائق و واقعات کی روشنی میں کسی طرح صحیح نہیں کہا  
 جاسکتا بلکہ اس طریق کار کو درست سمجھنے والوں کا یقین ہے کہ  
 یہ طریقہ اصل مقصد سے قریب سیکرنا اور موجودہ خلائی کے طور



کے مقابلے میں آئیوں نے الفقیہ دور میں اسلامی حکومت کی پہلا آئین  
 میں زیادہ سے زیادہ سہولتیں پیش کرنے کے امکانات پیدا کرنا  
 ہے اس لئے استمشادانی جگہ تعداد میں اور قیمت سے  
 بہرمان میں معاہدہ کی عام دعوات کو قلع نظر کرنے صورت میں  
 دعوات کو پیش کرنا جہز پر غور مسکرتے مستحق ہیں عملی حالت  
 کے صورت میں ہے بلکہ علیٰ طریق استیصال کیلئے بہت زوروں  
 اور مبنی بر صداقت ہے اور ہر دو طرف کے مفاد لازم میں  
 کی دولت پر قائم نہیں۔ پس بہتر یہاں کہ معاہدہ کی اس طوری عبارت  
 کو پیش کرنے میں یہ فیصلہ صاحب علمی تہ کار کو اپنا مقصد بتا  
 نہ کہ ایک مفکر عام پر مدد دہانی کے ارہم کو۔ یہی سچا کہ  
 اصل مسئلہ کی بحث ختم ہوئی ہے لیکن ضروری ہے کہ یہ فیصلہ  
 صاحب کے ان چند علمی مفاد میں کو شرح کر دیا جائے جس میں  
 ذیل میں آپ کو پیش آگئے ہیں۔

عزم یہ فیصلہ صاحب کے ایک استیصال میں فرمایا  
 ہے کہ ہر فرض اگر ایسا معاہدہ ہوا بھی ہے تو وہ آیت ہذا کے  
 مسوغ ہرچکا اور اس کے بعد اس کو پہلے بنا عام اصول  
 مسئلہ کے خلاف تو معلوم نہیں کہ آپ کے اس نظام میں ستر  
 سے کیا مراد ہے۔ یہ کہ اصول کا یہ مسئلہ ہے کہ جب مسیح  
 آجائے تو وہ دائیں ہوا ہے اور مسیح کی کوئی ایسی جزئیاتی  
 میں رہیں کہ کسی وقت اللہ کی مدد میں ہم قابل عمل قرار دیا  
 جاسکے۔ اگر یہ مطلب ہے تو یہ فیصلہ صاحب کا یہ علمی مخالف  
 اس لئے کہ علماء اصول فقہ اصول حدیث اصول تفسیر میں سے  
 معتبرین کا یہ فیصلہ ہے کہ کسی آیت و حدیث کے مسوغ ہونے  
 کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ اس حکم کی سوسے سے سب سے  
 مسوغ ہو جاتی ہے بلکہ احکام کی پارچہ جسٹس واجب ہر عام

مستحب اور وہ مباح میں سے کسی ایک قسم کا حکم  
 ضروری ہوا رہتا ہے اور شیخ صرف اس قسم پر اکتفا ہوتا ہے جس  
 کیلئے اناج لاد ہر ہے۔ مثلاً اگر کوئی نئے صاحب میں تو اس کے  
 نسخ کے معنی یہ ہیں گے کہ اس کا وہ سب تم ہو گیا حکم سے کم  
 درجہ اہمیت دیا جائے اور اس کے لئے ہر ہے۔

یہ احکام میں نسخ اس لئے ضروری ہے کہ وہ روایت  
 و احادیث کا تقاضا مصلحت میں ہے جس میں سب ایک ہی حکم میں  
 علیہ ذلک کہ وہ است پر وہی آہن کا مسئلہ منقول ہو گیا اور اس کے احکام  
 میں ضروری است و مصلحت کے مسابح کو معلوم نے کمال دیکھ  
 کر دیا کہ آپ پیش کرنے والے حالات و مصلحت کے تغییرت  
 کے پیش نظر مانع و مخرج کے اثرات کا یہ نتیجہ ہوا کہ جس وقت  
 بھی وہی قسم کے حالات سے میں پیش آئیں گے وہ حکم  
 اس طرح اثر انداز ہوگا۔ البتہ اس حالت میں اس کا کی خصوصیت  
 و اہمیت استاسب و اہمیت یا اہمیت جہز میں وہی پہلی  
 اور ثانی نہیں سے قائم ہو چکا ہے وہ آپ کو معلوم ہے کہ اس  
 تہذیبی مصلحت کے بعد اس کا استعمال کے لئے یہ حکم کی  
 ضرورت نہ پڑے گی۔

مثلاً جہاں سے قبل کہ کی رہا میں سب کا حکم تھا اور جہاں  
 کی مصلحت و مصلحت نہ تھی لیکن جب جہاد فرض ہو گیا تو سب  
 ضروری و مصلحتی ضروری ہو گئی۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ اگر  
 کسی جہاد کے رانہ میں مسلمانوں پر ایسا ہی وقت آجائے کہ  
 ضروری فقہ فقہ سے جہاد ہوسکتا ہے کہ کوئی کو تو وہ کی زندگی کو  
 اختیار کر سکتے ہیں مگر اس شرط کے ساتھ کہ ان تمام مصلحتوں میں  
 برابر مشغول رہیں جن کی بدولت آگے چل کر یہ حالت بدل  
 جاسکے گی اللہ ساتھ ہی قیامت تک قائم رہنے والے جہاد

کا حکم آج بھی اسی طرح قائم رہے گا جس طرح کہ تاخیر تھا اور جب کسی  
 اس کے اسباب سمیٹا ہوجائیں گے اسکا عمل بھی اسی طرح فرض  
 ہے کہ اس طرح سامنے ہے اور ہے اسی سے یہ نہیں کہا جائے  
 کہ شراب کے پینے کا حکم شروع ہو گیا دیکھتے کہ اسکا عمل بہت  
 اسلام سے قبل مانگا تھی اور اسلام نے ایک وقت کے  
 بعد اپنے احکام میں اس کے لئے حرمت کو بگڑا ہی ہے۔  
 اسی طرح یہ بھی نہیں کہا جائے گا کہ ابتدائے اسلام میں نماز میں  
 ات چیت سب سے تھی اور سب نہیں مدد پرست کہ وہ سے یہ آیت  
 شروع ہو گئی اس لئے کہ یہ بتلائی اباحت کس شرعی حکم کے  
 اباحت تھی بلکہ اسلام سے قبل کی ایک عام حالت کے  
 تحت تھی کہ وہ کے بعد اسلام کا حکم یہ ہو گیا کہ نماز میں ات  
 چیت مسند نماز سے اور جن علاقوں نے ان جزئیات کو نسخ سے  
 تفسیر کر کے ہے اور معتقدین نے تفسیر کر دی ہے کہ وہ کی شراد  
 نسخ لغوی ہے، اصطلاحی نسخ مراد نہیں ہے چنانچہ مولانا شبلی  
 رحمہ اللہ علیہ جو حدیث اور اس فقہ کے امام ہیں نسخ کے متعلق  
 اور اشارے کرتے ہیں۔

القول عند التکلیف من العود حیات | ضرورت حاجات اور  
 حاجات و التخصیص | اصلاحیات کے نام میں جو  
 دم بیع دیھا نسخ و اساد و نسخ | ترجمہ کہ میں میں نسخ  
 الصیغ فی امور جزئیات | انہیں ترجمہ کیا کہ جزئیات  
 کے اور میں نسخ مانا ہے | اور آگے چل کر دیکھا اگر تہ تو قرآن  
 و کلمات الحاجات | خانہ انعم اور اس صراحت میں  
 انہم دم یکنون لیسلا بیطان ہذا | کہاں ہے ہم یہ کوئی نسخ  
 و ان کان قد کلفوا یا معوا شافعة | میری کہہ سکتا کہ اس  
 وہ کلف لا یبریح اصل لغت | اشارہ کہ کلف بیابان

الحاجات و مثل | مثال برواشت تکلیف کا حکم ہے  
 خلاف التخصیص | یا اور اس لئے نسخ عبادت و عزیمت  
 کے لئے اور مثلاً ذکر سورہ نہیں کہ آ اور میں اصل وہ نکات کہ ہے  
 ملاحظہ آ رہی ہے کہ اب الاحکام میں اور کد رش ابن  
 رحم نے اور حکام میں اصول الاحکام میں بھی نسخ پر مفضل بہت کرتے  
 ہیں اسے اسکا اختیار کیا ہے اس لئے پروفیسر صاحب کا جو  
 کے الفاظ میں اصول مسلمہ کا حوالہ دے کر نسخ کے یہ معنی بہت کہ  
 اس حکم کا ازالہ اس طرح ہوجاتا ہے کہ حاجت و ضرورت کے  
 وقت میں بھی اس حکم کی کوئی جزئی معلوم یہ نہیں ہو سکتی معذور  
 اصول مسلمہ کے خلاف ہے۔ عدادہ ازہیں اگر ہم پروفیسر صاحب  
 کے اصول مسلمہ کہہ رہے ہیں شب بھی شاہ ولی اللہ صاحب نے  
 فرمایا کہ میں اور امام شافعی نے موافقات میں اسکا تفسیر  
 کی ہے کہ مستعدین کے یہاں نسخ کے معنی بہت عام ہیں  
 اور وہ عام حکم کی تخصیص، عمل کی تفصیل و بیان، تقاضا، کا تفسیر  
 و تفسیر عین امور میں بھی نسخ و نسخ کہہ سکتے ہیں۔ لیکن نسخ  
 کے یہ معنی کہ سامان حکم کی جگہ جہ یہ حکم مراد شرح اور معمول بہ  
 قرار پائے گا۔ احکام میں بہت ہی شاذ اور ہے۔ اور  
 قرآن و حدیث میں سے لائن کا شمار بھی کرانی ہے جن میں حاجات  
 جیسے امور کو قطعاً اس میں داخل نہیں کیا۔  
 ہم متعلقہ کئی احکام میں نسخ و نسخ پر  
 بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

فلو جعت ہذا | میں جبکہ یہ تمام امور میں میں اور لڑکے بڑے  
 الامور و نظیرت الی | نسبت کے رول کی برعکس کر کے تفسیر سے  
 الاولیٰ من اکتف | تاہم میں نسخ احکام میں سے شاذ اور  
 والیٰ دم یکنون | احکام کے علاوہ کہ نہیں رہے گا۔

یہ کہ میں حضور علیہ السلام سے مل گیا

(ترجمت صفحہ ۱۰۳، ۱۰۴)

لا رشحہ علی اللہ شیح پر تجھ سے مراد تھے جو کلمہ تھی۔

تمام بیان کردہ درجات و شرفوں میں سے حقیقی شرف ایسا ہے جس کو ہم سابق میں بیان کر چکے ہیں، بحث کا محور میں صرف اس کو ہر پہلو سے لے کر لیں۔

پہلا فیروز صاحب کا ایک بہت بڑا علمی مقالہ یہ ہے کہ مدینہ کا یہ معاہدہ جس میں مسلمانوں اور کفاروں کی درمیان کھٹا کھٹا اور دیگر مصالحتی بنائے گئے معاہدہ بنا گیا ہے۔ اس میں بیرونیوں یعنی بنی قریظہ، بنی نضیر اور قریظہ کے ساتھ نہیں ہوا، اس لئے اس کو معاہدہ مسلمانوں و یہود میں کہا جاتا ہے اور اس کو نیز قبائل میں خود روئے کے مسلمانوں اور بنی نضیر کے یہودیوں کے درمیان ہونے کے لئے کہا جاتا ہے اور اس معاہدہ کو پہلی بحث کے لئے اس مسئلہ تک محدود رکھتے ہیں اور اس کے علاوہ اس پر تبصرہ فرماتے تو بہت بہتر ہوتا، مگر انہیں اس کے علم کی عدم موجودگی کے باعث اس سے ہم نے ذرا بہر حال میں معاہدہ کی اہمیت اور اس میں جو چیزیں ہیں کہ اس کا مفہوم ہی ہو سکتا ہے کہ یہ معاہدہ اپنی ہی خصوصیات کے ساتھ جو چیزیں کے ساتھ اس میں مدینہ میں ہوا اس کا مفہوم و حیرت و حیرت سے ہم نے فراموش کرنا چاہئے۔

یہ معاہدہ بلاشبہ بیزاری کے تمام جہتوں سے ہے جس میں بنی قریظہ، بنی نضیر اور بنی قریظہ کے سب سے زیادہ اور چاروں طرف پر دوسرے صاحب کاہن پر سر قبائل کے مقرر اور اس میں معاہدہ سے بڑا ایسا معاہدہ نہیں تھا۔ قطعاً قطعاً اور حقیقتاً تا جس کے خلاف نہیں۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اگرچہ تمام مورخین کا یہ بیان ہے کہ بیزاری کے یہ نہیں ہے یہودی قبائل کی یہودی قبائل کے نام مقررین کی رائے اس کے خلاف ہے اور ان کا

قلت و علی ما حورو ما لا یتبعین التبیح الا فی نفس آیات

(تفسیر میں ص ۲۱)

اور یہی حق ہے اور اصل سے تصریح کی ہے کہ اس معاہدہ اور دوسرے بعض میں اکثر صریحاً آیت کے الفاظ کی آیات کے ارد میں جو کلمہ تھے اور انہیں اس لئے پایۃ المتالی میں آیت کا حکم جو ان کی آیت سے شروع ہو گیا اور ان کے لئے جو کلمہ کی فریضت کے بعد ہی حالت واقعات کے اعتبار سے یہ احکام اپنے صاحب صالح میں قابل ہیں لہذا الیٰ حبیب کا مطلب پر فیروز صاحب نے کہا ہے وہ صحیح ہیں بلکہ اس کا مفہوم ہی ہو سکتا ہے کہ یہ معاہدہ اپنی ہی خصوصیات کے ساتھ جو چیزیں کے ساتھ اس میں مدینہ میں ہوا اس کا مفہوم و حیرت و حیرت سے ہم نے فراموش کرنا چاہئے۔

پس اگر اس معاہدہ کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو غریبوں کو ایک اپنی مصالحت کے پیش نظر بنادیں تو یہ حالت واقعات کی بعد میں کے یہ نہیں ہے اور اس میں معاہدہ سے بڑا ایسا معاہدہ نہیں تھا۔ قطعاً قطعاً اور حقیقتاً تا جس کے خلاف نہیں۔

یہ درانی ہے کہ بجز غیر معروف دو جن ماخذوں کے شرب کے نام یہود جن میں خصوصیت کے ساتھ بنی قریظہ بنی نضیر بنی قینعاغ بھی شامل ہیں یہودی اللہ سب آپس میں گروہوں کی بنی (اسرائیلی) نہیں ہیں بلکہ عربی النسل اور نحمانی عرب ہیں چنانچہ یہودی شہر و نجرخ کھتا ہے۔

شم است و قحہ بیسی	مہر بنی نضیر کا واقعہ پیش آیا۔
النضیر و ہم فحذاب	قبیلہ عرب کے شہر قبیلہ صمام کی
جذام لا اہم تہودا	سارخ سے گراہوں نے یہودی
و کذالف تویظہ	طہیب قریظہ کرنا تھا اور اس طرح
	قریظہ کا حال ہے۔

(یعقوبی ج ۲ ص ۶۹)

اور قبیلہ جذام، اذنیق علیہ الناس قحطانی عرب ہیں۔  
 اسی طرح سودی جیسے مشہور نجرخ لے کھاتا ہے  
 کہ بنی قریظہ عرب کے قبیلہ بنی جذام کی شاخ ہیں اور یہ  
 حمالہ کی بست کی سستی سے اور اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام  
 پر لیاؤں لے آئے تھے اور شام سے نفل مکانا کر کے مجاز میں  
 بس گئے تھے علاوہ ان بنی قریظہ، نضیر، قینعاغ خاص عربی نام  
 ہیں اور اسرائیلی ناموں سے بالکل جدا ہیں لہذا ان کے اجزاء  
 کا عربی النسل ہونا یقین ہے۔ میں یہ حالات تصریح کرتے  
 ہیں کہ یہ تینوں قبائل اسرائیلی نہ تھے بلکہ قحطانی عربی النسل ہیں۔  
 لہذا سب ہادیس صاحب کے دعوے کو داند  
 فریٹے اور چران تاریخی حقائق پر نظر کیے خود غلط اور آنپڑا ہے  
 ایشیم کا مصداق ہے! نہیں اللہ پر ہادیس صاحب کا متعدد  
 صفحات پر یہود و یہ شرب کے قبائل کی تفسیر و تحقیق کر لیں  
 لہا صل رہا نہیں۔

ہادیس صاحب کے مخالف کا دوسرا جزیہ ہے کہ  
 اس معاہدہ میں تینوں قبائل شامل نہیں ہیں اور میں یہ ہے کہ  
 ان میں سے کسی قبیلہ کا ذکر معاہدہ میں نہیں ہے حالانکہ ان  
 خوزج کی مشائخ اور نسوں کے یہودیوں کا تذکرہ ان کے قبائل  
 کے نام سے موجود ہے۔ سو لگتا ہے کہ یہ تیسرے بھی کر لیا جائے کہ  
 اقوال کی بنا پر یہ تینوں قبائل اسرائیلی یہودی تھے تب بھی یہ  
 مخالف صحت میں تحقیق کے قطعاً خلاف ہے اور ہم معاہدہ  
 متعدد میں دستاویزین کا باخلاف اس پر اتفاق ہے کہ یہ معاہدہ  
 یہ شرب (مدینہ) کے تمام یہودیوں کے ساتھ ہوا ہے جن میں  
 یہ قبائل بھی شامل ہیں۔ چنانچہ مخالف اور مدینہ ابن کثیر جو  
 حدیث تفسیر اور تاریخ میں بہت ہی بظاہر اور معتاد  
 نظر رکھتے ہیں انہوں نے اس معاہدہ کا حوالہ اس طرح قائم  
 کیا ہے۔

فصل فی عقد علیہ السلام	چونکہ اس حدیث کے اس
اللائحة مبینہ الساجریہ	میں ہے جو صحابہ میں واقعہ کے
والانضاد بانکساب	اور میں اس خبر کے ذریعے سے
الذی اسود فکتب	میں عربی آئی جیسے تینوں ذیل اللہ
بیہم والموافاة الحق	علیہ السلام سے ان کے حکم فرمایا
اسوہم بیہاد قریظہم	اور اس معاہدہ کے ذریعے ہے
علیہاد سواد عتہ	جس کے لئے اپنے ان کو حکم فرمایا اور
الیہود الذیہ	ان کے نام کیا اور اس معاہدہ کے
کا فواہم الذیہ	ذکر میں ہے جو آپس میں ہو گیا
تاریخ ابن کثیر اللہ بن زبائہ	سے کیا جو مدینہ میں آ رہے۔

۲۲۲ ص ۲۲۲

اور اس حوالہ کے بعد اس ضلع کی پہلی ہی سطر کو

اس طرح شروع فرمایا ہے۔

وكانت بيها من	اور سو قندہ دریں میں جو یہود قبیل
احياء اليهود بنو	تھے ان میں بنی قینقاع بنی نضیر
قینقاع و بنو نضیر	اور بنی قریظہ قائل بھی شمال
و بنو قریظہ و كان	ہیں اور یہ قریظہ میں اللہ سے
نور دہم ما لحجا و قبل	پئے باہر ہکے تھے۔

الاصلاء (تاریخ بنی قریظہ طبرستان ص ۱۲۳)

اور یہ سیرت کے فقہ و تفسیر میں امام ہیں  
یہی سیرت ابن رشام کے بیان کردہ اس معاہدہ کا ترجمہ اس  
طرح قائم کرتے ہیں۔

کتاب رسول الله صلى الله	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
عبد و مسلم فبما بين	تقریباً آپ کے از یہود کے
و بين اليهود	درمیان میں لکھی۔

(رد المحتار ج ۱ ص ۱۰۶)

اور اس کے بعد بنی مومن سے ربط کرتے ہوئے  
شرح فرماتے ہیں۔

شرط لهم و شرط عليهم	کے لئے اور ان کے درمیان
و امنهم فيه على	فرمائیں اور اس میں ان کی جان
الاعين و امنهم	ان اعداء اور حیلوں کا
واموالهم و كانت	کا ذکر کیا اور درمیان
الارض يثوب لهم	اس سے پہلے ان کا
قبل قول الاصل بيها	دین اور ہکے تھے

(رد المحتار ج ۱ ص ۱۰۶)

اور علامہ ابن اثیر جزی اپنی مشہور تاریخ کمال میں  
عزودہ بن قینقاع کے ذکر میں تصریح کرتے ہیں۔

لساعد و رسول الله صلى الله	جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
عبد و مسلم من بين النضير	مذہب سے فارغ ہو گئے تو یہی
يهود لئلا يهدوا	گمراہی کا بیج نہ پڑے
فبعث الله عبدا و بنو قریظہ	اور اس سے بھلائی کر دی
العياد و كان وقت و ادبهم	اور اس معاہدہ کو قریظہ جن
صحت فقام اليه	کہیں مکرم تھے ان سے وہ
سها نحو اذنا مطح	میں ہی ہجرت کرنے کے لئے
حدهم و امنهم بيوث	یہ ان کے ساتھ کیا تھا
بنی قینقاع و بنی نضیر	اپہوں کے ساتھ اس پر
احمد ما قبل فخر	اس سب کو بنی قینقاع کے اندر
واسلوا	میں لے کر اور پھر قریظہ میں لے کر

تشریح اس سے لہذا اس سے ۱۰۵

(کا ان میں تاریخ ص ۱۰۲)

میں ہجرت میں کسی قدر واضح ہے کہ ہجرت کے  
متصل جو معاہدہ یہود سے ہوا تھا اس میں بنی قینقاع اور بنی  
کے ہم نگر بنی قریظہ بنی نضیر بھی شامل تھے۔ یہاں یہ امر بھی  
قائل تو ہے کہ ہجرت کے بعد ہجرت کے دوسرے سال پیش  
آیا ہے اور ہذا اور اس مشہور معاہدہ کے درمیان حدیث  
سیرت کی کسی روایت میں بھی کسی اور معاہدہ کا ثبوت نہیں  
ملا اور بنی یہودی قبائل کا انصاف کا طبع تھا کہ اس کو معاہدہ  
کا تفسیر کھانا دلاؤں اور قرآن اولیٰ اعتبار سے غلط ہے لہذا  
ابن جریر طبری کی مشہور تاریخ میں عزودہ بنی قینقاع کے واقعہ  
میں اس طرح کی روایت موجود ہے۔ (تاریخ طبری ج ۱ ص ۲۹۰)

اور ابو سعید بن قریظہ کے نقض جسد کے متعلق لکھتے ہیں۔  
قال ابو سعید و اسما مستعمل ارباب کتبہ بنی رسول اللہ صلی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم صلوات اللہ علیہ  
وآلہٖ وسلّم الاحراب  
علیہ وکذا لای محمد  
سہ درای ذلک تکلیف  
لعہد ہمد

عبدالرحمن بن قریظہ کا  
کردہ اس نے کہ انھوں نے  
عزیزہ اور اس میں مسلمانوں کے  
معدہ مسلمانوں کو معاذ خورع  
کے معاہدہ میں شامل ہے میرے آپ  
نے ان کے اس عمل کو سختی سے دیکھا۔

(کتاب الریح ص ۲۱۹)

یہاں یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ بنی قریظہ نے  
دوسرے معاہدہ کی کئی شبہ میں ان کے لئے یہ سخت حکم دیا  
گیا۔ ایک تو اس معاہدہ کی صفوں درزی کی جو یہاں زیر بحث  
ہے اور دوسرے اس معاہدے کی جو بطور تشبیہ جب کیا  
گیا کہ بنی نضیر جلاوطن کئے جا رہے تھے اور بنی قریظہ نے  
آپ کی شرائط منظور کر لی تھیں مگر یہ متعلق بنی احزاب میں  
دوبارہ شیطنت کر بیٹھے تو غزوہ بنی قریظہ پیش آیا اور ان  
کا فائدہ کر دیا گیا۔ بنی قریظہ کے اس دوسرے معاہدے کا  
ذکر پہنچنے سے سن کر میں یہاں تک کہ ہے نہیں اگر اجداد میں  
تشریح کے وقت جو معاہدہ ہوا تھا اس کے پہلے زیر بحث  
معاہدہ کے علاوہ کوئی اور معاہدہ ان تینوں سے کیا گیا ہے  
تو حدیث و سیرت کی کتاب میں تو اس سے بالکل خیال میں ممکن  
ہے پھر تفسیر صاحب کے علم میں ہو۔ ان تمام امور کے علاوہ  
مفسرین اس آیت کی ضمن نزول میں

فاما استخاف من قوم | لہذا کہ کسی قوم سے حیاست  
حیاست حسابہ الذی ہم | عہدہ کا آپ کو ٹھہرے تو ان پر  
حلی سواجر۔ (احزاب) | ان کا عہدہ برابر اہل ذوق  
یہ تصریح کر سکتے ہیں کہ ان کا عہدہ ان بنی قریظہ

اور بنی قریظہ میں اللہ یہ واضح ہے کہ خیانت نقصان ہمد کے بعد ہی  
ہو کر لیتا ہے لہذا ان واضح اور یقینی ثبوت و قرین کے بعد پھر  
معاہدہ کا یہ حق دعویٰ کہ اس معاہدہ میں یہ باطنی ہرگز شریک  
نہ تھے بلکہ یہ شخص اس وقت ذرا پہلے "بانی الفداء کے طبع بننے  
کا وہ ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی طبعیت تھے  
یہ معلوم کس دلیل پر مبنی ہے۔ علامہ حضرت ابوبکر صریحاً ہی اپنی  
مشہور کتاب "تاریخ الامم الاسلامیہ" میں اس کی موجود معلوم کرتے  
ہیں کہ یہ معاہدہ تمام پہلوؤں پر اللہ کے ساتھ ہے۔

(تاریخ الامم الاسلامیہ ص ۱۰۳)

علامہ سید ابن حجر نے ابن شام کے اس معاہدہ کا  
تفصیلی ذکر کرتے ہوئے یہ ملاحظہ کیا ہے کہ اس معاہدہ میں  
یہود کے یہودی قبائل شامل ہیں اور وہ اس افسانہ میں اس  
کی تصریح فرماتے ہیں کہ ان کی نظر میں گویا قدیم و جدید معاہدہ  
میر و آریخ کے نزدیک یہ مسئلہ اختلافی نہیں ہے بلکہ  
متفق ہے اور انھوں نے تو یہ مضنب کیا ہے کہ ابن ہشام  
سے معاہدہ کی صورت وہی و نعمت نقل کی ہیں جو "متحدہ  
قومیت اور اسلام" کے مصنف علامہ نے نقل کی ہیں۔  
اور باقی و نعمت کو ترک کر دیا ہے اچھا لکھو وہ سیرت لکھ  
رہے ہیں اور اس لئے ان کا زیادہ فرض تھا کہ وہ پورے  
معاہدہ کی نقل فرمائیں۔ علامہ نے اس معاہدہ کا سبب حسب  
ذیل بیان فرماتے ہیں۔

الفداء کے وہ قیسے تھے یعنی ان کو اخراج  
ہو گیا ہوا جو اخیر معرکہ ہوا تھا (رینگ باغ)  
اس نے الفداء کا ردہ بالکل توڑ دیا۔ بتایا یہود  
اس مسئلہ کو جیتے پیش نظر رکھتے تھے کہ الفداء

ایم جی محمد نہ ہونے بلکہ ان مسابب کی بنا پر حسب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں نشریت لائے تو پہلا کام یہ تھا کہ مسلمانوں اور یہودیوں کے تعلقات میں تھنڈ پڑ جائے آپ نے انصار اور یہود کو چاکر حسب اولیٰ شرط لایا یہ ایک معاہدہ گھمراہی جس کو روزیٰ خزانے نے منظور کیا۔ یہ معاہدہ ابین ہشتام میں پورا نہ ہو سکا ہے

خلاصہ یہ ہے۔ الخ (سیرت ابن ماجہ ص ۲۰۰۲)

خلاصہ میں جن دفعات کا ذکر انہوں نے کیا ہے وہ اس امر کا پتہ دیتے ہیں کہ صلح حدیبیہ کے معاہدہ کی دوسری جزئیات واقعی خصوصیت کے ماتحت تھیں اور اس معاہدہ کا محور یہی دفعات ہیں جن کی رو سے صلح حدیبیہ کے پیش نظر وقت ضرورت مسلم و کافر مذہبی و ملی امتیازات کو ختم کر کے ہونے کی سیاسی دلی اور میں یہ ضمانت دین کی خاطر ایک آدم گھاسنے جا سکتے ہیں یہ تمام عقول پر قدم چھوڑ دیا اور سیرت و تاریخ سے منقول ہیں اس بات کی راکش تھی کہ اس میں معاہدہ زیر بحث میں بلاشبہ تمام یہود داخل ہی اور اس میں عملی حیثیت سے صلح حدیبیہ کی گنہگار نہیں ہے۔ اسکی مقبولیت و تائید کیلئے میرے پاس اور بھی نوزل موجود ہیں مگر ذرا طوالت سے من ہی پر لکھنا کہ تمہارا اور پھر ایک مرتبہ تو خبر دینا ہے کہ یہ تینوں مشہور قبائل اسرائیلی نہیں ہیں بلکہ قطعی عرب میں اور اگر ٹوڑ میں عرب کے ان مروجہ اور غیر بدلتی اقول کہ تمہیں تسلیم کر لیا جائے تو قطعی سلی ہیں مگر پروردگار حسب کارکردار استدلال میں تمہیں انہوں قطعی انہوں کے تباہی بلاشبہ یہ معاہدہ زیر بحث میں

اس طرح شامل ہیں جس طرح اللہ کے نبیوں کے یہودی شامل ہیں۔

یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ خیانت والی آیت کا مصداق بننا تین دفعہ اور بنی قریظہ میں اور مسلمانہ فیر و کتب حدیث میں صحیح روایات کے مطابق ہیں معاہدہ کا اجماع پورا ہے وہ یہی معاہدہ ہے جو ہجرت کے متعلق نماز میں وہ انصار کے ذکر کے ساتھ ہر سب اور سیرت کی مستند کتابوں میں اس کی تفصیل اس طرح درج ہے جگہ جگہ اور وہ یہی ہے کہ یہوں میں ذکر ہو چکی اور معاہدہ کی تفصیلات میں کوئی ایسی چیز بھی مذکور نہیں ہے اس پیش آئندہ مصداق کے اعتبار سے اسوہ صحیحہ کی خلاف پڑا اس معاہدہ پر اگر کوئی شخص عملی استدلال کے مطابق اس معاہدہ کو دین تشریح کی حیثیت یہ دیکھ کر اس کا یہ نفل حیرت مہم اور مست ہے؟ البتہ یہ بات ضرور قابل توجہ ہے کہ اگر اس میں معاہدہ میں شامل انصار کے یہودیوں کا تعلق نہ ہو تو کہتے تعلق تین گھنٹہ کی ایک صفحہ ذکر کیوں نہیں؟

اس کے متعلق یہ گزشتہ باب ہے کہ اس کی وجہ سے جو معمولی طور پر کرنے سے حاصل ہوا ہے وہ یہ کہ میں انہوں مصیبت کی خاطر یہ معاہدہ کیا گیا اور جس کی طرف اشارہ ملی ہے جہاں سیرت میں ہے انہوں معاہدہ کیسے ہے اس کے بارے میں معاہدہ کا تعلق قرآن ان ہی میں تعلق قابل حاسب ہے۔ جو یزید میں یہ روایت کے امام اور عرب میں نماز ہجرت کے ایک سے اور یہ روایت کی انہوں۔ تو اس کی جگہ اللہ ان ہی کے ہاتھ میں تھی۔ لہذا معاہدہ میں دانہ میں تعلق من یہود و منافقہ۔ لیسر اور اس الیہ

یہ نفیوں مع التواستین سادہ و سادہ انجان میں  
 جیسے عاہلہ کے گئے کیونکہ ہر شخص آسانی سے سمجھ سکتا تھا کہ  
 اس سے وہی یہودی مرادوں پر یہودیت میں پائیدار ہیں۔  
 البتہ جبکہ کہ لیے یہودی ہی تھے جن کی قربت کی وجہ سے  
 انصار کے قبائل میں سے یہودی القاب پر گئے تھے اور  
 یہ خیال ہو سکتا تھا کہ شاید اس معاہدہ کا رخ براہ راست  
 ان یہودیوں کی جانب قطعی نہیں ہے بلکہ انصار کے مقبول  
 اور صیغہ ہونے کی وجہ سے حتماً وہ خود بخود شریک ہیں  
 حالانکہ یہاں نہیں تھا بلکہ اس کے برعکس آپ کو یہ واضح کرنا  
 تھا کہ اوس و خراج کے مختلف نظروں کے یہ یہودی ہی  
 طرح معاہدہ میں براہ راست شامل ہیں جس طرح مشہور یہودی  
 قبائل، لہذا مناسب سمجھا گیا کہ معاہدہ میں قبیلہ کی حیثیت  
 کا لحاظ نہ کیا جائے بلکہ یہودیت کا لحاظ پیش نظر رکھا جائے  
 اس لئے کہ قبائل کی تفصیل کی گئی اور ادل مرادوں پر قبائل  
 قبائل صلیبیہ کے عزم میں گئے اور بیان کر وہ شہرہ کو  
 دور کرنے کے لئے انصاری قبائل کے یہود کا قبائل کی تفصیل  
 دی گئی تاکہ جب معاہدہ میں انصار کا لفظ آئے تو اس سے صفا  
 بڑی سہولت مرادوں کو یہ اصطلاح ان ہی کے حق میں اسلام  
 سے واضح کیا کہ جب ان کے قبائل سے یہود کا ذکر آئے تو  
 قبائل کی تفصیل کے ساتھ آئے اس کا یہ درست ترین یہ بھی  
 ہے کہ معاہدہ میں مساجد کے قبائل کی تفصیل پر یہودیت کے  
 ناکہ کے سیر ہے لیکن انصار کے قبائل کی تفصیل کیساتھ ذکر  
 ہے۔ راہ مستکہ کہ انہوں نے کہتے تھے ان اللہ علیہ وسلم نے یہود سے  
 مدینے کو آپس پر فرمایا انہوں کے متعلق پر وہی یہودی  
 قرآن شریف ہے۔

زہری سے روایت ہے کہ بعض انہوں نے  
 حضرت کے خدمت میں عرض کیا کہ ہم اپنے طہینت  
 یہود (یعنی تفسیر اور تفسیر) کو کہہ سکتے ہیں اور اگر ہماری  
 مدد کریں گے، آپ سے فریاد لگا سکتے  
 لسانہم الیٰ

سراسر کا باب تو صاف اور واضح ہے اور میرے خیال  
 میں کسی طرح بھی اس سے وہ معاملہ نہیں ہوا جو پروفیسر  
 صاحب حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے کہ آپسک اس  
 آپسک کی وجہ اہل سنت کے ہر پہلو کا اہل سنت ہے یہود  
 بنی قریظہ کی خدائی کی شکل میں ظاہر ہو چکا تھا نیز حد میں  
 مسلمانوں کو کامیاب پر جو حد یہود کو پیدا ہو گیا تھا ان دونوں  
 حالت کا اتفاق تھا کہ یہود کی امداد اس موقع پر ہرگز نہ لی  
 جائے نہ جس طرح منافقین نے لشکر پہنچانے کی ہر  
 ممکن کوشش کی اس سے زیادہ یہود باعت معاہدہ  
 ہوں گے کہ چاہئے امداد کریں ہذا معنی امداد کی وجہ سے  
 نہ کہ پروفیسر صاحب کی بقا کی وجہ۔

پروفیسر صاحب کے لئے اس مقام پر وہ باتوں کی جانب  
 توجہ کرنا ضروری ہے اول یہ کہ میری کتاب میں اس جگہ  
 یہ الفاظ درج ہیں۔

انہ الاصلہ اسناد و خوا  
 حیثہ رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم فی الاستعانت  
 بجللنا منهم من یفود اللہ  
 فتال لاجلہ لنا فیہم

جب انصار نے یہ عازت  
 چاہی کہ ہم اپنے حق پر  
 عقلمند سے مدد حاصل کریں  
 تو آپ سے مسدود ہیں  
 ان کی حاجت نہیں؟

یہود اور یہود "خاکہ ہے۔ پس اگر پروفیسر صاحب



کے نزدیک لفظ یہود کے علوم میں بغیر تفصیل کے یہ نصیر و  
 بنی قریشہ شامل ہی نہیں ہو سکتے تو یہاں انھوں نے اس لفظ  
 سے ان قبائل کی تخصیص پر بیعت میں کئی فراتنی جگہ مدبر سے  
 یہودی بھی اسی طرح کے طبیعت تھے۔ دوسری بات یہ  
 ہے کہ آپ مصنفت رسالہ "مصدقہ قومیت" پر صحت  
 ہواضہ ہیں کہ یہ ریاست کے غلات ہے کہ منشاء کے  
 مطابق ولعانت کو کہہ دیا جانے اور غلات منشا کو تک  
 کہہ دیا جانے۔ تو کیا پروفیسر صاحب اور اہل انصاف قریشی  
 کے کہ یہ صحت کی یہ کوئی قسم ہے کہ اگر ایک جگہ عام لفظ  
 مذکور ہو اور اپنی منشاء کے غلات ہوتی اپنی طرف سے تخصیص  
 کے کہ اس میں اضافہ کر دیا جانے اور اگر اب یہ صحت کی منشا  
 پروفیسر صاحب کی منشاء کے عین مطابق ہے تو پھر اس  
 کا کیا جواب ہے کہ اگر ان قبائل سے امداد کا پسند  
 تھی تو پھر انصاری قبائل کے یہود المذہب الزاد سے ملا کر  
 نہ لگتی۔ حالانکہ نسبی اتحاد اس کے متقاضی تھا اور اگر وہ  
 سے ملا نہیں لگتی تھی کہ واقعہ ہے تو پھر جس دعوے کی  
 دلیلیں ہیں یہ اوصاف کیا گیا ہے وہ لاحق ہے بجز مستقامت  
 سے انکار کی اصل وجہ وہی ہے جو ہم نے بیان کی۔  
 اس تفصیل بحث کے بعد اب پروفیسر صاحب  
 کی ان بحثیں میں کو غلط فرمائیے براہمیں نے رسالہ کے  
 مصحفت علامہ پر بھی اصول کے غلات لفظ کی گفت کی شکل  
 میں اسی لئے فرمائی ہے تاکہ اس کے نادرک تنقید کا حیدر  
 کسی حال میں نہ پاسے۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مشیت  
 ایسی ہی کافی نہیں ہے تب ہی تو تیرہ ہفت پر نہیں پڑھا  
 اس میں آپ کی تیرہویں کا خلاصہ یہ ہے :-

۱۱) "مصدقہ قومیت اور اسلام" میں اس معاملہ کو تو ہم یہودی  
 دین سے متعلق کیا گیا ہے۔  
 ۱۲) ظور یہ کہ اس ذخیرہ کے ان اہل انصاف کے  
 جمعیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصار کا خطاب دیتے ہیں  
 یہودیوں کے قبائل مختلف فرما دیا ہے۔  
 ۱۳) اگر یہی کہا جائے کہ صبر پر یہ انصار اور مسلمانوں کے  
 قبائل تھے اس طرح یہود کے بھی یہ قبائل تھے تو یہاں فرما کر  
 آفرین ہے اور اس رسالہ کے پڑھنے والوں میں سے مصنفت  
 کا یہ مطلب نہ میں کچھ سکا اور میں نے جن حضرات سے  
 دریافت کیا انھوں نے بھی یہ نہیں کہا۔ وہ صاحب نے دیکھنے  
 مانے کہ کہنے کے وقت میں کا کیا خیال تھا کہ تم میں کچھ  
 مقدم کہیں رہا۔  
 ۱۴) مصنف رسالہ نے ہمدان کا ذکر کرتے ہوئے  
 لکھا ہے :-  
 "یہ ہمدان بہت طویل ہے جس میں مسلمانوں کے قبائل  
 صابریہ و انصاریہ کا ذکر کیا گیا ہے"۔  
 حالانکہ اس نام میں یہ قبائل ہما جو بن کا ذکر ہے۔ یہودیوں  
 کے قبائل مختلف کا۔  
 ان اعتراض کے متعلق ترتیب وار حسب ذیل  
 گزراؤں قابل لحاظ ہے۔  
 ۱) پہلے اعتراض کا جواب منقول ذکر ہو چکا کہ قطعی  
 پروفیسر صاحب کی ہے حضرت مصنف کا نہیں ہے  
 انھوں نے جو کچھ لکھا نام لفظ و سیر و آریہ نہیں لکھے آئے ہیں  
 ۲) دوسرے کے متعلق گزارش ہے کہ دلیل انصار  
 کے بیان کردہ قبائل کو عمومی حیثیت سے آپ کا انصار کہنا

غلط ہے۔ اس لئے کہ اللہ ارکانِ مطہرہ صرف بزرگِ انبلی  
 کیلئے مخصوص ہے قبائلی شریعت کی صفت نہیں ہے۔ وہ  
 مصنفتِ عامہ نے اگر ایسا لکھ دیا تو یہ زبان سے زیادہ عقلی  
 لغزش کہی جاسکتی ہے جس سے معنی و مفہوم میں مطلق فرق  
 نہیں پڑتا اس لئے کہ قبائلی انصار کے یہودی ہیں بہر حال  
 یہودی ہی تھے اور ذریعہ بحث مسئلہ کے اعتبار سے  
 اسرائیلی یہودی اور قحطانی یہودی میں کوئی امتیاز نہیں ہے  
 جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔

(۳) قبر سے کے متعلق یہ عرض ہے کہ انصار  
 اور یہود کے امتیازی نقطہ کے اعتبار سے ان یہود کو بھی  
 مختلف قبائلی یہود کہہ دیا جائے تو سنا کر لڑکتے آفرین کریں  
 ہے اور نقد کا اظہار کریں نہیں۔

(۴) اور چوتھے کے متعلق یہ اتنا اس ہے کہ یہ صحیح  
 ہے کہ حدیث میں ساجدین کے قبائلی تفصیل مذکور نہیں  
 ہے لیکن جبکہ معاہدہ کے الفاظ میں ساجدین اور قریش دونوں  
 موجود ہیں اور قریشی ساجدین ہی کے قبیلہ کا نام ہے تو پھر  
 مصنفتِ عامہ کے صیغہ جمع پر اس میں کوئی ایک لفظی  
 گرفت کے مترادف ہے اور جہاں تک بچے معلوم ہے عقود  
 کا یہ یہود ہے کہ اگر معنی مفہوم میں فرق نہ آئے تو لفظی گرفت  
 اپنی عظیم کام نہیں۔

الحاصل ان تمام مباحث کے ٹکڑے جاننے کے  
 بعد جناب پروفیسر صاحب سے یہ امر بھی قابلِ گزارش ہے  
 کہ حضرت مصنفت کا مقصد حسبِ کہ یہ ہے کہ رسول اکرم  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں اور مسلمانوں کے درمیان مذہبی  
 امور کو مستثنیٰ کر کے قریبتِ متحدہ بنائی تو انفرسنگ میں معاہدہ

میں ساجدین کے قبائلی مختلف اور یہود کے قبائلی مختلف کا ذکر کیا  
 اور یہی یہودیوں کا ذکر قطعاً اس میں نہیں۔ مگر مسلمانوں اور یہودیوں  
 کا ذکر جو ہے۔ خواہ ایک ہی قبیلہ کے مسلمان اور یہودی ہیں تو  
 حضرت مصنفت کے مقصد پر اس عدمِ ذکر سے کیوں پڑتی ہے  
 اور سنسکرت قریبت میں کیا فرق آچھا ہے؟ میں نے خود جہت  
 خود کیا اور دوسرے ابی نام سے بھی دریافت کیا مگر سب نے  
 یہی کہا کہ عقلی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ تسلیم کرنا ہوا کہ  
 کے مصادر وہی تھے جو آپ نے ذکر فرمائے تب بھی حاصل  
 یہی نکلتا ہے کہ صحیح علم و دیانت کیساتھ جو امت ابی حنی  
 اسلامی مصادر کے لئے کس وقت بھی اس طریق کار کو مفید  
 کیے اسکو اس سے استنباط کرنا درست و صحیح ہے البتہ  
 اگر آپ کو یہ خیال ہو کہ اس معاہدہ کی روشنی میں راہِ ہجرت و  
 شہادت اور غیر ہندی قوالوں اور نسلسوں کے ہمدرد اور  
 مسلمان قرابت و داعیہ اسلامی مصادر کی خاطر بنا سکتے ہیں لیکن  
 ساداتِ صدیقہ فدویہ قریشی انصار کی مسلمانوں کی جہت میں  
 نہیں ہے کہ وہ اس قریبتِ متحدہ میں شامل ہو سکیں۔ تو  
 یہ امر دیگر ہے اور اس کے لئے دلیل کی ضرورت۔

پروفیسر صاحب کا ایک قریشی اسمیاتی ہے کہ ان کے  
 قبائل قریبت کے دو ضمن ایک مطلق جماعت اور دوسرے  
 جماعت بہ صفات مخصوصہ مثلا اسماء و نسب و نسب و نسب و نسب  
 اتحاد ذہن، اخلاق و اطوار، تمدن و تہذیب کی یکسانی، روحانی  
 مائیت، مسرت و زندگی، مشاورت و علمی، ملتے جلتے رہنے  
 پہنچنے، میں اولاد و قوم کی اہمی جماعتیں و غیرہ اور اس پر پتھر  
 فرمائے ہوئے جو نتیجہ شکل ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ  
 پہلے معنی تو رسالہ کے مقصد کے کام ہی کے نہیں اور دوسرے

مسیح کے اہلبیت سے اس لئے صحیح ہیں کہ رسالہ کی سترہ قوت  
 مرصعہ اور حقیقت کے لحاظ سے بنائی جاتی ہے اور رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی بنائی ہوئی امت واحدہ میں باشندگان کو  
 تذکرہ و جلا ساری صفات موجود ہیں البتہ صفت رسالہ کا اس  
 مسئلہ حل طلب ہے

مگر یہاں بھی گذشتہ اقول کا طرح غلط کہنے والے  
 ہی غلطی میں مبتلا ہیں اول تو اس لئے کہ قوم کے ہر فرد کو  
 پروردگار نے بیان کرنے والے ہیں وہ یوں نہیں سمجھ کر کے  
 مطالبات ہیں اللہ اس کا تعالیٰ جو ہر چیز کے معامہ ہے کیا گیا  
 ہے وہ بھی غلط ہے مسئلے کے پیروندو مسلمانوں میں رہنا اور نہ ہونا  
 اختلافی و اطوار اور کون کونساں تہذیبوں کی کونسی صورت اور کونسی  
 اور شادائی اور غمی کے فرد و طریق ہیں یہی سمت دیان لغت اور  
 بعض جزئیات کی مماثلت کے سوا ایک دوسرے کے ضد تھے  
 البتہ آج کل کے دور میں کا اچھل سہیں ہو سکتا ہے نیز جو یہ صورت  
 معاہدہ کا امن مسئلہ پر مطلق اثر میں پڑتا۔

علاوہ ازیں ہندوستان میں جس قومیت کا قیام  
 ظہور پا رہے ہیں اور وہاں میں ہیں جو کچھ ہے وہ ضرورتاً  
 کی ہیں ہے، کے مصلحتوں کو مصلحتوں سے سمجھنے  
 امتداد اور دوسرے ان امتیازات کی مخالفت کے ساتھ ساتھ  
 صورت تک دونوں کی مشترک ضروریات و آزامین میں متحد ہوگی

(نوٹ) حضرت علامہ سید محمد متھل کے رسالہ "توحید و توحید" میں  
 مسلمانوں میں رسالہ بیان دہی اور ہر رسالہ مطوعہ اسلام دہی میں  
 رسالہ بیان دہی اور ہر رسالہ مطوعہ اسلام دہی میں  
 صاحب مثنوی نامہ اعلیٰ مدنی کے ہر رسالہ مطوعہ اسلام دہی میں  
 میں تابع کہ ہے ہے

اللہ اس سے زیادہ دوسری کئی عرصوں میں ہے اور یہ اسلامی  
 کی بنا پر ہندوستان کی تاریخ و حالت کے ساتھ ہیں اور  
 ضروری ہے

آخری گذارش

میں میں ملک نہیں کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی  
 میں یہ دوسری چیز ہے جو ہندوستان کی حالت کا نتیجہ  
 غلطی میں تشکیک ہو گئی ہے کہ مسلمانوں کا اسلام کے  
 خصوصاً مسلمانوں میں فکرت کرنا ہے اس  
 لئے اسلام کے قوانین کو اور اسلام کی صورت کے  
 کہ دشمنی میں اہل حق و اہل حق کے ساتھ کئی  
 ملے کر سکتے ہیں لہذا مسلمانوں کی صورت کا یہ  
 خدشہ کے بل پر افسانے اور خدشہ اور خدشہ میں ہے  
 انہوں نے کہیں میں اختیار کیا ہے قطعاً اور اسلامی  
 امتثال ممکن ہے۔ اگرچہ دور اسلامی ہے تو اس  
 کہتا ہے کہ بعد از شریعت نیابت رکھنے کے اور  
 رسولی و غلامی و سزا کے عام اختلافی  
 ہونے کی بل کر کہیں نہ پیدا کریں اور اگر  
 کہہ کر کہ جائیں میں اللہ اور ہر رسالہ  
 کامی ناسکے میرے ایک ہی شکل ہی رکھیں۔

اللہ ہدانا سواہ العلیل و غیب اللہ اللہ اللہ اللہ  
 (نوٹ) حضرت علامہ سید محمد متھل کے رسالہ "توحید و توحید" میں  
 مسلمانوں میں رسالہ بیان دہی اور ہر رسالہ مطوعہ اسلام دہی میں  
 رسالہ بیان دہی اور ہر رسالہ مطوعہ اسلام دہی میں  
 صاحب مثنوی نامہ اعلیٰ مدنی کے ہر رسالہ مطوعہ اسلام دہی میں  
 میں تابع کہ ہے ہے

ناظم جستان ادب

# شیخ الاسلام و المسلمین حضرت مولانا حسین احمد مدنی

رحمۃ اللہ رحمۃً واسعۃً

اس مضمون میں بجز اب "مفتی محمد قومیٹ" مختلف امور آ رہے ہیں۔ اور ایڈیٹر صاحب نے وقت کے اتنی سناک سناک کی بنا پر ہم اس تحریر کے لئے دوسرے ذرائع استعمال کر رہے ہیں۔ یہ مضمون اور اس کا مکتبہ دونوں ہی دہر لوانے وقت کے پاس سر دغا لے میں پڑھے ہیں۔ ان کی حواشیں سب سے کہ صحیح است ان کی زبانی، لوگوں تک پہنچے۔

سرخاں ہیں نظر مضمون میں لائے وقت اور درباری حضرت کے بیانات و مطلوبت کی روشنی میں حسب ذیل امور پر بحث کئے ہیں۔

- ۱- حضرت اقدس مولانا حسین احمد مدنی کی الزام "تخلیہ کفریہ مقدمہ قومیت" سے تبری اور اس کی تردید۔
- ۲- بریلوی حضرات کون جہتے ہیں؟ وہ کہتے ہیں؟ کیا کام انجام دیتے آئے ہیں، انکا تجویز کیا ہے؟
- ۳- "مقدمہ قومیت" کے نظریہ کا فرائض "کا الزام اور اس کی منہ نامشکوہ پر بحث۔
- ۴- حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور چند بزرگانِ عصر۔
- ۵- حضرت اقدس مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے پاکستان میں اثرات۔
- ۶- حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی عمل اور حرام میں سیاسی اختلافات کے مابودہیے مشن مقبولیت۔
- ۷- ۱۹۴۵ء میں مسلمانوں کی فلاحی سلطنت کے بارے میں آپ کے افکار۔
- ۸- حضرت اقدس مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلم لیگ سے رشتہ۔
- ۹- قومی نے سلوی احمد رضا خاں دوبارہ حجاز شکرگت کا نکل لیں

## مسئلہ قومیت اور اسلام

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد امجد علی صاحب دہلوی صاحب مدظلہ کے مکتوب کے خلاصے فیض بخش

ایسی ہی ایسی ہی بنائیں کر لینی تعزیریں رہے، غاہ برسے کہ یہ  
 بائیں عراق ہے اور اسلام کے لئے جنگ ہے، جیسے کئی لی ۱۰۔  
 دس ہر چین میں سے جولوگ کے لئے ہر جگہ شہ کی علامت کی سب  
 ذیل تحریر دیکھتے ہو تم عموماً اقبال سے دے رہے ہیں  
 قید ہوا ہے اتمام اہمیت اتمام اہمیت کی طرف نہ  
 اتمام اہمیت کی طرف نہ مسلوب ہوتے چلے آئے ہیں  
 ہم سب سہمی اور ہندی گھلاتے ہیں کیونکہ ہم  
 سب کو کرائی کے اس حد میں بوروباشی دیکھتے  
 ہیں جو سہ کے نام سے سہ ہے، علی ہر انیسویں  
 بیسویں عربی، چالیسویں، اسیویں اور اسیویں میں ایک  
 جہاز لائی، مصلحت ہے اور اس جہاز سے تمام  
 سے تمام ہیں، تمام ان سہوں میں ہر سہوں  
 تھری ہر سہ اپنے ہم سہ سے محبت رکھتا ہے اور  
 ہندی سہ کے ساتھ اس کے لئے فردائی کہنے اور  
 تیار رہتا ہے مگر در حال کے سیاسی منظر میں اس  
 فخرش اقبال منشا مراد ہے یا مصلحت سہی

ہر دو نائنز لٹے وقت "مردود" ہر دو ہی شہ سے کی  
 اشاعت میں "مردود قومیت اور اسلام" ایک دیرینہ بحث  
 کے زیر عنوان ایک مضمون کا آغاز ہوا ہے، اس میں "سہ" نے  
 ۱۰۰ سہ کی ایک نمونہ ٹوٹا ہے اس سے معلوم ہوا کہ سہ  
 لٹے وقت سے لڑائی لڑائی کتاب کا اندیشہ ملاحظہ نہیں کیا اور  
 فقط اس نام سے ہی ایک مادی طرح مسلمان کی طرح مشغول ہو گئے  
 اور سہ اہمیت میں ملای سہ صاحب کا سہائی اور اصلاحی رنگ سہی  
 ملاحظہ ہر سہوں سہائی کو سہائی پر سہائی سے سہی  
 لاکر تعلق نہیں ہے، صاحب سہائی کو سہائی کی لٹھوں کی سہوں  
 سہائی کے سہائی سہائی ہے، سہائی سہائی کے سہائی  
 سہائی ہے

اور اقبال مردود دہاتے تھے کہ قومیت کے ایک معنی ہیں  
 ہم سہی ہر سہائی سہائی سہائی سہائی سہائی سہائی سہائی سہائی  
 سہائی ہیں، قومیت کے اور سہائی سہائی ہیں، سہائی سہائی  
 تھے جن کا سہائی سہائی سہائی سہائی سہائی سہائی سہائی سہائی  
 سہائی، سہائی سہائی سہائی سہائی سہائی سہائی سہائی سہائی

شائع کردہ محسن شریعت اسلام اس کے مولانا

کراچی میں

کتاب کے مستند بریل کے لئے کوئی ہے کہ فوٹوشاپنگ  
کے سرورق پر چھپس جاوے اتالی کی تعارفی تحریر ہے۔ اس کے سوزو  
سے عام طور پر وضاحت برتی ہے کہ وہ کوئی قرینت کے خلاف  
تھے وہ اسی قرینت کے خلاف تھے اور مولانا محمد علی جوہر جوہر جوہر

حالات میں اس کے خلاف کام کرتے رہے تھے یہی کیونکہ یہی  
ہی ہے۔ وہ اسی اہل سے کام میں آ رہے ہیں کوئی تضاد نظر نہیں  
آئے گا۔ مولانا کی مولانا ہی "متحدہ قرینت" سے حاصل شدہ کتاب  
ہی تھا جس کا، جس نے مشہور ہوا اس کتاب متحدہ قرینت میں تحریر  
فرمایا ہے کہ "اور ان نظریوں کا ازالہ کر دوں جو اس قسم کی متحدہ  
قرینت سے منافقت معلوم ہوا کہ ان کی مولانا ہے ہی نہیں  
جو آزاد شریعت و تعزیرات عازمی ان کی طرف متوجہ کی جا رہی ہے  
علاوہ اقبال نے اس پر بدبین سیاست کا مطالعہ اور سے

کیا تھا اور صورت ملنے سے بہت زیادہ یک سے کیا تھا مولانا ہی قسم  
کی اختلافی بیحد شبہ میں وہ چکے تھے تاہم میں جنگی قیدی بنا کر لایا  
دیے گئے تھے مولانا کے والدہ بی بی زینبہ علیہا السلام کی حالت قید و گما  
پانگے اور سات اہل خانہ اور اس دوران وفات پانگے کو ہم شہد

متحدہ قرینت سے مولانا مدنی کی مراد | حضرت مولانا کی

کتاب متحدہ قرینت کی عبارت پر جس میں اس کے منہ پر شہادہ کلام  
سے آخر کتاب تک جو کچھ مولانا کی متحدہ قرینت سے ہے وہی  
ہے جسے مولانا اقبال سے اس بیان میں درست اور اسلام کے  
مطابق کہ ہے اور نظری امر قرار دیا ہے حضرت مدنی رحمت اللہ کا  
فقط نظر نہیں ہی تھا، اشتراکیت، جیہ ہرگز نہی، علامہ اقبال

نے کسی اجارہ کا مسنون بنا جس میں مولانا کا بیان صلوات اللہ علیہم  
کے دیگر شریعتی صاحب کے ہم جنس و گروہ نے غلط رنگ میں پیش  
کیا تھا جس سے یہ سمجھ میں آتا تھا کہ مولانا نے مسلمانوں تک کو روپ  
کی دنیا دکھانے کی قرینت اختیار کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ اس نے انھوں  
نے سمت اشارہ کر دیا لیکن مولانا کی بات سے حسب بات مسلمان  
گئی تو انھوں نے صاف اول سے رجوع ہی فرمایا۔

بیس۔ رسالہ نازیہ دیکھ کر اتنا ہوتا ہے کہ سازشی رنگ  
پھر یہ اپنی محسوس اعراض کی خاطر اس مسئلہ کو اچھلتے رہے۔ مولانا  
کی تقریر میں "اتحاد ملت" یا متحدہ قرینت کا لفظ نہیں تھا جس میں  
لیکن اخباری نام یہ لکھ دیا گیا تاکہ عرب پر نام لیا جاسکے۔ نمبر ۲  
کتاب کا نام "متحدہ قرینت اور اسلام" لکھ کر مولانا کے اس سے  
مستخرجین کے لیے تشریحی حواشی لکھیں۔ اس ضمن میں بھی بات تو  
صرف اتنی ہی ہے جو آزاد پروردگار کی گئی۔ وضاحت کے لئے آیات  
احادیث زیادہ بیان فرمائی گئی ہیں۔

اس بار میں درج بحث سنو یہی کہ شریعت مطہرہ کی  
اور کسی دین کو دلع کر کے لئے ہم دین جیسے مسلمانوں کے ساتھ  
اشتراک مل جائے یا ناہائز۔ جاننے سے تو کس حد تک؟ اور کیا  
دوسرے اسلامی ائمہ علیہم السلام نے ایسا کیا ہے یا نہیں؟

غرض شریعت پسند لوگ مولانا کی اس مزید وضاحتی تحریر کا  
باعث ہے لیکن ناناہہ کہہ رہا صاحب ایک شخص جو آخر قرینت کرنے  
پر ننگا ہو کر صاف صاف بات کو حقیقی اور تفصیلی کرنا جس کے  
روپ میں بدل سکتا ہے۔ یہی صلوات اللہ علیہم اس حصوں کو  
اسی طرح صحیح کرنے کی کوشش کی ہے جیسے وہی ان سے ہوسکا انہوں  
سے یہ کام انجام دیا اور ایک مثال لکھ کر ان میں مولانا پر اتنی  
پہچان تراشی کی کہ انہیں مسلمانوں کے ہند کا ہوسنا کر کھڑا کر دیا۔

ہم نے سن کتابچہ کو دیکھا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ  
اس بارے میں اور چھ ماہ میں صحافت پر شکل ہے۔ تبصرہ کرنا چاہئے  
یہ مضمون خدائی اور ماضی رنگ میں لکھا گیا ہے۔ خدائی  
سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ لوگوں کو مشتعل کرنے کے سوا کوئی اور  
تصدیق نہیں ہے۔

ص ۳ پر ایک تحریر میں یہ لکھی ہے کہ حضرت علی اور علیؑ  
قبائل کے صفائیں کی ترتیب میں دو دو ہیں کرنا ہے اور یہ ظاہر  
کیا ہے کہ حضرت علیؑ نے جب اپنی تقریر دہلی کی تشریح کی تو  
ظہر اس پر رونے لگے اور عبادت میں نہایت جامع اور بیوقوف  
دیکھ کر اس کے بعد حضرت علیؑ نے لا جواب ہر گئے اور مولانا کو کٹنا پڑا  
کہ یہ تصدیق دہلی کے بیان میں اختیار تھا، اشارہ تھا۔

حقیقتاً تو کہہ رہے ہیں کہ وہ تقریر  
اصلاً غلط ہے۔ اخبارات میں صحیح، انصاری  
شیخ، احسان، الامان، وحدت، انقلاب اور زمیندار میں۔

انقلاب اور زمیندار نے الامان اور وحدت سے لیا تھا۔ انھوں  
نے مولانا کے الفاظ بدل کر سرخ کر دیے تھے۔ دیکھو انہوں نے وقت  
نوبت جانتے ہیں کہ بعض عبادات کو بیان کرنا ہی صحیح کرنے کا طریقہ ہوتا  
ہے جبکہ دوسرے عبادات میں مولانا کے وہی الفاظ تھے جو  
آپ نے تقریر میں کہے تھے اور احسان میں اس کے کر رہے تھے  
یہ عبادات کا اپنے اپنے نظریے اور افراص کی بنا پر تعریف تھا  
علامہ کو تحریک شدہ تحریر پہنچی تو وہ یہ سمجھے کہ مولانا نے سید نظر  
توسیت اپنا سنا کا مشورہ دیا ہے اس پر وہ مرہم ہوئے اندک  
تقریر کر ڈالی۔ حضرت علیؑ اور علامہ سابقال دونوں ہی کے قصوں  
علامہ طاہر صاحب نے حضرت علیؑ اور علامہ صاحب سے  
علامہ کو کتابت کی۔ وہ حضرت مولانا کا جواب علامہ کو اور علامہ کا

جواب حضرت مولانا کو پہنچاتے رہے۔ حضرت مولانا کی اس خط  
کتابت میں دہلی اور ان میں مولانا کی کتاب میں ہیں اور علامہ  
اقبال کی اپنی تفسیر سے رجوع کے بیان میں صاف صاف ہے  
وضاحت تحریر ہے کہ میں نے جو تبصرہ حسین احمد دہلی کے پبلش  
شائع کیا ہے اور جو آپ کے اخبار میں شائع ہو چکا ہے، آپ اس  
بیان کا آخری پیروہ رہے۔

خط کے مندرجہ بالا آیتوں سے صحت  
ظاہر ہے کہ مولانا اس بات سے صاف انکار  
کرتے ہیں کہ انھوں نے مولانا کو بد  
نظریہ توہین اختیار کرنے کا مشورہ دیا۔ لہذا ان  
اس بات کا اعلان خود ہی کرتا ہوں کہ مجھ کو  
مولانا کے اس اعتراض کے بعد کسی قسم کا کوئی  
حق اعتراض کرنے کا نہیں رہتا۔ اس بیان کے  
آخری پبلشر ہیں۔ مولانا کی حیثیت دہلی کے  
مخبروں میں ان کے کسی عقیدت مند سے بچے  
نہیں ہوں۔ علامہ اقبال،

علامہ کے الفاظ سے صاف واضح ہے کہ ان کا بیان مولانا  
کی خط و کتابت کے بعد کاتب اور علامہ کی وفات کے بعد چھپے  
وضاحتی تقریر کی ضرورت وادی میں ہے۔ اصل ناموں سے لفظ برابری  
دوسرے لوگوں کی جو بیخبروں کی وجہ سے ہی پیش آئی۔ علامہ اقبال  
موجودہ سے بالذات اس کا کوئی تعلق نہیں۔

مختصر توہین نامہ کے اقبال مرحوم کی پریشانی کی وجہ  
حالات اقبال پر لکھ کر دیکھئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مولانا  
بحث صرف خطرات اور عداوت کے تحت ہی لکھی۔ مولانا کو

تھا کہ جو برسوں کے ساتھ ساتھ اشتراک عمل کرنے سے اسلام کو نقصان پہنچے گا اور ہندوستان اور اوروں کے لئے اشتراک عمل کے لئے جو چیزیں شرفاً صحیح ہیں۔ ان کا علم دین، سیاسی اور تاریخی بصیرت ہندوستان میں اس اشتراک عمل کو درست قرار دے رہی تھی اور وہ ان لوگوں میں سے تھے جن کی بصیرت اور معلومات میں یورپ کی سیاست تاؤنچ اور اس کے مفید نظریات بھی تھے وہ سیاست میں ساری فکر عملی حصہ بھی لیتے رہتے تھے۔ علمی اور در حال دونوں مشائخ سے حضرت شاہ ولی، قدس سلسل اور برادر بلا تعلق ایک لکھی سلسلہ چلا رہا تھا اس قدر میں بصیرت ملتا ہندو اور دو گناہ ویر ہندوؤں ہی اس کے ایمں در صحیح وارث تھے۔

علامہ قسطلی نے جو کچھ لکھا ہے وہ اس سے

الغرض ان کی عقلی رہا تھا لیکن کچھ ایک دن انہی اور اس طبقہ سے گلے ملنے اور ساتھ رہنے کا اتفاق ہو سکا تھا۔ ان کی اپنی زندگی کی ایک صورت دیکھا تھیں انہیں حضرت شیخ الفہد اور مولانا انور شاہ رحیم آبادی سے نصیرت تھی مگر تاریخ علامہ جواد ان کے سیاسی یا اقتصادی نظریات سے تعارف حاصل نہ تھا اس لئے وہ بھی ڈرتے تھے کہ عموماً شاید تاؤنچ سے واقف نہیں کیونکہ انہی دن ایک دن انہوں نے کہا کہ مولانا حسین احمد اس ماہ میں ہات کو نہیں بکتے۔ وہ تاریخ سے ناواقف ہیں۔

اقبال کے حصر میں ۱۶۰

معلوم ہوتا ہے کہ وہی حدیث انہیں پریشان کرنے ہوئے

تھا اور ان کی بے چینی کا باعث تھا۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس تھی۔ ان حضرات کی تاریخی بصیرت بہت گہری تھی چنانچہ تاریخ سے صرف واقفیت ہو۔

حضرت مولانا درویشی کی نکتہ کشف حقیقت کے لکھے کا اتفاق ہوا۔ انہوں نے اس میں تحریر فرمایا ہے کہ صورت آسام کے شمال میں پہاڑی علاقہ ہندوستان اور چین کے درمیان مسازرہ چلا آ رہا ہے۔ یہاں ان کا کہنا ہے کہ تھمڑ نہیں ہوتی رہیں اور پوری طرح وفاق کی قربت آئے۔ آسام کا پورا صوبہ تھمڑی پاکستان میں نہیں آتا۔ قاسمی درویش پر حیران لائی گئے کہ اس میں ہندوستان اور چین کی لڑائی ہوتی۔ اس کے چپ سے تعلقات کونج کھٹک کشینہ پچھے آ رہے ہیں۔ یہ مولانا ملی کی روحانی بصیرت و علم استقامت اور سیاسی دقت نظر ان کی اس تحریر کے بعد کسی کارہیجان ششہ

کے پٹیل کی حالت کی طرف نہیں گیا۔ تمام سیاسی اور دن کا یہ حال تھا۔ اس رسائی تقریباً گیارہ چہرے تو دیکھے ہی پوری ہوئیں۔ جیسے انہوں نے بھی ہیں بلکہ سب ہی قدیمات درست رہے۔ انہوں نے وہ دشواریاں ہندوستان اور پاکستان میں مسلمانوں کو پیش تھیں۔ وہی طرح سنہ ۱۹۴۷ء کا ایک رسالہ آئے وہ اس انقلاب کی تصویر مولانا سید خرمیاں رتہ، اللہ علیہ السلام سے اس خصوصیت سے اقتصادی اصلاحی پروگرام اور آئندہ پیش آنے والے اسکالی حواث کا حائرہ دیا گیا ہے۔ اسے دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ جیسے انہوں نے حالات کو سمجھا لیا ہے۔ وہی رسالے میں میں قیمتی مضامین ہیں انہیں مقبول بات کوئی نہیں ہے۔ تین تین مضمین انقلاب دہانے ایک بات ہے۔ بہت بڑھنے کی صورت۔ وہی گفتی ہے کہ علامہ کان بصرات سے اختلاف نہ تھا پھر بات بھی غلطاً ظاہر میں پہنچی تھی۔ ایک دن ان سے کہا گیا کہ



مرلا، حسین، محمد کے حوالہ دے کر کہتے ہیں کہ اولاً  
 سے مراد مصطفیٰ برساں خویش پھر جن کی  
 کو برگ انجمن سے یہ قرینوں لیا کرتی ہیں  
 سے متنی میں کہا ہے کہ اگر کوئی کسی اور میں  
 بہتے داسے ہیں ہے آپ کو ایک قوم ہی  
 لیا کرتے ہیں حضرت اس کے حوالہ سے قرینوں  
 یہی ہیں ان سے کہتی والی پر حاشیہ ہے  
 لہذا وہ ایک بیان شایع کریں اور صاف لکھا  
 فرماریں کہ اسلام کی مد سے دلہن مائے زمیں  
 یہیں وہ ایسا کریں تو جہان کی عزت آسانی  
 کے اعتراف میں ہیں ان کے کیا ہے جو حضرت کے  
 دیں گے۔ اقبال کے حوالہ سے

آسان غنوں میں غلط اختلاف قرینوں تھا اگر مرلاتا  
 کا نظریہ ہے کہ قرینیت اسلام پر محض ہے اس طرح کہ پہلے  
 ہم یہ گاہیں پیر مسلمان قرین ہاں ملے ہے انگریزوں کا یہ فقر  
 نہیں ہے ان کے نزدیک اسلام مذہب ہے بعد میں قرینیت ہے  
 کہ پہلے ہم مسلمان ہیں بعد میں مذہبی ہیں تو یہ ٹھیک ہے۔ اس  
 کا صحیح علاج قرینہ تھا کہ علامہ سید سے پہلے لکھا ہے جو صراحتاً  
 پہلے قرینت ہی صاف فرمائی۔ ان کے گرد قرینوں کے لوگ صحیح  
 مسلمات قرینوں کر سکتے قرینی ہوتے رہتا ان کے معاملات دیکھنے سے  
 افغان ہوتا ہے کہ جس نے کبھی قوم اور ملت کے نظریوں پر  
 نہیں کیا تھا اور یہ غالب کی شان ان میں آفرینک رہی ہے۔  
 چنانچہ اس بارے میں اپنے ایک بیان میں مذہب نہ پیر سازی کا مقب  
 روح فرما، دیکھتے ہیں

پھر وہیے کنی جہاں آئے اٹھ کر بیٹھ گئے

انہی کے سے ایک لاکر جو سے سوال کیا۔  
 قرینہ لکت کے تیار ہوا کر گیا ہے تو  
 اس کا جو سہا گیا ہو گا، جو سے قرین کیا بہن  
 اس عقیدہ کی کرن حقیقت بہتی قرینوں کی ہے  
 دلک لک اب جہاں غنوں کی صورت لکھا ہے  
 ہر جہاں ہے۔ ایک قرینوں جو زیادہ سواتی فرماتا  
 ہوا بہت کما سیت اچھا ہو ہے پھر لکھا  
 تو کر گیا ہے کہ اس سے پہلے میں تم کنی مرلاتے  
 کر سکتے ہڑ میں لکھا بہت کما اجازت  
 ہر قوم جو ہو پس کچھ نہیں لکھا مرایا  
 مشاغلہ شایقی یہ یہی اس سا ہے کا  
 جو حضور کا کتابت صل اللہ علیہ وسلم سے مرید  
 مشورہ میں حضور نے فرمایا کہ ہر قوم اور  
 یہ وہی ہے کیا یہ ماہہ ان چشم میں حضور  
 سے ارشاد ہوا ہے اس پر غامض مت کی ہے  
 قرینوں کو اس کا حضور نے مریدوں میں فرمائی  
 کی بنوائی اس میں ہرگز نہیں تو کرنا لیکن اس  
 کے بارے میں ایک گنگ دم فرمایا ہے اور اس  
 سا ہے کی پوری عقل حاصل کر

قیں ۱۱۱ ۱۱۱ اقبال کے حوالہ

بیشاقی مرید کی پوری عقل حضور لاکر عدت میں پیش  
 کر دی گئی اور ان کو جو پر عدت لکھا ہے۔  
 ہاں گنگ عدت لکھا لکھنے کا لیکن نے ہم ہرگز  
 حوالہ میں نے کائنات تپانی کو دیے ارشاد ہوا  
 یہ تو نہیں کے کہ جہاں مریدوں کی عکس میں ہے

انہوں نے اس پر غور نہیں کیا اور  
 ایک لفظ مات کہہ دی۔ پھر فوراً  
 سستا کر بیان کے ہاتھ میں گھنٹکو  
 شروع کر دی اور طریح طریح سے اظہار  
 خیالات کرتے رہے۔ یہی کہ اسلام  
 بنانے قیامت ہے اور اس کا شرع  
 ہے رسالت۔ لہذا اسلام کہ باہمی  
 اجتماعی معاشرے میں ہے جس کی  
 اس سیاسی اجتماعی معاشرے کو قرآن مجید  
 نے امت سے تعبیر کیا ہے ص ۲۱۳  
 اقبال کے حضور۔

میں نے یہ بات اس لئے بھی کہی  
 کہ ایشان مدیہ میں فقط امت اسلامی  
 جو ہے۔ حضرت اللہ نے فرمایا: مولانا  
 عالم دین ہیں۔ اصطلاحات دینی سے  
 کچھ خبر نہیں رکھ سکتے۔ وہ خوب سمجھتے  
 ہیں امت کے معنی کیا ہیں؟  
 پھر فرمایا: عجیب بات ہے انہوں

نے قوم اور امت میں امتیاز پیدا کرنے  
 جو کچھ ایک نئی بحث چھیٹے دی  
 ہے ص ۲۱۳۔ اقبال کے حضور۔

علاؤ اقبال کے قریبی لوگوں  
 کو کیا کرنا چاہیے تھا

انہوں نے اس کے نصاب میں اور اس سے  
 واقف کرنا چاہا۔ ماسی سے تاریخ اور روح میں روحانی  
 ہے یہی ایسا زہو سکا ان کے گرد و پیش کے لوگ معلوم  
 ہوتا ہے۔ خود بھی واقف نہ تھے تاکہ ان کے خدشات چلتے  
 ہوتے اور پریشانی خاطر ہی ہو جاتی۔

و فرسویت، علامہ ہند سے اس کے اعراض و تقاضا  
 پر مشتمل رسائل طبع ہوتے رہے ہیں۔ مثلاً ایک رسالہ ہے  
 جس کا نام سمیت علامہ ہند کی شرعی اہمیت ہے۔  
 اس میں بیان فرماتے ہیں۔

اس کے سالانہ اجلاس کے صدر ہندوستان  
 جس کے تنازعہ ہندو ہوتے ہیں جن کا علم  
 تقویٰ، ایثار و صداقت۔ ہندو ہندوستان

لہذا اس پر حاشیہ اقبال کے حضور میں تحریر ہے۔ انہم امتہ واحدۃ من دون الناس۔ یعنی مسلمان اور صرف مسلمان  
 سے الگ ایک امت ہیں مگر یہ ترمیم درست نہیں ہے۔ ہر قوم کو امت نہیں ہے۔ ہر قوم پر ہونے کا نام نہیں ہے۔  
 مان ہو سکتا تھا۔ ص ۲۱۳ اور اس کا ترجمہ مولانا غفران کے رسالہ میں آیا ہے۔ ماسی مسافر ہیں رسالت آئی ہے۔  
 وان ابیہود دینی عوف و موالیہم و المسلمون امتہ من المؤمنین لیبھدو و یمنہم و المؤمنون و یمنہم۔  
 اور یہی عرب کے یہودی اور ان کے اعلان و اعلان سر نہیں رہی کی ایک امت تیار ہوں گے۔ یہود اپنے دیں پر مسلمان  
 ہے ہیں پڑھ کر ہی گئے

میں بلکہ دیانتاً اسلام میں مسلمانوں  
دکھنا ہے۔

۱۱) بی بی ان حضرت کے سہ ماہی گزری  
اور بی بی بی بیوں کے جمعیت نامہ ہند  
کے سالہ: اجلاس کی صورت فرمائی۔

۱۲) حضرت مولانا عبداللہ کی صاحب  
فرنگی علی، صدر اجلاس، اولیٰ مقدمہ  
۱۹۱۹ء

۱۳) شیخ اعلیٰ حضرت مولانا محمود کی صاحب  
ایسیراٹا، صدر اجلاس، دوم مقدمہ  
۱۹۲۰ء

۱۴) مولانا ابوالکلام صاحب، تازہ صدر  
اجلاس، لاہور مقدمہ ۱۹۲۱ء۔

۱۵) مولانا صاحب، مولانا صاحب، مولانا صاحب  
صاحب، بہتر ڈاکٹر، دیوبند صدر اجلاس  
کی مقدمہ ۱۹۲۲ء۔

۱۶) شیخ ابوالکلام صاحب، مولانا صاحب، مولانا صاحب  
صاحب، مولانا صاحب، مولانا صاحب، مولانا صاحب  
۱۹۲۳ء اور اجلاس، سپریم کورٹ ۱۹۲۴ء۔

۱۷) حضرت مولانا صاحب، مولانا صاحب  
نائب ایسیراٹا، مولانا صاحب، مولانا صاحب  
مولانا صاحب، ۱۹۲۵ء۔

۱۸) حضرت مولانا صاحب، مولانا صاحب  
مولانا صاحب، مولانا صاحب، مولانا صاحب  
۱۹۲۶ء۔

۱۹) مولانا صاحب، مولانا صاحب، مولانا صاحب  
حضرت مولانا صاحب، مولانا صاحب، مولانا صاحب  
شیخ اعلیٰ حضرت ڈاکٹر، مولانا صاحب، مولانا صاحب  
صدر اجلاس، مولانا صاحب، ۱۹۲۷ء۔

۲۰) مولانا صاحب، مولانا صاحب، مولانا صاحب  
۱۹۲۸ء۔

۲۱) حضرت مولانا صاحب، مولانا صاحب، مولانا صاحب  
مولانا صاحب، مولانا صاحب، مولانا صاحب  
۱۹۲۹ء۔

۲۲) مولانا صاحب، مولانا صاحب، مولانا صاحب  
مولانا صاحب، مولانا صاحب، مولانا صاحب  
۱۹۳۰ء۔

۲۳) مولانا صاحب، مولانا صاحب، مولانا صاحب  
۱۹۳۱ء۔

۲۴) مولانا صاحب، مولانا صاحب، مولانا صاحب  
مولانا صاحب، مولانا صاحب، مولانا صاحب  
۱۹۳۲ء۔

۲۵) مولانا صاحب، مولانا صاحب، مولانا صاحب  
مولانا صاحب، مولانا صاحب، مولانا صاحب  
۱۹۳۳ء۔

دکھام شرقی نصیب العین کے موافق تو تم اللہ  
ملک کی کامل آرزو کی

(۱۰) مسلمانوں کی حدی، تطہیری، اخلاقی  
معاشرتی، اقتصادی اصلاح اور اجماعی  
ملک صحت منظر سے اسلامی شہین  
و شاعت۔

(۱۱) ملک اسلامیہ اور دیگر ملک کے  
مسلمانوں سے اسلامی اخوت و اتحاد کے  
روابط کا قیام و استحکام

(۱۲) اسلامی حدود و کیطابق غیر مسلم  
برادریوں میں کے ساتھ ہمدردی و اتقان  
کے تعلقات کا قیام اور اس کی اہمیت  
علماء ہند کی شرعی اہمیت و شائع کردہ  
و میدالین نامی انڈین فریکویری جمعیت ہمار  
ہندوئی۔

مسعود کللی برنگ پیریں ہلی  
یہ افروض و تقاضا تو یہ ہے پہلے سے  
چلے گئے ہیں حد میں جو دستور العمل ۲۰  
۱۹۷۸ء میں مشتمل برطانوی ۱۹۷۸ء  
ریج اٹارنی ۱۹۷۸ء کو بھی مراد آباد کے  
اجلاس میں جو دستور العمل تیار کیا گیا اس  
کے آثار میں یہی حکم لکھے ہیں کہ دستور العمل  
کو ایک کاپی جلائے پاس بھی ہے یہ  
۱۹۷۸ء کے طبع شدہ ہے۔ یعنی مشتمل  
کی لیکن اس کے افروض و تقاضا سے

اول سے پہلے کہتے ہیں۔

یہیں افروض و تقاضا جمعیت کے پرانہ دستور العمل  
میں اور خطاب مدارتہ میں جیسا کہ بتاتے چلے آئے ہیں اور  
اسی پر مبنی پیشتر سے ان صورت کے مسلمانوں کو ان کے  
صحت کا مصلحتاً اور تقاضاً ہندو مت میں بھی پیش نظر رکھنا چاہیے  
(الف) ۲۰۱۱ء کو ہندو مت اور قبائل کا ترمیمی میان شائع ہوا ہے  
اور ۲۰۱۱ء میں ان کی دونوں پر گمنام ہے اگر وہ عیادت ہوتے  
تو ضرور ان کا پر سے طہارت پر حوائی القرب بڑھ جاتا۔ ان  
یقیناً طہارت کے بعد ان کے لگا سے متاثر ہونے۔  
یہ مسلمانوں کے لئے ہے انہیں بہت سے مسلمانوں کے لئے اور وہ ان کے لئے  
میں سے تھے جو ایمان جمعیت کی مدارتہ میں کچھ  
تھے اور ان کا بیان میں حضرت عدنی کی تائید میں  
اہمیت میں آگے تھا اگر ہندو مت کی تشہیر و ہر  
ہوئی تو وہ علم و سید مسلمان ہندی سے وکالت کے متنب  
تہ کر وہ ان سے بھی تھے اور قرب بڑھ جاتا۔

(ب) ان مشرقیت پر ہولناکی تشریح میں قرآن مجید  
سے اس کی بات ہے۔

(ج) ان کی زندگی تبلیغ و شاعت و برنامہ اسلامی شخص  
کا نمونہ تھی اور اس کیلئے وہ تمام کمر جمع کر کے پہنچے۔  
پاکستان کے بعد دستوری بننا چیکے تباہ حال  
مسلمانوں کی مسئلہ پر شہادت تھی کہ گوشش ان ہی عزت  
نے کی اور ان حالات میں ان کی جو مسئلہ تھی وہاں اس میں داخل  
دونوں صورت کے میں جاتا تھا۔ وہاں اسپتالی سے سہ ماہ  
مسلمانوں سے ہے اور مسلمانوں کی وہ مسلمانوں کے پاس  
میں جیسے تھے۔ رفتہ رفتہ وہ ترک کر دیا ان کی وہی

تعمیر کا بعد دست کیا۔ ان کے لئے پہلے لفظ تسلیم  
 دیں نیا ہوشیہ رکات تہی الامکان متا تم گئے سارے  
 و مرادات کو دنگ کر دیا اور مسلم ہر اکرواں لاکھوں کی  
 شہدہ دنیا مسلمان رو گئے تھے خصوصاً جو صوفی تھے  
 کہلائی تھیں وہ تمام مایاں زقیں و عین و گئی تھیں شفا  
 و صون، برص و غیرہ، جس کی شری سمیت تھا۔ لک  
 صحت افزا مہن سانس کو دل و اطوار آتے تھے اس کے  
 پیچھے آتا ہر کھل کر شہدہ ہر شہدہ میں پانی پرست  
 حضرت حاجی علیہ السلام کیسے لایا یہاں تک کہ ایک  
 سالہ تقریباً ان حضرت کے کام ختم کر دیا۔ اور پھر  
 یہاں تک دور دورہ ظاہر ہیں آتے تھے سبھی حضرت تھے  
 جو اس طرح اور تہذیبی جماعتوں کی شکل میں ان بچے کیجئے مسلمانوں  
 کی طرف بلا شہدہ سرحد کی رہی لگا کر موجود ہوئے۔  
 ان کے ایمان و تہذیب کی بقا ہر حال میں ہر حقیقت  
 ضروری ہائی اور کامیاب تھے، خود ان کی رہ گیاں اسلامی  
 فتح مطلع لکھنؤ میں کا موزہ تھیں اور تھوڑے عرصہ  
 اور کاشت ملتا تھا مگر اس شہدہ قومیت کی کوسوں کا  
 پہلا اہم عنصر تھا۔ ظاہر کیا گیا تھا۔

ظہر مسلمانوں کے صاحب کے جس گمان میں  
 لکھا تھا ان حضرات کے عمل نے اس گمان کو اصول کی  
 بدگمان ثابت کر دکھایا۔ پاکستان آنے والے پاکستان  
 چلے آئے انھیں ان کارناموں کی خبر ہوئی اس لئے شاید  
 پڑھنے والے آج پھر تہذیب قومیت کے لفظ سے بڑی  
 خیال رکھتے ہوں گے کہ اس کے وہی میں جس پر  
 علامہ اقبال نے وعظ فرمایا تھا، حالانکہ علامہ نے تو ان کی

تحریرات کے بعد اور اس سے جو مان کر لیا تھا اور  
 مصلحت سمجھ گئے تھے مہدیں پاکستان میں جانے پر جو  
 لوگ بنائے گئے انہیں ان کے کارناموں کا کبھی صلہ  
 اس لئے اس مضمون کو آج بھی ناشر ہوا اس کی  
 لڑتے ہیں سمجھتے ہیں کہ جیسے پتہ بن جائے  
 دیکھیں گے وہ میں حکم کیا تھا اور عظیم الزام ہے جس  
 سے اظہار بھی مانا نہ ہو رہی ہے اور نہ ماسوا کی سب کو  
 خدا کے سامنے پیش ہوئے وہ ان کی جاس دیا گیا  
 مہدے کسی فرسوس (م) حیرت انگیز اور دلانگیزی  
 بکتے ہیں کہ لکھنؤ کا شہدہ قومیت اور اسلام ہے جو  
 بس۔ اور میں اس کے عوام کی ہیبت کی ناچار  
 رکھا گیا تھا اور درحقیقت اس میں مسلمانوں کے سر  
 ضلعوں سے مہارت کی ایما ت ہیں جس میں ماہرے  
 بھی آتے ہیں کیونکہ غیر مسلم رہتے اور بھی اس کا ہے  
 پڑوسنی بھی اور وطن بھی، اور اس کے جو گھر وہاں سے  
 اور وہی معاشرت میں شہدہ قومیت کے تعلیمی ناگہری سے  
 (۱۱) علامہ اقبال کے ان نقیدی اشد کی اشاعت کے بعد  
 برطرف ہوئی اشاعت کی ہر بار ہر گئی ان دونوں اخباروں کی  
 شکل میں بھی شائع کیا گیا، ان میں مغربیت کی کئی اشاعت  
 سمیت وہ بھی یہ اشاعت مسلمانوں کی عریضی کی صورت  
 مسلمانوں کے ہر طرف سے لکھے گئے تھے۔

علامہ اقبال کی اس مہارت کے ساتھ کہتے  
 ہوئے حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کی تہذیب زمانہ انگریزوں  
 پھر بھی چلا رہا تھا ان کی شہادت میں بھی کہ وہاں ان کے  
 اور حضرت علامہ اقبال کے وہ ایک تھے۔ وہ بدعت لڑتے

عہدہ قبائل سمہیل کے اشعار معروف ہیں۔

ایک اور بزرگ حضرت مولانا شمس الحق صاحب انصاری  
دامت برکاتہم سے بھی حضرت مولانا نایب دین اشعار نگار  
جو اس وقت سندھ و اقبالیات میں رہتے تھے۔ مولانا کا  
مختصر شتارف یہ ہے کہ آپ کا تعلق بیت حضرت  
آقدس مولانا اشرف علی صاحب نغانوی قدس سرہ  
سے ہے۔ آپ والاہکم دیوبند کے شیخ التفسیر اور جامد  
اسلامیہ دہلی کے شیخ الحدیث تھے۔ پھر ریاستہائے  
مقصدہ بلوچستان میں وزیر عداوت شریک رہے اور چند سال  
حامد سلائیہ جہاڑپور میں شیخ التفسیر رہے۔ نظر میں دیکھو  
و دقیق ہے۔ دیوبند میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب  
کے تادمے پر نظر ثانی کی۔ اہم ذرا دہری سے کچھ فرق کے لئے  
آپ کو تفریق کی گئی تھی۔ تحریر تقریر و تصانیف سب  
میں اپنے باپ کے تھے۔ ادا ام القدر برکاتہم۔ ان اشعار  
میں سے شعریہ ہیں

نظام قوم مدو گزنی شویہ! اگر ہنڈھانڈان کمال پرستی  
نظام امت محمدیہ خکان بلاد۔ تو آئیں بڑ جالب گد پرستی  
نظام دہم کہ نام باج عدل سے۔ نظام شہر علی ستار کی پوجی  
مولاناہی کے الفاظ میں ان کی تشریح ہے ہے کہ تو بیت کی  
دو تہیں ہیں اولیٰ کہ انہ کا وہن ایک جو اگرچہ اولیٰ انصاف  
ہوں جیسے کہ اسلامی قومیت کے تحت تمام مسلمان ایک قوم  
ہیں اگرچہ وہ حق تعالیٰ سے دور نہ پہنچے اور وہی سفاک ہو گئے  
اگرچہ وہ حق تعالیٰ سے جیسے مکہ میں قریش کی قوم  
ایک تھی اگرچہ وہین مختلف تھا اور وہ نہ سحرہ میں جاویری  
اور نہ ہندوؤں کا وہن ایک تھا اگرچہ ان کا وہن ایک تھا

اس بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ دشمنی و اداوت  
کے تحت اپنے مصلحت پر کیا تھا کہ جب وہ پر کوئی عمل آور ہو تو  
سب مل کر مٹا دو کریں

حضرت مولانا مدنی نے انگریزوں والی تقریر میں مہتمم دہم کا  
ذکر کیا تو اس سے مہتمم اول کا انکار ہوا کہ میں اس اور انبیل  
مراک سے انگریزے اشعار میں مہتمم اول کا ذکر کیا تو اس مہتمم دہم کو  
تزیل لاکم نہیں آتی۔ اس بنا پر ان مختلف حقیقت کے اذ قبائل  
موجود تھے جو راجا کی مولانا نے اشعار و مکتوب مورخہ اور سوال  
۱۳۷۷ء و شریار مکتوب ۲۸ ذی القعدہ ۱۳۷۷ء میں ارسال فرمایا  
۱۹ اپریل سمیت ہمارے ہند کا وقت بھی یہی تھا جیسے کہ ۱۳۷۷ء  
کی ۸ دسمبر کی مجلس کی مدد میں نیر نیازی سے لکھا ہے۔  
حضرت علامہ نے جیسے نیت کی گفتگو جاری کی تھی  
ہوئے سرے پایا سمیت ہمارا کیا کر رہی ہے۔ عبت  
کی نیت کیا ہے کہ مولانا حسین احمد کے حق میں ہے۔  
میں نے عرض کیا انظار تو مولانا حسین احمد کو اسکی  
پوری تائید حاصل ہے لیکن دیر مردہ اس کی توجہ  
شاید یہاں ہے کہ قوم اور وطن کی بحث آگے  
نہ بڑھے۔ مولانا کے طرز مذاہبات کو بنا ہ نہیں ہے۔  
اقبال کے حضور ص ۲۷۷۔

اس میں واضح ہو چکا ہے کہ سب ہمارا کیا بات ایک تھی  
جیستہ جہلی والا اللہم دیوبند کے کسی کو کہ حضرت مولانا کا فرمایا  
وہ صاحب کی تشریح گزری وہ تھا مصلحت اذ قبائل کو مدد تھا جو  
شرائینہا جہلی حقیقت تھی کہ حضرت مولانا نے خود بھی لکھی  
کھا گئے رخصت سے فرمایا ایک صاحب نے علامہ سید بریلوی  
مدنی کا اجمیعت میں سنا ہے کہ مولانا نے

اور دگر ملنا کے معاملے کو زور دانا کا تاہم یہ سب تھے  
 ایک بڑے بڑے شکل میں شان کی پناہ اختیار کرنے پہنچے بلکہ نین  
 سرا اور اپنی دونوں پارٹیمیں مدد طلب کرنے کے شاہد ہیں  
 (۲) حضرت مدنا علیہ السلام کے بیت جسے عام  
 تھے آپ کے اجداد کو ان کی بیوی سے آپ کے اس عاقل ترین آدم  
 مشفقہ مشفقہ سے پہلی ہے آپ کے جد امجد تھے، لڑائی  
 صاحب تکس سرنگ کا اس میں مدد کی خبر کی میں آپ کے ہونے  
 زیاقت سے تیار رہا تھا، قطع نہیں آہستہ ہی میں ہر دو دنیا  
 ہے جو ان کی بڑی تیر تہ گاہ ہے اس کی ایک خبر سب سے  
 حضرت شیعہ علیہ السلام کی تیسرا ایک کہا گیا ہے اور وہ ان  
 کے ہاتھ میں ہندوؤں کی بیٹی میں روایات لکھ ہیں۔  
 آپ سے ان میں دعوت اسلام اور اسے لٹ پر منتقل  
 بڑا آپ نے ان کو بڑا رکھ کر ان کے حکمت میں اور اس کا کام  
 اور زور پور کر دیا، لہذا ان نقش نیات سے حضرت  
 علی رضی اللہ عنہ (۱۱)  
 آپ کے خاندان کی مائیداد کا ان حق کو سب سے جتنے  
 مشفقہ میں منگا اور وہ گئے تھے، مشفقہ میں ایک  
 ہندو را جس کے میں سے پیش سے دعوت پہل آہی تھی  
 اور کرنا اور مال واپوروت کیا، کثرت کی ہندو اولیٰ  
 پہلے ہی کہتے ہیں، خاندان عاقل میں یہ سر پر تھیں  
 کہ ہائے قیامی کا فائدہ اور زور پہل کی تیار کرنا ہے شمار  
 کرنے سے ہندو اور مسلمان مسلمانوں کے سب کو ایک  
 سپین تک گائروں میں متعلق کرتا رہا۔ اس کے صحابہ  
 تہذیب میں تو ہیں انہی سے سب سے بدل کر ہندو اور ان کے  
 یہاں شہر ہائے ہند کے باطن میں ہیں جو کہ اس وقت سے پناہ

مزید پور گئے تھے اور اس وقت لوگ بھی لڑکوں اور عیال  
 کو چھوڑ کر سفر شروع کرتے تھے۔ ان کے تجربے نزلت میں  
 مشفقہ کے بعد سرنگ دو گاؤں ہند سے ملنے کے  
 پاس رہ گئے تھے۔ ... والد صاحب تمام ۲  
 .. ایک آہستہ آہستہ جاسوس کو فروخت  
 کے بعد سرنگ نے ہمارا فائدہ کیا تھا۔ (طبعاً اور کتب  
 یا شیخ الاسلام جلد اول ص ۱)  
 حضرت ابوہامد مہر گم کے یہ خاندان عاقل سے تھے  
 کا فائدہ سے کہ وہ ہندووں سے ہندو قوم ان کی طبیعت  
 کے پیش نظر فروخت دانت تھے۔ یہ کہتے تھے کہ ان کی  
 خود کو تہمت کی بات ہی کہیں نہ کہتے۔  
 (۱۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اب جاسوس جو ہند  
 کے حکم سے اس وقت میں بہت زیادہ وضاحت نہ ہوئی تھی  
 یورپی لوگ تو بہت تندرہ کے فریستے  
 سرنگیت ہندو تندرہ کا گیس انفر فروری  
 طور پر کانگریس کے نہ اینٹل کے  
 ہندو کے خلاف، حال یہاں کہتے ہیں  
 ان سے لفظ جمعیت العلماء، یہ لڑ رہے۔  
 اور نوری کے والد سے دوسرے لوگ  
 جو مدعی سمجھتے ہیں وہ غلام ناچار  
 ہیں۔ اس میں کہ بنا، پڑا کانگریس  
 نے لفظ اینٹل میں ہر سب ہر تہذیب  
 ہر سام، ہر دم اور حق کے قتل کا  
 التشریح کیا ہے۔  
 (۱۲) پاکستان کی سب سے ہندو قوم ہندو ہے

مستفد حضرت مولانا سید محمد حیات صاحب رحمۃ اللہ  
ناظم جمعیت علماء ہند مطبوعہ دہلی پر شنگ و کس دہلی۔ انٹر  
ناظم جمعیت علماء ہند دہلی

یہی بات علماء و افعال میں بھی کہتے تھے جیسے کہ اقبال  
کے صورت میں ۱۹۱۳ء میں کہ انہوں نے ایشیا فریڈیا  
مولانا حسین احمد کا ذمہ ہے کہ اس  
اصول کے بنا پر جو تین مہینے میں قائم  
کیا گیا کانگریس سے مفادیت کا ساتھ  
کریں۔ جس کے یہ کہنے کے کہ تو ہیں انہوں  
سے تین ہیں

۱۔ اقبال کے صورت میں ۱۹۱۳ء پر علماء و اقبال فریڈیا ہیں۔

۲۔ کہ اسلام نے جو شرائط قائم کی ہیں ان

پر عیسویوں کو ان سے متوازن کیا گیا۔

۳۔ اس اعتبار سے مولانا کے اور اقبال کے نظریے

میں صرف آپس میں مشاورت نہ ہونے کا جواب

ہی نظر آتا ہے ورنہ کوئی فرق نہیں۔ دونوں کا

نظریہ ایک ہے۔

مولانا حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ جنرل

سیکرٹری جمعیت علماء ہند سے بھی ایک مضمون میں

اس تذکرہ نظریہ کی تفسیر کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

یہاں سب سے پہلے یہ ہے کہ اگر حضرت

مصنف رسالہ متحدہ قومیت اور

اسلام کا مسواہوں تاہم اس

بحث کو مشورہ فریب کے نام سے

یہ بحث لانے کا شرع سے اس

لئے مزید یہ ہیں ہوں کہ اس مرتب

لفظ کی آڑ میں مخالف جلال حضرت

بہائی کی رائے کے موافق یہ کہتے

ہم مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں اور

خبردار سے زیادہ مشتعل کر دیتے

ہیں اور ہر الزام لگاتے ہیں کہ اس

نظریہ کے حامی مسلمانوں کی امتیازی

خصوصیات مثلاً اور ہندوستان میں

یورپین نظریہ کے مطالبی ایک متصل

قوم بنا کر جمعیت کے لئے مسلمانوں کو

ہندوؤں میں ضم کر دینا اور ملی امتیازات

کو فنا کر دینا چاہتے ہیں۔ حالانکہ یہاں

اس تصور کا خاتمہ ہی ایک ہے

کسی مسلمان کے دل میں نہیں گزر سکتا تا آخر

(متحدہ قومیت اور اسلام از مولانا

حفیظ الرحمن صاحب کلام ص ۱۸ ناشر ناظم

کتابوں ادب دیوبند مطبوعہ دہلی پر شنگ

ور کس دہلی)

اس تصدیق کے بعد کچھ اور ضروری باتیں ملاحظہ ہوں۔

۱۔ یہ فائدہ وقت سے لکھا ہے کہ یہ رسالہ جامعہ مدیر

کا ہر دو طرف سے طبع کر کے ایک ہی آئینہ کیا جا رہا ہے اس

سے کبھی نہیں آتا ہے کہ یہ مفت تقسیم کیا جا رہا ہے۔ یہ بات

خلاف واقعہ ہے بڑی بڑی تقریریں لکھتے ہیں کہ یہ جوابی مقالہ

مکتبہ تحفہ ہندوستان لاہور سے دوبارہ شائع کیا

ہے جو ایک روپیہ کی قیمت پر حاصل کیا جاسکتا ہے۔



گویا اپنے ان کے اشتہار کا کام بھی انجام دیا۔

رسالہ میں تقریباً کہ علامہ اقبال نے جب یہ بیان پڑھا تو وہ بچوں کی طرح ایک ایک کر کے روئے تھے اور۔ یہ سب قدر یا تو اس وقت کا ہے۔ جب علامہ نے مرانا بدن کی پہلی تقریر پڑھی تو ان کی جو تقریب ختم تھی۔ اور یہ قدر میں گھسرت ہے کہ جو علامہ کی فطرت کا بہت شائع ہوتی رہی ہے اور علامہ کے تقریب پڑھنے والے عقیدت مند حضرات اور شمار میں کلام اقبال پر دلچسپی سب سے زیادہ تھی اور جناب سید خیر ریازی سب سے زیادہ اس سے واقف ہیں۔ پر وہ سب سے زیادہ مصروف تو سب سے زیادہ میں لکھا گیا پھر سب سے پہلے شائقانِ ادب میں پھر سب سے زیادہ اور غیرہ میں پھر چکا ہے۔ سب سے زیادہ تیار صحابہ سے جلتے ہیں کہ علامہ کو اس کے لیے لیا تھا کہ میری طبیعت، ہمارے ہر ذریعہ میں ان کی تقریب ہیں۔ اشعار لکھ دیتا۔ میاں کی یہ توضیح اقبال کے مدوح علامہ ان کی کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔

**مضمون رازی کی تازہ اشاعت کے**

بجے اس وقت پر تقریباً

**ذمہ داروں کا حال**

کہ بازار اور ہر کے اس کے کو علامہ اقبال سے کیوں ہمدردی ہوتی ہے کیونکہ ان کے ہر لفظوں نے تو خود علامہ اقبال پر ان کے آسرو بیانیہ ہیں۔ میری ہی مطلب ہے کہ ان لوگوں کے نامی پر ان کے مسلک اور تاریخ جاننے کے لئے وہ نہایت سے روشنی ڈالی جائے اس کے بعد مضمون رازی کے بارے میں وضاحت کئے۔ ان کے مسلک کی کتابوں میں کیا کیا پھر اس سے وہ ملاحظہ فرمائیں۔

ایک کتاب مقدس "تجانب اہل السنہ" میں ص ۳۳۳ سطر ۲ پر علامہ کا حال لکھتے لکھتے خیر ریازی نے ہیں "آہ، آہ، آہ" لفظ "عز و دل کی ناز کا وہ ہے یا زین میں مدگون اور مشنگ ناز کی مسلمانوں میں یہ نرمان حقیقت ہے یا نرمان اہلیت پھر اس کی کتاب میں ص ۳۳۳ کی سطر ۲ پر لکھا ہے "یہ میں ڈاکٹر صاحب کی رہنمائی پر اہلیس بول رہا ہے"۔ پھر ص ۳۳۳ سطر ۲ پر تقریباً "یہ میں نرمان حقیقت۔ حجاب ڈاکٹر اقبال صاحب جس کے نام پر اہل سنہ سے مانگے جاتے ہیں، اقبال خود مدوں لکھتے جاتے ہیں، فرماتے ہیں کہ مسلمانانِ اہلسنت خود ہی انصاف کریں کہ ڈاکٹر صاحب کے مذہب کو سچے ذہن سے لکھا ہے کیا سچے ذہن سے لکھا ہے۔"

یہ کتاب مستلاب علامہ کی حرکات سے تقریباً چار سال بعد نکلی تھی۔ تجانب اہل السنہ جس پر بہت سے مہتمم اور شہرت حضرت کے دستخط ہیں اور یہ کتاب پھر کی جانتا ہے کہ ترجمانِ اہل سنہ ہے۔ یہی ایک بڑے بڑے میں طبع ہوئی ہے اس میں آخری دستخطوں کے ساتھ ۲۲ جولائی ۱۹۰۰ء تحریر ہے "ذکر اہل سنہ"

کے مغربی گزری نام پر ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ تحریر ہے اس  
 حساب سے ظاہر ہے کہ یہ علامہ مرحوم دماغور کی وفات  
 سے تین سال بعد لکھی گئی ہے اور تصانیف ہوتے ہوتے  
 چار سال ہو گئے ہوں گے۔ وہ باری حرمت کے رومک تو  
 مدعا اللہ جس طرح کے مولانا مدنی ہیں ان سے بہت بجز  
 علامہ قبائل ہیں۔ تعلیم آپس میں علامہ سے کس تاریخ سے  
 ہمدردی ہوئی اور تائب ہیں اس مسئلہ کے ساتھ الاغلبہ  
 ہو گئی کیونکہ اسے صحیح مانا جائے تو علامہ قبائل کو عربان  
 ایمینت ماننا پڑے گا اور علامہ کو مانا جائے تو اس کتاب  
 کو غلط قرار دینا ہوگا۔

اسی عظیم المرتبت حضرت مخیر میں قائد انگریز کے پاس  
 ہیں یوں اور نشانہ چرتا ہے۔

بحکم شریعت مشرعینا اپنے ان عقائد  
 کفریہ تعلیم بیبیہ کی بنا پر تظاہر تہ  
 اور غدارانہ اسلام ہے اور جو مشفق  
 کے ان کفر واپ پر مطلع ہوئے کے بعد  
 اس کو مسلمان جانے یا اسے کافر نہ مانے  
 یا اس کے کافر نہ ہونے میں شک  
 رکھے یا اس کو کافر کہنے میں توقف  
 کرے وہ بھی کافر مرتکب شرک الائمہ اور بے  
 توبہ مرتکب مستحق لعنت عزیر غلام اللہ  
 سطرہ سے سطرہ تک قاتل ہڈیاں کھنڈے۔

اسی طرح کی عمارت چودہ جہاتوں کے ناکسے کر چکے  
 ۱۷۷ میں اس کتاب کے مرتبہ ۲۵ پر ہے جن میں بیگم عالیہ  
 صحت اس کتاب کی کچھ عبارتیں ہم اس کے بھی دیں گے۔

اگر آپ میں ابی ایوان سے یہ سوال کریں کہ وہ مشرفان  
 اور غلام لاپتے مسلم بیگم کو کافر کہتے ہیں یا نہیں؟ وہ  
 یقیناً جواب میں جان چوائیں گے لہذا اس طرح خود بھی کافر  
 کہنے میں توقف کرے گا نہ کہ وہ کافر مرتکب شرک الائمہ  
 ابدتیں کیسا شہرہ کریں گے اور امید ہے کہ میں لکھنے والے  
 توبہ ہی، ان کے لئے مستحق لعنت ہیں ہیں گے (یعنی اس  
 کتاب کی رو سے) جہاں خیال ہے کہ آپ کے ان ایک ہی  
 سوال سے یہ لوگ تباہ ہو جائیں گے اور ان کی سب مائیں تباہ  
 ہوتی ہوں گی۔

عبد الحمید سلطنت اپنی کتاب ذکر قبائل میں لکھتے ہیں:

استغناء بابت علامہ قبائل یہ وہ زمانہ حاجب  
 شرح آلات کے

میدانہ روزوں میں شدھی اور سنگسٹوں کا پیش و غرض برپا تھا۔  
 اور مسلمان اس کے جواب میں تبلیغ و تنظیم کے ادارات منظم  
 کر رہے تھے پھر سلطان ابن سعود کی تبلیغی جہاد کے نکلنے سے  
 ہندوستان کو روکنا ہی کیوں نہیں تقسیم کر رکھا تھا سلطان  
 ابن سعود کے حاسیوں اور مخالفوں میں سخت کشمکش ہو رہی  
 تھی۔ دونوں طرف کے علماء نے تکفیر کا جہاد برپا کر رکھا  
 تھا۔ علامہ قبائل سلطان ابن سعود کی حمایت میں بیان سے  
 چکے تھے اور بدعتی علماء ان کے خلاف عہد کھانے بیٹھے  
 تھے۔ اتنے میں ایک جوش ملیح مسلمان کو دل لگی ہو گئی اس  
 نے ایک استفتاء مرتب کر کے مولانا ابو محمد سید ویدار  
 علی شاہ صاحب سجدہ زبور جان لاہور کو بھیج دیا۔ یہ صاحب  
 اپنے شوقی تکفیر کے لئے بے حد شہرہ تھے چنانچہ متعدد اہل  
 مسلمانوں کو کافر بنا چکے تھے۔ اس خوش نصیب صاحب مسلمان نے

پتا نام پیرزادہ محمد حسین مبارکپوری جوڑیگی اور یہ تھانہ لکھا  
 کیا جاتا ہے یہی تھانہ وہی اور نامیہ ان شرح جن میں اس  
 تھانے میں کہ ایک شخص اس تھانہ میں آفتاب کو جلائی  
 صفات کے ساتھ متعرف کرے اور اس سے مرادیں  
 طلب کرے آفتاب پر تین رنگے حضرت موسیٰ علیہ السلام  
 جیسے جبل القدرہ جبر سے اشتهار کرے۔ اٹھارہ گراں اور پیران  
 عظیم پر آفتاب سے کہے اور انہیں برسے خطابت سے  
 یاد کرے۔ ہندوؤں کے ایک بزرگ کہ جسے وہ خدا کا  
 مزار مانتے ہیں۔ "اٹھارہ گراں مانتے تھے ان الفاظ سے  
 یاد کرے اور اس کی تعریف میں ربیب اللسان ہو گیا  
 ایسا آدمی اسلام پر ہے یا کفر پر؟ اس کے ساتھ  
 لین دین، پشت و برخواست اور ہر طرح کا تقاعد  
 کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ اور رنگے والوں کے متعلق کیا  
 حکم ہے؟ بیجا توجیہ و اشعار حسب ذیل ہیں

## آفتاب

۱) آفتاب ہم کو مہمانے شعور سے  
 چشم خرد کو اپنی جسمانی سے نور سے  
 ہے عقل و جود کا سماں طہراز تو  
 مردان ساکنین شہیت مراد تو  
 مرجع زکایا مانتے کا پیرور دگار تو  
 رائد گمان فزاد کا ہے تا جسد ار تو  
 نے ابتدا کوئی نہ کون انتہا تیری  
 آرزو نید و دل و آسہ مہیا تیری  
 اور آیتیں ہیں

(۲) کہاں کہاں کہاں کا بااثر ہے آفتاب تیری

نور برشتے ہیں بے جاری کوئی حار و کاف ہے

(۳) خصوصیت ہیں کچھ اس جہانے کبیر تیری

شجر چھری سدا سے کلام کہنے ہیں

(۴) غصہ ہیں برشتہ تو ہیں عزیز تیری تو کم کر چکا

بکار کر تیرے سہم کی یہی عزت بلکہ میں

(۵) دلم کی تعریف میں مرناتے ہیں

وہی نہیں ہیں جس کے ہیں ہزاروں مک شرف

مشہور ہیں کے دم سے چائیاں نام ہند

سچ دلم کے جو پے ہندوستان کو نادر

اہل نظر سمجھتے ہیں اس کو اس بار سہ

اعمار اس جس سدا ہر دست کا ہے ہی

روشن تو رہ جسے زمانے میں غام ہند

عقدار کا دنی تھا شہادت میں درو تھا

پاکیزگی میں جوش تفت میں مسر تھا

(المستحق پیرورہ پختہ تھی تہا پختہ)

## فتویٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اہم پیرورہ دگار اللہ عزوجل ان عواموں کو لای جناب زکی  
 ہے اور افتاد ہنور کے نزدیک ملا کے ہم جیتے کہ جیتے ہیں  
 اندر ہی صورت بردان اور پیرورہ دگار آفتاب کو کہا ہے  
 کہ ہے۔ علی ہذا حد کے ہم جیتے کا عقیدہ ہی کہ ہے اور تو ہیں  
 موسیٰ علیہ السلام جی کہ ہے اور تو ہیں درگمان ہیں مس لہذا  
 جس تک ان کہ ہے جسے تاہل اشعار مذکور اور نہ کہ ہے

اس سے بنا جتنا تمام مسلمان ترک کریں ورنہ سخت  
گنہگار ہوں گے۔

ابو محمد دینار علی الغیبی نے جو بغدادی تھے  
اس فتوے پر ملک بھر میں شریعت لگا دی۔ مولیٰ دینار  
علی پر یہ طوطے سے عین و طاعت کی بوجھ لڑائی۔ مولانا  
سید علیان ندوی نے زینبندار میں اس جہلاء فتوے  
کی سختی لکھی۔ جو دینار نے اپنے فتوے پر تضرع کیا ایک  
گناہ گزار دینار علی جو دھری محمد بن ایوب سے اسے ایک  
دلیل مضمون میں اس فتوے کا جواب دیا۔ میں اشعار  
منقولہ کے ایک ایک لفظ پر بحث کر کے یہ ثابت کیا کہ  
ان سے ہرگز کفر کا شائبہ تک پیدا نہیں ہوتا۔ مولیٰ دینار  
علی کی اس حرکت سے علماء اسلام کے اجتماعی وقار کو سخت  
صدمہ پہنچا کیونکہ مسلمانوں کے تمام طبقات عالم دینی  
قدیم تعلیم یافتہ اور جدید پڑھے ہوئے لوگ علماء اقبال  
کو نہایت تعلق مسلمان، عاشق رسول، دردمند ملت عالی  
ربین اسلام تسلیم کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر ہمارے علماء  
کے نزدیک اقبال جیسا مسلمان نہیں کا رہے تو پھر  
مسلمان کون ہے؟ (ذکر اقبال از ص ۱۲۰ تا ۱۳۰)

شہنشاہِ گورکھ، ذمہ اتالی لاس

ایک اور کتاب ہے الجوامع السیالہ  
الاسرائیل ایک اس میں معنی و اسطر ۱۰ پر ایک سوال ہے  
سوال شہم، کیا میں امید کر لوں کہ  
شرکت سے کام لیں کہ  
پہنچے گا عوام مسلمانین کو شرکت بگ  
کی طاعت سے متنازل ہمارے  
میں حاضر ہے،

فتوئے حضرت تاج العلماء وقت  
برکاتہم اللہ علیہم امید ہوا ہے  
اور سچ بھی ہو تو خود بتائیں  
شرکت ٹھاکر کے سب زیادہ گراویہ  
متنازل دین کیا ان کے لئے کا کریں  
سے زیادہ قوی اور سریع الاثر تامل  
ہے جس سے علماء دینی کو متنازل  
ہرگز جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اس رسالہ کے آخر میں فتوئے رسالہ کو لکھی  
حرب الافغان ہند لاہور سے جس پر تامل ہیں

میں مولیٰ دینار علی صاحب اور کے پہلے ولے تھے اسی مناسبت سے حضرت علامہ نے اور پر یہ چار شعر لکھے  
بڑا درد گھر میں درد کم میں شامل ہیں۔

میر خاک وہ نور ابدانہ تھا	میں نے کسی زاری تیر قرب و زشت
گوشت و سرمہ پر بستہ	آنکھ جو قرعہ میں دو باید نوش
تو میت در میں اور	آسمان میں دار و دار کی گشت
گشت اگر آب و ہوا و زشت	راکھ کا گشہ زور سے اور مرشت



شیخ دار، برادر حسین اور حضرت مولانا محمد ماکم باقری  
 سب ہی کو نیک ہمتوں یا ہے۔ دیکھئے مسلم لیگ کی  
 درسی تاریخ درسی، نتائج کردہ دستجات اہلسنت۔  
 حافظہ برکاتہ ماہرہ مصلح ایڈ۔

ان رسائل میں سنسکریٹ اور پٹی پان، جی کئی تو مسند  
 حلیل تقدیر کتاب ہی مذکورہ دانش مزب لائمان  
 مہرہ لکرات مسیہ محمد طیب کی تعریف کتاب  
 اہل سنت ہے جو ماہ ۴۴ صحافت پر پھیل چوں ہے۔

اس میں زبان فیض ترجمان برائے اصحاب دارشادگان  
 حافظہ جو۔ ۴۴ پر سطرے سے تحریر ہے۔

اس کا سب تو ہے کہ سنا ہے  
 دھرم میں انصاف کی اور اور مانی انوں  
 ایک نصاب اور پٹا اور دونوں ایک  
 گوہر اور طوہ دونوں ایک جیری اور  
 پانچ دروں ایک تھا اسے اور  
 پانچ جیرے کی جگہ دونوں ایک۔

اس آگے یا نکل ہی جی گاہاں ہیں  
 جنیں ہم نکل بھی نہیں کر سکتے پھر  
 آگے دسویں ہائی میں تحریر ہے، جیسے  
 کے جسے پانچ گنا شربت سکے  
 دیکھتے ہیٹ ب لاش مراد۔

پھر کل گاہیاں شرور ہوگی ہیں یہ صحیح اور اس  
 سے انکل نصف صحیح تو ہی کر کے چھاپا جا سکتا ہے  
 نقل ہیں کیا جا سکتا۔

اس کتاب کے موبین ماہرہ مصلح ایڈ اور پٹی بیت

پیار کے ماہیوں۔ کاتبہ دانش کے لوگوں کی فہم  
 پر رولی سے چھپی ہے۔ اس کتاب میں پورا رولی دھرم  
 ہے۔ کتاب کیا ہے۔ ایشیہ حضرت کا نقش قدم ہے۔  
 منہ پر لوگوں کے یا جانے کو پانچوں میں دیا ہے۔  
 اعلیٰ حضرت احمد رضا خان کی دست کے یہ جملے ہیں

اور میرا یہی وہ مذہب جو میری کشت

نماہرست اس پر مضمون سے تمام جتنا

ہرگز سنت احمد نہیں ہے۔ (تکتاب

اہل سنت ص ۴۵ مطبوعہ ۲۰۰۲)

اس سے ان لوگوں کے نام نہاد حنفی اور اہلسنت  
 ہونے کی حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ یہ لوگ  
 حنفی ہیں نہ اہلسنت بلکہ احمد رضا مائل کے پیروکار ہیں  
 ورنہ حنفی مسلک کے طے شدہ مسائل ایجاد کر لیتے تھے وہ  
 درحقیقت غیر منطقتھے وہ زینت اس میں وہ سب  
 کے ذکر کیا ضرورت تھی حوالہ کی کتابوں سے ثابت  
 ہو۔ تاہن خود ایک عیب بات ہے کہ دیوبندی اند  
 بریلوی مکاتب فکر کے دارس میں شرور سے آج  
 تک ایجاد سے لے کر آخری سال تک ہر طوائف  
 دیوبندی اند بریلوی ہر سہ میں غصہ کی کتابیں ہیں  
 یافتہ اور اصول فقہ کی، حدیث و اصول حدیث کی ہیں  
 یا تفسیر و اصول تفسیر کی، صرف و نحو کی ہیں یا بلاغت  
 منطق، لغت، ہیئت و جبرہ کی سب کی سب کتابیں  
 تو بالکل ایک ہیں فنادی میں تاجی خاں البحر افغان  
 شاہی عالمگیری وغیرہ سب کی بارالاف ہیں۔  
 اور جسکو دیکھیں ہر جہاں ہے۔ تو اس کی ویرانہ اہل حقوں

نوزائ صاحب مذکورہ بالا وصیت کا پیش ہے۔ رولی  
 کی درگاہ فریبست چینی کی سے لیکن اس کا شہرت  
 ان ہی حالہ انکار کی بنا پر ہے نوزائ صاحب کا  
 نوزائ صاحب کے شہادت سے باب نوزائ شہادت میں  
 ص ۱۰۰ کا مقررہ موضع ہوا ہے۔

اللہ کا شکر ہے وہ قہر مائیں بزدل مقرر  
۱۰۰ ماہ سے رگوں سے ۱۰۰ اکیچ لینے  
سے ہم باہر بیٹے ہیں اور الحمد للہ ان  
دور میں بھی بیٹے جان کی ساتھی اور  
تحفظ کا انتظام کر بیٹے ہیں کوال  
نوزائ اہلسنت دسمبر ۱۹۰۰ء

یہ لوگ یہی یقین کرتے ہیں کہ دیوبندوں کے  
 پاس رہنا کیونکہ وہاں عالمی دلا پھر یعنی ہو جاتا ہے  
 دماغانی نہیں رہتا۔ حد کا شکر ہے کہ ایسے سر بھری  
 کی حد بہت کم ہے ظہیر ایک لاکھ ہی لگ بڑا  
 ہو لیکن عجم شرافت بڑا ہے لوگوں کو گمراہ کر کے طرف  
 اندر دہرتا ہے کار بنا کر زشتیں بڑا ہے۔ اور اگر ایسا  
 کا ساس بیٹا ہے یہ بھی انگریز کے تو دکا شہرت پر ہے  
 کا قریب سے۔ اسیوں توئی نوہ ہیں حسن پر کار دیوبند  
 تاہم پیلے آئے ہیں کہ مسلمانوں کو جس طرح بھی جو سکے  
 کار فرار دیا جائے لیکن بد شہادت امت محمدیہ  
 تک شہادتیں ہیں جسے کسی عرب کوئی جان سکتے  
 تو اس مسلمان کو جو مقبول ہے گا لنگر کیا جائے۔ یہ سب  
 خود کا اتھالی سے لست نسبت پر گم ہیں اتنا۔ حوالہ  
 کا نام ہے اور کل روایتی منت ان سے طے پڑ جائی

ہیں رکنا اور کچھ تو مشہور ہوتی کو رالی کی خواہشے گا  
 سرور معلومات مختصر انداز میں الدلائل القابروہ  
 کے بعد میں دیکھیں۔ یہ سارے سال مع مقدمہ ۱۰۰ ماہیں  
 صحاحات کہ ہے اور دو بازار لاہور میں دستا ہے۔

گھر میں لوگ زیادہ ہوتے تو پاکستان کسی۔ جن  
 سکا اور مسلم لیگ کو کوئی دوش۔ دیتا کیونکہ ان لوگوں کے  
 نمونے دسمبر ۱۹۰۵ء تک جسے ہی شائع ہونے سے ہیں  
 مشکا "جمل نواز رضا" یہ کتاب بھی دسمبر ۱۹۰۵ء میں فتوحی  
 پرس کا پورے شائع ہوئی (مفتوحی الدلائل القابروہ ص ۱۰۰)  
 یہ کتاب "جمل نواز رضا" علیہ شہادت احمد رضا خان صاحب  
 کے پورے طے علیہ کی سب سے بار لوگ مسدہ الامداد ص ۱۰۰  
 دریا ساری کو سر تہ بیکو اہلسنت لکھنؤ و اجس لکھنؤ  
 لکھتے ہیں — صاحب ص ۱۰۰ اس میں مولانا شوکت علی  
 در مولانا محمد علی کو آج بھی لکھا ہے کہ یہ کہ مہاراجہ  
 صلی مسلمان رہتے۔

حضرت مولانا محمد علی کے تو پاکستان میں چلے  
 کے بعد سے مسجد سے تشعب دی۔ وہوں سے مراد مسجد  
 ص ۱۰۰ تک ہے اسکا کیا جا سکتا ہے لیکن جب وہ  
 ہیں گئی تو مسجد ہے شیخ الاسلام نورا لہیب ص ۱۰۰  
 کام۔ حصولی شماره عدد ۱۰۰ و اثبات ص ۱۰۰  
 مطبوعہ مکتبہ دیوبند و مسجد اور الحمد للہ ان کے  
 سے رہتے ہی طرح مفہد کس سر میں ملتے ہیں  
 لیکن وہ اسی حرات کے کار سے قائد عظیم کی مخالف  
 سے کہ۔ حرات کیا اور کب وہیں دو لوگوں انال کو مسلمان  
 کہا اس کا ثبوت ہے کہ مہاراجہ نورا لہیب ص ۱۰۰

ہے۔ ایک لوگوں البتہ موت نہیں ہے۔ اللہ  
 پھر کے شدید ترین موتوں کو مستند و رسالہ میں لکھے  
 مانتے ہیں۔ وہ دوسرا وہی ثبوت کے ساتھ کوئی  
 ہیں اور لوگوں کے پاس محفوظ ہیں۔ (دوسرے لکھ  
 "اہل جہنم" جیسے رسالے جیتے ہیں)۔

### مضمون رازی کی اشاعت کا پس منظر

نے اس وقت اپنی تاریخ سازی کی ہم شروع کر رکھی ہے  
 اس کیلئے ایک غریب حکایات گھڑی جا رہی ہیں۔ وہ  
 دوسروں پر کچھ بھائیے معیر نہیں ہو سکتی ہیں رسالہ  
 کی اشاعت کا مقصد بھی یہ ہے اور صحیح حیثیت حاصل  
 کا خاکہ آپ کے سامنے آگیا ہے۔ آدم رسر مطالب غرض  
 علامہ اقبال اور مولانا حالی کی بحث ۱۹۲۸ء میں کو ختم ہو  
 گئی تھی اور بالیقین حوالہ کے ساتھ ختم ہونے لگی۔ اس وقت  
 کو ہر ماہ شروع لگا رہی طرح بیان کو سے گاجیسے ہے  
 لکھا ہے  
 حد اچھدر لکات لکھتے ہیں۔

۱۹۲۸ء کے آغاز میں کہیں مولانا صاحبین علامہ نے  
 ایک تقریر میں کہا کہ اس زمانہ میں قومیں اور طاقت  
 میں ہیں۔ اس کی تحصیل جو بڑی کے بعض مہاروں  
 میں نتائج ہوتی۔ اس سے ظاہر ہے جتنا ہے کہ مولانا نے  
 مسلمانوں کو جدید نظریہ و طرز و اجتہاد کر کے کاموزہ  
 دیا ہے جس میں مسلمانوں کی حیثیت اعتبار کرنا ہے  
 چونکہ علامہ اقبال نے طبع و طبع کے اس تصور کو  
 جہاد کرنے ہے اس لئے انہوں نے مولانا صاحبین علامہ کے

لقرتہ سے لے کر صدر بزا اور مولانا صاحبین علامہ  
 لکھنے جو ان دو ناموں میں لکھن اس کے بعد جب  
 مولانا صاحبین علامہ کے ایک انشائیہ مضمون میں انہوں نے  
 واضح کر دیا اور علامہ سے بھی اس صریح حوالہ کوئی جو  
 ان کے غرض سے اس مضمون کو پیش کیا جاوے اور کہتاں  
 مٹا کر دیا۔ یہ مضمون اقبال اور

اس سے کمال و بارہ تفصیل حیات اقبال میں ہے۔  
 مصنف ایم ایس ہارڈینگ و شیخ علامہ علی ایڈیٹر اقبال  
 ارد ۱۹۲۸ء

### علامہ رازی کے مضمون پر ہمارا تبصرہ

مصدقہ صاحب مضمون ایک خاتہیں علامہ صاحبین علامہ  
 ہے اسے اپنے منشا کی طرف گھمانے کے لئے مشیر  
 "مصدقہ فرست کا مضمون" کا مضمون قائم کر کے از سر نو  
 لکھنا شروع کیا ہے کہ "مصدقہ فرست دور علامہ  
 کی ایک سیاسی اصطلاح ہے" اس بحث میں مختلف  
 زمہ داریوں عوانات "اسلام دشمنی کی انہاد" جہاد گمانہ تلامی  
 تنظیم سے عداوت قائم کیے ہیں۔ حالانکہ تو ڈاکٹر مولانا  
 مرحوم کے الفاظ میں اور مولانا کی شائع شدہ تحریکات  
 میں یہ بات نظر آتی ہے کہ علامہ صاحبین علامہ نے  
 نگار میں سے بھر وہ گراہی بات بھر وہیں سے شروع  
 کہ ہے میں ناگہان میں تشکیل دیا گیا ہے۔

جو اہل ہر دو کی مشورہ کی تحریر گمانہ کی تحریر  
 ڈاکٹر فرسٹ کی اسٹ ڈاکٹر صاحبین علامہ کے اتنے مشیر  
 بی تاہن مسلمانوں میں مشیروں میں مشیروں ایک، اسٹ



مہربان ہو۔ انہوں نے شرح و تفسیر کے ساتھ ساتھ ان کے  
 کے لئے درستی اور ترمیم کے ساتھ ساتھ ان کے  
 لئے ۱۵۸

مصر قریب پرست کی قسرتیہ میں ایک باغیچہ تھا  
 جس کے نام سے یہ سیشن پورے طور پر نام  
 میری کہانی میں ہے۔ یہاں پر ایک غریب اور  
 مولانا کے بیان کا ایک اور مشہور قول ہے۔ حضرت  
 بہزاد کی میری کہانی کے اختتام کے بعد حضرت مولانا کو  
 ان کا اہل پرہیز والی نامت کرنے کی حسرت ہوئی اور  
 اور میری کہانی میں ایک اور قصہ ہے۔ ان مندروں کے  
 باغات کی پرورش میں خود قسرتیہ کے اور قسرتیہ  
 کے میں اور باغات کا بہار لگا رہا ہے۔

پھر حضرت نے کہا کہ اس وقت کو یاد کرنا  
 عمدہ قسرتیہ میں مسلمانوں کو اپنا ایک قسرتیہ  
 رکھنے کی عادت ہو گئی۔ یہ عمدہ قسرتیہ کے  
 یہ ہر گز کو ایک ہی ہے۔ ان کے لئے قسرتیہ کو  
 اور حضرت نے کہا کہ انہوں نے کہا کہ یہاں  
 ہر گز کو ایک ہی ہے۔ ان کے لئے قسرتیہ کو  
 لکھنؤ کے مسلمانوں کے ایک مشہور اور عمدہ قسرتیہ  
 نام بیان ہے۔ یہ قسرتیہ میں یا ان کے لئے  
 حسن حال کے لئے اور ان کے لئے قسرتیہ کو  
 جسے ان کے قسرتیہ کی سوری حکومت پر ہے۔

وہ خود قسرتیہ کے لئے لکھی ہیں  
 قسرتیہ کے لئے ہے جس کے نام سے یہ قسرتیہ  
 کے لئے ہے جس کے نام سے یہ قسرتیہ  
 میں یہ قسرتیہ کے لئے ہے۔

۱۱۔ قسرتیہ کو ایک قسرتیہ کے لئے ہے  
 جدید قسرتیہ میں مشرق کے باغات کا

۱۲۔ قسرتیہ کے لئے ہے۔ یہ قسرتیہ کے لئے ہے  
 ایک اور قسرتیہ کے لئے ہے۔ یہ قسرتیہ کے لئے ہے  
 قسرتیہ کے لئے ہے۔ یہ قسرتیہ کے لئے ہے  
 قسرتیہ کے لئے ہے۔ یہ قسرتیہ کے لئے ہے

۱۳۔ قسرتیہ کے لئے ہے۔ یہ قسرتیہ کے لئے ہے  
 ۱۴۔ قسرتیہ کے لئے ہے۔ یہ قسرتیہ کے لئے ہے  
 قسرتیہ کے لئے ہے۔ یہ قسرتیہ کے لئے ہے

اس کے لئے ہے۔ یہ قسرتیہ کے لئے ہے  
 قسرتیہ کے لئے ہے۔ یہ قسرتیہ کے لئے ہے  
 قسرتیہ کے لئے ہے۔ یہ قسرتیہ کے لئے ہے  
 قسرتیہ کے لئے ہے۔ یہ قسرتیہ کے لئے ہے  
 قسرتیہ کے لئے ہے۔ یہ قسرتیہ کے لئے ہے  
 قسرتیہ کے لئے ہے۔ یہ قسرتیہ کے لئے ہے

۱۵۔ قسرتیہ کے لئے ہے۔ یہ قسرتیہ کے لئے ہے  
 قسرتیہ کے لئے ہے۔ یہ قسرتیہ کے لئے ہے  
 قسرتیہ کے لئے ہے۔ یہ قسرتیہ کے لئے ہے

اور حقوق الہامیوں کا اصل ہے۔ مقلد نگاروں سے بڑھ کر  
 کے مباحثات کو اور ان سے اخذ کردہ نتائج کو سونا ناپ  
 الزام لگانے کیلئے علمایاں بوجھ کثرت و طرح استعمال  
 کیا ہے۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ مولانا دلی بہ بیت  
 علماء ہند کے سربراہ اور وہ تھے علم و عمل کے پیکر اور  
 سمت جو یہ سکے کامل اسلام کے مجاہد مخلص اور عہد  
 گزار تھے۔

ماری سالی کا رشتہ ہے

والدیں برون وہ لوگ جو موسیٰ  
 العز میں العزوات مردوں یا عورتوں  
 بنیہ ما کنسبوا کو بی بیہ کے گناہ  
 نقد احتلو بہتانا سکے کا پہلے وہ گایا  
 واثب صیبا پتکھا جو بی بیہ تان اور کھلا  
 گناہ ہے

ہم سے آیت اسی نے نکھی ہے کہ صحت مضمون  
 جہاں تک شاکی ہے۔ مؤلف کا اظہار پرور ہیں جو اس  
 رہا میں سرکاری ملازم ہونے کی وجہ سے غلام رازی کے  
 مرضی نام سے ایڈیٹر طبع اسلام سے ہونے تھے شاید  
 انہیں فرقان آیت میں کرے۔ وہ آگے چل کر مسیحا پر  
 بیوان "قرآن ہی کا یاس" بجز مظاہرہ مولانا کے  
 دلائل ذکر کرے سکے بعد یا اعتراض بھی کرے ہیں کہ  
 "اس میں سند نہیں کہ قرآن کریم نے مختلف انبیاء  
 کے نام سے ان اقوال کو مسجود کیا ہے۔ نہ کہ یہ ہی لگے  
 "قرآن پرستی کی عقیدت" یوں بیان کرتے ہیں کہ عقیدہ  
 کے لئے اسے روز فریق ہوتے ہیں اور سورہ ہر وہی

ان سے مثل العریشیں یہ دور حاضرہ کی مباحثات  
 کا راجہ ہے اور یہی وہ چیز ہے جسے ذوق پرستی  
 کہہ سکتے ہیں جو سورہ توبہ کی مالک مند ہے۔

### دوسرا اہتمام

مقلد نگاروں سے ہمارے سوال ہے  
 کہ حضرت دلی جتہ اللہ علیہ وسلم  
 کہ ان فریضے کے شیخ کی قوم میں مسلمان اور کامر کا  
 فرق نہیں ہوتا اور کامر کا نام ان کے مسلمانوں کا ہے  
 یہ یہ بڑا کمپوزنگ کیا؟ اس سے آپ نے قوم کو قوم  
 ہر وہ قوم کو قوم شیعہ قوم سے مل لینا وہ بیہ صورت  
 و اسحاق کے سزا بے ہوشے کار کا جو مسیحا کہ چلانا  
 بے نام بحث کے سو دیکھیں ہے لیکن وہ مولانا پر  
 اس کے نکار الزام لگانے کا نندہ دست کر رہے ہیں  
 جس کا ان سے شہر اٹھایا ہے اور ایسا ہی لگتا ہے  
 کیونکہ اس کے ہمراہیں پھر یہی نام دہراتے ہیں کہ

اب یہ ظاہر ہے کہ ہم اور تم کی تفریق  
 مسامتہ حاضرہ کی اصطلاح میں فرق پرستی  
 کہال ہے اور تعدد کو سبب کی تشکیل  
 اس وقت ہوتی ہے جب ہم اور تم کا ابتدا  
 یوں مٹ جائے کہ خط  
 تاکہ ہم بعد بعد یہی ہی دیگر تم کو

ظاہر ہے کہ حضرت مولانا کی کسی تفریق پر تفریق  
 جس میں بھی کبھی بہت نہیں کہی گئی مولانا کے رنگ  
 آخر کی بات تک اسلام کا سوتہ رہی۔ وہ اسلام کے لئے  
 کما کرتے تھے۔ اس سبب سے ان میں جو قیام یا کسان  
 کے بعد مسلمانوں کے لئے مسخر ہل گیا خواہ وہ اپنے

لوگوں کو ایم پڑھنا سے رکھا جزیبینا جواد اکبر علیا

### فرقہ اور فزلیق کا قرآن پاک میں آیت

پیش سے اور ہر مومنین اور کفار کے اور گروہ کا مطلق  
تمام کیا ہے اور اس کو دوسرے فرقہ پرستی کو دامن فرمایا  
ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ آیت میں دو فرقے ذکر  
کئے گئے ہیں جو ایمان رکھ کر اور ایک دین شامل کئے گئے ہیں  
خود کو دین ماننے ہیں جن کا کسی بھی مسلمان کو انکار نہیں  
ہو جا سکتا اور یہاں سے حدیث و مذاہب لیکن اس سے نہیں  
ہیں سرزد ہونے چکے ہیں کہ حضرت خدا کا ابراہیم علیہ السلام  
کا نام بتانے کا اپنا مہنا ہے کہ جو کتب قرآن پاک میں فریضہ  
اس گروہ کے میں ہیں ۱۱ ہے جو ایک دوسرے  
کے مقابلہ پر ہر فرقہ کو کہیں فرقہ کا لفظ نہیں لگایا ہے۔  
مثلاً ایک جگہ لکھا کہ ہم کے دوسرے فرقہ کو کہہ سکتے ہیں  
ہیں اس لئے کہ یہ فرقہ ہے

انہما میں ایک گروہ

کو کہہ سکتا ہے ہر اور

انگ گروہ کو کہہ سکتے ہیں

اس آیت میں دو فرقہ ذکر فرمائے گئے ہیں دونوں  
ہی اجابہ کر کے گروہ ہیں آپ ہی تائید کرے جس کے  
فرقہوں میں آپس میں کہ فرقہ بندی نہیں ہے۔ ایک  
دوسرے کاروں ہی کے دو فرقہ ذکر فرمائے گئے ہیں اور  
مخالفہ کہ ہم کو مخاطب ہوا ہے کہ

اور ان کاروں کے

لوگوں میں ایمان اور

گروہ اور ان میں ایک

گروہ کو کہہ سکتے

ہو اور ایک گروہ کو کہہ

ان کا فرقہ ہر فرقہ میں اس میں کیا فرقہ بندی نہیں  
ہے تو مسلمانوں کے جان خود اور ایک جماعت سے ہے  
قرآن کریم میں فرقہ کا لفظ بھی آیا ہے

میں ایسا کہہ سکتے ہیں

گروہ کے ہر گروہ میں

سے ایک جماعت ہے

کہیں کہ کچھ حال میں

بلکہ فرقہ کا لفظ حضرت تارا پر بھی لولا لکھا ہے۔ حدیث  
میں صحیحہ شریفہ حضرت کے ذکر میں آیت کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے فرقہ میں جماعت

مکھڑے ہو۔ ایک مکھڑا

بیان کے اور اختلاف اور

اس سے ہے۔

فان لکھا جمعیت وہی کے ولایت الحق کو کہہ  
شک کے شمارہ سے ۲۰۰ جلد سے اسکے وقت پر ہر فرقہ  
کسی ہے کہ چاند میں جو عظیم درجہ ہے اس کا نام سنی فرقہ  
سے عربی درجہ رکھتا ہے۔ دیگر فرقوں کے ناموں میں  
مخالفہ اور شاکہ منصوصہ کہہ سکتے ہیں یہ بیان ہے۔

لہذا مسلمانوں کے لفظ سے متاثر نہ ہونے کے واسطے  
فرقہ بندی کی مصیبت کے لئے اسناد لای کر ان کی آپس

اور حقوق العباد میں داخل ہے۔ مفاد نگار نے فریڈمن کے بیانات کو اور ان سے حد کر کے تاج کو مولانا پر الزام لگا کر کہنے غلامان بوجھ کر بے دھرمی کا استعمال کیا ہے۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ مولانا مدنی حیثیت علما و علماء کے سر پر آور دے تھے۔ علم و عمل کے پیکر اور سنت نبوی کے حامل اسلام کے مجاہد متقی اور عبادت گزار تھے۔

ماری تعالیٰ کا رشا دے:

والدین یوبرون وہ لوگ جو مومن  
 والنعمین والنعمات سرورن یا علورون  
 لغیر ما اکتسبوا کو ایڈیچے لے لیا میر  
 فخذوا حمتنوا بہتاناً سکے کہ ہنوں لے لے گا کیا  
 واث صینا پچھ لگا ہوا جوش نہان اور کھلا  
 گناہ سر باب

ہم نے آیت اس لئے لکھی ہے کہ مساجد معنوں میں ایک سا گیا ہے۔ قرآن اچھ پر ویر میں (جو اس) زمانہ میں سرکاری کام ہوسے کیو جو سے غلام داری کے مرضی یا سے اشد مظلوم اسلام سے ہوسے تھے اشتابہ انہیں قرآن آیتا پیل کرے۔ وہ آگے چل کر مشا پر بیوان قرآن میں کیا جس انگریز مظاہرہ مولانا کے دلائل ذکر کرنے کے بعد یا اکثرین میں کرنے میں کہ اس میں سند نہیں کہ قرآن کہ ہم نے مختلف اشیا کرام کے ما سے ان اقوال کو مسرب کیا ہے۔ جو کچھ ہی لگے "فرز پرستی کی معینت" یوں بیان کرتے ہیں کہ ایسا کے ہمت دے دوسریں ہوتے ہیں اور سورہ ہرورن

آیا ہے مثل العینیں۔ دور سے مراد کی سیات کا ترجمہ ہے اور ہی وہ جبر ہے جتہ فر فر پرستی کہا جاتا ہے جو متحدہ قومیت کی، لکل مد ہے۔

### دوسرا اہتمام

مفاد نگار سے ہمارا سوال ہے کہ حضرت مدنی رحمتہ اللہ علیہ نے کہاں لڑا ہے کہ فی کی قوم میں مسلمان اور کافر کا فرق نہیں پڑتا اور کافروں کا انجاء پڑھیں ہوتا۔ آپ نے پر الزام کیوں لگایا، اس لئے آپ سے قوم فرج قوم چور قوم لوط قوم ثیب قوم سوسے علی ہینا و علیہم الصلوۃ والسلام کے سر باب ہوسے کا ذکر فرمادے گا، ہے نا اید جس کے سوا کچھ نہیں ہے لیکن وہ مولانا پر اس کے انکار کا الزام لگانے کا بند دست کر رہے ہیں۔ جس کا ہوں سے شیرا اٹھا ہے اور ایسا ہی لگتا ہے کیونکہ اس کے آھر میں پیرتیا، ت دہراتے ہیں کہ

اب۔ ظاہر سے کہ ہر قوم کی تفریق  
 سیاست عامہ کی اصطلاح میں رتہ پرستی  
 کہاں سے اور متحدہ قومیت کی شکس  
 اس رتہ ہون سے حسب قوم کا ہوتا  
 ہوں مٹ جائے کہ خط  
 نا کس انگریز مدد میں دی گئی تھی

ظاہر ہے کہ حضرت مولانا کی کسی تقریر تحریر یا کئی مجلس میں بھی کسی پر ممت نہیں کہی گئی۔ مولانا کی زندگی آخری لمحات تک اسلام کا سوز ہی۔ وہ اسلام کے لئے لگا کر تھے۔ اس بعد دستاں میں جو تیا پاکستان کے مدد ستانوں کے لئے بھر دی گئی۔ خدا روں آپسے



ہندو مت جو کہ ایک نیا مذہب ہے اور جس میں سیدنا ادریسؑ کی زندگی اور زندگی کے واقعات تو ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ فرقہ بندی میں کھانسی نہ رکھنا ہے۔

حضرت موسیٰؑ کا ایک صاحب کو وہ طور پر گئے تو بھی قوم ہنسنا نہ شرمک ہو گئی۔ وہ ایسی مگر آپ حضرت ادریسؑ کی تعلیمات سے اس پر صاحب گئے پھر ادریسؑ نے خواب دیا

میں میرے مال کاٹنے۔

میرا راز کسی بچہ کو اور

سر کے بال مجھے یہ ڈر ہوا

کہ تم کو گنگے کو نہ نے ہمارا

میں تقریر ڈال دیا اور تم سے

میرا باپ کا شہداد

کہا (خیال رکھو)

مذہب انکار مٹا کر برساتے ہیں اور مشدہ قومیں کی انگلیں اس وقت ہوتی ہے جب ہم اور ہم کا امتیاز بول مٹ جائے کہ

ہمیں انکو بد مذہب ہی دیکھ کر گریں۔

**مقالہ نگار کی مصنوعی یکپوشی اور ملی مذہبیت**

ان مشدہ قومیں سے کہتے کہ تمہارے اور ہمارے درمیان پیٹھ کہنے سے نفس و عداوت ہے گناہ و تفریق ایمان رہنے آؤ پھر دیکھو وہ آپ کو کس طریقہ سے قومیت کا جھنڈو تسلیم کرتے ہیں؟

حالانکہ آگے کی باتیں اگلا آگ کے واسطے کہنے لئے خود مقرر ہیں کبارہ خاندین عابدین اور صالحین کے

احکام میں فرقہ بندی اور باہت، اور انکار کے مضمرین کا یہ حصہ اور فرقہ بندی کی تفسیر پر شدہ کہتے ہیں۔ جنہاں کہ اسلام انہیں دین سکھاتا ہے۔ ان کی پسندوں اور چھوٹ چھات سکھاتا ہے اور برادر ہوا چھوٹ اس کی وجہ سے کہ خاندان نگار صرف ایک ضروری حصہ ہے اس کے جو اس واسطے ہے کہ سب کو سنی اور سنی تعلیم پورے آگے لے جائے اور انہاں سے بھی اس واسطے موجود ہے۔

اس بات کو بھی حضرت احمد رضاؒ نے مانتے تھے اور انھیں سے یہ بات اور انکار کا سوسٹ دیتے ہیں

قرآن میں اور ہدیہ میں  
انہاں جو ان میں سے  
مختلف چیزیں ہیں  
گرمے اور ہدیہ تارہ پٹ  
اور جھنڈے تارہ پٹ  
ہے

اس کے واسطے پر ہر مذہب سے مراد آوری دیکھتے ہیں، یہاں کبارہ مذہب سے اس طرح کہہ دیا جانے کی تو میں سے جینا جو اللہ کے ایسا کہی اور بعد میں مذہب ان میں سے کھڑے تھے اور لوگ ایمان لے گئے اور موسیٰؑ کے واسطے اور جہاں بن گئے اور باہمی محبتیں پر محبتیں۔

شاید سہولت سے اور یہی آیات نامہ ملی ہوئیں تو موسیٰؑ سے پیچھے ملی عزت کی عداوت میں نشدہ دیکھا۔

ان سے سزا ہو گئے اور اس معاملہ میں بہت سمجھ چکے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ بات مائل نہ کرنا چاہی، سب راہ

کہ ان کھار کا جامل بدلنے والا ہے  
پیرا شاہ اور ہے

اللہ صلیب میں آج  
ہو میں گونا جو تیرے ہیں  
میں رازنا اور یہ میرے تھکے  
تھکے ہو کر اور ان کی بات  
حصان کو وہ اللہ اللہ  
کا بنانہ تو حاکم اللہ  
نالے اللہ کو سوسہ ہیں۔  
اللہ تھیں ہی سے نہ کرنا  
چہ تو تھیں میں میں نہ  
پانچیں تھانے گھروں  
نکالا تھانے کا ہے یہ  
مدوں کا ان سے دوستی کر  
اور جو ان سے دوستی گئے  
تو وہی سنگار ہیں

اس کے حاستہ پر صدر اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ  
مرد تہی نکتے ہیں

شائن موزوں در حضرت میں خاص رہا نہ بہانہ  
رہا کہ آج یہ عزت کے حق میں مارے ہوئی سوں سے  
رسول کہ جس سے اس تشریح برین کی تھی کہ آپ سے نکلی کریں  
کے و آس کے مخالف کو مدوں گے اللہ تعالیٰ سے ان  
لوگوں کے سا کو سوگ کر منہ کی اجازت دی۔  
حضرت عبداللہ میں میرے مرابا کہ آیت ہی کی والدہ  
اسما بنت ابوبکر صدیقہ ہیں اللہ تعالیٰ میں صہا کے حق ہیں

نا سائن انک والدہ حیرت میں ان کے لئے تھے  
مے کر سنی تھیں اور جیوں مشرک کو حضرت سار نے  
ان کے ہر قبول رکھنے و انہیں اپنے گھروں سے  
کی اجازت دی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے  
کیا کہنا حکم ہے اس پر آیت کریمہ نازل ہوئی اور رسول  
کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی کہ ہیں گھروں میں  
ان کے جڑا ہوں کریں۔ ان کیساتھ چھاسوگ کر کے  
سلوک حق و مدارہ ضروری القوی علی حکم الہی ہے انہیں آیت  
(انفال سبیل)

### آیت قرآنی میں تحریف

اللہ سوزہ علیل کے بر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک آیت پیش  
کی ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ نقل کرے میں کتے  
غیر متاط ہیں، ہوں سے پہلے آیت نقل کی ہے وہ  
میں غلط پھر ترجمہ میں آیت کے جملے حل کے ہیں وہ  
صحیح غلط ہیں۔ قرآن پاک میں رشاد ہے

مگر میں رازی صاحب نے اسے  
کرنا۔

اور ساداری ہے  
نہوں نے اپنی قوم سے کہا اگر تیری ساتھی  
گویا۔ یہ مسلم سب کیوں کیا گیا ہے۔  
پھر خدا اللہ سے آیت مبارک کی حیرت کے وقت  
اپنی ہی خواہش کے اثبات میں ساتھی و ساتھی سے  
سے پار جو کہ زور و زور سے گھروں میں آیا  
کا حال ہیں دیا تاکہ ان مسلمان نہ رہا پاک میں پر دست

ذریعہ سے کیجھو گی سے آگے وہ آتات ہیں میں میں  
 نصیب اسکا کھانے ہیں؟ کئی گزری ہیں اس سے  
 ان کے ہیں علم ایمانات و تحریف کا اندازہ کرتے  
**قوم اور ملت کا قرآن و حدیث میں مال**

اس قوم و ملت کے لئے میں تشریح پاک کی لڑکی  
 ہیں تو مزایے قوم کا انفرادی واقعہ سات ماہ سے متنا  
 سورہ المومنین رکوع پانچویں دیکھیں

انہی ذلک لایاک یقیناً اس میں بہت ہے  
 مقوم یہ شکوہ ہے۔ کہ باتیں ہیں ان کی کینے  
 جو دھیان کرتے ہیں  
 انہی ذلک لایاک یقیناً اس میں بہت ہے  
 خود مسعود کی باتیں ہیں ان کی کینے  
 بڑھتے ہیں

انہی ذلک یقیناً اس میں بہت ہے  
 لایمانت مقوم کی باتیں ہیں ان کی کینے  
 پچھوں تو غصے سے کھاتے ہیں

اسی طرح اس میں پانچ سو سورہ المومنین کے  
 دوسرے رکوع میں دیکھیں عرب مردوں پر قوم کا نفا  
 بولا گیا ہے۔

یاقیناً اللہ جاننا ہے ایمان والا از مرد  
 لایسجد قوم میں مردوں کی لڑکیاں نہیں بنا  
 قوم کسی ان بگوانا ان میں لڑکیوں والوں سے  
 دیرا مسلم دلاسا بہترینوں اور مردوں  
 میں لڑکیوں ان میں دوسری لڑکیوں سے لے کر

اس قوم اور ملت کے لئے وہ ان سے بہتر ہیں  
 وہ ہوں گے کہ اس کے کہ وہ ہوں گے کہ وہ ہوں گے  
 کہ کہ اس میں بہت ہے اس کو ان کے کہ وہ ہوں گے  
 وہی علم ہے کہ قوم کو ان کے کہ وہ ہوں گے کہ وہ ہوں گے  
 اس میں بہتر ہے اس میں بہت ہے کہ وہ ہوں گے کہ وہ ہوں گے  
 گیا ہے۔

سا انہی قوموں والا ہیں جو میں علم ہے  
 وہ یہ قوموں میں ان کے کہ وہ ہوں گے کہ وہ ہوں گے  
 خوب میں ہوں وہ ان کے کہ وہ ہوں گے کہ وہ ہوں گے  
 وہ انہی قوموں میں ان کے کہ وہ ہوں گے کہ وہ ہوں گے  
 انہی قوموں میں ان کے کہ وہ ہوں گے کہ وہ ہوں گے  
 وہ انہی قوموں میں ان کے کہ وہ ہوں گے کہ وہ ہوں گے

قوم کی نسبت باوجود یہ اکثریت غیر مسلم تھی آپ  
 ہی کہ طرف کی گئی ہے ان میں ان کے کہ وہ ہوں گے کہ وہ ہوں گے  
 میں انہی قوموں میں ان کے کہ وہ ہوں گے کہ وہ ہوں گے  
 اس میں انہی قوموں میں ان کے کہ وہ ہوں گے کہ وہ ہوں گے  
 انہی قوموں میں ان کے کہ وہ ہوں گے کہ وہ ہوں گے

قال ابن ام ان بن اردن یقال لہ  
 القوم المسلمون کہ انہی قوموں میں ان کے کہ وہ ہوں گے کہ وہ ہوں گے  
 زیادہ وقت میں ان کے کہ وہ ہوں گے کہ وہ ہوں گے  
 وہ انہی قوموں میں ان کے کہ وہ ہوں گے کہ وہ ہوں گے  
 ان قوموں میں ان کے کہ وہ ہوں گے کہ وہ ہوں گے  
 ان قوموں میں ان کے کہ وہ ہوں گے کہ وہ ہوں گے  
 وہ انہی قوموں میں ان کے کہ وہ ہوں گے کہ وہ ہوں گے  
 وہ انہی قوموں میں ان کے کہ وہ ہوں گے کہ وہ ہوں گے



بھی جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی دعا کی تھی۔

اللّٰهُمَّ اهدنا الصّٰلِحِیْنَ  
فَاَنْفَلَهُمْ لَدُنْكَ مَا لَمْ يَكُنْ لَكَ بِهِمْ حَقٌّ

حضرت عائشہ نے ایک مرتبہ آپ سے دریافت کیا کہ کیا، جناب پر کوئی وقت احد کے دن سے بھی برپا رہ سکتا ہے جو اس میں تعقیف اور طائف کا واقعہ ذکر فرمایا۔ ارشاد ہوا

فَقَالَ لَعَنَ الْعَقِیْبُ بَعْدَ تَمَارِیْطِیْ  
مَنْ قَوْمِكَ وَكَانَ مِنْهُمْ مَنْ هُوَ مِنْكُمْ  
اَشَدَّ مَا نَقِیْتُ زَیَادَةَ لَعْنَتِیْ  
مُسْلِمٌ یَوْمَ النَّفِیَةِ مَثْرُوْنٌ یَّهْمُیْ

مکتبہ شریف، لاہور، ۱۹۷۷ء

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو سیدہ ام سلمہ سے کہتی ہیں کہ تم کو ان عرب کی گنتی

قال عبد الله كان في حذرت عبد الله بن مسعود  
انظروا الى عبد

الاصياء ضربه قومه كوديه راہوں کو آپ ایک

فادومہ مظلوم مسیح کی نقل فرمائی ہے اور اس

الدم عن وجهه عن کی توڑے مدد کو پہنچا

وهو يقول مراب كروبا۔ وہ اپنے چہرے کو ان

عصر نقوی ماہم پونچھے جانے لگا دیکھتے تھے

لا یعلمون۔ میں نے اللہ امیر کو کہا کہ سننا

بغیر یہ ہی ہائے میں فرمایا تھے

اللّٰهُمَّ اهدنا الصّٰلِحِیْنَ  
فَاَنْفَلَهُمْ لَدُنْكَ مَا لَمْ يَكُنْ لَكَ بِهِمْ حَقٌّ

حضرت عائشہ نے ایک مرتبہ آپ سے دریافت کیا کہ کیا، جناب پر کوئی وقت احد کے دن سے بھی

برپا رہ سکتا ہے جو اس میں تعقیف اور طائف کا واقعہ ذکر فرمایا۔ ارشاد ہوا

فَقَالَ لَعَنَ الْعَقِیْبُ بَعْدَ تَمَارِیْطِیْ  
مَنْ قَوْمِكَ وَكَانَ مِنْهُمْ مَنْ هُوَ مِنْكُمْ  
اَشَدَّ مَا نَقِیْتُ زَیَادَةَ لَعْنَتِیْ  
مُسْلِمٌ یَوْمَ النَّفِیَةِ مَثْرُوْنٌ یَّهْمُیْ

مکتبہ شریف، لاہور، ۱۹۷۷ء

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو سیدہ ام سلمہ سے کہتی ہیں کہ تم کو ان عرب کی گنتی

قال عبد الله كان في حذرت عبد الله بن مسعود  
انظروا الى عبد

الاصياء ضربه قومه كوديه راہوں کو آپ ایک

فادومہ مظلوم مسیح کی نقل فرمائی ہے اور اس

الدم عن وجهه عن کی توڑے مدد کو پہنچا

وهو يقول مراب كروبا۔ وہ اپنے چہرے کو ان

عصر نقوی ماہم پونچھے جانے لگا دیکھتے تھے

لا یعلمون۔ میں نے اللہ امیر کو کہا کہ سننا

اللّٰهُمَّ اهدنا الصّٰلِحِیْنَ  
فَاَنْفَلَهُمْ لَدُنْكَ مَا لَمْ يَكُنْ لَكَ بِهِمْ حَقٌّ

دی سنی تو حضرت ادرڈ میں لڑنے لے جو لوگ سے بڑے  
تھے آئے دیکھ اور عرض کرنے لگے۔

کیا اچھا ہو کہ میں اس وقت  
نیک و بد دوہریوں جہت پ  
کو آپ کی قوم نکالے گا

مصدقہ نگاروں عموں کے  
یہ بھی دیکھیں | آرمیں مرید اسد لال کہتے  
اس کے حصار نام مسلمان کیا  
اس آیت کا پہلا حصہ ہے

یہاں آیت میں صلت کا لفظ آیا ہے  
اس نے اس جزو کو اپوں نے حذف کر دیا۔ اس سے  
نکاح اتھان ہوئی کث پر اثر پڑتا تھا کیونکہ وہ قوم اور  
ملت کو ایک پیر قرار دیتے چلے گئے ہیں

تینتا کا مطلب یہ ہے  
کہ مذہب کے نام سے میں پر چھانے کو تم اپنے آپ  
کو مسلمان کہو۔ تم سارے مذہب اسلام ہے اور مس  
لیکن توہینت کے نام سے میں سوال پر تو سیدھا شیخ  
حدیثی، راجپوت، پٹھان وغیرہ کہیں گے توہینت  
معنی عیشتیں میں معنی دولت کے نام سے میں سوال  
ہو گا تو اس کا ایرانی، پاکستانی وغیرہ جواب ہو گا۔  
سرکاری مذکورہ کی خاطر پوری جی اس طرح کی حالت ہے  
اس طرح پاسپورٹ داخلہ نام وغیرہ بھر رہے جاتے  
ہیں۔ مذہبی ڈانڈ کی سمیت سب دن رات جھرتے  
ہیں اور کوئی ایسے ناما نرا یا حرام نہیں کہتا۔

اقبال، سہیل مرحوم نے کہا ہے، وہ

بلد تہ پر یہی استوار ہوا میں تم کو جاننے نہیں دیتا  
اس سے تم کو لگاؤ کا استبدال بے صحت  
قوم اور ملت میں فرق کی۔ مثال مذکورہ آیت باہک  
کے ساتھ کہہ دیتوں میں لڑاؤ فرما نہیں کر لفظ صلت  
خاص مذہب کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔  
حضرت یوسف علی بنہار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے  
عقل کے ساتھ سے مراد:

میں نے اپنے باپ  
دادا اور بیٹے اسحق  
اور یہ تھوٹے مذہب کی بیٹی  
انتخاب کر لیا ہے  
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ ہوا

کہہ دیں بلکہ ہم نے یہ کہہ دیں  
ہتے ہیں جو باہل سے نہ کہتے  
تھے اور شرک کرتے تھے  
میں رہتے۔

تھانے آپ ابوہریرہ کا ہیں  
اسی وفد منے نام لکھا تھا  
مسلمان۔ پہلے سے اور  
اس لکڑی میں۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ

حق کی تعریف بات پر جو پیش  
ان کا مراد تقیوں کے جواب  
میں کہی دیکھی کہ وہ ہر جہ  
کی صفت پر مدعاں سے منے ہیں

اور لا الہ اللہ کہتے

سے نکال کر آیا۔

بند زبور و زقوم و زبوت۔ کہ جہل بین قومی تراد و تراد نیست

ذوالہجری

### مسئلہ کی حقیقت

مناسب حد تک اختلافات کا انجام جس نجات سے آگاہی نامہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عمرؓ کی بیٹی کی پر اعلیٰ ت فرمایا مسلمان مردوں سے کیلئے رشیم منع ہے مگر عید و فریخت اور یہ جانے ہے

حضرت عمرؓ کی بیٹی نے وہ اپنے ایک بھائی کو پہننے کیلئے دیدیا جو کہ میں سے شریک تھے۔۔۔ حالانکہ آپ

کے مصداق تھے۔ اس کا مطلب آپ نے جو اگھر بنا اور کندہ ناز اسٹنس بنا سہا ہے وہ درست نہیں۔ مسلمان بندہ بطور نہیں پھیلا بزرگانہ پھیلا ہے۔

ام مزیں حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنے ایک میں فرمایا کہ لے جوڑی تمام کی وصیت فرمائی تھی۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے اپنے ایک بیوی کو اپنے لئے وصیت فرمائی تھی۔

بیعت سے ایسے مسلمان ہیں جن کا وہی نہیں تھے جسکے ہے یا کل مطالب سے۔ ان کے بقا وہ انکام حدیث تک کی کتابوں میں موجود ہیں۔

میں شریکین کا پیر قبول کرنے کا مانع کہ کسی اور دوسرے بادشاہ سے آپ کے پاس مخالف بیٹھے آپ سے قبول فرماتے۔ ترمذی صلا ماب

جس طرح آج اسٹیشنوں پر اشالیوں پر چاہتے وہی وہی ہے یا ہلے سے مدد روپ زمین اور کھلے ہیں وہاں مسلمانوں یا مشرکوں کے جہازوں میں سفر کریں کیا ان کے ہاتھ کی وہ چیزیں جو حلال ہیں کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ ترمذی شریف ہیں ایک مانع (صفحہ ۱۰۰) جس میں

جو ان کی روایت دی گئی ہے۔ اسی طرح ان کے تھیں کہ مائے میں ایک مانع کہ وہ دھوکا استعمال کرکتے ہیں صلا۔ ترمذی شریف۔

وہیں صورت بھی ہو سکتی ہے کہ وہ لڑائی میں مسلمانوں کی مدد کریں اس کا بھی یک مانع ہے

اس باب کی حدیثیں ہیں جو مشہور تھیں یا ہے کہ ایسی صورت میں امام اعجاز کا ذکر نہیں ہو کچھ مناسب سمجھے (ص ۱۰۰) ان کا معنی میں مسلمانوں کے ساتھ حصہ نہیں ہو گا۔

ظرف ایسے بہت سے مسلمانوں سے اور مدد کریں تمام آیات و احادیث سے صرف نظر کر کے یہ کہنا کہ اسلام کے کافروں سے لفظ دشمنی اور کشتی ہی کھانی ہے اور بطور اسلام کی وہی سے نالافت پر ہی ہے۔

## شریعت میں لفظ اہمت کا استعمال

مضمون نگار نے ص ۲۳ سے ”مختصرہ قومیت کا غیر قرآنی تصور“ کے زیر عنوان مندرجہ تجزیہ سے حضرت مدنی رحمۃ اللہ کے استدلال کی تردید کی ہے لیکن مولانا کی تحریر اور مندرجہ سرور کا ناسخ طبعیہ اسلام کے الفاظ مبارکہ حضرت مدنی کی کتاب کے ص ۳۳ اور ص ۴۹ کا مطالعہ فرمائیے۔ اس میں

ہم دنیا کا نائد و پہنچا نہیں  
تجہ بھرا نہیں ہماری طرف  
سے دو رنگ غذا پیجے گا۔

اس آیت میں حضرت رسول علیہ السلام کے مدعا نے  
ذاتے کا فرما دیا ہے  
اس آیت کے سوا اور حیوانات پر بھی قرآن کریم میں  
اہمت کا لفظ آیا ہے،

اور نہیں ہے کوئی زمین  
میں چلے والا اور کوئی پرندہ  
جو چلے دو بانڈوں پر یاڑا  
ہے مگر تم ہمیں متیں۔

عروسِ حضرت مولانا نے تو ص ۲۳ پر  
**مختلہ حصہ ۱۰** مسلمان اپنے دین پر قائم ہوتے ہیں  
کے الفاظ صاف بکھے ہیں مگر مضمون نگار صاحب نے انہیں  
پھر بھی شدت سے مطعون کر کے الزام تراشی کا گنا  
پٹنے سراہا ہے۔

ان سب وفات میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے ایک  
اہمت فرمایا ہے۔  
اہمت کا لفظ کامرورں پر قرآن کریم میں بھی  
بولایا گیا ہے جیسے اس آیت میں ہے۔

اسی طرح اس سے آگے ص ۲۴ پر  
**ایک اور پہتان** زیر مسدوں سے مولات کا عنوان  
قائم کر کے مولات کے معنی کی وضاحت کی ہے کہ  
مسلمانوں کے کافروں کے ساتھ تمہیں تعلقات، ایک  
دوسرے پر کامل اعتماد، پورے پورے بھروسے ایسے  
تعلقات جو بشر النکاح و فیود کی سطح سے بلند ہوں جن میں  
قلب کو اتنا اطمینان حاصل ہو کہ حاملہ غائب دور سے  
پر کامل بھروسہ کیا جاسکے اور یہ یقین ہو کہ میرے تمام  
مشاور دوسرے کے ماتحتوں میں محفوظ ہیں۔

اور سب ان میں سے  
ایک گروہ لے کہ اگر ان  
تو گوں کو گروہوں میں  
کرتے ہیں یہی اللہ پاک  
کو بولا ہے یا انہیں موت  
غذا بیٹھے والا ہے۔ کہنے  
تکے تھکے سے تھکے سے  
ماتھے الزام آتا رہنے کہنے  
اور اسے کہنا یہ وہ رہی  
اور کہہ گروہ ہی جنہیں

مولانا کے یہ معنی متفاد نگار نے اس طرف سے  
گھسرتے ہیں۔ مولانا نے عقلی سے سنا ہے۔ اس کے  
معنی ہیں سرسید ہونا۔ تاہم اس میں سے

اسی سے لفظ ولی بنا ہے۔ عب  
دوست اور مددگار۔ اسی سے لفظ مولیٰ بنا ہے جس کے  
کم از کم معنی توفیقیا ہیں۔ ایک، نظام گزار کرتے  
ملا آواز کردہ۔ سائنسی قومی رشتہ دار جیسے چچا زاد  
بھائی اور اس صاحب کوئی رشتہ دار اور بھتیجی حلیت  
و جس سے پکا سادہ ہوا ہے، بھائی، چچا، بھائی  
شریکت، مرنی، مددگار، اسکا واحسان کرتا ہوا اور جس پر  
اسکا واحسان کیا گیا ہو خوب، تاہم اسرالی کا رشتہ  
غریب کہ اس کے ایک دو ہیں سب سے معنی ہیں در  
تجھے معنی مولیٰ کے ہیں اسے ہی مولانا کے ہیں یہ ملی  
حیات کے دریدہ بہانہ طرازی ہے کہ حضرت مدنی  
کی طرف اس لفظ کا حرام ہی مطلب لکھ کر مشرب  
کیا ہے۔

مولانا کے کبھی سے جائز میں کسمبھات  
سادہ کی ہی حد تک تھی جو مشرب سے آج تک جائز  
چلا آ رہا ہے۔ آپ اس سادہ کو جدا قومیت کی بنا  
پر کہنا چاہتے ہیں اور مولانا ملائیسکی تار فرماتے  
ہیں۔ وہ جو کہے ہیں کہ خود سرور کائنات نے جن جن  
سے سادہ برا نہیں امت واحد فریاد سے

میں میں مشرب کا یہ سادہ تھا اور جس حد تک شہیت  
جاننہ جو ہے مولانا دن کی حد تک سادہ اور  
تعلق رکھنے کے قائل تھے اس سے زیادہ نہیں۔

## سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکہ دہی

اُس کے عمل کر رہا ہے پر متفاد نگار نے سجدہ بیان کے  
تقلات تکہ پر عدوان خود ہی لئے ہوا دیکھا ہے۔ سجدہ  
۳۰ پر ۶ اسلامی جامع سے لکھ دیا گیا ہے۔ کے  
مولانا کے تحت وہ لکھتے ہیں۔

اسلام کا نظام اجتماعی ہے۔ جبکہ تمام معاملات  
کے فیصلوں کے لئے کتاب اللہ عینیت قانون قیامت  
تک رکھنے موجود ہے۔ اس قانون کو نافذ کرنے کے لئے  
امت کبریٰ کے مرکز اور میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
مبعوث ہوئے۔ ان کے بعد یہ منصب امت صورت  
کے باشندوں کی طرف منتقل ہو گیا۔ لہذا آج مسلمان  
کے لئے اسلامی نظام زندگی، بڑا کارکن کی ایسی جماعت  
ہو جس جماعت کے منتخب اور پر مشتمل ایک مجلس  
مشاورت ہزاروں میں ملتی (سب زیادہ تھی) ان  
کا امیر اور سربراہ کے تمام امور اس نظام کے تحت  
سرچا پائیں۔

اس سے مولانا دن کو کب منتہا ہوا ان کی  
ساری حدود و حدود ان کی یا ان کے اکابر کی تاریخ کی  
پر مشتمل ہیں دیکھیں تو اسی نظام اسلامی کے لئے تھی اور  
ان کے بعد ان کے سوسلیں کی ہیں، ہر فرد ہی اور ہر شخص  
ہے اور اسی کے لئے وہ جان و دل سے باکستان ہی  
کوشاں ہیں

معمول نگار نے صحت پر مولانا اور اللہ اکرام آواز کے  
ایک معمولی کوالد رہا ہے جس میں اپنی نے اسلامی

اجتہادی رنگ کی اہمیت پر زور دیا ہے۔ ہر والا  
 ۱۰۔ انھوں نے جو ترقیۃ العربیہ سے ماخوذ ہے دوسرے والوں  
 کے خلاف صدارت لاہور کا ہے کہ انہوں نے فرمایا،  
 مسلمانوں کی قومیت صاف دکھانے کی ضرورت ہے۔  
 ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ اس حوالے کے لکھنے سے  
 کیا فائدہ منظور ہے کیونکہ مولانا مرحوم اول سے آخر  
 تک کبھی کسی مسلمانوں میں تفریق کے لڑاؤں نہیں  
 ہے۔ مولانا کے دشمن جو مولانا پر انہوں نے تراشی کی حد تک  
 لگے بڑھے ہوئے ہیں۔ یہی کہتے ہیں کہ ان میں ایک ٹکی  
 خالی ہے۔ یہی تہذیب پرستی کی ہے۔ وہ مسلمانوں کے کام  
 جو ہر حال سے لیتے ہی رہتے تھے۔ ان کا عمل ان کے  
 قول کے خلاف نہیں ہوا۔ البتہ آپ کی سرکی کینکھلات  
 مزدور ہوا جو گاجس کے واقعی وہ باندہ رہے۔

مضمون نگار نے صفحہ ۱۰ پر مذکورہ  
**پھر دھوکا دہی** عنوان کے تحت لکھا ہے،  
 ہاں بیس جس قسم کی مذہبی آزادی کی ضمانت دتی ہے  
 وہ مذہب ایک پرانیوٹ عقیدہ میں سمٹ کر رہ جائے  
 یا اس سے کچھ زیادہ ہی رہتا ہے۔ اس سے لگے بڑھنے  
 والا مذہب تو مسلمانوں کیلئے پٹے لگے نظام اور پڑی  
 انگ جماعت کے نیام کا مفقعی ہر جاتا ہے اور وہ  
 باقی ہیں جو اجمالی حرقہ پرستی پر ولادت کرتی ہیں۔  
 یہی باتیں کر کے اور پڑی قوم نے خدا سے  
 عہد کر کے پاکستان یا تھالیوں پر باتیں اور اس  
 رسالے میں لکھی ہوئی آیات و وسائل اور سائے پر ہوش  
 معاینہ ہی ساعت تک کے لئے تھے تب تک

پاکستان نہ تھا۔ اس کے بعد آپ کی لکھی ہوئی  
 کوئی بات سوال پوری ہوئی۔ کس دن اسلام کی قانون  
 نافذ ہو، اب تک کہ وہ مبارک ساعت آئی ہے  
 جس میں کہاجلنے کے ایک گھنٹہ کے لئے بھی اسلامی  
 نظام نافذ ہوا ہو۔

آخر میں صاحب مضمون سے یہ آیت لکھی ہے  
 اور کہا ہے کہ اسلام تو ایمان اور اعمال صالحہ کا لازمی نتیجہ  
 استکمال ل الائن مسلمانوں کی اپنی حکومت قرار دیتا ہے۔

اللہ تم میں سے ان لوگوں  
 سے جو ایمان لائے اور اللہ  
 انہیں صالح کرنے میں بڑھو  
 کر رکھا ہے کہ وہ انہیں ہی  
 دینا میں حکومت عطا فرمائے گا۔

لیکن یہ باتیں صرف دوش کہنے تھیں۔ عمل صالح  
 و انفرادی طور پر کیا۔ اجتماعی طور پر نہ حکومتی سطح پر آخر کار  
 یہ سوا کہ اللہ تعالیٰ نے جب ہماری رعایوں اور رعایوں پر  
 ہی حکومت عطا کی تو ہم سے سب سے زیادہ  
 اور جو مانیکو سر پذیر کرنے اور ملک دولت کر کے اٹھ گئے  
 اور اب ہمیں یہی شہار بنا رکھا ہے۔ مس باتیں کافی آسان  
 ہیں اور عمل مشکل کام ہے۔

مقالہ نگار اور ان کے ہم طبع لوگ اس آیت سے  
 غافل ہیں۔ کہیں ایسا ہو کہ وہ خود اس آیت کے خلاف  
 ہوں۔

ہرگز یہ۔ بھوکا تو لوگ  
 چنے کے پڑوٹی ہونے ہیں

اور جانتے ہیں کہ میرے  
انگل تھریب ہو کر میری  
پرستش ہو سکے کہ خدایا  
چھوٹ گئے اور ان کے  
لئے دردناک ہے۔

پھر کسی نے کہا کہ بہت  
لگا ہے تو اس نے فرمودہ  
ہو جان اور کھلا گیا وہ اٹھایا

### خلط بات سے عظیم نقصان کا احتمال

حضرت دہلی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ ان کا کیا  
ہے۔ اہلای جو چور کے عظیم سدارت میں گزر چکا ہے  
اس سے ایک بہت بڑا نقصان یہ ہوسکے کہ اسکا  
پتہ کھل کر کھلا خورد میں حضرت علیؑ کے نام سے یہاں  
مفسدہ ماری کیلئے اسے شرکی مسئلہ اور ایک عالم کی ہائے  
جا کر منع اٹھا سکتا ہے جیسے گہرے حضرت ابوہریرہؓ  
کا نام استعمال کرتے ہیں اور یہ مفسدہ کھل جاتا  
اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ ایک  
نظیر سامع ہے اس بات کے انتساب کی کئی ترقی ہے  
اور کس میں ملک کا مورخین مگر یہاں ایسے اختلاط کے  
یا عیش و مہو کا عطا نامہ اٹھا سکتا ہے۔ مثلاً نگار کو تو  
اعتراف سے عرضی عتاب سے نہیں مگر یہی سمجھنا  
چاہئے شکیا کی امید کا تازہ بیان اور درجہ عبادت  
کوئی مورخہ ہر حالت میں سے پریشان ہوا ہے پہلا  
سے اس کا تازہ مفسدہ قسمت پروردگار ہے۔

حضرت علیؑ نے کہا کہ وہی اہلای کا کس قدر برائی  
یا کجی نفس میں نام کسی نہیں یا کب ان پر الزام لگا ہے  
وہی کھس ہے خیال سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے  
اور بہت واضح الفاظ میں لکھے ہوئے ہیں جوں جوں  
دل سے اور دہرائی حضرت دیکھیں

مولانا دہلی اور علامہ مروج کا ماحول فرمایا ہو گیا  
تھا مگر شریعت پر اجماع ہے۔ یہ رسالہ کیا ہے۔ جوا  
اور وہ بیامت اس کے سامنے پیش ہوسکتے ہیں  
کامل مفسدہ ہے۔ جوٹ اور تہا کا ایک پیدا ہے  
اور اس بات کی دلیل ہے کہ اسے حضرت دہلی اور تہا  
کی ذات گرامی میں کوئی مگر نہیں ان دو کی بات عزت  
کہنے کیلئے ہیں بل کی تو عجز و اجہات کی بوجھ ذکر کی  
متحدہ قومیت کا انتہا ناپاک خاک میں کے دل  
میں اکبر کے دین اہل کا بھی ذکر ہے۔ مثلاً دشمن کی  
انتہا۔ جوا کا اسلامی تعلیم کی عداوت۔ قرآن نہیں  
کا یہی ایگر مفسدہ۔ متحدہ قومیت اور سوزہ فیصل زمین  
میں مولانا ہر سوزہ فیصل مسلم کی مخالفت کا الزام ہے  
متحدہ قومیت کا بڑا بڑا تصور غیر مسلموں سے  
مواہت کے بدل میں مواہت کی ایسی شرح جو حرام  
اور کفر ہے۔ یہ موسم مواہت، کفر، کجیات سے ک  
نصت حضرت دہلی کی طرف کرنا مثلاً نگار کا کتنا عام ہے  
یہ حرام بائیں خود ہی لکھ رہا ہے اور نسبت مولانا دہلی  
کی طرف کر رہا ہے۔

اس کا یہ مل اس آیت کی وحد کے قریب ہے۔  
اور لوگوں کا حکم کرے یا لگا

خطبات تادمہ عظیم برائے مہذبہ مغرب، مقبول ایشیا

چوک انارک، لاہور ۱۹۵۶ء

## اسلامی تعلیمات میں وسعت کہاں تک ہے

مترجم: اسلام کی جامعیت کا تقاضا ہے کہ اس میں وہ مسائل بھی جو صحیح ایک مسلم اور غیر مسلم کے مابین کے بارے میں رفاقت ہو۔ خود حکومت اسلامیہ میں غیر مسلم ہوں تو ان کے کیا حقوق تشریح کیے جلائے ہیں اور اگر غیر مسلم حکومت سے واسطہ پڑے تو کیا ساچرہ ہو سکتا ہے اور کیا نہیں! کیونکہ وہی باتیں ہو سکتی ہیں یا تو مختلف النوع کارروائی سے معاہدوں کی اجازت ہوگی اور یہ کہا جائے کہ اجازت نہیں ہے تو رومانیہ، مراکش، امریکہ، یو این اور سری لنکا کس سے بھی معاہدے ساچرے نہیں ہو سکتے اور یہ ممکن ہے۔ مراکش سے ہمارا پیش رو کی اکثر کا ساچرہ ہو رہا ہے۔ سری لنکا سے ہم نے مشرقی پاکستان کیلئے دستاویز کیا تھا۔ یہ بھی معاہدے ہیں۔ اگر یہ معاہدے شرفاً جائز ہیں تو وہ کہاں کیلئے ہیں۔ کہاں تک ان میں گنجانا نہیں ہے اور کہاں تک نہیں۔ یہ چیزیں بھی صرف ملنے کے غیر فرمائش ہیں اور ان کی ضرورت اہمیت ایک مثال سے سمجھ لیجئے۔ جب آپ ان ملک متعلق ہیں اسلام کی طرف رجوع کریں گے تو حضرت علیؑ کی تحریر کا آئے گی لیکن آپ سب طرف نظر دوڑائیے تو کیا ہوتا رہا ہے پھر آپ مولانا پرستوں کو نہیں گئے۔ کیونکہ وہ سب حضرت محدود شریعت سے بھی آگے بڑھتے تھے ہیں۔

شہنشاہ آگرہ نے غیر مسلموں کیساتھ جو غیر سنگالی اور رولاری کا جتا دیا وہ کوئی ستمناست نہ تھی۔ اس کی اجازت آج سے تیرہ سو سال پہلے ہی ہمارے رسولؐ نے کر دی تھی۔ انہوں نے یہاں سے ہی ہمیں نکلنے سے بھی پہلے ہماری پرستج حاصل کرنے کے بعد یہاں اپنی ملک کی کیا۔ ان کیساتھ رولاری برقی اور ان کے عقائد کا احترام کیا۔ یہاں کہاں بھی مسکرا کر ہے۔ ایسے ہی ہے ان کی تادمہ دیکھی جائے تو وہ ایسے ہی ان کیسے اور اور عظیم المرتبت امور کی مثالوں سے بھری پڑی ہوگی جس کا ہم سب کو نقلہ کرنا چاہیے۔ جس پر دستور ساز میں ۱۹۷۱ء کے دستور کو لاڈلونی ماڈرنٹیشن کی تقریر کے جواب میں۔

یہاں سے اس تاریخ کو مجلس دستور ساز سے خطاب کیا۔

آپ آزاد میں اپنے مشورہ اور اسدوں اور دوسری عبادت کا جمل میں جیسے کہیئے آپ پاکستان کی ملک میں ہونے آزاد ہیں۔ آپ کسی مذہب، فرقہ و جماعت سے متعلق نہیں۔ اس کا کاروبار مطلق سے کوئی سروکار نہیں ہے۔



الف) شنگھٹ ۳۵ سے تا نگر نگر کے بیانات  
 اس قسم کے نتائج کو دیکھ کر ہے کہ پاکستان میں  
 جمہوری حکومت ہوگی اور یہ کہ تمام بنگال اور پنجاب  
 میں جو نسیم کم و بیش ۵۰۰۰ سے تھے، ان میں مشغول کرنا  
 ضروری تھا، ان میں بڑے نتائج کو دیکھ کر ہے۔

ب) جب انہوں نے پاکستان کی سب سے بڑی کاہلیہ  
 بنائی تو ایک روز اسی ہندو قوم کار کا جس سے شدید  
 اختلاف تھا۔ اس کا نام مشر جو گدنا تھا۔ مشر جو گدنا  
 غار و نظیر ان کے بنائے گئے جو ایسے شدید درناوی تھے کہ  
 انہوں نے تا نگر نگر کی تمام جائزہ پڑھنے سے انکار کر دیا  
 پاکستان کے جیت جیش ایک جیساں کا نہیں ہے  
 یہ فرق ایک میں جیساں کا ٹڈر اپنی اور ان کے  
 حالت ہے۔

ج) انہوں نے لاہنگھٹ کے لئے ایک خطاب لکھ لیا  
 دیا ہے، انہوں نے فرمایا۔

اب تم سب آزاد ہو اور پاکستان میں  
 تینوں مسات کی چوری آزادی ہے کہ  
 اپنے مسئلوں اور ریسرٹی  
 عادت لگا رہا ہے، حاکم اپنے چہرے  
 عقیدے سے کہہ رہا ہے، مہارت کر دہا  
 یہ بیادہی اصول سے کہ ہم سب  
 ایک منکلت کے شہری اور مساوی  
 حقوق کے ہاک ہیں۔ یہ اصول جب  
 مقلبات اور دولت پات کے استیاد  
 سے دلا تر ہے۔ اگر ہم سب میں سولی

کو اپنا میاں بنا لیں تو مجھے یقین ہے  
 کہ کچھ عرصے بعد ہندو ہندو رہیں  
 گئے، مسلمان مسلمان، اسم سے میرا  
 مطلب یہ ہے کہ ہمیں کو وہ اپنے اپنے  
 درجہ پر قائم کر دیں گے۔ مطلب یہ  
 ہے کہ سب ہی اعداد سے اور پاکستان  
 کے شہری ہونے کی حیثیت سے سب  
 برابر ہوں گے۔ جیسا کہ مذہب کا  
 تعلق ہے یہ ہر مرد کے والی اعتقاد  
 کا معاملہ ہے۔

محمد علی جناح ۲۱/۱۲/۱۹۴۷ء  
 فری کے اس جہان میں مسلمان کی رو سے تو تا نگر نگر  
 پر بعض فرقوں سے فری غلط جڑنا تھا کہ وہ لاہنگھٹ کو ہی  
 فری بندی کا اعلان کرتے اور جسے خود چاہتے اور جب  
 وہ مسلمانوں کے ہاتھوں بنا ہونے تو وہاں کا شکر لڑا ہے  
 خدا مسلمانوں کے لئے اس پر اور یہ کہہ لیں چاہے وہ حق یا باہ  
 کہنے ہیں اور اس کے بعد ہمیں نہیں لے لیں، اس کے لئے کہ  
 جی، بقول مسلمانوں کے تا نگر نگر کا فری تھا۔ وہ یہ اعلان  
 کرتے۔ "وہ ہم ہیں اور تم نہیں، سب سے حدیث کے لئے عزت  
 اور جس عاجز ہے۔ جب تک تم اللہ و اللہ اور اللہ ہی، لکھو  
 مسلمانوں کے لئے جو کچھ حضرت علی کے ہاتھ میں  
 لکھ رہے ہیں، لکھ رہے اور وہ ان پر چسپاں ہوتا ہے۔  
 مسلمانوں کے لئے لکھ رہے، تا نگر نگر کو سمجھایا تھا اور حق تبلیغ  
 دینا تھا تو جس جان کو خوشی ہوگی، تا نگر نگر کی لکھ رہے  
 کاروانی اور نگر نگر کی تقریر کے ہاتھ میں جب آپ

شرعی احکام تلاش کرنے جاہل کو کوئی کارروائی  
 شرعی جوئی اور کوئی غیر شرعی نوآپ کو سولہ تا کے اس  
 ہمارے قدر و منزلت معلوم ہوگی۔ اس میں دارالاسلام  
 اور دارالحرب میں کانفرنس کیساتھ حدود و معاملات کا  
 ذکر کیا گیا ہے۔ اعلان وہی استعمال کئے گئے ہیں جو قرآن  
 پاک اور حدیث میں وارد ہوئے ہیں اور احکام اسلامی سے  
 سرسبز و جاوڑ ہیں کیا گیا۔

## معاملات اور معاہدوں میں زبان کی

پابندی کا اسلام میں حکم  
 یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ شریعت مطہرہ کی نظر میں  
 ایک مسلمان اور کامر کی گفتگو کو بھی دردادی سے مال  
 نہیں جانے دیا گیا ہے۔ یہ نہیں ہے کہ تحریر و دستخط  
 شرط ہوں۔

بخاری شریف میں آتا ہے کہ  
 یعنی اگر باقاعدہ معاہدہ یا تحیال سے پہلے کوئی مسلمان  
 کسی کامر سے کہتا ہے کہ "گروہ مت" تو وہ اس  
 میں ہوگا۔ اسے اب تک کو نامہ جہدی ہوگا۔

آنکھ ہمارے تصور فقط اس بات کو معاہدہ کا درجہ دینا  
 ہے۔ جو تحریر و اجرا و دستخط ہو گئے ہوں، اطلاقِ تقدیر  
 کے لحاظ سے زبان کی پابندی سے بالکل آزاد کر دیا  
 ہے۔ حالانکہ وہ غیر تالیفی ہوتا ہے اور عہد کا درجہ  
 رکھتی ہے۔ دراصل ہم علم دین سے اس قدر بے بہرہ  
 ہوتے ہیں کہ میں دین کی معلومات بھی صحیحاً نہیں  
 تو وہ اجنبی لگتی ہیں۔

## حضرت مدنی کا مختصر تعارف

پیر جی مہتمم کے نندو جالی طاس کر کے کے مدد پر  
 عربی کن اچانتا ہوں کہ جو حضرت مدنی رحمۃ اللہ کی شہادت  
 کے بارے میں چیدماتیں حاشی ضروری ہیں ان کا اہم مقام  
 یہ تھا کہ اسے ۲۵ سال پہلے وہ دارالعلوم دیوبند کے  
 شیخ الحدیث مقرر ہوئے اور ۵ دسمبر ۱۹۳۳ سال اس  
 منصب پر فائز ہوئے

(۱۲) دارالعلوم دیوبند مدنی تحلیلات کا ایضاً  
 عمر میں سب سے بڑا اور وہ تھا اور آج تک بھی وہ  
 سب سے بڑا ادارہ ہے اور اس نقطہ نظر سے کہ وہ ان اہل  
 علم دین کی بصیرت پر دقیق علمی انداز میں تعلیم جوتی  
 ہے۔ وہ پوری دنیا کا سب سے بڑا ادارہ ہے اور وہ اہل علم  
 کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ اور اس تعداد سب سے  
 اہل جوتی ہے۔ وہاں لایعین اکیٹ سستی میں نہیں  
 آتیں۔ دیوبندی، بریلوی کی بحث ہم نے وہاں نہیں  
 دیکھی۔ اسی لئے بریلوی لوگ بھی وہاں پڑھتے سہے ہیں۔

(۱۳) حضرت مدنی سے ابتدائی رما میں نہیں پاتے  
 دسے حضرات کی عمر اس وقت تقریباً ۷۷ سال ضرور ہو  
 گی اور آخری دور میں پڑھنے والوں کی عمر چالیس ساں ضرور  
 ہوگی یہ سب تجربہ کار اساتذہ ہوں گے۔

(۱۴) پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش کے بڑے  
 مدارس میں بہت کم ایسے مدرسے ہوں گے جہاں ان  
 سے بڑھے ہوئے ہوں۔ بریلوی مدارس میں بھی ان کے  
 شاگرد نہیں گے۔ دیکھئے حاضرہ مدارس عربیہ حافظانہ راجند

(۵۱) یہ تو فقہاء ہیں جنہوں سے ان سے  
 بڑھ دست و کت بے نیوش کیا اور ان کے شاگردوں  
 کے شاگرد اور ان کے شاگرد چہ چہ پر ہیں۔ تیسوں کا مک  
 میں یہی حال ہے۔

(۵۲) ان کے شاگردوں میں سے بھی ہیں جو شرع  
 ہی سے علم یکگ ہیں سب ہی جیسے مولانا عثمان اعظم  
 صاحب تھانوی یکس میں کوئی بھی ایسا نہیں دے  
 گا جو حضرت مدنی رحمۃ اللہ کے اہل علم و فقہیت اور تقوی  
 کے ہائے میں دل سے معروف ہو جو ملک زبان سے بھی  
 اظہار کرتا ہو۔

تیب کے اسی حصوں سے ان میں سے کوئی بھی لیا  
 ہو گا جسے دیکھ رہے ہیں جو۔

(۵۳) وہ وہی ہیں استغانت و مہارت کی  
 وجہ سے ہر شخص کو لڑنے کے اور تمام اکابر وقت کو  
 صحتی جنتیں حضرت امدن مولانا شاہ شرف علی صاحب  
 تھانوی امدن سرور بھی ہیں شفا، تھولہ نے مولانا عبدالمجید  
 صاحب درباری کو تحریر فرمایا،

(۱) کوئی مستعمل دین بدوں علی غلط مولانا حسین احمد صاحب

۲۔ نیک شائع دیکھا ہے، (حکیم الامت ص ۱۱)

(۲) ایسی تخنیفات کیلئے مولانا حسین احمد صاحب

مولانا انور شاہ صاحب کی طرف توجہ دلا تا ہوں

(حکیم الامت ص ۱۲)

(۳) نقل تریل صاحب سے حضرت مدنی کو خوش آمدید

کہنے کے لئے ایک سلم لکھی، حضرت تھانوی

رحمۃ اللہ نے اسے پسند فرمایا اور دربارہ دانی

نقیس ہے اور عطف یہ کہ سب سے ہے، خوب  
 ہر متنوع ہے، جس نے نقل کر لیا (حکیم الامت ص ۱۳)  
 خدا ماحد و پیا مادی نے لکھا ہے کہ وہاں میں  
 اتنی صیح صیح موقع پر صیح شخص کیلئے شاعری  
 کے عالم میں بیت کم دیکھنے میں آئی ہے۔ اللہ اور  
 کو جزلے خیر لے اور عددوں کی عمر ہی برکت صیب  
 فرمائے "ادب" (ص ۱۳۳)

مناسط معلوم ہوتا ہے کہ نظم نقل کو ہی مانے۔

وہ ہے

لے سید ات مال ہا خوش آمدی خوش آمدی

اپنا دہلا مر جا خوش آمدی خوش آمدی

لے شیخ ابوالخیر، لے سرورستان حکم

سے حضرت ادب، ہدی خوش آمدی خوش آمدی

لے جاناب سرور حق، سے سہل انور حق

لے حق پسند و حق نما خوش آمدی خوش آمدی

مرکوبہ رو بہا ہا ہا سرور نیر اہل نقین

سرور صدق و مفاخر خوش آمدی خوش آمدی

سے مستشار مومنین لے معتدائے مستحقین

سے ادل و درویشنا خوش آمدی خوش آمدی

لے نام نقین کہیں لے علی محمود الحسن

لے یادگار تقیبا خوش آمدی خوش آمدی

لے کرم کسان ما نا اہدیت جان ما

ہاں امیر ما خوش آمدی خوش آمدی

لے دیت فتح سب سے، لے دیت علم نقین

لے شرح جمع اصفیاء خوش آمدی خوش آمدی

کے ہاتھ میں جس شخص نے کہا ہے ۔  
 یہی ہیں چمکے سونے کی نشیدتے چٹاڑے  
 انہی کے آقا پر باز کرتا ہے مسلمان  
 انہی کی شان کو یہاں بت کہ وہ نہ تھے ۔  
 انہی کا کہا ہے وہی ملامت کی نگہ بیان  
 وہیں رہا میں زردیا سے بالکل بے ہوشی  
 چہرے پر یہاں ہر ہرگز نہ کپڑوں کی گھنے پان  
 اگر خلوت میں بیٹھے ہوں تو ہلوگ نہ تھے  
 اور تو میں اپنی بھونٹ میں تو رکھتے ہر غمناک

حقیقت میں یہ تباہی زدگار  
 شمار اس کا بزرگان سلف  
 چراوا سکا میں پاندھتے  
 ہوا ہے دم وراہ جانفت  
 زمانہ سے اگست اس کا انور  
 اس نظم کے یہ اشارہ مابین  
 ۱۳۷۷ میں ہیں ۔  
 ۱۳۷۷ میں سبیل مذ  
 اپنا وا تو سنایا کہ

بلکہ صحیح کہا ہے ۔

امت کی یاد میں ناستر شاہین میردنگ  
 کبھی کہو وہ شمس چیمبر ۔ مزید روڈ کراچی )  
 یہ نظم مولانا محمد یحییٰ صاحب اعظمی سے حضرت  
 مدنی رحمت اللہ علیہ کے متعلق "دوائے حیات میں ایک  
 عالم ہر ہال کی اسارت" کے عنوان سے لکھی تھی ۔ اس  
 کے کچھ اشعار یہ ہیں ۔

میں جب کراچی  
 آیا تو بنگال کو متل  
 مجھ سے کہا کہ پالیہ  
 فقار اور لکھنؤ پر  
 روپے ۱۰۰ پر روڈ  
 ہے ۔ آپ اس کو  
 نے کہا کہ گاؤں کی  
 سے مزید ، کچھ  
 میں خاموش ہیں  
 کہ حضرت شیخ  
 لگا گئے ہیں  
 فوشے ۔ یہ  
 کے لئے ملامت کا کوئی  
 ہوا ہوا ۔

وہ جس کی زندگانی کا صرف ہوا سوزہ یوسف  
 اُسے ہوگی جلا کہا جس دن نراں سے پر تباہ  
 پر تباہی جن گھڑیوں کیوں اس پر مستان سے  
 پر نراں نور ہا ہے جلوہ گاہ باہ کشفانی  
 سادہ سر و شان عیش کو کاسارہ راحت  
 مجاہد کیلئے زیبا نہیں ذوق تن آسانی  
 مجھ کو

لئے کئی اخباریں، مقبول سرکاری جی  
 لئے پر تو شیخ حرا خوش آمدی خوش آمدی  
 لئے نازش خاک وطن، لئے سرخ راہنما  
 لئے درد و دلہا درد و خوش آمدی خوش آمدی  
 آئینہ بعض اہل انگینہ، علم و عمل  
 تصویرِ تسلیم و رضا خوش آمدی خوش آمدی  
 از نقد منت دل شاد و دیرانہ آباوند  
 لئے بر تو پوچھن صد نوازش آمدی خوش آمدی  
 دلہانہ آتدیا تو، درد بہتا نام تو  
 آید ہر سواں صد خوش آمدی خوش آمدی  
 این گمش علم و ہنر شد از قدومت معتر  
 گوید ہیں نزد لہندی خوش آمدی خوش آمدی

در کتب تاریخ اسلام سیدنا

حضرت قدس نصاریٰ رحمۃ اللہ علیہ کے تعلق کاوفات  
 تک جی حال رہا ہے۔ حضرت کی حیات میں آخری ماہ  
 جب حضرت مدنی، جیل گئے تو حضرت نصاریٰ رحمۃ اللہ  
 کی طبیعت پر اثر ہوا۔ انہوں نے فرمایا: مجھے خیال  
 نہیں تھا کہ مولانا مدنی سے مجھے اتنی محبت ہے۔  
 اور جب حازن جیل میں سے کسی خادم نے عرض کیا  
 کہ مولانا مدنی تمہاری خوشنویسی سے گرفتار ہوئے ہیں۔  
 تو حضرت نے فرمایا: آپ مجھے اس جیل سے نکل دینا  
 چاہتے ہیں۔ کیا حضرت صبیح یرید کے مقابلہ میں اپنی  
 خوشنویسی سے نہیں گئے تھے مگر سچ تک کون ایسا شخص  
 ہر گاہ کسی کو اس حادثہ سے متجاہز ہوا ہو۔ (بروایت  
 حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دست

برکاتہم۔ واقعات ص ۲۲۱ و ص ۲۲۲ - ۱  
 ایک دن ارشد و فرمایا، مولانا حسین احمد کی حالت  
 کرنے و لال کے سوہ خانہ کا اندیشہ ہے :-

بروایت ابوالعباس حضرت مولانا محمد سجاد صاحب  
 واقعات ص ۲۲۱

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نا حیات ان کی اسی قدر  
 تعظیم کرتے تھے ہیں جس کے وہ اہل تھے۔ دیکھیں مولانا  
 مدنی کی خود نوشتہ نقش حیات ص ۱۱۱ جلد اول اور  
 مکتوبات شیخ الاسلام میں متعدد مکاتیب میں حضورنا  
 ص ۱۱۱ مکتوب ص ۱۱۱ جلد دوم -

۱۱۱ انتشار پر خیال آیا کہ اس وقت کے سب سے  
 بڑے اور معروف بزرگ شیخ احمدیث حضرت مولانا محمد زکریا  
 صاحب دست برکاتہم (مہاجر مدینہ منورہ) مختصر  
 فرماتے ہیں :

میرے اکابر بعض خوش اتفاق آدمی نہیں  
 بلکہ واقع سے اور جو میں نبی کریم صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی زندگی، حضور کے معجزات  
 و شارات کا واقف ہو گا اور چند مدندان  
 اکابر کی مجالس میں شرکت کر چکا ہو  
 گا۔ وہ خود محسوس کرے گا کہ ان اکابر  
 اعلیٰ اندہ مراتبہم کو اللہ جل شانہ نے  
 اپنے نعل کریم سے اتنا سفت کا دانہ  
 حرا عطا فرمایا ہے کہ ان کے ارشادات  
 بھی جو ہر زبان سے ہوتے ہیں اور ان کا  
 سکوت موجب ترقبات باطنی ہے ان

کے پاسے ہیں جس میں لے کر ہے ۔  
 یہی ہیں جگہ سولے کی نسبتاً انتہا پر  
 وہی کے آغاز پر یاد کرتی ہے مسلمان  
 انہی کی شان کو یہ بانہوت کی درست ہے۔  
 انہی کا کہ ہے وہی ہر قسم کی نگہبان  
 وہی وہی میں در دنیا سے مکل بہتوں کی  
 پھر یہ وہی میں اور غیرت پر کڑی تھی انہی  
 اگر صورت میں جیسے ہوں تو مہلو گئے نرائے  
 اور وہی میں جوں میں تو سکت ہر سخت

حقیقت میں یہ شان زندگی جس کے نہ ہو  
 شمار اس کا بزرگان ملک کا نہ ہو تو فہم ہے  
 جہاں اس کا ہیں پابند قید سب جو خردانی !  
 عدالت ہے ہم روزہ مخالفت ہی سے  
 نرا نہ سے ایک ہے اس کا انہی خدا دانی  
 اس نظم کے یہ اشعار عاصیہ کتبہ شیخ الاسلام جلال  
 ۱۹۳۱ء میں ہیں ۔  
 ۱۹۳۶ء میں سبیل صلیع مراد آباد میں آپ نے  
 اپنا واقعہ سنایا کہ

میں جب کراچی چلی سے وہاں ہر  
 آیا تو بنگال کو نسل کے ایک جس نے  
 مجھ سے کہا کہ چالیس ہزار روپے  
 نقد اور محاکر پر پورستی میں پانچ سو  
 روپے ماہ پر پورستی آپ کیٹنے  
 ہے۔ آپ اس کو شغل نہ لائیں۔ یہی  
 نے کہا کہ کام کی کرنا ہر کام ہر کام  
 نے فرمایا۔ کچھ نہیں صرف تحریکات  
 میں حاشیہ ہیں۔ میں نے جواب دیا  
 کو۔ حضرت شیخ اہلبند میں راستے پر  
 لگا گئے ہیں ہیں اس سے بیٹھیں گے

لوٹتے ہیں۔ یہ سب کی بات تھی اس وقت حضرت  
 کے لئے مدت کا کوئی سہو نہیں تھا کچھ عرصہ  
 مدد پر پورستی روپے ماہانہ مشاہرہ پر آپ سٹیٹ  
 تشریف لے گئے۔

(واقعات ص ۱۱)

ہاں یہی کہا ہے ۔  
 ذہن کی یاد مرزا شاعرانہ شہرہ  
 کہیں کہیں شمس سیر۔ فرزند و دو کراچی  
 یہ نظم مولانا محمد یونس صاحب اعظمی نے حضرت  
 مدنی رحمت اللہ علیہ کے مستقل ہونے سے بیان میں ایک  
 عالم دہائی کی مسرت کے عنوان سے لکھی تھی۔ اس  
 کے کچھ اشعار یہ ہیں و

وہ جس کی رہ گمانی کنزرف ہوا سہو یہ سب  
 سے چرگ صلا کیا جس روز نڈاں سے پریشانی  
 پرستان میں گھسٹائی کیوں اس یوسفستان سے  
 یہ نڈاں نور دا ہے بلوہ گاہ ماہ کف ل  
 مبارک سر و شاں پیش کو کاتہ راحت  
 جہاد کیٹنے زیا نہیں دون تن آسانی  
 وہ جس کی طلب شب کی بدولت اب بھی تازہ ہے  
 گلزار پورہ و جشن ادریس و سوسہ سٹھان  
 مبارک کی بات پاک کو اس نے جہاں جانا

(۸) اگر ان میں کسی درجہ میں بھی جاہ نہیں تو لڑکی ہوتی تو مسرت ملتی ہی کے زہر میں وہ بڑے مناسب پر لگ سکتے تھے جس زمانہ میں لوگوں کی جاہ پانچ روپے کا تھا۔ تو خواہ ہوتی تھی انہیں چاہیں ہزار روپے نقد اور پانچ سو روپے ادا تو خواہ کی بیٹیس کش کی گئی۔

اس سے چند سال بعد نہیں حاکمۃ الازہر میں شکار گشت بنانے کی حکومت مہر کھٹ سے پیش کش آئی، یہ اندیسو روپے تو خواہ، رانٹس اور کار بڈر حکومت ہوگی۔ اولاً کتابت صحت مزین ابو الحسن مارہ بکلی تثناع کو وہ مکتبہ دیکھ دیکھنا مگر انہوں نے کوئی پیشکش قبول نہیں کی، ان کے متین نظر اسلام کی سرحدی تھی۔ برطانیہ نے تمام مسلم ممالک پر تسلط جاری رکھا تھا اور اس کی طاقت کا سرخیز سردیوں بند تھی، وہ اس بلج سے اسے ہٹانا ضروری سمجھتے تھے اور عادت تھے کہ اگر انگریز کے یہاں سے قدم اٹھائے تو سب عرب ممالک بھی آزاد ہو جائیں گے جو سب کے سب مسلم ممالک ہیں، آپ ان کے مکتوبات جو چار جلدوں میں ہیں اور نقش حیات ملاحظہ فرمائیں جس میں انہوں نے یہ سب کچھ تحریر فرمایا ہے۔ اسی بنیاد پر انہوں نے انگریزوں کو فراموشی بھرنے کی عرصت کا مقصد دیا جو حیوانات اور مفادات پر آمادہ کرنے کا دور رکھنا تھا۔ کوئی میں مقدمہ چلا اور سزا پاب ہونے اور آپ پڑھتے آئے ہوں گے

اعزازی خطاب دیا جسے انہوں نے مقبول نہیں کیا انہوں نے بعد میں رد و زارت لی رد و زارت ملک سے فرمائیں جاری رکھیں اگرچہ دیوبند میں صدر جمہوریہ اور مرکزی وزراء وزیر آئے تھے ہیں لیکن سولانا نے ان سے قطعاً مراسم نہیں بڑھائے۔

پرسب وہ باتیں ہیں جو ان کی بے لوثی کے نشان اور دستاویزی ثبوت ہیں اور سب جانتے ہیں۔  
 (۱۱) ان کی رد و زارت ایک کھلا ورق تھی۔ کثرت عبادت و ریاضت سیاست کے شدید اور ہنگامی دور میں قائم رہی اور بعد میں نہیں۔ عرض اس باب میں وہ ہمیشہ عزیمت پر عمل پیرا رہے۔

(۱۲) ان کے ماننے والوں کی تعداد کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، حساب نہیں لگایا جاسکتا کیونکہ ایسی شخصیت کی طرف لوگوں کا رجحان بے حساب ہوتا ہے۔

تاریخ میں ایسی مثال اگر تلاش کریں کہ بیک وقت پانچ مہزرتا آٹھ ہزار لوگ لاڈ لے اسپیکر سے کس سے بیعت ہوتے ہوں تو تاجران کی شائستگی اور یہ تاریخ مصروف کا سب سے پہلا واقعہ ہو گا جو اگلے یکے سے دیکھیں غلام ندو سیہ ۱۲۸ مؤلف مفتی عزیز الرحمن صاحب تثناع کو وہ حدیث بیک ایسی محبوب۔

اس سب صور کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ انکی تحریروں کا مطالعہ کریں تو کسی بھی چیز میں غلط فہمی یہ نہیں چھپیں گے۔

(۱۳) بایں ہر وہ تمام اہل مسائل ہیں جو سو فف اختیار کرتے تھے وہ شوری سے ملے کیا جاتا تھا،

(۱۴) برطانیہ عظمیٰ کے ہندوستان سے چلے جانے کے بعد ملانا کو جہالت کی حکومت نے مسترد کر دیا

لئے وہ انگریز غلبوں سے پیش ہی پیچھے ہے۔

### حضرت مدنی اور مملکت پاکستان

کا انڈازہ اس سے لگا لیجئے کہ پاکستان بن جانے کے بعد اہوں نے پتے متعلقین کو پاکستان کے انتظام و ترانہ کئے کام کرنے کی تلقین کی ہے جن کی انہوں نے پاکستان کے ماننے میں برسرِ باہر ہے کہ مسجد جب تک نہ بنے اختلافات کیا جا سکتے ہیں لیکن حسبِ وہ ہیں گئی تو مسجد ہے؟

(الجمیۃ سطح الامام) سہر جلد ۳۳ بروز جمعہ ۲۵ ص ۲۵  
۱۵۰۰۰ فروری ۵۵ء صفحہ ۱۰۱

### مولانا مدنی کا فارمولہ اور پاکستان کا فارمولہ

(۱۵۱) خیرا اس مسئلہ میں یہ بات ملحوظ رکھنی چڑی ہے کہ اہوں سے مملکت پاکستان کی رہنمائی کی ہے کہ گزری چاہی ہے قصہ یہ ہوا کہ جس وقت برصغیر آ رہا ہو ہاتھ تو مسلمانوں کیلئے لاجی قاضی کے ہر ایک نے پیش کئے! ہوں نے جمیٹ عمارت ہونے اور پنا نازولا چنگ کے ساتھ پیش کیا اور پاکستانال ماہولہ پران کارہ اس قدر اعتراض تھا کہ یہ پورے ہندوستان میں آباد کل مسلمانوں کا مل نہیں ہے۔ ہندوستان کے ہائی صوبوں میں ہیں گزرتا تیس لاکھ مسلمان ہندوستان کی اکثریت کے رقم و رقم پر رہا جائی گے (یہ تعداد تو اس صورت میں تھی کہ اگر سو برس پہلے اور کثیرت کے مسلمان مل کر پانچ کروڑ مسلمان بنتے ہیں جو اکثریت

کے رقم و رقم پر ہیں۔)

یہ تعداد و شمار سپینس آف انڈیا ۱۹۱۱ء سے ۱۹۱۰ء اور جلد اول مرتبہ ایم۔ ڈیو ایم پائیس سی آئی نے آئی سی۔ ایس سپینس کٹر امانتیا سے لے کر ہوں نے تحریر فرمائے ہیں۔

اس وقت عظیم پاکستان میں مسلمانوں کی تعداد پانچ کروڑ ایک لاکھ تھی تھیں!

مولانا کی تحریر کشف حقیقت صفحہ ۲۱۱ کا مطالعہ فرمائیں یہ رسالہ مرکزی دفتر جمعیت علم ہندوئی سے شائع ہوا ہے ان کا مؤلف برحقا کو ایسا مل تحریر کیا جائے جس میں سب ملوں کو قتل حال ہو

تاکہ انہوں نے جولانہ ۱۹۱۱ء کا پورے ہندوئیٹ میڈریشن کے جلسہ میں تصریح کرتے ہوئے فرمایا تھا میں سلم اکثریت کے ساتھ ساتھ گزرتا مسلمانوں کی آزادی کی خاطر مسلم اقلیت واسے صوبوں کے ٹھکانے کروڑ مسلمانوں کو تزان کر کے ان کے ماسم تجویز کیجئے اور انہوں نے کو تید ہوں۔ اس سے ان عزائم سے تاکہ انہوں کے سامنے مصدقہ اعداد و شمار لکھے کہ اگر جو عرض تقریر میں یہ اعداد و شمار زمان سے نکل گئے ہیں تب تو اور بات ہے لیکن اگر اعداد و شمار پروری توجہ سے جین نہیں گئے تو اس طرح کو یہ دلائل چالی ضروری سے بڑھ چیتھت صحیح اعداد ہیں تھے جو مولانا نے پیش کئے کیونکہ اب ہندوستان میں پنجاب کے باوجود حکومت آگے کر ڈیٹیم کر لے ہے اور مسلمان بچتے ہیں کہ ہم بارہ کروڑ ہیں!





جائزہ ملے کہ کیسے دل دروازے کے  
ساتھ یہ سوچیں اور تکرار کریں کہ بندہ تان  
میں مسلمان کیسے دعوت منگائے  
طریق عمل مکتب ہے۔ در اس کے مضمون  
کیسے کیا طریق کا درجہ ہے، اگر مسلم لیگ  
اس دعوت کے لئے آمادہ ہے  
قوم اللہ ہم سب حاضر ہیں، اگر مقرر  
مولانا لیگ کو اس پر آمادہ کر سکتے ہیں  
تو چشم مارو دشمن دل باناد۔

دکھتہ حقیقت کا اعتراف

## حضرت مدنی کے متوسلین اور مملکت پاکستان

پاکستان میں جانے کے بعد اہوں سے وہ تائب ہو گیا  
اور یہی متوسلین کو سمجھایا کہ پاکستان کے استحکام میں  
مسک بھلائی ہے۔ مجاہد مولانا مرحوم کے متوسلین ہیں  
سے آپ کو کوئی جی عاشقانہ محبت اور جھٹور نہیں مل سکتے  
اور ایسے لوگ مزدور ہیں گئے جو شعل ہدایت کا کام  
چیتے ہیں چاہے وہ پاسی میدان میں ہوں اور چاہے  
وہ ٹہنی اور تیلانی صداک بھانجے سے ہوں۔

یہی یہ بھی گزارش کر لی چاہت ہوں کہ جانے تک ہی  
یہ الفاظ عام طور پر منے جانے لگے ہیں، تک دشمن کو  
تک کی خاصی ضرور ہے۔۔۔ تک دشمن سر۔

وہو اور یہ الفاظ حکام بھی استعمال کرتے ہیں اور  
اجازت ہی۔ ان کا استعمال مسووم جونا چاہیے اللہ  
شاید وہاں کے کسی ملک میں ان الفاظ کا عام استعمال

ہیں ہے، ہمارے یہاں اتنا مانگ ہے کہ جسے والوں کے  
دہیں ہیں ان کی اہمیت ختم ہوتی جا رہی ہے۔

## نقطہ نظر کا بنیادی فرق

حضرت مدنی اور لائڈ  
مترجمہ جوئے ہندوستان  
میں مسلمانوں کا عمل و عمل، ان کے کہنے کے قابل تھے۔ وہ  
پوشے ہندوستان پر پرجہ جاتے رکھنا چاہتے تھے، ان کے  
سبب پرانے مسالین جن میں کچھ ملتا ہے۔ ان کے ایک  
عقلمندوں سے ان کا نقطہ نظر سمجھا جاسکتا ہے۔ وہ  
تحریر فرماتے ہیں

ہندوستان کے مسلمانوں میں سب مسلمانوں  
کا حق ہے کہ وہ اس ملک کو اپنا قدیمی آبائی  
وطن کہیں اور وہ اس میں جی بھانجے ہیں۔  
ہندوستان کے بیٹے والی قوموں میں صرف  
مسلمان ایسی اقوام تھیں جس سے ان کا وہاب  
اور عقیدہ ہے کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کی  
اولاد ہیں اور اسان مشورہ فقط حضرت آدم  
سے چلے ہے یہی قرآن کی تعلیم سے، باقی اقوام  
ہند۔ اس گناہوں میں ہیں اسلامی کتابوں  
یہ ساقی ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام ہندوستان  
ہی میں آئے گئے اور یہاں ہی ہوں  
سکونت کیا اور یہاں ہی سے ان کی نسل نیا  
ہی تھیں، اور اس وجہ سے انسانوں کو کوئی  
کہا جاتا ہے، چنانچہ

میں مشورہ دروہاب اس کے  
مسلم مذکور ہیں، باقی میں بھی اس کے منہ

عہد قدیم میں بھی ذکر کیا گیا ہے

تفسیر ابن کثیر جلد اول ص ۱۷۱ میں ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام ہندوستان

میں اتنے اور ان کی لکھ

تبراسو اور ایک مٹی جنت

کے پتے تھے جنہوں نے

اسے بکھیرا تو اس سے خوشبو

کا پورا پیدا ہو گیا تو اصل آنتور

جو ہندوستان سے لایا جانے

سے اسی جنت کے پتوں

کی مٹی سے پیدا ہوئی ہے۔

جسے حضرت آدم نے کراتے تھے۔

یا جنہوں نے جنت چھوڑنے

کے راستے میں مٹی تھی جس

وقت وہ اس سے نکلے

گئے تھے حضرت ابن عباس

سے روایت ہے کہ آدم علیہ السلام

ہندوستان میں مغربین رہنا جس

انام سے گئے۔

سبحانہ اللہ جل جلالہ میں حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد

کا یہاں پیدا اور کبھی وہ حیرہ کرنا مذکور ہے۔ ناریا

اسلامی روایات اور تفسیرات کے مطابق عہد قدیم سے

ہندوستان مسلمانوں ہی کا آبائی وطن ہو گا۔ جو لوگ

انسانی دراپنی نسل کو اپنا نہیں مانتے۔ وہ اس لئے

کے سنی نہیں ہیں اور مسلمانوں کیلئے اس کو اپنا

وطن قدم سمجھنا ضروری ہے۔

میں بیت مذہب بھی ہندوستان مسلمانوں کا ہی

وطن ہے سب تعلیمات اسلامیہ اور تفسیرات قرآنیہ

جسے پیغمبر اور ان کے جانشین دنیا میں ہوئے ہیں۔

سب کا مذہب اسلام ہی تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام اور

ان کا اولاد بھی اسلام کے پیرو تھے۔

اور لوگ صرف

ایک ہی مذہب تھے۔

سب لوگ ایک

دین پر تھے۔

اور اس کے بعد جب تفرقے ہوئے تو جہاں بھی

انسان نسلیں بنیں وہاں پیغمبر اور ان کے پیچھے جانشین

بھی گئے۔

اور ہر قوم کیلئے راہ بتلانے والا جو ہے۔

اور کوئی فرقہ نہیں

صہیں کوئی ڈر سنانے والا نہ گزرے ہو۔ اور سچے پیغمبر اور ان

کے پیچھے جانشین سب کے سب دین اسلام ہی رکھتے تھے

تھامے لئے دین میں وہی راہ مقرر کر دی جس کا روح

کو حکم کیا تھا

اللہ کے یہاں دین ہی مسلمان حکم ہر ذریعہ ہے، دیگر

آیات اور احادیث بکثرت اس معنی پر دلالت کرتی

ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہندوستان میں بھی قبل

ساز قائم الیقین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم امیارت سے

ہو رہا ہے چنانچہ اولیاء اللہ نے ہندوستان میں مسلمان

مقامات پر اسیا علیہم السلام کی ویریں بطور کتب و کتاب  
 اور روحی علامات سے معلوم کی ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ  
 و آلہ وسلم اور سیدنا منظر جان حاناں و سیدنا شہیدہا اور دیگر  
 بزرگوں کی مصائب میں اس کی تسریحات کو بردہ ہیں۔  
 علم جس طرح جیسا ہے اور یہ ویریں سے تحریفات وغیرہ  
 کر کے شرک اور کفر وغیرہ متباد کر گیا۔ اسی طرح ہندوؤں  
 نے بھی اختیار کیا۔ چنانچہ مراد منظر جان حاناں اس  
 کی تفصیل نیچے ہمیں مکتوبات میں پوری طرح فرماتے  
 ہیں۔ خلاصہ یہ کہ قدیم زمانہ سے یہ ملک بھی دسب سلام کا  
 گہوارہ رہا ہے۔ لہذا صحیح اور یقیناً صحیح ہے کہ بحیثیت  
 دسب ابتدا سے ہی یہ ملک سلام کا وطن ہے۔

بحیثیت سکونت جمافی ہوش  
 ہندوستان مسلمانوں کی

### سکا وطن ہے

مسلمانوں کے سوا جو قومیں ہندوستان میں سکنت  
 پذیر ہوئی ہیں وہ ٹوٹا ٹوٹا کر بھلاؤ والی ہیں اور  
 ان کی دیکھ کر دیا میں جہاد ہوتی ہیں۔ پانچا پنے سرکوں  
 کو پرندوں کو کھاتے ہیں۔ جملہ ان مسلمانوں کے کہ وہ  
 اپنے سرکوں کو زمین میں دفن کرتے ہیں۔ اس لئے  
 مسلمانوں کی سکونت یہاں ہمارے زمین میں رہنا نہیں  
 بھی مثل دیگر اقوام ہندو سرکوں کے ہند میں ان کی سکونت  
 یہاں ہی رہی۔ ان کی قبریں محفوظ رکھی جاتی ہیں۔  
 مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ قیامت میں ان ہی قبروں  
 سے ان کے مرنے سے انہیں گئے اور تو ابراہیم کے قبر  
 میں مٹی جو گئے تھے انہیں ابراہیم سے ان کا جسم پھر

نایا جانے گا لہذا مسلمانوں کی سکونت جمالی اس  
 سر زمین میں نیا مسکن کے لئے ہے۔ مختلف دوسری  
 جگہ سے والی یا پرندوں کو کھانے والی قوموں کے لوگوں  
 کی سکونت جمالی صرف دنیاوی زندگی تک کے لئے  
 ہے۔ وہ نہیں اسی وجہ سے ان کے اسلاف کا کوئی نام و  
 نشان کسی جگہ پایا نہیں جاتا۔ اور مسلمانوں کے قبرستان  
 دوسرے قبے یہاں گاہیں وغیرہ دیکھو ہر جگہ کو برہمن  
 اور مسلمانوں کی مخالفت اور نفرت ضروری سمجھتے ہیں۔  
 بحیثیت تعلقات روحانی ہندوستان

### مسلمانوں ہی کا وطن ہے

حیرتوں کا عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد وہیں  
 تعلق رادھوں کے دربار سے جڑا اور سدا جگتس  
 ہیں، اس لئے وہ کسی دوسرے جوں (طالب امین) ال  
 دی حال میں خواہ وہ اس کی ہوا اگر مل جاتے تھے خواہ  
 وہ جہاں جاتاں یا حضرت اللہیں وغیرہ کا ہوا اگر مل  
 حجاب سے (پھر ہنساں اگر سنا لگتا تو کوئی حضرتیت  
 ہیں کہ وہ ہندوستان ہی میں پھر پیدا ہو۔ فرقہ ان کے  
 جو رہا اس شہر وغیرہ جہاں پر ماننا چاہے اس کو  
 اس کے عمل کے مناسب سمجھتے۔ جو دیکھ کر کے  
 ساتھ ہی اس کی روح کا تعلق جسم اور اس کے اجزا  
 سے بھی بالکل مطابقت ہو جاتا ہے۔ نیز اس کے گائی  
 شہر اور بس قوم، جہاں وغیرہ سے مطابقت ہو جاتا  
 ہے۔ جملہ مسلمانوں کے کہ وہ سارا کے قابل ہیں  
 ہیں۔ ان کے نزدیک روح کا تعلق جسم انسانی کے  
 ساتھ صرف ایک واحد ہوتا ہے۔ موت کے بعد وہ

بزرگ ہیں محفوظ کر دی جاتی ہے اور اپنے اولاد کی سزا اور جزا کا کچھ حصہ وہاں ہی حاصل کر لیتی ہیں۔ اس کا نہایت ضعیف تعلق ہے بدن اور اس کے اجزا اور اپنی قبر و جن لادری اولاد و جبر سے رہتا ہے۔ چنانچہ اگرچہ ایک درجہ میں نہیں جوتا تاہم کسی نہ کسی درجہ میں تفاوت کیسا اتھ باتی رہتا ہے اور اسی تعلق سے قیامت میں جو روح اس قبر پر پہنچے گی اور اس کے اجزا ساتھ ساتھ جاہم بنے گا اور وہ اس میں علقوں کر کے پھرنے لگے گا حال حاصل کر لے گی جس طرح ہم اگر دنیا میں اپنے گھر اور اہل و عیال چھوڑ کر دوسری جگہ چلے جاتے ہیں تو ہمارے تعلق اپنوں اور اپنے گھروں اور بستوں کیسے تھکے رکھتا رہتا ہے۔ ایسا ہی یا اس سے زائد تعلق مرنے کے بعد و قیامت

کو بھی سب رہتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اسلام میں قبروں کی زیارت کرنے اور صحابہ قبور کو سلام کرنے اور ان کو دعا اور ایصال ثواب وغیرہ کرنا حکم ہوا۔ نیز حکم ہوا کہ لوگ اپنے اسلاف اور علمائے کرام کی قبروں کی زیارت نہ کرتے ہوئے دنیا کی بے ثنائی پر عبرت کے آسوا بہائیں اور گڑھے ہوئے ننگوں کیلئے دعائیں کریں۔

یہ چیز ان مرگھنوں میں کہیں مصیب ہو سکتی ہے جہاں کی باتنا نہ دیکھ کر بھی دریا بہا کر سنے گئے اور مسد روں کی نذر کر سکتے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عذری کی پارہ علم میں ص ۵۷ پر فرماتے ہیں،  
 ہر روز صحت یا ناسخ تفریق نیرنگ میں جلائے ہیں بیٹھے  
 اجونے بدن ہیست اسب اجزا کو کھتر کرنا سے اس

کہ سبب اس علانہ روح کی دور سے روح کا جس بدن انقطاع کی نہ پزیرد جتنا سے گل عوار پر متعلق  
 و آثار میں عام ہاں کم تری ہر جانبے اور اس جانبے  
 رسد و کیفیت اتنی روح اثرات میں جس ملک سب  
 ہاں عالم کتر سر سب کی کند کم پہنچتے ہیں اور اس طرح  
 دور دن کردن چوں اجزانے کی کیفیت میں کم ہیں  
 بدن ہمارے بیکجا ہی با مشد بہت کم سرستہ کرتی ہیں  
 علاوہ روح با بدن اور راہ اور رن کر نہیں چو کہ ہم کے  
 مقرر عنایت بحال کی ماند اجزا ہمارے بیکجا ہوتے ہیں۔

و تو جو روح بزرگترین صفائیاں روح کا تعلق بدین خبر گیری  
 دستنہدین بسببوت کی شلا اور تو جو کایکات کا پڑنے  
 کہ سبب تعیین مکان بدن اور روح کی تو جو تیزو ہوں تھی  
 گریا مکان روح ہم متین اس جو ہواوں اور ناز و حال کی تھلا  
 و انڈیا میں عالم از صدقات فائزاً کی طرف بسببوت جو جاتی سے  
 و تلاوت قرآن عید ہوں درآں کیونکہ دن کیگو کے مقرب ہونگا  
 بقدر کہ بدن اوست و جو سے گویا روح کی چوگی تیز  
 واقع شود سہولت مانخی شور ہوتی ہے ہواں نم کے اثرات  
 پس جو خلق گویا روح را ہے مائے صدقات اور تلاوت قرآن کی

مکان کردن است و دن کردن جب کسی جگہ کو تو دن کا دن ہے  
 گویا سکتے ہوتے روح ساختن۔ چیتے ہیں توہ بسببوت نفع  
 نادر ہیں اسب کہ اولاد ہدین بخش بن جلتے ہیں لہذا جلانا  
 و دیگر معصوم مؤمنین استخار و ایسا ہے جیسے روح کو بے جگہ  
 استفادہ جاری است و تہا کیروں و دن کرنا یہاں ہے  
 انذہ و اعانت غیر متصور۔ جیسے روح کا مسکن بنا دیا  
 بخلاف مردہ جسے سوختہ کو ہیں اسی بنا پڑنا اور دوسرے

چیرا اصلاح نسبت مؤمنین صالحین ارتفاع اللغات  
 پانچواں اہل لمبب جدی ہے اور بھی تیسویں کی  
 آہا نیسٹ واقعہ رو میں غلط پہاڑیں لگاتاری  
 نیست الجسٹہ بھان جیسے کہ سردوں کے کچھ  
 طریق قبسہ و دین بلکل ان کے غریب میں کسی  
 یعنی است عقیم واقعہ میں تیسویں - سلاہ ہے کہ  
 درون آوی قبرستان کا طریقہ مردوں کو آنا  
 کے ان میں بڑی نعمت ہے۔

پہلے پیرے کا خلاصہ یہ ہے کہ قبروں اور اہل  
 دیبا کیلئے ریڈیو اور دیگر مکر صورت لگاؤ اسپیکر ایک  
 مندرق اور تیار ہونے کا سکل موٹریگیٹ اور ٹیٹوٹون  
 کے آئیں کی طرح ہے جس میں ایک درجہ مطلق ہر دو طرف  
 سے رہتا ہے اور اس مطلق ہی کو ہم سے انکارہ واستفادہ  
 ہوتا رہتا ہے۔ اگرچہ وہ مطلق زیادتی نفس سے بہت  
 گزرتی ہے اور ممکن ہے کہ بعض درجہ سے قوی بھی  
 دوسرے پیرے کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو مرنے  
 کے بعد بھی اس ملک اور اس کی زمینوں کی ساتھ سماں  
 مطلق اس قدر قوی اور مائی رہتا ہے کہ دوسری قوموں  
 اور مذاہب میں نہیں پایا جاتا اور وہ قومیں اپنی مذہبی  
 حیثیت سے اس کی قائل بھی نہیں ہیں لہذا بیتنا  
 مسلمانوں کو یہی حق ہے کہ وہ ہندوستان کو پناہ دیں  
 اور سبکی میلہ پناہ دیں گے۔

## بھیشت صفحہ اور اختیاج بجا اب اجزا و وطن بھی ہندوستان مسلمانوں ہی کا وطن ہے

اسلام تعلیم اور عقائد کی حیثیت سے ایک امت  
 کو بڑا ہے حکم تمام انسان پھر زندہ کئے جائیں گے  
 اور ان کے اسام کے قواعد مشرق ہو کر مشرقی دنیا میں  
 لگے گئے تھے جن کئے جائیں گے اور ہمیں کو کسی اصلاح  
 کو اس میں داخل کیا جائے گا اور اس ہم کے ساتھ نہ مشر  
 میں اور بہت ہیں جائیں گے اس صفحہ وہ وطن میں ہیں  
 وہ پرورش پاتے تھے جیسے کہ ریادی رنگ میں مضع  
 اٹھانے اور ہر قسم کی حاجتوں کا مرکز بنانے کے بعد  
 بھی ایک درجہ تک مضع اٹھانے اور احتیاج کام کر  
 ہے گا اور اس کی اس مٹی سے جو کہ ہندوستان اور ہندوستان  
 میں دوسری مٹی سے مل گئی تھی مضع اٹھانے کا بھان  
 دوسرے باشندگان ہند کے کہ وہ ہیں اعتقاد نہیں رکھتے  
 ان کے اعتقاد میں ان کی روحیں دوسری مٹی سے بنے ہوئے  
 جموں ہیں داخل ہو کر ان جموں سے مضع تمام کرتی ہیں  
 اور ان کی پرورش میں سرگرم ہو کر پہلے اجروہ ہا نہیں سے  
 بالکل بیگار ہو جاتی ہیں کبھی ہندوستان میں ہیں کبھی  
 ہیں کبھی جاپان میں کبھی انگلینڈ میں کبھی فرانس میں  
 کبھی ہسپانیہ میں کبھی جرمنی میں

وفاقی کراؤ بیجاں سیم کو ہر دم بٹھے گئے

جس طرح ہندوستان کے دوسرے باشندے  
 بحیثیت حکومت اور انتفاع ملک کی زمین  
 ہندوستانی ہیں اسی طرح مسلمان  
 بھی ہیں

جس طرح کہیں سینٹرل بونال، دوسری، منگولیا  
 وغیرہ تو ہیں ہندوستان میں اگر بس اور انہوں سے یہاں  
 کیتیل کہیں، باغ لگائے، باغ بنائے اور دراصل عقیدہ  
 کی اسی طرح مسلمانوں نے بھی یہاں پہنچ کر یہ اعمال  
 و نظریہ اختیار کر لئے، کسی کو ہزار برس، کسی کو سو کسی کو  
 آٹھ برس یا کم و بیش بڑھ گئے پٹنہ پشت یہاں گورنمنٹ  
 اس لئے دنیاوی زندگی اور اس کے لوازم کی حیثیت سے  
 مسلمان کسی قوم سے پیچھے نہیں ہیں بلکہ خصوصاً وہ اقوام  
 جو کہ پیچھے سے بھی ہندوستان کی باشندہ ہیں۔ مذہب  
 اسلام کی حقانیت دلچسپ کر پیچھے مذہب کو چھوڑ کر اسلام کی  
 حلقہ گزشت ہوئی ہیں۔ اور وہی مسیحی مسلمان مسد  
 میں غالب ہے۔ انہذا کسی دوسری قوم کو سختی نہیں ہے  
 کہ وہ آج یہ دعویٰ کرے کہ ہندوستان مسلمانوں کا وطن  
 نہیں ہے صرف ہمارا ہے۔ ہندوستان کی بیہودی میں  
 جس طرح دوسری قوموں کی بیہودی ہے اسی طرح مسلمان  
 ہند کی بھی بیہودی ہے لہذا یقیناً اس حیثیت سے  
 بھی ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ وطن عزیز اور پیارا ہے  
 یہ مسلمان اس کو چھوڑ کر کہیں دوسری جگہ جا سکتے ہیں۔  
 حاشی گئے اور کوئی دوسرا وطن ان کو اپنی آغوش میں سے  
 سکتا ہے۔ نوکر و مسلمانوں کو یہاں ہی رہنا اور یہاں  
 ہی اپنی اسل اور طریقہ پھیلانا اور اس زمانہ کو چلانا ہے

رہا یہ امر کہ پھر مسلمان دوسرے مسلمانوں سے کیوں متعلق  
 رکھتے ہیں اور ان کی زمینوں پر بعد اٹھتے ہیں تو یہ اس  
 روحانی تعلق کی بنا پر ہے جو کہ اتنی دائم دروزن ہے کہ  
 کی ما، پر دوسری جگہ کے مسلمانوں سے پیدا ہوا ہے اور جس  
 کی تعلیم بھی روحانی ترقی کرتی ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا  
 دوسری قوموں کو ساؤتھ سرلیقہ، چین، اور شمس ایٹم اور  
 وغیرہ کے ان ہندو مسلمانوں سے ہوتا ہے جو کہ ان ملکوں  
 میں لوگوں کو کئے ہوئے ہیں۔ اگر وہ ان پر کسی قسم کے ظلم  
 ان ہندوستانیوں پر ہوتے ہیں۔ نو ہندوستان کی بسے  
 والی قوموں میں سے کسی پیدا ہوا ہے یہ امر مسلمانان ہند  
 کو ہندوستان ارضیت اور اس سے پیار و محبت سے  
 بیگانہ نہیں بنانا۔

فوشے۔ اور مذکورہ جگہ کی بنا پر نہیں ہے کہ غیر مسلم  
 ہندوستانی بر آسان ایک وطن سے منتقل ہو کر دوسرے  
 وطن میں چلے جائیں مگر مسلمانان ہندوستان کو یہاں سے  
 منتقل ہونا اس منشا سے ہے کہ وہ اپنی مساجد سے بیگانگی  
 اختیار کر سکتے ہیں نپٹنے مقابرت سے۔ اپنی زمینوں سے  
 اور نپٹنے گھر بار سے اور ان میں اس قدر انتظام و عینت  
 اس ضمنوں سے ان کا بر کا نقطہ نظر سب سے آجاتا ہے۔  
 پر پوسے ہندوستان کو ایک مورچہ سمجھتے تھے اور آگے ہی  
 بڑھنا چاہتے تھے۔

باس نقطہ نظری تے شہادت۔ خزانہ نقطہ کامل پر جا  
 حضرت مدنی کا مسلم لیگ کی تجویز سے اس ایک اہم  
 حکم پر اختلاف تھا کہ پاکستان کا نام و ناکل مسلمانان ہند  
 کی مشکلات کا حل نہیں ہے۔ مولانا حفیظ الرحمن صاحب

ہے۔ ہمارے نزدیک پاکستان پر ایک نئے نئے کے آئین پر  
 ہندوستان ہمارا پاکستان ہے۔ کے عزم سے لکھتے ہیں  
 جمیہ علماء ہند کے اعلان شدہ کا بعد کوئی مسئلہ  
 کا تشریحی اسناد ایسا ملتا ہے جس سے عاقلانہ  
 پاکستان کے تمام نائد سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ مزید  
 پتے ہندوستان میں ان کا دوسرا دوران کی قوت جاتا  
 رہتی ہے۔ (الف) ہمارے مقصد انسانی آزادی کامل ہے۔  
 جب انسانی آزادی میں مسلمان بڑھوں گے۔ ان کا  
 مذہب آزاد ہوگا۔ مسلم کلچر اور تہذیب و ثقافت آزاد  
 ہوگی۔ وہ کسی ایسے آئین کو نہیں لے کرے گی جس کی بنیاد  
 ایسی آزادی پر نہ رکھی گئی ہو۔ (ب) ہم ہندوستان میں  
 صوبوں کی کامل خود مختاری اور آزادی کے حامی ہیں۔ ہر  
 صوبہ اختیار شدہ صوبوں کے ہاتھ میں ہوں گے اور مرکز  
 کو صرف وہی اختیار ملیں گے جو تمام صوبے متفقہ طور  
 پر مرکز کے خلاف کریں اور جن کا تعلق تمام صوبوں سے  
 یکساں ہو۔ (د) ہمارے نزدیک ہندوستان کے آزاد  
 صوبوں کا دفاع مردوں اور سفید ہے گویا اذنی اور  
 ایسی سرکیت میں ہیں اپنی مخصوص تہذیب و ثقافت  
 کی ایک نوگرہ غنوس پر مشتمل مسلمان قوم کسی مدنی  
 اکثریت کے ہم درجہ پر زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو کر ایک  
 نو کھینے جی گزارا ہوگی۔ یعنی مرکز کی تشکیل ایسے اصول  
 پر ہونی ضروری ہے کہ مسلمان اپنی مذہبی سیاسی اور جیدی  
 آزادی کی طرف سے مطمئن ہوں۔  
 تشدد خج۔ اگرچہ اس تجربہ میں میان کردہ اصول اور  
 ان کا مقصد واضح ہے کہ وحدت ہمارے مسلمانوں کی جی

ویسی اور تہذیبی آزادی کو کسی حالت میں چھوڑنے پر  
 آمادہ نہیں، وہ منہج ہندوستان کی اذنی اور حکومت  
 اور ایک مرکز پسند کرتی ہے۔ کیونکہ اس کے خیال میں  
 جمہور ہندوستان خصوصاً مسلمانوں کے لئے یہ مفید  
 ہے۔ مگر اذنی حکومت کا بنیاد اس شرط کے ساتھ مشروط  
 ہے کہ صوبوں کیلئے حق خود ادا رت تسلیم کر لیا سکتا  
 اور اذنی کی تشکیل اس طرح ہو کہ مرکز کی ذمہ داری  
 مسلمانوں کے مذہبی، سیاسی، تہذیبی حقوق پر ایسی مدنی  
 اکثریت کے لئے ہونے پر تہدی۔ مرکز کے مرکز کی ایسی  
 تشکیل جس میں اکثریت کی تہدی کا خوف ہے مذہبی  
 اذنی اور تہذیب سے مندرجہ ذیل اصولوں میں سے کسی صورت  
 پر اذنی کے علاوہ کسی اور ایسی تجویز پر چسپم و غیر مسلم  
 جماعتوں کے اتفاق سے طے ہو جائے ممکن ہے۔

(۱) خود مرکز کی اذنی کے نمبروں کی تعداد کا تناسب  
 یہ ہو۔ ہندو ۴۵ مسلم ۴۵ دیگر اقلیتیں ۱  
 (۲) مرکز کی حکومت میں اگر کسی ایسی تجویز کو شرمگان  
 کی صورت اکثریت پتے مذہب یا مذہبی آزادی یا ایسی  
 تہذیب و ثقافت پر مبنی تہذیبی تہذیبی تہذیبی تہذیبی  
 یا کوئی اور اذنی میں جس کا پاس نہیں ہو سکتے گی۔  
 (۳) ایک ایسی سرپریم کورٹ قائم کی جائے جس میں  
 مسلم و غیر مسلم جموں کی تعداد مساوی ہو اور جس کے جس  
 کا مقصد مسلم و غیر مسلم صوبوں کی مساوی تعداد کے اذنی  
 کی کہنی کرے۔ یہ سرپریم کورٹ مرکز اور صوبوں کے اذنی  
 تنازعات، اصولوں کے اذنی تنازعات، ایک کی تہذیب  
 کے تنازعات کے تہذیبی کرے گا۔ — ہر تجویز



کے ماتحت اگر کسی میں کے مسلمانوں کی تعداد نہ ہو تو نہ ہونے میں سرکرہ کی اکثریت مسلم ارکان کی ہے اکثریت کے فیصلے سے اختلاف کرے تو اس کا فیصلہ سپریم کورٹ سے کر لیا جائے گا۔

۴۱. یا اور کوئی تجویز جسے مرثیہ میں باہمی اتفاق سے طے کرے۔

مجلس عاملہ فلاہ میں سہارنپور کے منظور کردہ ناریوں کی چند وفات (۱) سہارنپور کی مختلف علاقوں کی کچھ زبانوں پر لکھی پیشہ، مذہبی تنظیم، مذہبی تبلیغ، مذہبی آزادی، مذہبی عقائد، مذہبی اعمال، عبادت گاہیں، اذانات، نمازوں کے حکومت ان میں مداخلت نہ کرے گی۔

(۲) دستور اساسی میں اسلامی پرنسپل لار کی حفاظت کے لئے خاص دعوہ رکھی جائے گی جس میں تصریح ہوگی۔ کہ جس مقصد اور حکومت کی جانب سے اس میں مداخلت نہ کی جائے گی اور پرنسپل لار کی مثال کے طور پر پرنسپل فرٹ ٹوٹ میں درج گجرات کی (مثلاً اسکا کالاس، حلاق، رجعت، عدت، خیار بلوغ، تفریق، روپیہ، خلع، عینین، مضبوطی وغیرہ، لفظ، رجعت، حضانت، ولایت، نکاح، وصیت، وقف، وراثت، تکفین وغیرہ) قرآن مجید (۳)

(۳) مسلمانوں کے ایسے مقدمات فیصل کر کے دیئے ہیں جن میں مسلمان حاکم کا ایسا کردار ہے جس میں مسلمانوں کا تعلق رہا جائیگا اور ان کو ختمیہ اذانت نہیں کئے جائیں گے۔  
تمام دست محمد جعفر الرحمن کان الہ

عالم علی محمد علی صاحب دہلوی  
اس مازوں کے مفادات شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب دہلوی فرماتے ہیں۔

(الف) اہم پورٹ فریڈم آف انڈیا رولز تک تقسیم مساوی طور پر ہوگی۔ (ب) صوبہ سرحد، صوبہ سندھ، صوبہ پنجاب اور گورنمنٹ صوبہ کے حقیقت وہی ہے تو صوبہ کثیر مذہبی، سماجی، تہذیبی اور تمدنی امور میں قطعاً متاثر ہوئے گی (ج) پورہ صوبہ پنجاب راولپنڈی سے لیکر ضلع سہارنپور کی سرحد تک (د) پورہ صوبہ بنگال مشمول کلکتہ جو ایک عظیم شہر ہے مسلم اکثریت کے پورا قدر ہوگا۔ صوبہ دہلی اور صوبہ آسام کی سیاست اور حکومت میں مسلمانوں کا حصہ تقریباً مساوی ہوگا کیونکہ ان دونوں صوبوں میں مسلمان ۲۴ ۲۵ فیصد ہیں۔ (۱) ہندوستان کے باقی صوبوں میں مسلمان کسی سپریم کے عالم میں نہ ہونگے کیونکہ۔  
مذہبوں اور جمہوریوں میں ان کا حصہ حسب سابق تیس یا بیستس لیاں صد ہوگا۔ وزارتوں میں ان کی مؤثر حیثیت ہوگی۔ مذہبی و تمام فرقہ وارانہ امور میں ان کو حق اشتراک حاصل ہوگا وہ ایسے مرکز کے ماتحت ہونگے جہیں ان کی تعداد مساوی اور کم از کم ۳۳ فیصد ہوگی اور تمام فرقہ وارانہ امور کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں ہوگی کیونکہ اسمبل یا کمیٹی یا کمیٹی مسلم ہونے کی موافقت کے بغیر کوئی فیصلہ نہ صادر کر سکے گی۔

۱۹۴۷ء کو جاری شدہ شام سے سوا پانچ بجے

ملک میں سے طاقت برائی۔ بلکہ وہاں وزارتی مشین کے سامنے پیش کیا گیا۔ وزارتی مشین نے اس مارشلے سے یہاں تک دلچسپی ل کر سفر ہر وقت میں نصف گھنٹہ سے لاکھ پچالیس منٹ مارشلے کے سفر سے ورائس کے سفارت کو سمجھنے بھالنے پر صرف کر دینے۔ ۱۶ اگست ۱۹۴۷ء کو وزارتی مشین نے جو سفارت گت پیش کی وہ ان ہی خطوط پر نہیں اور ان سفارشات کی بنیاد پر ہر شہر ۳۴۳ کروڑ روپے حکومت کا ایک اہل میں آیا تو کمیٹی کے ممبروں میں سے پانچ ممالک تھے یہی ۳۰ روپے کچھ زیادہ۔ اور ممالک کا ایک قریب حکمرانوں نے یہ وقت بلیٹن کے سپرد کیا گیا تھا۔

۱۰ اگست ۱۹۴۷ء ۱۰ اگست ۱۹۴۷ء  
 جمعیت علماء ہند (دہلی)  
 لیکن ہے آپ کو یہ معلوم انتہی اور انہیں نہیں، لیکن  
 ایسا نہیں ہے اس دور کے رسائل لوگوں کے پاس موجود  
 ہیں انہیں دیکھیں گے تو جو ہم نے لکھا ہے اس سے  
 زیادہ بہتر صحیح مواد ملے گا  
 یہ معلوم انتہی پیش کرنے کا مقصد صرف یہ ہے  
 کہ ان بزرگوں سے جو بڑھوں میں ملادہ بدگمان ہے اور  
 ان کے نام سے یہ سوال ہے کہ ممالکی سیاست پر ان  
 کی نظر تھی اور یہ اسلام اور مسلمانوں کے نقصان کی تپ  
 کرتے تھے۔ ان کی فکر ہندو دین کے تابع تھی۔ بے  
 سوچے بچھے اور مسلمانوں کے مصلحتوں سے قطع نظر  
 کہہ کے کانگریس کا جنوں گئے تھے یہاں کہ پاکستان  
 بن جانے کے بعد اس ملک کی بنیاد کی خواہش مند  
 تھے اس قسم کے ممالکی خیالات کا ازالہ ہو سکے اور ان حضرات

کی ملی تھی اور روحانی حیات کا فقر سا دکھائے آجائے۔

## مسلم لیگ سے حضرت مدنی کا رشتہ

ایک اور صاحب پر بھی تھوڑی سی روشنی ڈالنی مفید معلوم  
 ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ حضرت مدنی مرتضیٰ علی کا مسلم لیگ سے  
 فوجی تری رشتہ رکھتا تھا۔ ہواؤں کو مشر جناح سے یہی  
 سیاست سے بائیس بزرگوں نے چلے گئے تھے جیسے کہ ان  
 کے سوانح نگاروں نے بھی لکھا ہے۔ پھر اکتوبر ۱۹۴۷ء کے  
 بعد وہ واپس آئے۔ اس وقت وہ مدینت علی ہند کے  
 اہل میں ملادہ تھے، ایک ہاشر تک ہونے پھر انہیں وقت  
 دی جائے گی۔ اس کے بعد آپس میں تعادل اس شرط پر  
 چلے ہوگا کہ انگریزوں کو مسلم لیگ میں رکھا جائے  
 مشر جناح ہی رہیں، جمعیت پسند کہتے تھے، انہوں نے  
 کہا، میں ان رجعت پسندوں سے عاجز آ گیا ہوں اور  
 ان کو روکنے کیلئے کھانچ کر کے آزاد خیال توئی پسند  
 لوگوں کی حمایت بنانی چاہتا ہوں۔ آپ لوگ اس بات  
 میں ہمتیرو۔ ان حضرات نے کہا کہ اگر آپ ان لوگوں کو  
 خارجہ کر کے تو کیا ہوگا؟ تو فرمایا کہ اگر میں جیسا کہ سکا  
 تو تم لوگوں میں آ جاؤں گا اور لیگ کو چھوڑ دوں گا۔ ممالکی  
 شوکت علی صاحب مرحوم اور دیگر حضرات نے اس شرط  
 پر رضادان کیا مشر جناح نے جمعیت کا تیار کیا جو ایسی شوکت  
 قبول کیا اور اس کی توجہ میں شائع کیا جس کی پہلی دو یہ ضمی  
 کا اسمیوں اور کونسلوں میں اگر کوئی خالص مدعی مسئلہ  
 پیش ہوگا تو جمعیت ہماہر کی رائے کو ممالکی وقت اور  
 ہمیت ہی جائے گی۔ لیکن کیسے ہر جہد کی گئی۔ حتیٰ کہ

مسلم لیگ کے بہت سارے کامیاب ہوئے، چوہدری  
عبدالحق الزماں نے حضرت مدلل کو نکھارا، آپ نے تیس  
برس کی سرورہ لیگ کو زندہ کہا ہے۔

(المختار المکتوب، سید الاسلام جلد اول صفحہ ۳۳)

لیکن وہ لوگ مسلم لیگ میں سے بلکہ جن جماعتوں سے  
مسلم لیگ کا عہدہ ایزنوارہ بھی اس میں نہیں شتلا  
ایگزیکٹو پوسٹ پائلڈ وغیرہ کے لوگ مسلم لیگ میں آگئے۔  
ایک دن وہ صاحب مسعود آباد نے بہت سی باتیں  
کیں باتوں میں ایک دن وہ لہجہ میں بیویا، اسوں نے کہا  
مسلم لیگ نے پاکستان نہیں بنایا مسلم لیگ کہاں اتنی  
منظم تھی کہ اتنا بڑا کارنامہ انجام دے سکتی، اس ملک کی  
تعمیر کے لئے کچھ اور ہی تھے۔ بندوبست کا زور دینا  
دعا کے مسلم لیگ کی طلب جاہ و مرتبہ اور مسلم تاجر  
کی جرمس و چرا۔

(آواز و دست، کلام وادب کا کلام)۔

شاہکار شمارہ ۷۱، اکتوبر ۱۹۷۱ء)

وہ صاحب کے الفاظ کو مستند کے حکم  
اس سے طوائف تو برصغیر میں آتا ہے کہ ان کی ہر  
ایسے ہی لوگ ہوں گے جنہوں نے مسلم لیگ میں اور پھر  
پاکستان میں اگر ملک کی کوئی خدمت نہیں کی۔ مراد  
فائق مفتح غوری مشتملے نظر بنا کر روزگاروں پر ناکارہ  
ان کا ہا نہیں (باپ دارا سے اخراج)

چل آ رہا تھا، پتے سے بھی انگریز کے غلام تھے بہت ہی بھی  
کسی۔ کسی کو معنوی خدا بنائے رکھا اور ان خداؤں  
(بڑی دعا نقل) اسکے اشاروں پر چل کر اور وہی دعا ہے  
کی خاطر مسلم لیگ کے ٹکڑے کر بیٹے پیر اور ناسوں  
سے ماننے آئے اور مقصد پاکستان ہی بولا بیٹھے اور بلا کہیں  
اس سے شاید اتنی کہ ان ہی لوگوں کے ہاتھوں ملک ہر  
نہا ہی سے دوچار ہوا اور دولت ہو گیا

حضرت مدلل کا بڑا انفسور ہے نکلے گا کہ انہوں نے ان کی  
نشانی کی تھی اور اسے تو قحط خیر سے وہ باہوس تھے۔

خدا ان کو عبادت سے اور بھی تحریریں ملائیں گے

تعمیر اور اسلامی بنائے۔ آمین:



# ضمیمہ

اصل میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی انگریزوں کے پیدا کردہ مفتی تھے۔ جیسے اس نے پیر اور پیر میر پور کے بالکل ویسے ہی ایک مفتی بھی پیدا کئے۔ "ہینتھو قادیانی" نے حماد کا حکم شروع کیا "پہروں" نے فوجی بھرتی کرانے جہاز لڑا اور جیسے سفاک ٹمک کو سپاسنامہ پیش کیا۔ وہاں میں دین۔ ترجمتی بریلوی نے انگریزوں سے سین جومل کی مخالفت و ترک سوالات، ان تحریک کا قریب کیا اور انگریزوں سے ان کی اس سے بلیغ کی تقریب کی۔ فرانسیسی رائٹس لکھتا ہے۔

ان کے معمول کا طریق کار حکومت کی حمایت تھی اور جنگ عظیم اول اور ۱۹۲۱ء میں بریلی میں ترک سوالات کے مخالف علماء کی ایک کانفرنس منعقد کی۔ ان کا حرام پر حرم طرخواہ اثر تھا۔ لیکن مسلمانوں کے پڑھے لکھے طبقہ کی حمایت حاصل نہ تھی۔

داقبال کے ممدوح علماء۔ ص ۱۸

بکوال سپر ریڈم ہنگ انڈین سٹوڈنٹس سوسائٹی

لیکچررز پریسیڈنسی کالج - ۱۹۰۳ء - ۱۹۰۶ء

ان کے پروردار نے بھی انگریزوں کی خدمت کی تھی۔ "مولوی احمد رضا خان کے پروردار صاحب کاظم علیاں بریلوی نے انگریزی حکومت کی پرنسپل خدمات انجام دیں۔"

داقبال کے ممدوح علماء۔ بکوال حبیب اللہ حضرت

اعلیٰ حضرت کا انگریزوں سے رشتہ اپنے پروردار صاحب کے زمانے سے قائم ہوا۔ اب بھڑو علی حضرت نے اپنے راز میں ہندوستان کو براہ اعتبار سے دارالاسلام قرار دیا ہے تاکہ انگریزوں سے حمادہ کیا جاسکے۔ اس کے لئے انہوں نے ایک رسالہ تالیف کیا جس کا نام ہے۔ "اعلام العلام بان ہندوستان دارالاسلام"۔

ان کا انگریزوں سے اتنا فخری کشیدہ اور بھائی چارہ تھا کہ اپنے فتوے میں انگریزی حکومت کو لعینہ  
مسلمانوں کی حکومت قرار دیا۔ اور چند ذوال کسمائوں کی رعایا ادا نہی قرار دیا۔  
ابلی حضرت فرماتے ہیں۔

رد فقیر حضرت تھما سے نے اپنے رسالہ اعلام العلام ہاں ہندوستان دارالاسلام  
بہ لائل ساتھ ثابت کیا ہے کہ ہندوستان دارالاسلام ہے۔ اسے دارالحرب کہنا بزرگ  
صحیح نہیں۔ اور اس سے پہلے تقریباً ایک ہزار تو نے لکھ چکا ہے کہ ہنوز زمانہ اہل ذمہ  
ہیں۔ اس میں کافر عربی نہیں کہہ سکتے۔ وتمام تحقیقہ ف فتاویٰ المسند  
والعظایا التنبویہ فی الفتاویٰ الرضویۃ اور نظامیہ کہ شریعت مطہرہ  
نے معاملات دیوبند میں اہل ذمہ کو ہمارے نمائندے رکھنے لہم مالنا وعلیہم  
ما علینا ان کے خون و دماغ ہمارے خون و مال کے ہر حصے میں۔ یہاں تک  
کہ اگر مسلمان کسی دمی کو قتل کر دے اس کے قصاص میں وہ مارے جائے گا۔ اور اسلام اور  
کفر کا فرقہ ماننے والے کے۔

اہم نفسی کا الی شرح والی میں فرماتے ہیں۔۔ یقتل المسلم بالذمی اللہ و  
حکمتہ اقف الیہ ایتہ وعبادہا۔ جامعۃ اسفار المدنیہ۔

یہودی دمی ہمسایہ کے ساتھ جوار کی میں عبادت میں نہایت میں تعزیرت کا بڑا شرح مطہرہ  
نے جائز رکھا خود حضرت پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جوار کی عبادت فرمائی۔ تمام کرم  
کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اسے اسے ہدایت فرمایا کہ اسی وقت اسلام لایا۔ اور امتحان  
کیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مشابہ میں ہے۔ لا تکرہ عبادۃ جوارہ الذمی۔ ہاں میں ہے لانہ  
نہی ترفیح حقہم۔ ومانہینا عن ذلک۔ وصر ان الی صلی اللہ علیہ  
وسلم عاد یہود یا مرض بجوارہ۔ نہ تھا میں ہے فی النوادر جوار  
یہودی او مجوسی مات ابن لہ او قریب یفسی لہ ان یعوبہ و یقول  
و حلف اللہ علیہ حیراً منہ و اصلحت و حکمت معناه اصلحت  
اللہ بالاسلام یعنی رد قلت الاسلام و رد قلت و لہ مسلما۔ کہا یہ۔  
بالکلیہ سوا اہل تعظیم و اجلال کے ذمیر کے ساتھ نیک سیرت و چاہئے۔ اور دینی

مسائل ان کے ساتھ کرنے میں کئی عوج نہیں، جب تک ان میں معاہدہ اللہ دین کی توہین  
یا ان کے رسوم و عادات کی تائید نہ ہو۔

اللہ جل جلالہ فرماتا ہے: لَا يَنْفِي كُفْرًا عَنْ آلِهِمْ كَمَا كَفَرُوا وَلَمْ يَخْرُجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَلَا يَنْفَرُوا  
لِلدِّينِ وَلَمْ يَخْرُجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَلَا يَنْفَرُوا لِلدِّينِ -

ظہر الیوم والایمان میں ہے: الذی حکم حکم المسلمین یعنی نبی  
غیر ما یوجب تعطیلہ اللہ منورنا محمد الختیم ان سب احکام کے تحت ہیں،  
خصوصاً اس معاملہ میں انہیں شریک کرنا جس میں رقاء نام و نفع امام و حفظ حقوق و برکت  
ممدت ہو کہ اس میں خاص انہیں کا فائدہ نہیں، بلکہ اپنا اور تمام اہل وطن کا ہے  
جب کہ مسئلہ نول کے اہل تدبیر اور اہل سیرہ نظر خاص و باریک بین و باہم شناسی دوست  
گزیں جو سب شیخ نام کہیں کہ اس سے حالاً یا آلاہ اسلام اور مسلمین پر کوئی ضرر عائد نہیں  
بیشتر مگر فقیر نے، کہ کی ضرورت قابل لحاظ ہے ؟ لا

اہل حضرت ناسل بریلوی کا مذکورہ بالا نمونے "نصرۃ الابرار" میں ص ۲۹۔ سطر ۱۷ سے

تشریح ہوا ہے اور ص ۳۲ تک گیا ہے ؟

"نصرۃ الابرار" - مطبع صفائی لاہور (پچاس گج)

اس میں پوسلے صدکستان بھر کے اور حیدرآباد اور افسانہ کے علماء کے قیادے ہیں کہ لاکھوں  
میں صد و نول کے ساتھ ل کر کام کرنا جائز ہے، اور ناسل بریلوی نے پوری فرست سے اس کی تائید کی ہے  
کیونکہ یہ برطانیہ نے ہی اعراس کے لئے قائم کی تھی، حریت پسند اس میں لبہ میں آئے۔ لیکن اہل حضرت  
بناختہ یہ بھی پیدا کر گئے کہ ال اور انگریز کی حکومت ایک چیز ہے اور سب ہمدرد و عاقدی ہے۔ اور انگریز  
سے اپنی قدیم توہی پرستہ کو ظاہر کرنے بغیر نہیں رہ سکے

انگریزوں نے علی حضرت کو اس کا صلہ دیا۔ ایک جالاک و شوکر گورنر یوپی سرٹش نے لوہا  
پاؤور کو اشارہ کیا اور انہوں نے وہ سو روپے مانا، عدلی کر دینے، اس بار میں دو سو روپے سمت ہرکا  
چیر تھی، جن لوگوں کی نوا میں صرف چار روپے ۱۱۱۱ ہوتی تھی وہ اس میں ہر صحت گزار کر دینے تھے، ہر تو ایک  
علیہ کا حال ہے، اسی طرح اور علیہ کا توت بھی لگ گیا کریتے ہیں۔

نہم طے ہمیں دیتے، ہم فریاد برل کر تے، نہ کھتے ڈاکٹر سڈ، پوی روسا سبساں ہوتی

۔ بریلوی حضرات تعدی کرتے۔ ۔ دو سو سے حضرات ایسی شخصیات برسرِ عام لائے  
 "منش" کے دستے ہی صاحبِ اپور کے علیہ روک دیا حتیٰ کہ اعلیٰ حضرت نے نواب صاحب کے طلب  
 خاص سے بل کر علیہ جاری کرانے کی کوشش کی۔ پھر دوبارہ نواب صاحب نے کم قلم عبادی کی منگوائی بات اور  
 لوگوں کو بھی معلوم ہو گئی۔

اعلیٰ حضرت کے پیروکاروں۔ وارثوں۔ ماسخوں اور کارروں کے یہ سیدوہ بنالیا کہ انہیں کسی سے  
 بڑھا چڑھا کر دکھایا جائے۔ ان کی خواہشیں جوتی تھی کہ اعلیٰ حضرت کو صلی اللہ علیہ وسلم نکھیں۔ اس کے لئے انہوں  
 نے یہ طریقہ نکالا کہ اعلیٰ حضرت کے امام کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے یوں نکھتے گئے  
 "اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں صلی اللہ علیہ وسلم" ان لوگوں نے انہیں حضرت خوث اعظم رحمۃ اللہ  
 علیہ سے بڑھا کر امیر محمد بن امام اعظم ابو حنیفہ۔ امام مالک۔ امام شافعی امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے  
 بھی حکم سب تابعین سے بھی اور چڑھا کر صحابہ کرام علیہم الرضوان کی صف میں شامل کر کے کی بھی پوری  
 کوشش کی۔

"نہ دے تو نے کا یہ عالم تھا کہ میں نے بعض مشائخ کرام کو یہ کہنے سنا ہے کہ ان کو دیکھ  
 کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ریاست کا شوق کم ہو گیا"

دعویٰ شریف ص ۱۴۱ میں ۱۴۱۔ ناشر  
 جس صحت سا کہہ دھائے جھٹلے بریل۔ مطبع  
 الیکٹریک البوالعلائی پریس۔ اگرہ

یہ ایسی دعویٰ استیعف کا پہلا ایڈیشن ہے جس میں فاضل بریلوی نے اتعال سے دو گھنٹہ طرہ شریف  
 پہلے یہ لکھا تھا۔ جب دیگر مسلمانوں نے اس پر گرت کی تو بعد کے نسخوں میں الفاظ بدلنے شروع کئے۔ اور  
 موجودہ نسخوں میں الفاظ کچھ کے کچھ نہیں گئے آپ سب نے جن کریں تو عجیب تلامذوں کا منظر سامنے آئے گا  
 مگر وہ خاص عبادت جو بریلوی ہونے نہ ہونے کی کسوٹی سے۔ دعویٰ شریف کے برسے میں آج تک چلی آئی  
 ہے وہ دعویٰ شریف کے آخری جیلے ہیں

۱۰ اور میرادین و مدحیب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر خصوصاً سے قائم رہا ہر  
 طرح سے ہم فرض ہے۔ اللہ توفیق دے والسلام۔ ۲۵ صفحہ منظر۔ ۱۳ ص  
 روز جمعہ مبارک ۱۲ بجکر ۲۱ منٹ پر یہ وقتی دعویٰ قلم بند ہوئے۔ دستخط فقیر احمد رضا خفر  
 بقلم خود۔ بحالت صحت و عاقلی : ۱۳۔ دعویٰ شریف بطور عادی کتب خانہ مازار اسلام گج لاہور





مولانا حسین احمد صاحب  
 شیخ دارالقیف دارالعلوم کراچی

# مسئلہ قومیت کا مسئلہ

شیخ العربیہ اہم حضرت شیخ پر مشتمل اقبالیہ

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى انا بعباد

اقتب سلسلہ کی تاریخ کا یہ ایک افسوس ناک باب ہے کہ ہر مشکل اور نازک مرحلہ میں دشمن نے اس کی صفوں میں لڑنے کو  
 افسوس کی دھاریں ڈال کر اس کی آٹا بلی تسمیر قتل کا شہیرہ لڑا پھیرنے کے لیے جو پورے کرکشیس کی ہے۔ کاسیدین جنگ ہواستور  
 بناد اور چنگاں ڈرامہ اخلافت حمایہ کی جنگی کے واقعات جملہ آزادی ہند کی جدوجہد دشمن نے است ہی میں سے  
 ایک گروہ کو دوسرے کے مقابل لاکر رکھا اور پھر امتزاق و تشکیک کی شکاری قتل کے کشتیاں پر ظلم و برہنیت کے  
 شیطانی ہنر کو جو وقت کار فرما سنا چلے گئے گا اور اس پر پابا۔

پڑھنے پر ایک دہرہ برسر ان استقلال کے مسئلہ کے تیسری سلسلہ میں مسدای حاکمہ و انزل ہوا لہذا دارالکلیک و تحریک کا  
 جو سلسلہ شروع ہو گیا تھا اس نے مسلمانوں کے ایک بڑے طبقے کے اذہان کو اس طرح محسوس کر ڈالا کہ وہ دوسرے امت ایک  
 انسانی مسئلہ میں کہہ گئی کہ ہمسفر کی انسانی آبادی میں مسلمانوں کو اختیار کی تھیں۔ کیا ہے؟ جو نیکو امت مسلمان کی گزشتہ تیرہ سو  
 سالہ تاریخ میں فنا تھیں ایک مسئلہ میں کہیں مسلمانوں کو سمجھتے نہیں بنا تھا اس لئے اس کو منحرف کی برکت اس کو مردہ  
 مسلمانوں میں جزییہ و آج تک فیصلہ کن طریقہ برتے نہیں ہو سکی کہ مسلمان انسان آبادی میں اپنے تھیں گرس ہم سے سووم کریں۔  
 اس وقت میں مسئلہ کا تقصیر اور تحقیق جائزہ پیش کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ صرف نصحت عرب میں اجتنابیت کے  
 مفہوم کو ادا کرنے والے الفاظ کی تشریح اور قرآن و سنت میں ان کے استعمال اور معنوم کی روشنی میں شیخ العربیہ و العجم  
 حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے موقف پر علامہ ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم کی تفسیر اور تحریک آزادی ہند میں  
 متحدہ قومیت کے ناظرین کے غبار لکھ کر تاریخی تجزیہ پیش کر رہے ہیں۔

سب سے پہلے یہ دیکھیں کہ نصبت عرب میں "صاحت" یا "اجتنابیت" کا معنوم ان کے خیال کے کیا معنوم ہوتا ہے۔

بیت ①

جماعت کا مفہوم ادا کر نوالے الفاظ اور ان کی تشریح

امام باغیب استہان ثانی نے "الفرقات" میں لکھا ہے کہ دین کی روح بیعت تھی اس کو ستر الہی کا نام ہے ہر اللہ تعالیٰ پر ہے بندوں کے لئے ہماری فریاد ہے ہم اس پر ہیں کہ انسان قوم خدا کی حامل کر سکے اور یہ دستہ انبیاء و اولیاء کی رسالت سے بندوں تک پہنچا ہے۔ لیکن قرآن مجید میں مفہوم بیعت کا اطلاق انہی تکمیل مذہب پر بھی ہوا جو خود انسان کا ذاتی وجود تھا، دستہ الہی پر یعنی نہ ستر۔ دیگر جگہوں کی آیت ۳۴ میں حضرت یوسف علیہ السلام نے جیل خانہ کے قیدیوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

انی شرکت ملة قوم الايضويين بالله وهم بالاحصوة هم كالفرونة

"جو لوگ اللہ کو تمہیں ماننے اور آخرت کے ٹکڑے میں ان کی قسمت (یعنی حرافت و خودنمائی) کو چھوڑے ہوئے ہیں۔"

اسی طرح ۳۳ کی آیت ۲ میں اللہ نے قریش کا قول نقل فرمایا ہے۔ قریش نے کہا۔

ما سمننا بهذا الملة الاحصوة

"ہم نے پیچھے مذہب میں یا اور مذہب میں یہ است نہیں مانتے۔"

علاوہ ازیں رحمۃ اللہ علیہ نے "معالم التنزیل" میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک اس جگہ صحت سے نصرانیت مراد ہے اس لئے کہ نصرانیت قوم سے منان ہر جگہ تھی اور تشریح پر مبنی تھی مہذب اور قدوہ کا قول ہے کہ مذہب قریش مراد ہے، ہر حال مذہب قریش مراد ہوا تشریح نصرانیت دونوں دستہ الہی پر مبنی نہیں۔

شاید راجح یہ کہ مراد یہ ہے کہ صحت اصل میں تو دستہ الہی کا نام ہے جو انبیاء کی معرفت بھیجا جاتا ہے لیکن اگر انسانی ذہن کی اس میں خود بزرگوں اور بگڑوں، تب بھی بطور مجاز اس پر لفظ صحت کا اطلاق ہوا ہے کیونکہ خود بزرگوں کے ذہن میں منگتہ و بربہ ذہن یا دستہ الہی کا بھیجا ہوا ہے۔ واللہ اعلم امام باغیب نے ذہن اور صحت کا فرق ظاہر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ لفظ صحت کی امانت معرفت انبیاء کی طرف ہوتی ہے کسی خیر نبی کی طرف نہیں ہوتی اور نہ اللہ کی طرف ہوتی ہے اس لئے بیعت اللہ یا ملتہ نہیں ہوتی کہا جاتا۔ اس دین کا استیصال عام ہے، دین اللہ، دین بالانبياء اور دین زہیر ہر طرح کا ہے۔

لغو صحت کی انبیاء کے ساتھ تخصیص جو امام کے اسی نظریہ پر مبنی ہے کہ صحت صرف دستہ الہی کا نام ہے

۱۔ امام باغیب، الفرقات فی غریب القرآن صفحہ ۲۰۰ مطبوعہ کراچی  
۲۔ معالم التنزیل صفحہ ۱۸۲ جلد ۲۰، تہاش تفسیر ابن کثیر طبع اولی ۱۳۲۹ھ

مجلس

چونکہ یہ ایک معروف صحیح ماہی است و در فیہ نیشہا کی طرف اس وقت کرم و اس وقت کرم آیت ۳۰، ۳۱ اور ۳۲ کے  
 ۱۱۱۱ ماعت نے غلطی سے آہستہ آہستہ اس وقت تک کتاب کو قرار دیا ہے، اگر کوئی تحریر آپ کی سے مکرہ نہیں  
 کرتا آپ کیسے اس وقت تک کتاب کو قرار دیا کہ وہ تحریر کردہ ہر قسم کی ہوتی ہے اور میں کا مسمیٰ ہے "ماعت" ایک  
 اصنافی چیز ہے، ماعت کے ساتھ ساتھ اور ماعت کی طرف بھی جہاں پر وہ جہاں پر وہ جہاں پر وہ جہاں پر وہ جہاں پر وہ  
 کی ماعت اس لیے اور ماعت کی طرف بھی جہاں پر وہ جہاں پر وہ جہاں پر وہ جہاں پر وہ جہاں پر وہ جہاں پر وہ

وہما گرم را کہ گرم رہیت عقیلا بخار کی گرمی (تاسی) اور حرارت جو انسان کو گرم کرتا ہے۔  
 (الغزوات) مغلل بخار کبھی کبھی دہست اور کاد اور بیماری ذم سے نہیں جبراً اور ملی و گوشت را کہ گرم کر  
 (الغزوات) مغلل بخار کبھی کبھی دہست اور کاد اور بیماری ذم سے نہیں جبراً اور ملی و گوشت را کہ گرم کر  
 (الغزوات) مغلل بخار کبھی کبھی دہست اور کاد اور بیماری ذم سے نہیں جبراً اور ملی و گوشت را کہ گرم کر  
 (الغزوات) مغلل بخار کبھی کبھی دہست اور کاد اور بیماری ذم سے نہیں جبراً اور ملی و گوشت را کہ گرم کر

۱۱۱۱ ماعت نے غلطی سے آہستہ آہستہ اس وقت تک کتاب کو قرار دیا ہے، اگر کوئی تحریر آپ کی سے مکرہ نہیں  
 کرتا آپ کیسے اس وقت تک کتاب کو قرار دیا کہ وہ تحریر کردہ ہر قسم کی ہوتی ہے اور میں کا مسمیٰ ہے "ماعت" ایک  
 اصنافی چیز ہے، ماعت کے ساتھ ساتھ اور ماعت کی طرف بھی جہاں پر وہ جہاں پر وہ جہاں پر وہ جہاں پر وہ جہاں پر وہ  
 کی ماعت اس لیے اور ماعت کی طرف بھی جہاں پر وہ جہاں پر وہ جہاں پر وہ جہاں پر وہ جہاں پر وہ جہاں پر وہ

۱۱۱۱ ماعت نے غلطی سے آہستہ آہستہ اس وقت تک کتاب کو قرار دیا ہے، اگر کوئی تحریر آپ کی سے مکرہ نہیں  
 کرتا آپ کیسے اس وقت تک کتاب کو قرار دیا کہ وہ تحریر کردہ ہر قسم کی ہوتی ہے اور میں کا مسمیٰ ہے "ماعت" ایک  
 اصنافی چیز ہے، ماعت کے ساتھ ساتھ اور ماعت کی طرف بھی جہاں پر وہ جہاں پر وہ جہاں پر وہ جہاں پر وہ جہاں پر وہ  
 کی ماعت اس لیے اور ماعت کی طرف بھی جہاں پر وہ جہاں پر وہ جہاں پر وہ جہاں پر وہ جہاں پر وہ جہاں پر وہ

۱۱۱۱ ماعت نے غلطی سے آہستہ آہستہ اس وقت تک کتاب کو قرار دیا ہے، اگر کوئی تحریر آپ کی سے مکرہ نہیں  
 کرتا آپ کیسے اس وقت تک کتاب کو قرار دیا کہ وہ تحریر کردہ ہر قسم کی ہوتی ہے اور میں کا مسمیٰ ہے "ماعت" ایک  
 اصنافی چیز ہے، ماعت کے ساتھ ساتھ اور ماعت کی طرف بھی جہاں پر وہ جہاں پر وہ جہاں پر وہ جہاں پر وہ جہاں پر وہ  
 کی ماعت اس لیے اور ماعت کی طرف بھی جہاں پر وہ جہاں پر وہ جہاں پر وہ جہاں پر وہ جہاں پر وہ جہاں پر وہ

۱۱۱۱ ماعت نے غلطی سے آہستہ آہستہ اس وقت تک کتاب کو قرار دیا ہے، اگر کوئی تحریر آپ کی سے مکرہ نہیں  
 کرتا آپ کیسے اس وقت تک کتاب کو قرار دیا کہ وہ تحریر کردہ ہر قسم کی ہوتی ہے اور میں کا مسمیٰ ہے "ماعت" ایک  
 اصنافی چیز ہے، ماعت کے ساتھ ساتھ اور ماعت کی طرف بھی جہاں پر وہ جہاں پر وہ جہاں پر وہ جہاں پر وہ جہاں پر وہ  
 کی ماعت اس لیے اور ماعت کی طرف بھی جہاں پر وہ جہاں پر وہ جہاں پر وہ جہاں پر وہ جہاں پر وہ جہاں پر وہ

مغضوبہ (اور اگر ہم اس سے عذاب کا ایک حصہ معلوم تک روکے رکھیں) اور **وَلَا تَكُنْ فِتْنَةً لِّاٰمِرٍ اٰمِرٍ** اور اس کی تائید  
 بعد از آیت) میں لفظ **ذمیت** یا **حیث** مفہوم ہے کہ اصل میں یوں صحیح الی ذمیت امة معصودة  
 اور بعد حیث امة۔ ذمیت اور حیث کہ منہن کر کے معانات الیہ یعنی لفظ **اُتیت** کو اس کا قائم مقام کیا گیا۔  
**اُتیت** کے مجازی معنی طریقہ اور دین کے بھی آتے ہیں۔ عرب داسے کہتے ہیں **فلاذ لا امة له** یعنی فلاں کا کوئی دین  
 اور طریقہ نہیں ہے

**اُتیت** یعنی جماعت ہے اہم شخص فرماتے ہیں کہ یہ لفظ کے اعتبار سے واحد اور معنی کے اعتبار سے جمع ہے  
 اور **اُتیت** کی ہر میں کو **اُتیت** کہتے ہیں۔ اور حدیث میں ہے کہ **اُتیت** ایک جماعت (اُتیت) رہتے تو میں ان کو  
 قتل کرنے کا حکم دیتا۔ اور **اُتیت** معنی طریقہ اور دین ہے

القوم۔ ام جمع عرب مردوں کا گروہ۔ ایک شاعر کا قول ہے۔  
**اُتیت** ام حصہ یعنی خاندان حسن دانے کیا مرد ہیں یا عورتیں۔ جو دین کی جماعت کو  
 قوم نہیں کہتے۔ (ماہب ۱۴۳۰) قرآن مجید میں بھی اس کا ثبوت موجود ہے۔ آیت میں آیا ہے۔

**لَا یَسْخَرُ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ حَسَبٍ اَنْ یَّکُوْنُوْا حِجْرًا مَّسْکُوْمًا وَّلَا لِحَسَبٍ مِّنْ حَسَبٍ  
 حَسْبٌ اَنْ یَّکُوْنَ خَیْرًا مِّنْهُنَّ**

مرد مردوں سے مذاق نہ کریں ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور عورتیں مردوں سے مذاق نہ بنائیں  
 کہ وہ ان سے بہتر ہوں

لیکن اگر وہی قوم پر عورتوں کو قوم میں داخل کر دیا جائے یعنی اہل اُتیت نے اس کی عبادت وہی ہے آیت منگھ  
 میں چونکہ نسائے کے ساتھ ہیں لفظ قوم ایک ہے اس لئے قوم سے مراد مرد ہیں۔ دوسری آیت میں **مَنْ اَقْرَبَ اَنْ یَّسْأَلَ** سے  
 ثابت ہوتا ہے کہ عورتیں بھی ذمہ دار قوم ہیں داخل ہیں، ہرگز غمیر سے یا قوم کہہ کر براہ راست مردوں کو خطاب کیا  
 اور بالواسطہ عورتوں کو اور نزول عذاب جس طرح مفرین نظر مردوں پر ہوا اس طرح عورتوں پر بھی (مولانا) جو اس میں شرح  
 آدمیوں کی جماعت کے لئے ہوں کا مستقل بطور مذکور بھی جائز ہے اور بطور انیت بھی۔ اس لئے قوم مذکور میں مستعمل ہے  
 اور **اُتیت** بھی (عاقب۔ لسان) قرآن مجید میں کہتے ہیں **اُتیت** یہ قوم مذکور (کتاب مفسر مذکور) بھی آیا ہے اور **کَذٰلِکَ  
 فَتَنَّاہُمْ قَوْمٌ نُّوحٍ** بھی (مولانا)

شہزادہ شہزاد شہزاد۔ لغات القرآن ص ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰

زم کہ جمع القوم ہے اور جمع الجمع القوم اور القوم ہے (قائمی) لے

قرآن مجید میں قوم کا استعمال دو معنی کے لئے ہوا ہے۔

① عام گروہ اور جماعت، لوگ، ایک نسل اور وطن سے تعلق رکھنے والی بڑی یا چھوٹی گروہ یا ایسا مستقل امر وقت ہوا ہے جب خطائی طور پر قوم کو حفظہ استقلال کیا گیا ہو یہ استقلال بہت زیادہ ہے

② ایک نسب یا وطن سے تعلق رکھنے والی جماعت۔ ایسا استقلال صرف اس مرتبہ پر ہوا ہے جہاں پیغمبروں نے اپنے ہم وطنوں یا نسل انترک رکھے والوں کو خطاب کیا ہے یا غیر حروفِ مداد کے ان سے کہا مثلاً یا قوم، یا اعداء لقومہ ڈیسرو لے

③ فرقة، فریق | فرقة۔ واحد۔ آدمیں، گروہ۔ جماعت۔ جمع فریق شرعی اختلافۃ  
میں جمع کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ۱۱۱ فریق جمع لکھا گیا ہے۔ (قائمی) لے  
میں ۱۱۱ آدمیں کی جماعت، گروہ، فرقة میں گروہ کہتے ہیں لیکن فریق (گروہ، فرقہ) سے بڑا ہوتا ہے  
اس کا جمع آخر فرقۃ، فرقۃ اور فرقۃ ہے (قائمی) لے

⑤ شعوب | ذاتیں۔ جن میں اشعبہ کی جمع میں کے معنی قبائل کے اس بڑے اہلی کے ہیں جن میں  
سب قبیلے جا کر مل جاتے ہیں۔ یا شعب وہ ایک برادری ہے جو شاخ و رہ شاخ و پھیل

گئی جو عرب میں قبیلہ کی تدریجی تقسیم کرنے سے قلت کی طرف حسب ترتیب دلی سے  
پچھلے شعب، پھر قبیلہ، پھر گروہ، پھر نسل، پھر نسل، پھر قبیلہ،

جو اس سے تقریباً کہے کہ یہ طبعی انسانی ترتیب پر ہیں شعب سے پہلے حکم ترے شعبہ اس (میں) شعبہ  
کے چاند سے جڑتے ہیں، سے مشق ہے۔ پھر قبیلہ اپنے اہتمام کی بنا پر قبیلہ الناس (گروہ بڑی گروہ) جو شاخ و رہ  
پر قبیلہ سے ہے۔ پھر جماعت ہے جس کے معنی سیر کے ہیں، پھر زمین اور قبیلہ ہے۔ جو نسل (ان) ہے پھر قبیلہ  
ہے جس کے معنی پستی کے ہیں لے

لے سیر عبد القادری اہلبی۔ لغات القرآن ص ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰ ص ۵  
لے سیر عبد القادری اہلبی۔ لغات القرآن ص ۱۲۱۔ ۱۲۲ ص ۵  
لے ایضاً۔ ص ۲۲۰ ص ۵  
لے عبد الرشید عثمانی۔ لغات القرآن ص ۲۸۳۔ ۲۸۴ ص ۱۱  
لے عبد الرشید عثمانی۔ لغات القرآن ص ۲۲۲

## مسئلہ قومیت اور حضرت محمدؐ فیہ کا موقف

آزادی ہند کی تحریک کے مختلف مرحلوں میں متحدہ قومیت کا نظریہ کوئی جدید نظریہ نہیں تھا جسے حضرت مدنی نے پیش کر کے کوئی نیا فرم کیا تھا۔ بلکہ سرسید، محمد علی جوہر، محمد علی جناح (دخلاً معظم جسے سے پہلے) اور سر محمد اقبال (دخلاً اقبال جسے سے پہلے) ایسا کسی بیڈر اس کا پرچار کر رہے تھے۔ آخری دور میں جب تحریک آزادی ایک فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو گئی تو انگریزی ڈومین میں نے قدم فلسفہ پیر دہرایا اور برصغیر کی تہذیب و تمدن پر اپنی جماعتوں کو باہم ٹکڑا دیا۔ کمنصوبہ بناؤ جس کا اشارہ پروفیسر سیٹھ کے اس بیان میں واضح نظر پڑتا ہے: "پیکیشن آف انڈیڈ" میں وہ متحدہ قومیت کے اسے میں لکھا ہے:

"اگر ہندوستان میں متحدہ قومیت کا مرکز جذبہ بنی پیدا ہو جائے اور اس میں انیسویں کے نکالنے کی کوئی عملی مداح بھی نہ ہو، بلکہ صرف اس قدر احساس عام ہو جائے کہ اپنی حکومت سے استناد عمل ہندوستان میں کے لئے شرمناک ہے تو اس وقت سے ہمارے تہذیب و تمدن کا فائدہ ہر جگہ ہو گا۔ اگر ہم وہ حقیقت ہندوستان کے فاتح نہیں ہیں اور فاتحانہ مکران نہیں کر سکتے ہیں، اگر ہم اس طرح کی حکومت کرنی نہیں چاہیں گے تو اقتصادی طور پر قطعاً ہر ہر ہو جائیں گے۔" ۱۹۱۷ء

ایک طرف انگریزوں کے اس اعلان پر سوچ رہے تھے دوسری جانب برصغیر کے استعماریوں کے مذہبی عقیدے کو ایک کرشمہ تھیں تحریک آزادی کی متحدہ ہندوستان کی سرچھٹل میں تبدیل کر دینے کی صورت کو پیش میں محدود تھیں۔ اس پسینے نظریوں ۱۹۲۰ء کی شب جمعہ ۱۹۲۰ء کے وہی اجتماع میں حضرت مدنی نے ایک تقریر فرمائی۔ اس واقعہ کا تذکرہ ایسا بیان فرماتے ہیں:

"اس واقعہ یہ ہے کہ صدر ہندوستانی متعلقہ کی پیش زبردستی مولانا محمد امجد علی صاحب مجلس کی گیا۔ اس ملک کی طرف سے ایڈریس پیش کیا گیا اور اس میں میری ملی اور وقتی خدمات کو سراہا گیا، جسے دیکھ کر نصیحت کا دعویٰ اور برصغیر میں تعلیم بیان کر کے اس روز صبح کو جلسہ مذہبی ہو چکا تھا۔ مولانا محمد امجد علی صاحب نے میں نے پیش میں زبردستی شریعت کو تسلیم کیا تھا اور اس کی روشنی میں جلسہ ہو چکا تھا، اس میں مذہبی تقریریں، مسائل قرآن اور اس کی تفسیرات کے متعلق تقریریں اور گفتے ہو چکی تھی، تیسرے جامع مسجد میں صبح کے متعلق مذہبی وعظ اس سے پہلے اسی دن ہو چکا تھا۔ شب کے جلسے کے اعلان میں یہ طبع کیا جا چکا تھا کہ حسین احمد کا بیڈر میں پیش کیا جائے گا۔ ایڈریس کے جلسے سے لیکھیں اور بالخصوص انہی

مفسر اللہ میں صاحبِ اہل اہل کے ہوا میں انسانی دستہ پیدا ہو گیا۔ اس شخص کی ماہری مٹی کہلے  
 کو درج درج کیا جانے میں اس کا احساس کر کے جناب سے صاحب سے اپنی مدد کی تقریر میں یہ کہہ دیا  
 کہ اس جیسے میں کا بھروسہ اور شکر کے مستحق کوئی تقریر نہ ہوگی۔ اس کے بعد میں نے اس کے جواب  
 دینے کے لئے کھڑا ہوا اور مدد کی تقریر کے بعد پڑھی پیش کیا گیا تھا، میں نے بعض سرور میں مضامین  
 کے بعد ملک کی حالت، بیرونی ممالک اور غیر اقوام نیز ان دنوں ملک میں آزادی کا تصدیق مضمون  
 شروع کیا اور کہا کہ۔

”موجودہ زمانے میں تو قریب اسی زمانے سے جن جن میں نسل و ماہر سے نہیں بنتی، و کثیر اہل ملک کے  
 جیسے واسطے سب ایک قوم شمار کئے جاتے ہیں مالا کھان میں بیرونی میں جب لغز میں پڑنا  
 میں بیکر تک بھی۔ یہی حال امریکہ، جاپان اور فرانس وغیرہ کا ہے۔“

یہ وہ زمانے ہیں کہ سب بڑے سفیر کی تحریک آزادی میں اہل اہل سے ملنا ہوا جن کی رہنمائی میں میرے وہی ہر بہت کنت  
 جو وہ نہ رہی تھی اور مسلم لیگ جو ہندوستان کی آزادی کی نظر میں، انگریز کے پروردہ جاگیرداروں اور حاکمانہ سر میں اور لڑائی پر  
 مشغول انگریزوں کی طبعیت، اپنی شمار ہوتی تھی۔ اہل اہل کی قیادت، علماء حق سے چین کے مغرب زندگی کے شاہ دیہوں کے  
 کے اہل میں متاویسہ کی سرکردگی کشش کر رہی تھی۔ تقریباً دو صدیوں کی فلاحی نے مسلمان حرام کے وہی ساہجی کر رہی  
 مدد تک تبدیلی میں کرنا تھا لہذا علماء حق سے مسلم حرام کو برگشتہ کرنے کا ایسا سفر شروع اتنے سے کیسے ہانے دیا جاتا۔  
 چنانچہ اس دور ایک کثیر مسلم لیگ رہنا اور ملانے حق کے شدید قریب ممالک پر دوسرے مصالیم چینی کا بیان ہے۔

”۱۹۰۷ء کی شب حضرت اقدس مولانا علی نے صند ازاد علی مسئلہ ملی بگوش ایک  
 جیسے میں تقریر فرمایا جس کا بڑا حصہ اور جزوی کے ”نیچ“ اور ”الشاہی“ وہی میں شائع ہوا چند  
 روز بعد ”الامین“ اور ”صدقت“ وہی سے اس تقریر کو نقل کر دیا کے بعد اپنے صفحات میں جگہ  
 دی۔ ان پر چلی سے ”زمینداری“ اور ”الکتاب ہا ہر“ نے اس تقریر کو نقل کیا اور یہ جیسے حضرت کی  
 طرف منسوب کر دینے کے سبب محمد ولی بندی سے مسلمانوں کو یہ مشورہ دیا ہے کہ چھٹے اس زمانے میں  
 قریب دین سے متعلق ہیں، مذہب سے نہیں بنتیں اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ میں اپنی  
 قومیت کی بنیاد دین کر بائیں اوکھتال۔“

۱۹۰۷ء اول انڈیا مسلم لیگ کے ایک ایوان تھے۔

۱۹۰۷ء مولانا امین احمد، متحدہ قومیت اور اسلام ص ۱۳۳ مطبوعہ لاہور ۱۹۶۵ء

جس پر مشتمل اطلاع ملاحظہ انتہائی کے مکتب میں چڑھی تو انہوں نے حضرت ائمہ سے استفادہ ہاتھیں کئے  
 فرماتے ہیں: ائمہ سپردِ قلم کر دینے

فرد حضرت حنفی اس حقیقت کی دماغ سے میں غریب فرماتے ہیں۔

”میں حریف کر رہا تھا کہ مجھ پر سامنے میں تو میں اذعان سے جتنی ہیں یہ اس زمانہ کی حدی ہے یہاں  
 لکھ رہا ہے اور دہشت کی خبر ہے۔ یہاں یہ نہیں کہا جاتا ہے کہ تم کو ایسا کہا جاتا ہے میرے  
 اہل و عیال سے کس آئل سے مشورہ کرو کر سہی میں کیا، نہ صرف اور انشاء کا لفظ ذکر کی ہے اور اس  
 مشورہ کو نکال لیا کس قدر فطرت ہے اور فاعل اس میں تھا کہ میں تقریر میں ان امور کو گوارا تھا جو کہ  
 ہندو مت میں اور ائمہ خصوصاً مسلمانوں کا عقیدہ میں سے ہندو مسلمان میں پہلے ہیں۔ میں میں سے  
 پہلے میرا ذکر میں انتہائی آئی کہ تم دنیا میں اس زمانے میں ہم ذہنی شمار کلا جاتے ہیں کہ  
 ساری دنیا کا خیال ہے کہ ہندوستان (ہندو مسلمان کے) ہندو سے ایک قوم ہیں اور سب کے  
 سب مذہم ہیں اور فطرت ذہنی و خداداد ہے۔ اس کے ہم بیرونی ملک میں مناسبت ڈیسیل  
 دیکھے جاتے ہیں، وہاں کے لوگ ہندو مسلمان، سکھ، پارس، یہودی اور عیسوی کا وہی یا سب  
 یا مسیحی فرق نہیں دیکھتے اور سب کو ایک ہی لاشی سے اٹھتے ہیں اور میں دیر ہے کہ بعد میں  
 کے متعلق نکل، ڈیسیل، کیتھ، کاتھن، ایڈیسیس، زینتہ، نیروتی، کیتھ، وچھی، آسٹریلیا  
 کیتھ، امریکہ وغیرہ مناسبت شرمناک اور ڈیسیل ترین تو میں اپنے جہاں بناتے ہیں اور ہندو  
 باشندوں کو شہری حقوق سے محروم کرتے ہیں اور ہم کئی اعزاز وہاں کے ہندو مسیحی متذہب  
 کی نہیں کر سکتے۔ کیا ایسا جاپن، چین، اٹالین، یا اٹھینڈ، یا فوج وغیرہ آزاد تو میں کیا نہ کر سکتے  
 ہیں۔ اسی طرح ہم اپنے مسلمان بھائیوں کے متعلق جو کہ فلسطین، یا سینڈ، یا مصر، یا عراق،  
 یا طرابلس، یا الجزائر وغیرہ میں موجود ہیں اور ان میں اٹھاتے ہیں مگر کئی پر چین طاقت ہماری اور ان کی  
 طرف تو نہیں کرتی اور نہ متاثر ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہی ذلت ہے۔“



قد برطانیہ کے مطالبہ پر اس کے کہنے پر سب مسلمان ہر جگہ ہندوستان کو سرحد و غیرہ میں  
 ہر سب نما پر دست کرتے ہیں، شہرہ کل میں دھرتی، جم بیرونی ملک میں دیگر نام کے  
 سامنے اس ملک کی وجہ سے ہندوستان قوم کی زندگی کرتے ہوئے اور اس تباہی کو کہہ میں ڈیڑھ وغیرہ  
 دوری جیسے میں نے زندگی میں "رول اور ہیں" اور جنگ سے آوازیں اور اسکو داغ طرد  
 سے ثابت کیا تھا، "کیرسی چیز" "ساق" "جھنسی جیر" "نور و خاق" "پانچویں جیر" "جمل" "جملی ہیز  
 "کسل اور سستی" "ساتویں جیر" "بہ معنی" "آٹھویں جیر" "پہلی جیر" "دوسری۔"

مسلمانوں کے لئے ضروری دلائل اسلام کا دار اور لڑنے کے جو با، عالم اسلام کا اس عداوی کی وجہ سے  
 برہادر، اٹھایا اور آجارت برہادر و جیرو یہاں کوئی مشورہ مکر اس کے ہیں اور کیا گیا تھا کہ تہذیبوں  
 ہے کہ طرز از ملامت استمال کر کشش کر کے ہندوستان کا تباہ کر میں اگر اس مشورہ کو ملامت دیں

تھے اور پڑی اور اقتدار میں برصغیر ہند کی شرمی حیثیت کیا ہے، یہی وہ ہندوستانی شہتے ہیں کی بنا پر ہرگز ایک آزادی  
 ہند" مسلمان جماعتوں کا کردار صنعت، ٹیکہ، باہم ہی سمت پر مبنی رہا ہے۔ جرائد اور برائی کے اہل پرست کے مصلحتیں  
 کی تبادلت جناب احمد رضا خاں بریلوی کہ سب تھے اور پڑی پڑی میں جبریں برصغیر ہند کو "وہ اسلام" قرار  
 دے چکے تھے مسلم لیگ جو در حقیقت، انگریز کے لئے سیاسی مذاکرات کے صلہ میں پیدا ہونے والے مانگیر و مدوں اور  
 خطاب یافتہ حضرات کے سیاسی مذاکرات کے تحفظ کی خاطر وجود میں آئی تھی اپنی پیدائش کے وقت سے انگریزوں  
 کی حیثیت رہی تھی اور پھر اس کی تبادلت انگریزی تہذیب یافتہ اور ہر سب سے نفس سیاسی مآثر کو مکتب تھی۔ اس  
 لئے اس کے سامنے دارالاسلام اور دارالغرب وغیرہ عوامانہ بے مصلحتی سے بات تھی اور جن کے امام الہی  
 عبد العزیز انگریزی اقتدار کے قیام کے وقت سے ہی ہندوستان کو "دارالغرب" قرار دے چکے تھے۔ سید احمد شہید  
 اور سید اسماعیل شہید کی جدوجہد اس حیثیت کی خاطر تھی کہ وہ ایک جنگ آزادی اسی حیثیت کی آئینہ دار تھی اور پڑی  
 وہاں کی تحریک اس سلسلہ کی ایک کڑی تھی برصغیر کی شرمی حیثیت کے اسی نتیجے سے رضامندی اہل بدعت حضرات کو  
 جیسے ایسے اقتدار پر برہم کر کے جن کے نتیجے میں انگریزی استعمار کے پاؤں منسوخ اور ہر پیریا کر کے کی جدوجہد نقصان پہنچے  
 کی پیشتر ضرورتیں پیدا ہوئیں۔ مسلم لیگ سے ہر اس اقدام کی پیروی کی جس سے انگریزی اقتدار میں مانگیر و مدوں اور خطاب یافتہ  
 حضرات کے مذاکرات کا تحفظ برہادر مگر علامہ جن چونکہ ہندوستان کی شرمی حیثیت میں اللہ تعالیٰ تعظیم کی چکے تھے اس بنا پر  
 کی تمام تر جدوجہد کا لہجہ اس منطقی حیثیت کو روکا اور پہلی حالت میں بدلتا رہا ہے مسلم جماعتوں کے اس سیاسی اقتدار  
 اور طرز عمل کے نتیجے میں وہ عقیم اصلاحات سامنے آئے جو برصغیر کی تہذیب کی بحران پر درمیاں ہوا۔ یہیں چھوڑیں کہ ہمیشہ میں  
 (ان کے لیے سب سے عذر دہاؤں)

داہنت شمار کیا گیا ہے، فرمایا باطلوں کو کتا ہوں کہ میں اسی کو قرض بھگتا ہوں۔ عدالت دوسرے  
 لسنٹ منہ القوب دینا اور حسے اور ہر ہوائے اس مشورے کو دوس گانہ میرا اختیار  
 ہے کہ اس میں تفسیر کرنا مسلمان کے لئے حرام ہے۔ اپنی طاقت کے مطابق اس میں جس حد تک میری پہنچ  
 اس وضاحت کے بعد ایک نظر دے اور اس طرز عمل کو دیکھئے جو بڑے بڑے مفسرین قرآنیہ کے مہریدوں کا طرز اختیار کیا  
 ہے۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے اسی غیر مسلم ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شکوہ بول رہے ہیں کہ:-  
 "قریبیت اور وطنیت اور ڈاکٹر سہروردی کے اشعار کے متعلق احزاب کے قناظوں اور  
 استفسارات کی بنا پر میں نے اولیٰ نگاہیہ ۱۳۵۴ھ میں ایک مفسر بیان تالیف کر دیا تھا۔ اس کے  
 بعد اور کئی نگاہیہ کے سورت، پری بار کاوی ہنگام، آسام وغیرہ کا سفر حدیثیہ کیا۔ اس سفر ایک  
 سے کچھ روزہ عرصت ہو گیا اور چونکہ ایک جگہ قیام کرنے کے اسباب بہت کم تھے اس لئے اس سفر  
 کو دیکھنے کا بہت سہارہ تھا کہ آئی میرا خیال تھا کہ جو مصلحتیں خود عرض اور پھانسی پرست اخباروں  
 اور اشخاص سے پیدا ہوتی تھیں وہ اظہار و انصاف سے دور ہو جانے لگیں مگر جب میں ۱۳۵۶ھ  
 کو واپس ہوا اور اس حدت کے اخباروں کو دیکھنے کی بہت آئی تو معلوم ہوا کہ اگرچہ بحیثیت

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ | اس لئے بعض اے اشارہ پر اکتفا کیا جائے مگر تمہیں علم ہے کہ سامنے تمہیں کا  
 یہ پہلو بھی آجانے اور مستقبل میں آزادی ہند کی تاریخ لکھنے والے اس پہلو کو بھی پیش نظر رکھیں۔ ۱۲-۱۳

اے مولانا سید احمد علی، متحدہ قومیت اور اسلام عمر ۲۱۰۳۰ مئی ۱۹۵۵ء

نئے مسلم لیگ بڑے بڑے مفسرین قرآنیہ کی غلبہ داری کا دلچسپ کرتی رہی اس کی حقیقت اور نیا نیا خود حال دیکھنے کیلئے سید ابوالاعلیٰ  
 مودودی صاحب کی مشہور کتاب "مفسرین اور موجودہ سیاسی کشمکش" حصہ سوم ملاحظہ کیجئے۔ ۱۲-۱۳

نئے اسی صفت کا ایک نمائندہ اخبار "فرسے وقت" آج بھی اسی روش پر چل رہا ہے اور شاہد اس کا اب بھی یہ بیان ہے  
 کہ بڑے بڑے آزادی کے تجویز میں قائم ہونے والا اسلام ہی ملک پاکستان میں ملک، عمر بڑی استقامت کے نئے داہن ہے اور  
 آزادی کی تحریک۔ جس وہ ایک مضمون ذہن کی ترہائی کا فریضہ انجام دے رہا ہے۔ مگر اس کی پالیسی کا دور سرا پہلا ایشیائی تقسیم خیر  
 کہ وہ پاکستان میں بسنے والے مسلمانوں کو عیسائیوں، ہندوؤں، تارکین اور دیگر غیر مسلموں کی تہذیب کو دہشت گردی کا  
 "پاکستان قوم" کے سامنے میں دوسرے جات کی ترقیب و ترقیب مسلسل تیس سال سے دے رہا ہے۔ تاریخ کے باطل  
 کے سامنے "آزادی ہند کے لئے متحدہ قومیت" حرام اور غیر اسلامی اور آزادی کے بعد ہونے کے لئے اسی  
 حرام متحدہ قومیت کی تبلیغ "فرسے وقت کی دو بڑی پالیسیوں کی عکاسی کرتی ہے پھر ایشیائی نہیں بلکہ ایک وقت یہ مفاد  
 (۱) نئے سورت (۲) نئے نئے

واقفیت سے انہیں سے غلامی کا ازالہ چاہتا ہے اور ان پر غلامی پرست عناصر کی اڑھو  
 پھڑائی اور جبر نے پھانسی لگنے کا پردہ اٹھ گیا ہے مگر ہمیشہ مشورہ و صلاح و اقسیت منہ سے  
 ایسی بڑھ گئی ہے جناب مرزا صاحب اور جناب ڈاکٹر صاحب مرحوم کے بیانات مفصلہ نظر  
 سے گزرنے اور سمجھنے سے اسباب کے خطوط صحت مندہ لاکھ میں دستاویز ہوئے ہیں  
 قحط مناسبت کر ان بیانات مذکورہ کے متعلق اظہار رائے کیا جانے لیا ہے سمجھنے سے اسباب  
 نے زمانہ ہی قحط مناسبت یہ کیا۔ چونکہ میں علم الفزمت صحت زیادہ ہوں نیز تقریر کی عادت  
 بھی ہے۔ اس لئے اس امر میں متحیر تھا کہ لہ کو کیا کہنا چاہئے۔ آج کل اظہار رائے کی بہتر  
 ہے یا سمجھتے ہی سمجھتے ہے، آگاہ جناب ڈاکٹر صاحب مرحوم کا آگاہی بیان میں ہی مرحوم نے  
 اس مسئلے کو حل کر دینے کا اعلان فرمایا ہے نظر سے گزرا۔

حسین احمد نے اپنے بعض اصحاب کے حل میں اقرار کیا ہے کہ میرا مقصد وہاں کے بیان ہی بہتر  
 (مردانہ) تھا۔ انشاء نہ تھا۔ یہی یہ مقصد تھا کہ ربا رنگ و طبیعت کو اقسیت کا ذمہ داری  
 ہے اس کی خبر دیکھنے اور یہ امر واقفیت ہے کہ یہی ہی اقوام اور ان کے ماسخ حصر سے اس پر  
 محزون ہیں اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ تم کہہ رہے ہو (مفسر)

اس بیان سے اگرچہ وہاں کی تقریر کے متعلق یہ جان واضح ہو گیا مگر مسئلہ اور اس کے لئے اس  
 جدوجہد کو حل دیکھنے کے لئے اس کے متعلق جو کہ میرا صرف مشورہ ہو ہے بلکہ میں موجودہ ازالہ و  
 امداد میں ہندوستان مسلمانوں کے لئے ضروری سمجھتا ہوں، یہ جان اور دیکھنا۔ میرے ہندو  
 کے بیان میں اس کی طرف توجہ میں دلانی تھی، اگرچہ وہاں کی تقریر اس کی توجیہ بالکل نہ تھی بلکہ  
 ضروری معلوم ہے کہ اس کے متعلق اپنی اچھرائے حکم کے سامنے پیش کروں اور ان غلطیوں کا  
 ازالہ کر دوں جو اس قسم کی عمدہ قرینت سے عبادت اور خلافت دیانت داروں کے متعلق صحیح  
 کی عبادتوں کو انگریزی ۱۸۸۵ء سے اپنی ہندوستان سے بنا رہنے اس امتداد قرنی کا  
 مسئلہ کرنا ہوا پیش آ رہی ہے اور وہ چھٹل میں اور ہی ہے اور اس کی متقابل و مخالف قوتیں اس کے

بقیہ حاشیہ صحیحہ گذشتہ | نتیجہ کارآمدی سے پہلے تحریک آزادی کیلئے ہندوستان اشغال کی اجتماعی تربیت کیا  
 قوتیں ہندو جرم ہے برصغیر میں کیا ہو سکتی، مگر اب کس کے لئے چاہئے وہی ہی عمدہ قرینت نہ صرف گوارا لکھا مشورہ ہی ہے  
 دیکھتے ایک لڑکھانہ نالی گھن رتی ہے اس گواہ کی تحریک آزادی ہندوستان کے لئے یہی ہی رہتی ہے اور یہی کا خلافتیں اس ہے۔

حیرت انگیز نقل کرنے بجز ہمزہ و حرام پرے کی احتمال کوشش میں لاری ہی۔ یقیناً لفظ شہنشاہی کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی چیز خطرناک نہیں ہے۔ یہ چیز میدان میں آنے سے نہیں بگڑتی اور وہ ۱۹۵۷ء میں اس پہلے سے لائی گئی ہے، اور لغت لفظوں سے اس کی دہرائی ہوئی صورتوں کے لئے دماغ پر عمل میں کافی مانتی ہے۔" لے

ازادائی پنڈ کے لئے "متمدن قومیت" کے مسلک پر حضرت مدنی کے نقطہ نظر اور علامہ اقبال کی تنقید کے اسے میں اس تقارن کے بعد اب ہم اس پہلو کو دیکھتے ہیں کہ حضرت مدنی کے اس نقطہ نظر کا حقیقی پس منظر کیا ہے؟ اور علامہ اقبال کے حضرت مدنی پر تنقید کرنے کے کیا اسباب تھے؟ نیز قومیت کا مسئلہ کس نے کھرا کیا؟ تنقید سے کس لئے تو یہاں گہنی ٹنٹن نہیں، اس لئے انتہائی اختصار سے کام لیا گیا ہے۔

### حضرت مدنی کے موقف کا تاریخی پس منظر

اب ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مدنی نے ہندوستان مسلمانوں کو تحریک آزادی کی خاطر وطن کی سبیا پر بخنے والی اقوام کی تحریکوں، سبیا پر وی سی، چنانچہ "دشمن اسلام" کی پالیسی کی عنوان سے اس کا سبب بیان کرتے ہوئے آپ نے تحریر فرماتے ہیں:-

"بانی اسلام و علیہ اسلام، کی اس سے پہلے مذکورہ تنظیم نے مسلم قوم میں جو اسپرٹ، یگانگت و اتحاد بنا کر وہ لوگوں کی پیدا کر دی تھی، اس کی کامیابی کو دیکھ کر چکے پورٹ گئے اور اس کی انتہائی کوشش کی گئی کہ ہاں اسلام کی یہ اسپرٹ جس طرح بھی ہر مسلم قوم سے مٹانی جائے، اسی صورت میں اور صورت اسی صورت میں ہم اس کے عالمگیری حملوں سے بچ سکیں گے اور صرف اسی صورت سے ہم مسلم قوم پر غالب ہو سکیں گے، بررمانے میں اس کی کوششیں جاری ہوئیں اور کم دوش کامیابی ہوئی۔" لے

۱۱۱۱ء کو، حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، "متمدن قومیت اور اسلام" ص ۲۷ تا ۲۹ سلووا لاہور ۱۹۷۵ء میں "ڈاکٹر اور حکومت کو" میں قومیت کا یہ قدیم فلسفہ ہے جو مختلف ادوار میں مختلف طریقوں سے رد عمل لایا جاتا رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جہد مبارک اور نبیوں وحی کے رہنے میں بھی اس فلسفہ پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کی گئی، قرآن مجید نے "مسجد منار" کے واقعہ میں اس بار سے میں واضح اشارات بیان فرما دیئے ہیں، محمد صبرا کے سایہ میں قائم ہونے والی سازش کے نتائج سہادت، خادق، عظم، شہادت عثمانی و صل اور واقعہ کراچی صحت سے (باقی اگلے صفحہ لاجھراؤں)

یہ سب پر اگر حکومت مختاریہ نہیں رکھیں گے تو ان کے لئے اس کے ساتھ مسلم اہل ام کے اتحاد اور اتحاد کا ہونا  
 کہہ کر سے آست عاجز و ناتواں ہرچ کا تھا اس نے واقعہ اندہ منظم ہر وہ نسبت مسلمانوں میں قائم  
 کی اسپرٹ پریدہ کی ایک نسل وطن سلفی اور تیز رفتاری۔ نام یکہ ہمارے ہی اور وہ وطن نہ بزرگ  
 نسلوں اور اوطان کے لئے کی جانے اور مذہبیت کی اسپرٹ تھل دوی جانے۔  
 ابن دہ اس کی مساعی سے خلافت عثمانیہ کو جو کہ سلطان سلیم کے زمانے تک بھر رہی تھی اس طرح میں  
 مائل ہوئی یہ رہی تاکہ بھی برصغیر میں ہی تھی وہ کہہ! اور آہستہ آہستہ گھٹنے کی طرح اس کو اس طرح  
 کر رہ کر دیا کہ خود خلافت کی روح سے ترک کر بیزاری ہو گئی انہی وطنی اور نسل مساعی و فیرو  
 کی بنا پر وہ انڈیا، انگلینڈ، اٹلی، اسپین، ہرگز گیناں، ملائیشیا، البانیہ، اریٹریا وغیرہ وغیرہ  
 جہاں پر نہ صرف مسلمانوں کی حیثیت تھی وہاں پر گئیں جگہ مسلم اہل ام کی ہی بھاری تھی کہ وہ  
 مثال گئی۔ اور اسی مساعی کا نتیجہ تھا کہ ملی اقامت اور کئی برادریوں کو شک سے جہاں ہونے کی  
 ذہبت آئی اور پھر ان کے ہٹانے کے بعد انہی میں اقامت نے حوالہ نام، مسلمانوں اور  
 عرب و عجم میں جس طرح مسلم اہل ام کو مسابہ اس کا مسکن وقت بلین سے اہر ہے  
 انہوں کو اس وقت مسلمانوں میں کوئی نئی مسلمانوں کی متحدہ قومیت اور اتحاد و وطنیت دلیل جاتا

جسے حاشیہ صحیحہ گھنٹہ میں سامنے آئے تو بعد از اہدیت اللہ کی کا پیش نمبر قرار پائے اور آخر کار خلافت عثمانیہ کی  
 معزول ہونے کی نیت نظر سے دیکھا جائے تو یہ سب واقعات ایک ہی سلسلے کی کڑیاں نظر آتے ہیں۔ اس سلسلے میں  
 سب سے پہلے کن است سے کہ مسلمانوں کی سیاست کوئی کے اصل ذمہ داری تھی کہات دہندہ کے روپ میں پیش کرنے کی ہر وہ  
 کوششوں کی گئیں۔ مسئلہ کے طور پر آئی تھی سید جمال الدین امین نے ان کا یہ کام اور ان کا یہ کام ہے کہ وہ اس میں  
 جہاں کہ جہاں جاسے تو اتحاد علم اسلامی کے اس طرز پر اس کے اعجاز کے معنی اور خلافت عثمانیہ کی تباہی  
 کیلئے تھی اور وہ جہاں تھی وہاں پر انہوں نے خود وطنی کو بچانے کے قیام کے آنے جانے سے منع کرتے ہیں اور یہ مسلمانوں کی  
 جیسے کڑی اور یہ مسلمانوں کے حواض انہم دیتے تھے۔ جس کا بڑی حیثیت جو انسانی کے نفسی رنگہ بر شیعہ اس معزول  
 سے کہتے ہیں کہ وہی مسلمانوں کے اصل مددگار اور مسلمانوں کی مسرت تنظیم کے دانی تھے۔ تو میں پتہ اور فیرو حضرت کو فری مسلمانوں نے  
 یہ حال مسلمانوں انہوں تھے۔ اس معزول کرنے کے بعد انہوں نے یہ غلطی پیدا کرنا شروع کرنا شروع کرنا شروع کرنا شروع کرنا  
 کہوں کہیں لے ہر آقا جس کی خلافت اسلامی بھاری کے اصل اہل ام اور یہاں پر یہ ثابت ہو گیا کہ خلافت ہم پر گئی مسلمانوں کی  
 مرکزیت اور ہر پر گئی اس بعد جہاں کوئی نسبت انہوں کی ہر پر ہر کا۔ جب تک ہم اپنے ماضی و حال کو سفر سیکھنا  
 (بقیہ صفحہ ۱۰۲ پر)

دعویٰ کا واسطہ کرنا ہوا اور یہ لہجہ سب کے اخلاقی و سماجی لہجہ سوں کی ہے وہ بے شمار ہے جیسا کہ متعدد  
کیا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بین الاقوامی قومی ایک قسط پارٹینر ہونے کے گھاٹ اڑ گیا اور یہ ایک  
اسلامی لہجہ بین الاقوامی کے لئے قرین کر رہ گئے تھے۔

اس کے بعد حضرت مدنی مغربی اقامت کی دوسری مثال چلا کر "متحدہ قومیت اور وطنیت کے تقابلی  
کے عنوان سے اس طرح بیان فرماتے ہیں:-

"اب جبکہ مسلمانوں کی اکثریت لہجہ، ایشیا، وغیرہ میں پانچ پانچ کے خفا کی گورنمنٹ  
دی گئی ہے تو ہمیں کما حقہ ہے کہ اسلام صرف فی الحکمہ کی تعلیم دینا ہے وہ کسی غیر مسلم طاقت  
سے متاثر نہیں ہو سکتا اور کسی غیر مسلم قوم کے ساتھ متحدہ قومیت بنا سکتے ہیں کسی غیر مسلم قوم  
سے اگر مسلمان بن کر وطن یا نسل یا بیٹے وغیرہ کے رابطے سے متحدہ قومیت بنائیں تو وہ اسلام  
کے دشمن، قبیحا مشا سحر کے مخالفت، اسلام کو دوسری اقامت میں تخریب کرنے والے  
اسلامی مہم کو نشانہ بننے والے، وطنیت کی لغت کو اختیار کرنے والے ہوں گے اور یہی  
اسلامی اس کی اجازت نہیں دیتی۔ احکام قرآنیہ اس سے ادا کرتے ہیں۔ یہ بعینہ وہ قسط  
ہے کہ جب تک ہندوستان کی دستکاری اور تجارت نہ تھی اور ہندوستان کی ضرورت  
اٹھان اور دور دراز ملک کے بازرگانوں پر چھاپا پڑا تھا، تو ان کی تجارت کے طیف  
کارنگ چاروں طرف گھمائی جاتا تھا۔ ہم تصانیف اور انہدات، لکچر اور تقریریں اس سے سہی  
ہوئی اور انہدات تھیں۔ اس طرح اس کی تقریریں اور حد سرن بنائی گئی یہی چیز عالم انسانیت  
کیلئے اب حیات ہے کہ جب اس کے ذریعے سے ہندوستان کی دستکاری اور تجارت لگتی  
کر دی گئی اور اٹھان کی دستکاری نے ندرت پر پناہ تو آزادہ تجارت دفری ٹریڈ کا وسط بنایا  
ہلے وہ اور ہوا سفر ناموں تجارت کا بالکل غلط کردہ گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان کی دستکاری  
اور تجارت کو کبھی گم فٹا کر دیا گیا اس طرح جب مسلمان قومی اور غالب دے تو یہ طائفہ میں  
کیا مآثر ہوا کہ لہجہ کا نقشہ چلا نہیں جا سکتا۔ کوئی نایج اور غالب کسی زمین کو حاصل کر کے اپنے قبضے

بقیہ حدیث صفحہ ۱۰ ششہ سے دیکھئے یہی گئے تب تک ہندی تاریخوں ہی سید بریل میں بھی رہے گی۔  
تفسیرت کیلئے محمد عبد کی تاریخ پاکستان ۱۹۶۳ء ص ۲۲۴ ج ۱۵۱ صفحہ ۱۴۱-۱۴۲ ص ۱۲۰  
محمد اسلمی محمدی، متحدہ قومیت اور اسلام ص ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰

میں نہیں رکھ سکتا اور نہ اپنی حکومت میں لاسکتا ہے مگر بیکر مسلمانوں کو مغرب پر گئے تو فلسفہ بدل گیا اور ہر دو طرفوں سے یہ آواز آئے گی کہ کس ناسخ کو اس کے ناسخ میں سے مہر مہر میں کیا جا سکتا ہے دلیلوں کو دیکھو۔

ہندوستان میں کادھنیت کی بنا پر متحدہ قومیت بنانا، جھگڑوں کے لئے جس قدر خطرناک ہے وہ بھاری اس شہادت سے ظاہر ہے جو کہ ہم نے پہلے ہی فریضہ کے سلسلے سے نقل کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جذبہ ضعیف سے ضعیف ہیں مگر ہندوستان میں پیدا ہونے والے لوگوں میں، انگریزوں کے نکلنے کی طاقت موجود نہ تھی، اگرچہ اس وجہ سے کہ انہیں یہ خیال چاہتے تھے کہ انہیں قوم کے ساتھ ان کے لئے اشتراک کی ضرورت نہیں ہے۔ انگریزوں کی سہولتاً بریت کا ساتھ ہر جا گیا، لہذا وہ وطنیت میں کی مغرب سے بھر جہر کہ قومیت کی کارآمدی جب تک اسلام اور خاندانیت اسلامیہ باقی تھے نہایت محدود اور ناقص رہا۔ اگرچہ آج ہندوستان میں خونی مائیک اسلام کے بعد وہی وطنیت طعنوں اور بدترین پیرسز میں گئی: "الف ہدانتی عجیب"۔

اس لیے منظر کشی میں ٹھیکہ آبادی ہند کے دوران متحدہ قومیت کی ضرورت اور ہندوستان میں کیلئے متحدہ قومیت کے مخالفین کے غلطی سلیجے کا بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

ہندوستان میں متحدہ قومیت کی بنیاد | برصغیر میں متحدہ قومیت کے سلسلے میں قیامت خیز بات یہ ہے کہ علامہ اقبال اور ان کے معاصرین کے رد مانا کسی بھی چیز اور سر پرستی اعلیٰ جناب مرستی احمد علی صاحب ہی کہ ہندوستان میں متحدہ قومیت کی بنیاد رکھنے والا میں شامل ہیں۔ وہ نہ کہہ سکتے تھے کہ۔

"قوم کا اطلاق ایک ملک کے رہنے والوں پر ہوتا ہے۔ یاد رکھو اگر ہندوستان اور مسلمان ایک مذہب کے لئے ہے اور ہندو اور مسلمان اور عیسائی بھی جو اس ملک کے رہنے والے ہیں اس اعتبار سے سب ایک قوم ہیں، جب یہ سب گروہ ایک قوم کہے جاتے ہیں تو سب کو مل کر فائدے میں جوں سب کا ملک کہلاتا ہے ایک پر ناپا بیٹھے۔ اب دور مان نہیں کہ صرف مذہب کے خیال سے ایک ملک کے باشندے دو قومیں کہیں جائیں۔"

۱۹۰۵ء میں مسلمانوں کی قومیت اور اسلام میں ۵۰،۰۰۰ مسلمانوں اور ۱۹۰۵ء اور ۱۹۰۶ء  
۱۹۰۵ء اور ۱۹۰۶ء میں مسلمانوں کی قومیت اور اسلام میں ۱۰۰

دوسری جگہ دیکھتے ہیں۔

”میں طرح آ رہی ہوں قوم کے لوگ بدو کہلاتے ہیں اسی طرح مسلمان بھی ہندو یعنی ہندو مسلمان کے رہنے والے کہلاتے ہوتے ہیں۔“

وہ اس سے بھی آگے بڑھ کر یہیں تک اعلان کرتے ہیں کہ:-

”آپے جو منظر (راہنما) ہندو کا استعمال کی ہے وہ میری رائے میں درست نہیں بلکہ ہندو میری رائے میں کسی مذہب کا نام نہیں ہے بلکہ ہر شخص ہندو مسلمان کا رہنے والا اپنے تئیں ہندو کہہ سکتا ہے جس جگہ نہایت افسوس ہے کہ آپ لکھو کہ ہندو اس کے کو بیچ سکتے ہیں۔ ہندو نہیں کہتے۔“

سر سید احمد خان ہندو مسلم اتحاد کا دور میں اس طرح دیتے ہیں کہ:-

”ہم نے متعدد دفعہ کہنا ہے ہندوستان ایک خود مختار اور امن ہے اور ہندو اور مسلمان اس کی دو آئینیں ہیں، اس کی خوبصورتی اس میں ہے کہ اس کی دونوں آئینیں سلامت و برابر ہیں لہذا میں سے ایک برابر نہ رہی تو وہ خوبصورتی و امن بھی کھینچ لیا جائے گی اور اگر ایک آنکھ جاتی ہے تو کان پر جا بیٹھتا ہے۔“

یہ سب علامہ اقبال مرحوم کے بھی سامنے تھیں اور بعد کے لوگوں کے بھی، مگر یہیں تعجب ہے کہ اس کا تذکرہ کبھی تنقیدی کتاب یا مقالے میں نہیں ملتا اس کے برعکس سر سید آج تک تو می میرو کے طور پر پیش کئے جا رہے ہیں اور حضرت مدنی نے صرف یہ کہ سرفہر کے اس تراشیدہ ہتھیار کو خود اسی پر آڑانے کی استقامت کا بڑا قرآن و سنت کے واضح دلائل کے ذریعے ثابت بھی کر دیا لیکن بزرگ خود عقلمند لوگ اس سب سے دماغی حقیقت کو مغز کی چٹائی پر ڈیپٹیڈ کے زور سے ایک گالی بنا کر مسلمانوں کو ہتھیار کے خلاف برا بیچتے کرتے کہ مذہب کو کشش کو ہی خود سے دین قرار دینا چاہتے ہیں۔ جب بدو و ہندو آزادی ہند کی صحیح تاریخ لکھی جائے گی تو اس مؤثر مزاحیہ کا یقیناً تجربہ کیا جائے گا۔

۱۲۰ سر سید کے آخری مضامین میں ۵۵ بحوالہ مقدمہ قومیت اور اسلام ص ۸۸

۱۲۱ سفر نامہ پنجاب سر سید ص ۱۳۹ و روشنی مستقبل ص ۶۷۱ بحوالہ مقدمہ قومیت اور اسلام ص ۸۸

۱۲۲ سر سید کے آخری مضامین میں ۵۵ بحوالہ مقدمہ قومیت اور اسلام ص ۸۹



علاوہ اقبال ابن کا فہم دین اور مسئلہ قومیت | علامہ اقبال کا جو تعلق آج تک رہا تھا اس سے  
 اس فلسفہ شاعر کا سربراہ انجمن کے آگے آئے۔ ۱۹۱۶ء تک  
 اہل دنیا کی نظر میں کسی بڑی شخصیت کی نشاندہی کرنا ہے گرانڈ لیڈر کا فیصلہ صرف اس اعزاز پر عموماً ان کے لئے اس  
 عرف پر ہے کہ اس نے اپنے انتہائی بزرگ کردہ بدولت اور سترین بیسیا اعلیٰ السلام کے لئے سمیت شہرت سمیت  
 ہونے کے مذہم قرار دیتے ہوئے اس کی ایسی نئی گوی ہے اور وہ ہے |

وما علناہ الشرح ما یبغی لہ ان ہو ان الذکر و قرآن مہیب .

اور تعریف کے اعزاز کی خدمت کرتے ہوئے دانشوران العالمیہ یہ اعلان فرما کر۔

والشعر و یجبہم العادۃ . الم تراہم فی کل واد یعیوب . د ہم یقولون

مالا یصلون . لکھ (شعر) ۲۲۲، ۲۱۹

ابن درادشاہت کی روشنی میں علامہ اقبال ایک فلسفی شاعر کا جو مقام و مرتبہ شریعت اسلام میں مقیم ہوا  
 ہے وہ ہر ذی عقل پر عیاں ہے۔ اس عقیدت کے آشکارا ہر حال سے کم از کم یہ تو واضح ہوا ہے کہ علامہ کو فلسفی  
 اور شاعر کا اعزاز دیکر ہم عروج تک پہنچا دیا جاسکتا ہے مگر قرآن و سنت کے مفہیم مقیم کسے ہیں ان کے کسی قول یا  
 نظریہ کے بطور دستہ مال اختیار کرنا قرآن کے مذکورہ اشارہ کا کھلا ہوا مصداق قرار دینا۔ حضرت مدنی رحمت اللہ علیہ کے  
 اسے میں علامہ اقبال نے جو نظریہ نظر لایا تھا اس پر کئی وجہ سے بحث ہو سکتی ہے مثلاً۔

پہلی وجہ | علامہ اقبال نے جو اساتذہ سے اعلیٰ دنیاوی علوم کی تحصیل کی ہے وہ صرف غیر مسلم تھے بلکہ ان کی اسلام

دشمنی پر آپ کا عالم شہادت میں پیش کرتی ہے پھر ان اساتذہ سے علامہ نے جو علوم حاصل کئے ان کی  
 اصل بنیاد و تفسیر غیر مغربی فلسفہ تھا جس میں ایک منزل پر ٹھہراؤ اس کے ذوالی کا پہلا زینہ بن سکتا تھا اور علامہ سے  
 علامہ اقبال کا لگاتار تحقیقی ہونے کے بجائے زیادہ تر جذبہ بانی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے خیالات و نظریات میں جو نظریہ  
 نظر آتا ہے اور مذکورہ ان۔ ایک وقت میں وہ دھیمت و مہمہ قومیت کا رنگ لٹاپتے نظر آتے ہیں تو دوسرے وقت میں  
 ان کی مذہب کا کفن اور مردود ٹھہرنے لگتے ہیں۔ جمالی آیا تو علامہ سے شکوہ و شکایت کسے گئے اور طبیعت کی جو کھلی ہوئی  
 توشیح کہ ان میں کہ وعود اللہ بن ذہب، انفس کے شکووں کا جواب دینے گئے ہیں مغربی تمدن کی خوشی میں پروردگار  
 اس کے ہدیہ انبیاء کے جسٹے کر اپنا اور ہر اس پر ہر اور تفتیش کئے جڑ گئے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس مردود مصروفی

۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔



آخر میں جب سے اقوام عرب کا مسلمان بننا زیادہ قضا ہوا مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ اس کا شکار ہو گیا۔ کچھ حصہ اجماعیت  
 اندھنی لیٹھوں نے منسوب بہدی اہم بازی کے درپے مسلمانوں کو اس راستے پر گامزن کرنے کی کوشش کی اور کچھ حصہ  
 کفار بھی بڑھتے رہے اس کا سہرا سرسید احمد خاں صاحب کے سر پر بندھ چکا ہے۔ ان کی قرابت نے آپس میں  
 مسلمانوں کو کوئی سہرا لگا دیا ہے کہ سنی کی تو در سنی طرت وہی وہ تہذیبی علوم میں مسلمانوں کو ایسی سلطنت میں گرفتار  
 کرانے کا کام اہم دیا کہ بڑھتے مسلمانوں کو چاہیے تھی برقرار رکھیں اور ایک سنگین مسند بن گیا اقبال نے کہہ کر  
 عمل کو صحیح کر کے قبت اسلامیہ کو جو کم از کم نقصان پہنچا، اور اس قوت مزانی کا شکار ہوا اٹھا۔

علاوہ اقبال و روم کے انکار و عمل میں یہ قوت مزانی مغربِ اعظم کے تربیت یافتہ کسی بڑے آدمی سے سیکر طریق  
 کم ہیں تھی، انتہا ہست کا حال اندھن پر کر سکا اور نہ اسے کے سلسلے اس کی ایسی دانش فراہم آتی تھی کہ اس سے ایک  
 مستقل متاثر تیار ہو سکتا ہے چنانچہ یہی قوت مزانی عملی سیاست میں کسی اقبال کو بہت سستی بنا دیتی ہے اور کچھ علم  
 کی سلسلے میں پہنچا کرتی ہے حسرت دہنی وقتہ فطریہ پر ہر ذاتی تشبیہ کا ایک محرک اس قوت مزانی کو کہی تو کہہ رہا ہے۔  
 اسی علم کے بارے میں اعلیٰ معنوں میں علامہ اقبال کے فکر و عمل کا ایک بنیادی اصول ہے۔ قرآن و سنت  
 کی راہ میں اور اس کے علوم سے براہ راست عدم واقفیت اس کا راجب ہے۔ چنانچہ علامہ اقبال نے سنت  
 کے لفظ "فیت" سے "قوم" کوئی فرق نہیں کرتے۔ علامہ کے کلام اور مدرسے فطریہ و معانی سے یہی ثابت ہوا ہے  
 اور کہ قرآن و سنت میں ان دونوں کا ہم نام تھا بیان کیا گیا ہے کہ ہر علامہ کا "لغز و فیت" ہی تو قرآن و سنت اور سنت  
 و احکام سلطنت نہیں رکھتا، اس کا اصل سبب یہی ہے کہ علامہ کے نزدیک قوم دولت اور سنت "حیرہ الخفا" کی دونوں  
 صفوں میں ہی مشتمل ہوتے ہیں۔ مگر حقیقت اس کے برعکس ہے۔

**ایک استدراک**

گوشتہ سطر میں علامہ اقبال کے اسے میں جو تجزیہ پیش کیا گیا ہے وہ اس بنیاد پر ہے کہ  
 علامہ اقبال کو بعض ایک فلسفہ شاعر کی حیثیت سے دیکھا جائے، مگر ہاری نظریں ہمارا اس  
 طرح سے تھارت میں کہ شخصیت کے اعداد کرنے اور گناہ گنہیز کرنے کی ایک سادہ روش کا ہے۔  
 حقیقت کا انھوں نے دیکھا جانے تو اقبال علامہ جن کی محبت اختیار کرنے کے بعد بعض فلسفیوں سے توئی کے  
 فلسفہ فلسفی شاعر ہو گئے تھے اور کئی نیا فلسفہ علامہ جن کی مخالفت کا قصہ بھی نہیں کر سکتا چنانچہ علامہ روم کے نزدیک  
 "ہندہ" ہے علامہ اقبال کی محبت کا یہی دور ہے کہ آج ہی دور میں علامہ میڈال انڈیا، کشمیر، سید سلطان مدنی فتح پور  
 دہلی، علامہ حسین احمد مدنی، علامہ عبداللہ شاہ بخاری، علامہ رشید احمد مدنی، علامہ جیس اور وہ علامہ جیسوں کے ساتھ علامہ اقبال کے

یہی اقبال جن قرشی صاحب کی آیت "اقبال کے مصلح علامہ" اس مضمون پر ایمین کی کتاب ہے۔ ۱۱

گھر سے قیمت ملنے پر راجم خانم نے گئے اور طلب ہی علم سے پرچیوں میں وہ ہے ۔ اتہن کے سنان کو پہنچا اور سب سے کہہ کہ اس کے قریب  
کہ ہائے دلکش فرم کرتا ہر تیب ہو سکتی ہے ۔

**قرینت کا شنکر کس نے گھر ڈالیا** ؟ آزاد قریب کے وہ دن قرینت کا شنکر کس نے گھر ڈالیا ؟ اور کس نے گھر ڈالیا ؟  
اس کا واقعہ جب آ کر ایک بار پڑھی بننا کہ اس وقت وہی دے گا اور ہر جہ میں خود گھر  
شبلی شام کا یہ رہا کس میں کر دیتے ہیں ، وہ فرماتے ہیں :

” وہ نہ ہندو دست و قدم میں سے رسوا ” سبب بھوت بندہ ” گھاٹا اور سوت گھاٹا جگر بندہ  
کے پست ، ایک خطے بند تھے ، وہ پہلے میں نے بجا ہوا نہیں کہکھا صحت میں اور لڑکھن کا کھینچا نہ بھیا  
اٹاوں تھیں ، اور کجا اس نے سرتا نہیں میں گھاٹا میں لڑکھن میں کے متعلق اس سے  
نہوں نے زور نہیں پھینکا سکتا ، وہ باہار باہار آگ کے نہ ہر سے اس نے ہم پر کہہ چکا ہے ، ہکندہ  
میں بندہ سنا نہیں ، اور گھر میں کہ کہیں برابر رہتے پر نہ تھیں ، وہ اہضات پرست میں  
نے بھگا میں کیا نسبت کا ستا کہ میں اترا کرتا تھا کہ ہم سے کب میں صرت بھگال میں تمہیں  
میں پر ہم واجب ظہر پھر کر سکتے ہیں ۔ اور یہ صرت اس کی بدولت ہے کہ ظلم و قہر کی اور دست دہن  
کہ ہر سے کب میں تلی ہو ، میں جیج کہہ سکتا ہوں کہ وہ ایضاً ہندو متوں کی ذہن کے سراج میں  
صحت اور گدہ ہوتی کے واقعت نے اسکا میں بنا کر دیا کہ اس کے تمام اسکی پیکر  
پالیس سے عدد کہ ۔ یہ کہیں ہوا ، کن اس اسکا ہر اس چہرے نہ دفنایہ اتھوں پیکر کرنا ہی ہوا  
کا ہر آج ظہر زوری بکر مضری آج اجنار اور تھیہ سے آزادی کا زمانہ ہے ۔

سر سید احمد صاحب کے بارے میں علامہ شبلی کا یہ رہا کہ میں وہ جیسے ہی اہمیت کا میں سے کہ ہر سر سید کے  
دست راست احمد صاحب ہی ہم آرا ہوتے ہیں کہ کسے ہیں کہ ۔ کون تو کہ ہم بولنا میں کیا

اس شخصیت میں مذکورہ شنکر کے ہر ایک کے اسے میں جائز نہیں کہ ۔ آگاہ میں میں اور نہ ہی اس وقت اسکی صورت  
**حرف آخر** میں سزور میں ہر اعتقاد فقر اور میں اس استکا صحت ، متاکر سزور ہمت کا آئی میں نظر کہ ہے اور رقیب  
لام کے حضرت علیؑ پر تہمت کی وہ کیا تھی ، اپنی دانست کے مطابق ہم نے کیسے خبر یہ پیش کی ، اب اس سبب کہ نہ میں کیا ہے  
کہ ہر اتہن کے دو تھی کام میں سزور انے بعض دنوں وہ دست ۱۵۰ من کے صحت میں خلافت دہ دیکھے میں ہر اتہن کے ہر سزور کی  
عاقبت کہ کہیں گے کہ کون کب میں سزور کے تیرے سزور ہو چکے ہیں ؟

صفحہ ۲۲ پر ” اتہن کے صحت ۱۵۰ ” میں ” اسے عرفان ملی ” ” سزور قرینت اور سب ”

سیدنا زین العابدین

# فَاتِبْتُمْ فَارِيَا فِي الْاِصْلَاحِ

شیخ الاسلام حضرت علامہ سیدنا محمد بن مرتضیٰ علیہ السلام کے آخری سفر پر تاجک کی زوجہ فریاد اور

پہرہ میں کسی پیشتر حضرت مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف "اسو جیسوی" نظریے کو رد کیا۔ یہ کتاب درج ذیل حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات مبارک اور واقعات شہادت پر مشتمل ہے۔ آخر میں قاتلان بگڑ گشتہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے انجام ناز و آلام کا ذکر کیا ہے۔ امام زین العابدین کا قول نقل فرماتے ہیں کہ:

"جو لوگ قتل حسینؑ میں شریک تھے، ان میں سے ایک بھی نہیں بچا جس کو آخرت سے پہلے دیا جائے گا۔" (ص ۱۰۲)

چند مثالیں پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"ابن ہشام نے سدی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ایک شخص کی دعوت کی مجلس میں یہ ذکر چلا کر حسینؑ کے قتل میں جو بھی شریک ہوا، اس کو دیا میں ہی جلد سزا دی گئی۔ اس شخص نے کہا کہ بالکل غلط ہے۔ میں خود ان کے قتل میں شریک تھا۔ میرا کچھ بھی نہیں مجھ سے۔ یہ شخص مجلس سے اٹھ کر گھر گیا۔ جیسے ہی چراغ کی جی درست کرنے کے لئے اس کے کپڑوں میں آگ لگ گئی اور وہیں جلی جھن کر رہ گیا سستی کہتے ہیں کہ میں نے خود اس کو صبح دیکھا تو کوئی نہ ہو چکا تھا۔"

(ص ۱۰۲-۱۰۱)

اللہ کے سر بند سے اپنی تکلیف پر اپنا معاملہ اپنے اللہ پر چھوڑ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے کوششوں سے شدید انتقام لیتا ہے۔

وہاں اس کے عمل پر کہ جیلہ و حسب سبب گرفت اعلیٰ  
وہاں اس کی دیگر گیری سے کہ ہے حکمت انصاف ام ایسا

ہمارے عہد کو بھی ایک حسین عطا کیا جس کا سبھی و جہی کشتہ شہید کر دیا۔ تینا حسین نے جسے سہانی و  
 روحانی طور پر حاصل ہے۔ یعنی شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ۔  
 اس حسین ثانی پر مصیبتوں کے بڑے بڑے پہاڑ ٹوٹے۔ لیکن کوہ عزم و استقلال کو جنس تک۔ جوئی  
 مخالفوں سے کبھی کبھی تیران پر برسائے لیکن ال کا پھرہ متمم ہی رہا۔ جریوں کے طرح طرح کی تکلیفیں دیں لیکن  
 ان کے لب پر حرف شکایت تک نہ آیا۔

انہوں سے اپنی عمر عزیز سبستلاص وطن اور سرحدی اسلام کی جدوجہد میں گزار دی انگریز اور اس کے نواکھ  
 ہمیشہ ان کی مخالفت میں زبان دراز ہے۔ لیکن اس محاہر دین و ملت اور لازمی سرکھنے سے آنکھ تک اٹھا کر نہ  
 دیکھا۔ کہ یہ کو ناہ بین و کور باطن کیا کسہ رہے ہیں۔  
 میدان عزیمت کا یہ شہسوار محمدی تم لہرائے آگے بڑھتا ہی جلا گیا۔ رہتے کی، پہنچی اس کے اولد عزیمت  
 طریقت سے چھٹ گئی۔ اس کا راستہ روکنے والوں کو ہمارے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ اور کاسٹے بچھالنے والوں کو  
 خود اس راستہ سے گزرنایا۔ چاہ کن راجاہ درکیشیں ؟

ایک ہندی دو جا جو غائبانہ محمد ارحیم خاکانار کا ہے حسب حال نظر آتا ہے  
 جو تو کو کاسٹ بوسے تا ہی بوسے تو بھول  
 تو کو بھول کے بھول ہیں، داکو ہمیں ترول

زجر ۱۔ لائیرے لئے کاسٹے بوسے تو اس کے لئے بھول۔ تیرے لئے تو بھول کے  
 بھول ہیں۔ اور اس کے سے میں نہیں ٹوک دے کاسٹے ؟

حضرت اقدس مدنی سرہ مدعو و درگزرنگے بیکرتھے۔ انہوں نے اپنے مخالفوں کے لئے کبھی بد دعائیں  
 فرمائی۔ بلکہ دعائے ہمیشی میں سب کے لئے اپنے ملک سے فضل و انعام اور حمد و حضرت اٹھتے تھے  
 حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و واقعات اکثر و بیشتر سننے میں آئے ہے۔ تاہم سطور سے  
 جناب عطاء الحق و حافظ عبد الرحمن جالندھری (حال تقیم محلہ گوردونامک پورہ تحصیل آباد) پرستی و مولانا قطب  
 الارشا و حضرت اقدس شاہ مجددانقاہ و راجپوری قدس سرہ دم ۱۳۲۵ - ۱۹۴۲ سے تعلق سمیت دیکھتے ہیں۔ ک  
 زبانی نانو شگور واقعات کئی دفع سے۔ ان واقعات کے وہ تقریباتی ہیں، نتائج کے بارے میں ان کی حیثیت میں  
 گواہوں کی ہے۔ گزشتہ رمضان المبارک ۱۳۹۴ء میں ان واقعات کو سپرد قلم کرنے کی نوبت آگئی۔ بعدنی  
 عطا الحق بیان کرتے گئے، میں قلم بند کرنا چلا گیا یہ واقعات حقیقت ہیں، انسا د نہیں۔ قارئین ملاحظہ فرمائیں گے  
 کہ جگر گزشتہ وصل کی توہین کرنے والوں کا حشر کیا ہوا ؟

تقسیم ہند کے بعد ماہِ پیشتر اکتوبر ۱۹۴۷ء میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد حل تہذیبیہ اور ہند کے پنجاب تشریف لائے تھے مختلف شہروں میں دعوتِ فردوز ہونے سے تصدیق ہوا کہ ان کے بعد لاہور پہنچ کر وہاں رہنے لگے۔ اسی گاڑی سے مشہور مسلم لیگی لیڈر راجہ مختصر علی خاں کے سرکار پر اگر اہم تھا۔ اتفاقاً اس کا سفر اتوری ہو گیا لیکن پروردگار کے مطابق ہر اسٹیشن پر مسلم لیگی کارکن استقبال کے لئے موجود رہتے۔ جب گاڑی اور سرسبز پورے اسٹیشن پر پہنچی۔ تو مسلم لیگی کارکن راجہ مختصر علی کو نکالنے کے لئے آگے بڑھے گاڑی کے کنارے کھڑے ہوئے تاکہ صاحب کار پروردگار کے ساتھ ہی سفر کریں کہ سب سے پہلے لیکن ساتھ ہی اس نے شہر آنا بتایا کہ اس گاڑی کے خلائق نے میں مولانا حسین احمد حل تہذیبیہ کے ساتھ ہی۔ اس پر وہ تمام مسلم لیگی کارکن اس ڈبے کے ساتھ جا کر بیٹھے ہوئے اور حضرت کے مخالف نمونہ بازی اور بڑبڑاڑی شروع کر دی۔ تاہم وہ فیروزانہ پر پہنچ گئے۔ اتفاقاً سرسبز کا ایک فریون عبد الرشید پرانا مال بکس کرنے کی طرف سے اسٹیشن پر آیا ہوا تھا اسی سے ایک ڈبے کے پاس جھوم دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک بزرگ کے ساتھ یہ لوگ نہایت دہنیری کر رہے ہیں وہ حضرت حل تہذیبیہ کو حاشا بھی نہیں تھا۔

بحالی مظاہر الملن صاحب کو یہ واقعہ خود عبدالرشید نے پہنچی میں سنا یا عبد الرشید اس سرسبز فریون کا کیش ایکٹ تھا۔ وہ تقسیم ملک کے بعد ماہِ اپریل میں تقسیم ہوا ایمان بھی وہ یہی کاروبار کرتا تھا عبد الرشید نہایت محنت مند فریون تھا۔ اس نے جان پر کھیل کر حضرت اقدس حل تہذیبیہ کی تعظیم کا فریون انجام دیا۔ حجِ ثبیلے کے اور داخل ہونے کی کوشش کرنا تھا عبد الرشید ڈبے کے دروازے میں پڑھان پر ڈاٹ کر کھڑا ہو گیا۔ مسلم لیگی لیگی اس پر ٹوٹ پڑا۔ اور اس کو سب درج ذیل کو بک گیا۔ جتنی کہ اس کے سامنے کے دو ڈاٹ ٹوٹ گئے لیکن مرد بجا ہونے حضرت حل تہذیبیہ کی طرف جھوم کر بڑھے۔ یہاں جتنی کہ گاڑی میں پڑی۔ اور وہ پیٹ قائم پار کرنے کے بعد گاڑی سے چلا گیا لگا کر سید تھا۔

جب یہ گاڑی ماہِ حر سے اسٹیشن پر پہنچی۔ تو یہاں کے مسلم لیگی کارکن بھی راجہ مختصر علی خاں کے استقبال کے لئے پیٹ قائم پر موجود تھے گاڑی دسکتے ہی گاڑی نے انہیں راجہ صاحب کے پروردگار کے اترا کی شہزادی اور حضرت حل تہذیبیہ کی نشاندہی کی جس پر وہ بھی حضرت کے ڈبے میں جا پہنچا۔ اور وہی طوفانِ تہذیبیہ شروع کر دیا۔ اس لمحے کے سرسبز میں مسلم لیگی دو جہان شمس الحسنی عرف شمسی فصل محمد اور فتح محمد تھے۔

فصل محمد اور فتح محمد صاحب کے مل پرانی پکری۔ اور شمس الحسنی عرف شمسی فصل محمد حل تہذیبیہ والا تھا۔ انہوں نے حضرت اقدس حل تہذیبیہ کی توہین میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ گلاباں دیں۔ گندنی چیزیں بھیجیں۔ حضرت کا کچھ پھینکا۔ تو یہ بھی یاد رکھیں کہ شمس صاحب کو بھی اور شمسی سے دست دہاڑی بھی کی۔ حضرت حل تہذیبیہ علیہ صبر جمیل رحمہ اللہ صدمت ہونے د

بیٹھے تھے۔ حضرت کے ساتھ ایک خادم بھی تھا۔ وہ اس صورت حال کو برداشت نہ کر سکا۔ اس نے مزاحمت کا  
 رد کیا تو حضرت نے اسے سزا فرمادیا۔ کہ تم خاکسوس دو۔ اگر تم یہ برداشت نہیں کر سکتے تو دوسرے ڈبلے میں چلے  
 جاؤ سبکے میرے حال پر پھوڑو۔ استنہ میں گاڑی چل دی، اور سلم لگی کارکن اپنے اپنے گھروں کو واپس ہو گئے۔  
 صبح کو ان مسلم بیٹی کا رکوسا سے طرہ امدار میں راست کا واقعہ اپنے محلہ پرانی کچھری میں بیان کیا اس محلہ میں  
 حانقاہ عالیہ دہلے پر اشعل سہارنپور سے تعلق رکھنے والوں کا ایک نہایت با اثر حلقہ تھا۔ یہاں قطب الارشاد  
 حضرت مولانا شاہ عبدالقادر دہلے پوری اور حضرت مشی زکات علی صاحبہ جس کی تشریف آوری ہوئی تھی، بن مولانا  
 نے جب حضرت اقدس علیؒ کی توہین کا دوح فرسا واقعہ سنا تو ان پر اس کا نہایت کشتہ پڑا اثر ہوا عبدالغنی بن چوہدری  
 افضل محمد (صالہ شہم گلی سیرم محلہ گورناٹک پورہ فیصل آباد) نے فتح محمد کی رہائی گستاخاں کلمات سے فرود برداشت  
 نہ کر سکے۔ اسوں سے سرتق پر ہی اس کا گریبان بکڑیا اور کہا کہ اس بناؤ مات کیا قصہ ہوا تھا۔ اور ساتھ ہی روزگار  
 تھپڑ بھی لٹے کہ سید کر دئے۔ جس پر فتح محمد جو فخریہ اپنا کارنامہ بیان کر رہا تھا، ساکت ہو گیا۔ اولیٰ سے جرات  
 - ہو سکی کہ وہ کوئی مات کر سکے۔ اسے میں چوہدری امام الدین صاحب (دہ الدیوان عبدالغنی) بھی کہ گئے۔ انہیں جب  
 یہ واقعہ معلوم ہوا تو اسوں نے اپنا جراتا مار لیا۔ اس فتح محمد کی خوب پشائی کی۔ حتیٰ کہ فتح محمد سے اتنا جراتا کہ ان سے  
 معافی مانگی۔ چوہدری امام الدین صاحب نے تنبیہ عام کر دی کہ اگر کسی نے جاسے بزرگوں کے خلاف زبان درازی  
 کی تو اس کا حشر برا ہوگا۔ اور ہم سے کبفر کر دیا ایک پنیچا کر چھوڑیں گے۔

دوسرے مرتبہ نھل محمد کا شہرہ ہوا کہ وہ رات کو جب اپنے گھر واپس پنیچا تو اسے بخار ہو گیا۔ صاحب  
 بیدار ہوا تو اس کی پشت پر دو چھوڑے، ذہن اظہار ہوئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بھر جا رہا پانی سے اسٹنٹ کے قابل  
 رہا اور سخت تکلیف میں کراہتا تھا۔ پانچ چھ روز کے بعد چوہدری امام الدین نے اس کی والدہ سے جو دوکان بے  
 سودا خریدنے کے لئے آئی تھی، پوچھا کہ فضل کی دوسرے نظر نہیں آیا، اس نے بتایا کہ وہ صحت یار ہے۔  
 اس کی پشت پر چھوڑے نکل آئے ہیں

بھائی عطار راجی صاحب کا بیان ہے کہ چھوڑوں میں کیرٹے پٹنگے اور اسوں نے حکم کو کھنا شروع کیا  
 چھوڑے تین پنج قطرے کم نہیں تھے۔ ڈاکٹروں نے یہ تجویز کیا کہ ان ناسوروں میں روزانہ قیر بھر دیا جائے۔ تاکہ کیرٹے  
 حکم کو دکھائیں۔ چنانچہ روزانہ پاؤ پاؤ بھر قیر ان دونوں ناسوروں میں بھر دیا جاتا تھا۔ دن بھر میں کیرٹے ہی کو کھنا  
 ملتے تھے۔ دوسرے روز نئے سونے سے قیر بھرا جاتا تھا۔

چند ماہ بعد تک قسیم ہو گیا اور آبادیوں کا تبادلہ شروع ہوا۔ کلا کچھری کے سب لوگ اپنے گھروں کو چھوڑ  
 کر دیوبند کیسب واقعہ جانند ہر چھاؤنی میں منتقل ہو گئے۔ لیکن محلہ کی شان کے نھل محمد اور فتح محمد اپنے بل و بال



سمیت وہی رہے۔ حالانکہ ان کے رشتہ داروں کے مزاج و مزاجیہ کے ساتھ آجاء۔ لیکن اس پر  
 سے کسی کی ذمائی۔ دوسرے دن نعل محمد اور فتح محمد نکلنے پر گھر سے نکلے۔ نعل محمد ایک بہنو کا روادار گھولا تھا کہ  
 لازم تھا۔ وہ مع اہل و عیال اس کے اہل چلا گیا۔ فتح محمد بھی پہلوہ ماہل کر کے کی مرض سے گھر سے ہی بیوی اور  
 چھ بچوں کے ساتھ نکلا۔ لیکن راستے ہی میں ایک سکوختے کے اعتوں بڑے پھاگ (دروازہ) پر پہنچا اور اہل و  
 عیال سمیت ہی طرح تھن کر رہا گیا۔

نعل محمد چھ سات برس کے بعد اپنے مالک بھولا کا نکل کر سے زیمبر کی کمپ و فتح جالہ ہر چھاڈی میں  
 اہل و عیال سمیت پہنچ گیا۔ نعل محمد میں سے اس قدر تنگ آچکا تھا کہ وہ موت کی رو میں کرنا تھا۔ چاہتا تھا کہ اسے  
 کوئی مار ڈالے۔ لیکن قدرت تو اسے لودہ موت بنانا چاہتی تھی۔ وہ رمدہ سلامت لاسر پہنچ گیا۔ نعل پرانی کچری کا لقمہ  
 کے تقریباً تمام افراد انجیر لگ کالج کے کھول کر در پڑے اسٹیشن عقبہ اسٹیشن بند لگ میں بیٹھے بعد وہ جسے اگر تقیم  
 ہونے بہت۔ نعل محمد بھی بیوی بچوں سمیت وہاں آ گیا۔ اس کی حالت یہ تھی کہ دن دن جے جین دیکھ کر روتا رہتا تھا  
 اور ہر وقت تکلیف سے کہتا رہتا تھا اس کی نصیب عزم ہر چھ تھی۔ وہ نکلے دن صرف ایک ۲ بعد اس سے بتا  
 تھا اس حالت میں وہ ایک ماہ لاہور میں مقیم رہا پھر وسط اکتوبر میں وہ نصیب آباد آ گیا۔ اور گڑ گڑا تک چروہ  
 گلی نیریم حسان محلہ پڑی کچری جالہ ہر کے رہنے کے بیشتر لوگ آباد ہو چکے تھے وہیں آ گیا اس کا مرض مطلق  
 ہو چکا تھا۔ یہاں چھ ماہ بعد اس کا اسکی بیماری کی حالت میں انتقال ہو گیا۔ اس کی سمیت کی حالت ناگہتہ رہی۔  
 اس کی لاکش ابھی تھیں ہر گئی تھی کہ جس دیکھ کر کوئی تیار نہیں ہوتا تھا بڑی مشکل سے لوگوں نے اپنے ناک و سر  
 پر کپڑا باندھ کر یوں ہی پائی بہا دیا۔ اور جلد از جلد قبرستان لے جا کر دفن کر دیا۔

اس شخص الہی کا حال سینے ایشی جس جالہ ہر سے نصیب آباد آکر آباد ہوا یہاں آکر بھی اس نے مسلم بیگی  
 کارکن کی حیثیت سے بڑھ چڑھ کر کام کرنا شروع کر دیا۔ مجلسوں میں شہسے دور دشواری سے تقریبی کیا کرتا تھا اس نے  
 ایک اخبار "انصاف" بھی جاری کیا لیکن اس شخص کو کبھی نہیں نصیب بہر سکا۔ دائم طور سے بھی اس کو اچھی  
 طرح دیکھا ہے۔ وہ بڑا بہ مزاج و در زمان و راد شخص تھا

جہانی عطا الدین کا بیان ہے کہ میں ڈی۔ سی آفس میں بطور کلرک ملازم تھا میرے پاس پر میں سے مستند کام  
 میں تھا جس وقت اخبار کے سٹیل میں اکثر میرے پاس آتا جاتا تھا۔ ۱۹۴۹ء کی ابتداء کا یہ واقعہ ہے کہ اخبار کے  
 ڈبل پبلشرمن کے سٹیل میں وہ میرے پاس آیا۔ اور تقریباً آدھ گھنٹہ کا عذات کی تکمیل کے سٹیل میں میرے پاس بیٹھا  
 کا عذات تکمیل کرنے کے بعد مجھے دسے کہ کچری سے چلا گیا۔ آخری واقعہ کچری کے گیسٹ پر اسے دیکھا گیا۔ اس کے

بعد آج تک اس کا پتہ نہیں مل سکا۔  
 اس کے احوال کی خبر آنا فانا شرم میں نہیں گئی۔ اخبارات میں میرے پیشانی پر ہے۔ پاکستان  
 جہ میں پکڑے گئے۔ پتہ دینے والے کے لئے انصاف کا اعلان کیا گیا لیکن سبھی جہانک  
 نے ایک گریٹر ایک جہانک۔ کئی وفد وزیر اعظم یا قتل مل جہانک سے ملے حکومت کی طرف  
 سے یقین دہانیاں بھی ہوئیں۔ لیکن مقبول ہو گا و رسالت تک کی تو جہن کر سنے والے شہتی  
 کا نام و نشان نہ مل سکا۔

و یہی کہ خون ناحق پر دانہ شمع یا مچھڑاں امان نداد و ک شمشب را سحر کند

میاں عبد اللہ شہید قسیم متوطن محلہ مال حالہ بہرہ لیگ کا کارکن تھا تقسیم لیگ کے بعد ،  
 فیصل آباد میں مقیم ہوا۔ شمس الحق عرف شہی کے ساتھیوں میں سے تھا۔ اخبار انصاف کا  
 ڈیپارٹمنٹ اس کے نام تھا۔ آخر عمر میں اس کا دامنی تو لڑن درست نہیں رہا تھا۔ وہ اکثر  
 و جہت پر کہا کرتا تھا کہ میری جو یہ حالت ہے یہ کف حضرت علیؑ کی تو لڑن کی سی وجہ ہے۔

طاعتہ و اولیٰ و اولیٰ الانصار

ایک روایت!

بروایت حضرت مولانا محمد حیدر صاحب مظلوم

جناب گرامی علامہ ارشد صاحب نے ۱۹۴۸ء میں ایک مجلس میں بیان فرمایا تھا کہ وہ تقسیم کے بعد  
 ایک مرتبہ کراچی گئے اور انکی ملاقات انرسر کے ایک صاحب سے ہوئی یہ صاحب فانا ایکٹس کی کارکن  
 کرتے تھے۔ انرسر میں سلم لیگ کے سرگرم و کرتے اور وہ انکی ٹینل گاڑ میں اس میں ایک اچھا مقام حاصل  
 تھا جب گاڑی انرسر کے ٹیٹ خادم پر پہنچی تو ٹیٹ گڈ کے رضا کاروں نے حضرت علیؑ کے سامنے منظر پر کیا  
 اور انکو اللہ صاحب کے کہنے پر وہ ٹکٹے ہو کر ناپے وقت گر گیا۔ لادسی زبان کا شہ ہے۔  
 یہ سچ قرے را خدا رسوا نہ کرد نادل صاحب اولے ناید یہ رو  
 چند ماہ بعد تک تقسیم ہوا اور فسادات کا سلسلہ شروع ہوا تو سکھ حوزے سے ان صاحب کے گھر میں گھس آئے  
 اور لٹے گھر کی عورتوں کو لٹکا کر کے تھوڑا اسوقت اسکے دل میں جہان آیا کہ آج مجھے اس گنہ کی سزا مل رہی  
 ہے مگر صاحب نے فرمایا کہ وہ شخص صحت یافتہ کا اظہار کرتا تھا اور کتا تھا کہ حالات اعتدال پر آتا میں تو جہن  
 و یہ بعد ہا کہ حضرت نے فرمایا اسے معاف مانگوں گا

مولانا کاظم الرحمن مدظلہ العالی

## ڈاکٹر محمد اقبال کی چند تنقیدات و ترجیحات

ترجمہ حقیقت ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم کے ہوشیے اور مہذبانہ آدھی تھی، جب کہیں اپنے تعریب کے ساتھ کسی میں کوئی دست دیکھ لیتے تو فوراً جو شخص میں آگے اس پر تنقید فرماتے، چونکہ وہ صرف ہوشیے اور مہذبانہ آدھی تھی، مندی نہ تھی اس لئے پھر گوچہ معلوم ہوجاتا کہ میں غلطی پر نہیں ہوں، مگر وہ معلوم ہوجاتا کہ وہ گنہگار کی تنقید کہہ سکتے ہیں، اس لئے اس سے رجوع کرتے اور آئندہ اشاعت سے اس تنقید کو خارج کر دیتے، اس موقع پر میں چند تنقیدات و ترجیحات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔

① ڈاکٹر محمد اقبال کی پہلی تصنیف مخدوم کی اسرار خودی سن ۱۹۱۰ء میں شائع ہوئی تھی۔ میں نے حسب اجازت میں اس کا ذکر دیکھا تو فوراً اسے منگوا لیا اور غور سے دیکھا، اس میں دو تنقیدیں تھیں۔ ایک خواجہ صاحب شیرازی پر، اور دوسری مولانا کے کلام پر۔ مولانا شیرازی پر بہت کثرت تنقید تھی۔ بیہوشی عدد و اشعار اس باب سے میں دیکھتا تھا، یہ تنقید بے کثرت، ناگوار گری، اور ایک خط جناب ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں لکھا کہ کتاب اچھی ہے، لیکن خواجہ صاحب پر جو تنقید ہے وہ ٹھیک نہیں ہے، مولانا کے کلام پر جو تنقید تھی اس کا جواب خواجہ صاحب نے اپنی ہاتھ رسالہ نظام الملت میں بہت سہل اور مشروح کے ساتھ دیا، پھر اس کا جواب ڈاکٹر صاحب نے اجاباً دیکھی اور فرمایا، اسی طرح میں بہت جواب خواجہ صاحب نے دیا اور میں اور ڈاکٹر صاحب نے جواب لکھا یہ سلسلہ جاری رہا، پھر ہوا کہ مولانا صاحب نے کئی مرتبہ اسے کئی دفعہ سے پڑھی چنانچہ ماہ اگست سن ۱۹۱۰ء میں لاہور پہنچا اور مولانا ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے جو خط دربارہ تنقیدی اشعار بہت خواجہ صاحب تیرا لکھا تھا، اس کا جواب نہیں دیا، آپ نے فرمایا کہ بے اس قسم کے مستند خط دربارہ ہند اور بیرون ہند سے آئے ہیں، ایک خط جو مولانا

مشرقیوں نے انہیں کھاسا اور اس دن انہیں لاسٹا شعل کرکھا انہوں نے لکھا تھا کہ "فتویٰ امرایہ خودی" کہ میں نے  
 پڑھا، کتاب بہت بہتر ہے لیکن خواب حافظ تیر ازیر بر تقدیر ہے وہ درست نہیں ہے پھر جناب ڈاکٹر صاحب نے فرمایا  
 کہ صوبہ آگے پھرتے ہیں کہ تیر ازیر ایڈیشن سے ان اشعار کو خارج کر دوں گا۔ تو میں نے اس طرح سے ایک کر ایڈیشن کیا۔  
 وہ حافظ شیراز کے متعلق میر انگریز وہی ہے جس کا انگریزی نے تقدیر ہی اشعار میں کیا ہے پھر آپ نے فرمایا کہ حافظ نے  
 اپنی ہستی کا سبب کیا ہے، مشرق کے سامنے اپنے آپ کو گنا گناہت کر دیا ہے اچھا پھر اس سے شعر لٹاؤ۔

سے شفیقہ ام کہ سگیاں حافظہ وہی بندی

پتا اگر دن حافظ ہی ہیں رکنے

میں نے کہا کہ یہ شعر بجا نہیں ہے بلکہ حقیقت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے خدا میں سے نہا ہے  
 کہ تم فراق و فہم کو اپنی آفریں رحمت میں بیٹھے ہو، حافظ جو فراق و فہم سے کہیں اپنی رحمت آفریں ہی نہیں لیتے، ہر  
 چیز میں کہ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ آپ آفریں آفریں میں گر صاف تو فراموش ہے۔ میں نے کہا کہ دیوان حافظ ہی تو فراموش  
 کی چیز نہیں بلکہ فراموش کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ افرینان رکھیں، میں صبر و ان تقدیر ہی اشعار کو حذف کر دوں گا چنانچہ  
 انہوں نے ایسا ہی کیا۔ وہ تقدیر ہی اشعار ہیں انہوں نے خود سے حافظ فراموش سے

بہتیار از حافظ صہبائے	جاش از زہر جہل سرا پاد
دہی ساقی خرد بریز او	سے علاج چولی رسنا حیر او
رحمت غیر از بلو وہ باز او	از دو جام آشنہ شد کست او
چوں خراب از بارہ گلگون شود	مایہ دایہ عشق تاروں شود
معنی تعلیم او میسا بدوش	حسب مہون پیر کے فردوش
طوف ساغر کو مٹی رنگ سے	خواست فتویٰ از رہا پتنگ لٹنے
در دور عیش دوستی کا سے	لڑنے خون در دلے پارہ گلے
رحمت شعل ساغر و ساقی گلاشت	بزم رفان لٹنے باقی گلاشت
ہوں جس سے صد تار و کاشید	عیش ہم در سرل جاں شدید
در ریت پیر و سند او بڑ	بر لب رو قصہ فریاد بڑ
تخم نکل آہ در کسار داشت	طاقت پیکار با خسرو داشت
شکم و ایمان او ز تار وار	رخنہ امر و عیش از خرگان وار
آپنجان مستی تراب بندگی است	خواہد و محروم و دق خراگی است

دستی کہ تاد و در ہاں نہیں	دعویٰ و نیست میرا توں
کس اہم اُنست سب پردگان	کس خیرت سے خزاں
مشوہ ماہر او، آہرقت است	گرمز است تو آہرقت است
چشم او عارت گر شہر مت و بس	دل کو ہائی اسے او بہر مت و بس
سایہ او الزام را ز سوا کند	ضعف ما با ہم تو ائی وہ
پردہ حرشش حجاب اکبر است	نہ بر لبہاں رہی نہ برک تراست
اُفت او بر نیل اعلیٰ	غزو چنگش و نیل اعلیٰ
ہنک مریدوں حسن داد کشیش	بجز در جان کہ دینا سے خوش
مرزا بر شیشی مشیہ اکند	او تختی سب سے پیدا کند
آکبہ او مرگ ما شہری کہ	تو کہ اندازے کہ آسہ دل برد
حیدر ما اذل ہے آرد برباب	بہر گوار سے کہ وورد نہر آب
کشکش مٹھن کہ ماہر تو ائی مت	عشق ابگر کاشش خود کئی مت
حرل آتش بیساں شیرازی است	حافظہ ہا دریاں شیرازی است
اکی کبار آب حرکن باد اند	ہی سوی ملک خرد در کتب ہماہ
آں تو در مرزہ زندگ ہے گاند	ہی نیستی بہت سرداؤ
پہنم آں ار اشک دارو تو توش	دست ہی گہر در آہر خوشہ
عرق سیاہ زرد سس خود او حریر	روز غم ز جسم اگر گویہ جیسہ
پہشت پا بر جہت الہا زند	عقبت نہ او خندہ بر حرارہ
زندہ ار صہبت حافظہ گریز	باہر من با مستری ہنگامہ خیز
چہم لکشان حبسی رہا رنود	ہیں فسون خوں زندگ از مار بؤد
سافر او قابل اسد از دست	عقلی ہورہ خور اہار نیست
انھدر از گرسن منوں لستند	سے نوازہ عقلی حافظہ کند

دیجیسا کہ سب سے کہیں قدر صفت تعقید ہے، جسے بری طرح مدتہریں حافظہ ترا دست نہیں کہ سکے۔ تو اگر صحت سے متذکر، ہاں تنقیدی اشعار کہ شہری اسرار خودی سے حافظہ تو گویا دیگر حادثہ کے متعلق کون کا چرنگ ہے، یہیں کوئی فرق نہ آیا، اگرچہ حافظہ کو انہوں سے تنقیدی بیان میں، ہاں وہ یہیں کہ ہے لیکن دونوں کے فخریہ کے اختلافات کی وجہ

سے ان کا دل حافظ کے متوجہ صاف نہیں ہوا ہے۔ کئی بار انہوں نے حافظ کے اشعار پر تعبیروں کی ہیں، مگر حافظ کو نام نہیں لیا ہے۔ "کلیات" میں "نصیحت" کے عنوان سے جو نظم ہے اُس میں اخیراً شعر حافظ کا ہے۔

عاقبت منزل ماوردائی حاکمست نصیحت

حالیہ غلغله در گنبد افلاک انداز

"حافظ پر نوجوان اسلام" میں یہ مصرع حافظ کا ہے۔

آب در رنگ وصال و خطیر حاکمست روئے ربار

مترقب سلطان کی نظم میں یہ فزویہ مصرع حافظ کا ہے۔

گدا کے گوشہ نشین تو حافظا محرومش

اور یہ شعر بھی حافظ کا ہے:

سے مہل نور تجلی مست رائے اندر شاہ

پہر قریب ادیبی در صفائے نیت کش

"ارتقاء" کے عنوان سے جو نظم ہے اس کا دوسرا مصرعہ بالی تقریباً حافظ کا ہے۔

چسبہ رخ مصطفوی سے شہدار گریہی

ایک خط کے جواب میں جو نظم ہے اُس میں اخیراً شعر حافظ کا ہے۔

سے گرت ہواست کہ باصغر تر نشیں باشی

نہاں رہنم سکندر چوں آب جہاں باشی

"اسیری" کے عنوان سے جو نظم ہے اس کا آخری شعر حافظ کا ہے۔

سے شہپر ناز و زخم ربابے قید و صید نصیحت

کیں سعادت قسمت شہدارو شاہیں کرانہ

"طلوع اسلام" کے عنوان سے جو نظم ہے اُس کا اخیر شعر حافظ کا ہے۔

سے بیانا گل بیفتانیم دے در سہرا اندر ایم

فک رامقن بنگانیم ولسرہج دگر اندر ایم

مظہر یوسف نے "نظم کے عنوان سے جو نظم ہے اس کا اخیر شعر حافظ کا ہے۔

سے دلہ حافظا بچہ از رہا پیش زنجین کئی

و انہوش مست و خراب از رو ہزار بیار

میر سے حادثہ میں، نظمیں تھیں اور کبھی میں حادثہ کے اشارہ پر تھیں شبنم انیسویں میں نے کہا، نون ہے کہ انہیں تھیں  
 ہو لیکن مجھے یوں کام نہیں ہے اور شہزاد کے اشارہ میں ڈاکٹر آجیبال نے تھیں نہیں کہیں۔ یوں شمسہ کا کام مزاحمت  
 کے ساتھ ذکر کیا ہے، مثلاً فرماتے ہیں۔

تصویں بر شہزاد میں شامو  
 سے وفا آجوتی از با بچار دیگسوں کوئی  
 تصویں بر شہزاد مانتب۔

سے ہاں ہتر کہ بیٹے در بیاں بڑو گر باد  
 تصویں بر شہزاد ز ابیدل۔

سے ہر کمال اند کے آشنگی خوش است  
 تصویں بر شہزاد کبھی۔

سے رنم کہ حار اور کلم میں شد نظر  
 فردوس میں سالار کے مزان سے جو کلم ہے اس کے پتے شہزاد کے دوسرے سرو میں شیخ سعدی

شیرازی کا نام ہے اور درمرا شہزاد سعدی ہی کا ہے۔  
 سے ملے آنکہ رازہ گھر ظلم شک آب  
 اخیر کا شعر میں سعدی شیرازی کا ہے۔

خرا نواں یافت اریں مار کہ گشتیم  
 دیب نواں یافت ازیں پشیم کہ گشتیم

ڈاکٹر آجیبال نے خواجہ حافظ شیرازی کو کاغذ پہچانا نہیں ہے، اس لئے وہ ان کو شہزاد کہتے ہیں حالانکہ کسی  
 نے حافظ کو شہزاد پہچتے ہوئے نہیں دیکھا ہے، نہ گھر کے لوگوں سے انہیں شہزاد پہچتے ہوئے دیکھا ہے  
 نہ اہل کے گھر نے۔ خواجہ حافظ لسان الغیب کے نام سے شہر میں۔ ایک دفعہ اور ایک مرتبہ مالگیر کی  
 شاہی بہر ناسب ہو گئی تھی، چونکہ وہ بہت قیمتی تھی، اجاہر است اس میں گئے ہوئے تھے، اس کے علاوہ ان کو  
 سب سے بڑا نقد شدہ یہ تھا کہ اگر اس کو کوئی علاء علی پر استعمال کرے تو حکومت کا بہت زبردست نقصان ہوگا،  
 اسی نگر میں غلطیوں پریشان تھے، اچانکہ ان کو مزاج صاحب سے کمال عقیدت مددی تھی اس لئے نالی دیکھنے کی غرض  
 سے درون حافظ آئے اور کبیر کو پرکھا کہ چراغ مسیحا آؤ، وہ چراغ مسیحا آئی، انہوں نے راہوں کھول دی، کیا  
 تو یہ شعر نکلا۔

سے بغور و بچہ زلمت پر شب زندرہ دیل

چر دلاور دست ڈنڈے کہ بھنٹ چوانا ورد

انھوں نے اور گمیر کی کاشی کی تھیں کہ گور سے ہر برآمد ہوئی۔

گور گمیر جانے، میری ہی حالت سینے ۱۹۳۳ء میں اس نے وطن سوات میں تھا، یہاں سے میں ۱۹۳۳ء میں گیا تھا، میرے چلار چکے یہاں آہر میں اپنے ناظمہ اشقم صاحب کے پاس تھے اور میں سوات میں تھا۔ سوات کے ڈویژنل ڈائریکشن کے جے جے بھڑکھڑا کے پاس میں دہلی آہر نہ جاؤں، میں بڑی کوشش میں جیتتا تھا کہ وہیں جاؤں یا سوات میں رہوں آخر ڈیوان صاحب گور کی خال نکالا تو یہ شعر نکلا۔

سے من اور دیاں حسین نہ آہر دیاں رقیب مہینا پر رفیقان خود رساں بازم

میرے بڑے لاکے کا نام حبیب الرحمن ہے۔ یہ دیکھتے ہی جانتے پر آگاہ ہوا لیکن آہر میں رقم نہیں تھی میرا لنگہ وار دائرہ پر کار میں رہا۔ گھر سے جب آہر نکلا تو ایک شخص آہر کھڑا میرے انتظار میں تھا اس نے ایک سے دو پہرے اور وہ فنون کچھ کر دیو، چنانچہ کھڑے کھڑے وہ سونگہ کر میں نے دیدیا اور دوسرے دن مارا س جاتے رہا۔ اسوقت سے اب تک یہیں آہر میں ہوں، لیکن صورت اسے پاک کو جاننے کی نہیں ملتی۔ اچھا اب دوسری فتیہ اور ترجیح ملاحظہ فرمائیے۔

② دسمبر ۱۹۳۲ء کے اخیر ہفتے میں ایڈیٹر مشعل کاٹھریوں کا سالانہ اجلاس ٹانگہ میں دیر صدارت وجہ سے گھوٹا چار سے منعقد ہوا سمناہ میں مساتما گاندھی کا نام کو پھرتین دلاور پڑوسیٹن پاس ہو گیا تھا جس کی مخالفت قائد اعظم محمد علی جناح نے کی۔ لوگوں نے ان پر شیم شیم کی آوازیں کی تھیں، میں نے بھی زور زور سے شرم شرم کی آن زوں بگنڈ کی تھیں۔ جناح صاحب اسی وقت کاٹھریوں سے نکل گئے۔ ہندوستان میں آپ کوئی ادارہ ان کے لئے نہیں رہا۔ مسلم لیگ توڑ چکی تھی اس کی جگہ خلافت کا فرائض کام کر رہی تھی، مجبور ہو کر آپ لندن شریعت لے گئے، اس وقت آئینہ سید کے بعد لندن سے واپس آکر اکثر ۱۹۳۲ء میں ایڈیٹر میں اعلان کر دیا کہ لیگ کو چھوڑنا کر دینا چاہیے اس اعلان سے ڈاکٹر قبائل بہت برہم ہوئے اور ذرا امتیہی قطعہ ارشاد فرمایا جو عدلے لیگ کے حوزان سے روز ہمسہ رفینڈار مورخہ ۱۹۳۱ء ڈیبر ۱۹۳۱ء شروع ہوا اسوقت کے تمام اردو اخبارات نے نہایت شاندار طریقے سے متاثر کیا اور بہت سے لوگوں کے در و زمانہ وہ قطعہ یہ ہے جو اس وقت میری ڈک رہا ہے، عدلے لیگ

(از ترجمان حقیقت ڈاکٹر محمد اقبال)

لندن کے چرخ مارہ فن سے پہاڑ پر  
 اترے سبب یں کے محمد علی جناح  
 نکلے گی تن سے تو کہ رہے گی بتا نہیں  
 لے جان بر سب آہر تیری کیا صدا



دل سے پہلے دشت و دہلی نکلے  
 آغا امام اللہ سید علی ہے ۔ سب  
 جنوں کے واسطے ہے یہی جاؤں صواب  
 بشری حکم کو منتظر اس سید بہت  
 اس میں ہے جو ہے ترک سدا مرم بہار  
 بین صاحب فریستہ کرنے درگاہت

(مدنی و اقبال ۹ نومبر ۱۹۲۱ء)

میں نے علامہ اقبال کی خدمت میں لاہور کھاکہ قطعہ تو بہت اچھا ہے لیکن جناح صاحب پر اس قدر محبت  
 تغیر فرما سب ہے۔ تمام لوگ قطعہ کو بہت پسند کر رہے ہیں گو میں اس بار سے میں آپ سے کہہ عرض کرنا چاہتا  
 ہوں۔ میں بھی آپ کی طرح جناح صاحب کا مخالفت میں ننگ پار میں کانگریس کے اہلکس میں سب میں برقیہ شمیم کی  
 آواز میں کسی نہیں تو میں نے بھی نادر سے شرم شرم کی معافی نہیں کی، میں پکا خلافتی اور کانگریس میں اور وہ میں دلائل کے  
 سمیت خدمت میں لیکن انہوں نے شہداء میں درگاہت ہم کام انجام دیا ہے اس کا اثر میرے دل و دماغ پر بہت  
 زیادہ ہے۔ شہداء میں درگاہت اور لاہور ٹرانسپورٹنگ جب ہندوستان آنے تھے اور پورے ملک کا انہوں نے نقد  
 کی تو ایک رپورٹ لکھی تھی جو اور ٹرانسپورٹ کے ام سے مرتب کی گئی تھی جس میں سٹیشن کی سہولتیں میں کوئی  
 صلاحیت ہے اس لئے اسے اصلاحات میں چاہئیں۔ اس رپورٹ کی آئندہ صورت ہاتھ کے گورنوں نے  
 کی لیکن یہی گئے گورنارڈ ونگٹن نے اس کی مخالفت کی کہ ہندوستان میں اصلاحات کی تاقبت نہیں ہے ونگٹن  
 کے اس رویہ کی کسی نے مخالفت نہیں کی صرف مسٹر لکھنوی جناح ہی سے جسوں نے مشرق اور مغرب میں اصلاحات میں  
 کی اور لاہور ونگٹن کو دشمن ہند کہا کہ ایسے دشمن ہند گورنری کے لائن نہیں ہیں جو حکومت برطانیہ کو چاہئے کہ وہ انہیں  
 دایس بنائے، جب لاہور ونگٹن کی معافی گورنری ختم ہوئی اور وہ لندن جانے کے تو یہی کی کہ کانگریس کی جانب  
 سے لکھنوی صورت کے اثر میں جلد سمجھتا ہوا۔ اس وقت پر محمد علی جناح اور میں کی بری سے کالی جھڑپوں سے لکھنوی  
 ونگٹن کا استہمال کیا، خیر تو میں سے کسی کی ہر حالت ہر سکی لہذا میں آپ کی خدمت میں بااوسب اسس  
 کہتا ہوں کہ انراہو کہ میں اس قطعہ کو اپنے گورو اشک سے خارج کر دینے گا

خدا نکر کر دیتے ہیں جناب ڈاکٹر اقبال کا انکوش نادر موصول ہی جس میں آپ نے تقریباً فریاد کیا کہ اتنی  
 پیش میں اگر چند تغیری اشعار لکھ دیتے ہیں لیکن آپ کے خط نے میرے انکوش کو فرود دیا، میں آپ کا لکھنوی  
 ہوں کہ آپ سے مجھے بروقت متنبہ کر دیا آپ کے جواب میں اور کسی نے نہ لکھا ہے اور نہ کسی نے رانی ہی لکھا ہے۔  
 اس واسطے میں مجھے ہانے آپ درودا حد میں، اطمینان رکھیے کہ میں نے ان اشعار کو آپ ہی کے کپٹے سے اپنے  
 جوہر اشعار سے ختم کر دیا ہے۔

شہداء میں جناب ڈاکٹر اقبال صاحب جناس نثرین لائے تھے تو میں ان سے ملنے کی عرض سے

ہاں اس گیا اور جناب نے خوب حسن و عیض صاحب کی صحبت میں ان سے بلا کسی صاحب سے میرا تعارف کر کے کرنا چاہا۔ آپ نے فرمایا: "میں انہیں اچھی طرح جانتا ہوں یہ ابھی ایمان میں سے ہیں۔"

سے جہاں میں اپنی لڑائی صورت خود کشیدہ بیٹے ہیں  
 اور دیکھے اور ہر ٹوہ ہے اور ہر ٹوہ ہے اور دیکھے

اور پھر فرمائے گئے سن ۱۹۱۶ء میں آپ لاہور آکر رہنے لگے۔ میں نے اسرارِ نبوی میں جو تنقید فرما دی تھی اس کے بارے میں آپ نے مجھے بلور کر دیا کہ میں ان تنقیدی اشعار کو شہزی اسرارِ نبوی سے خارج کر دوں چنانچہ ان کے کہنے سے میں نے ان اشعار کو خارج کر دیا، پھر سن ۱۹۲۱ء میں مسٹر محمد علی صاحب پر جو اشعار بطور تنقید لکھے تھے جن کو تمام اخبارات نے شائع کیے تھے اس بارے میں آپ کا ایک خط آیا تھا کہ ان اشعار کو اپنے گروہ سے خارج کر دو۔ میں نے ان کے لکھنے سے ان اشعار کو اپنے گروہ سے خارج کر دیا، میں جانتا ہوں یہ انہی ہیں جن سے کس بات کے پیچھے لگ جاتے ہیں جب تک اسے حاصل نہیں کر لیتے ہیں سے نہیں جھٹکتے؟  
 اب ایک دوسری تنقید فرمائیے۔

۳) سن ۱۹۳۳ء کا ذکر ہے کہ حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے بمبئی جلسہ کے پاس رات کے وقت جلسہ میں تقریر کی تھی جس میں فرمایا تھا کہ آج کل اقوامِ دین سے بنتی ہیں، مذہب سے نہیں بنتیں، جلسہ میں "المان" کا نام لگا رہا تھا۔ اس نے لہری دہلوی مولانا محمد امجد علی شیرکئی کر سائی۔ چونکہ مولانا محمد امجد علی شیرکئی کے سنت مخالف تھے۔ انہوں نے الامان میں یہ لکھا۔

"رات کے جلسہ میں مولانا محمد علی نے کہا کہ ملتیں دین سے بنتی ہیں مذہب سے نہیں بنتیں، چونکہ یہ بات بڑا اکثر اقبال کے نظریے کے خلاف تھی اس لئے جلسہ میں آکر مولانا محمد علی پر سنت تنقید کی جس کا اظہار مشہور قطعہ میں کیا ہے۔

جب حضرت مولانا محمد علی کی نظر سے یہ قطعہ "رات" آپ نے اخبارات میں بیاں شائع کر دیا تو کہیں نے سنت کا تنقید نہیں بلکہ قوم کا تنقید استعمال کیا ہے کہ وہی دین سے بنتی ہیں مذہب سے بڑا امتیاز کا بیان جس انبات میں شائع ہوا تو جناب اقبال احمد صاحب سیکرٹری نے جناب ڈاکٹر اقبال کے جناب میں ایک سنت لکھ کر تحریر فرمائی اور ڈاکٹر صاحب پر سنت تنقید کی لکھ مولانا اشعار پر مشتمل تھی ان میں سے دس شعر جو میری کتاب میں ہیں ملاحظہ ہوں۔



کہے کہ خردہ گرفتت برسین احمد	دین اوملی دکام در مسرت
کہ گفت بر سر منبر کہ گفت در عت	دروغ گونہ دایراد ایس چہ بر تہی مسرت
درست گفت گفتت کہ قوم از در عت	کہ سستنا در فرمودہ خداونہی مسرت
زہن طعن کثوری وایں نہا سستی	کہ فرق عت و قوم از لافا عت ہی مسرت
تقادے مسرت فرداں میان عت و قوم	یکے رکش وگر کثوری مسرت انہی مسرت
تدے نے گفت بہ قرآن مکمل قوم جلا	مگر نہ عت کہا پہ تہو کے کہ ہی مسرت
تقوم غریبش خطاب ہیراں سنگ	پڑ نہ کجاست یا قوم بصرف والی مسرت
دعوت حکمت دایس ز نفسی بستن	عمیش لہزت عرفان وادہ جسی مسرت
پہ در ہندہ در اگر ہی مسرت ہی طبیسی	کہ در نفس سلطنت و دانش زومی مسرت

بگیر را حسین احمد ارشد اخواسی

کہ کاتب است ہی را دم ز آری ہی مسرت

حضرت مولانا علی کا اخبارات میں بیان اور اقبال احمد صاحب سہیل کی متذکرہ بالا نظم صاحب ڈاکٹر اقبال صاحب کی فکر سے گزری تو ذرا اخبار دینہ ۵ بجور مورخہ ۵ مارچ ۱۹۳۳ء میں مضمون شائع کر دیا کہ دانش مجھ سے نفس ہوتی ہے، بلکہ غلط خبر یہی تھی جس کی وجہ سے میں نے براخود متہو کر ان پر صحت تشکیک کیا۔ تب اصل حقیقت مجھ پر کھلت ہو گئی ہے اس نے میں مولانا علی سے خواستگار رہا ہوں، امید ہے کہ مولانا صاحب مجھے سعادت فرمائیں گے۔

ڈاکٹر اقبال صاحب سے تو معافی مانگنی، لیکن اگر انہوں نے ان کے کلمات سے قطعہ خارج نہیں کیا۔ اصل بات یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب کا معافی نامہ ۵ مارچ ۱۹۳۳ء کو شائع ہوا تھا، امدان کا انتقال ۲۰ اپریل ۱۹۳۳ء کو ہوا، اگر راجہ دن جگمگ زندہ رہتے تو پختہ نہیں ہے کہ وہ خود قطعہ کو کلمات سے خارج کر دیتے۔

(مطبوعہ برہان، دہلی، اگست ۱۹۶۴ء)

نوٹ ۱۔ اقبال احمد سہیل صاحب کی متذکرہ بالا نظم کے کُل جس اشعار تھے جو پہلے میگزین انٹی لٹریٹ میں شائع ہوئے تھے ان اشعار میں سے چھ یہ ہیں۔

بہتست ارچہ برا، یہ کسی دست نہ ہو گیا	خونے بقوم حجازی نہیں شعلی مسرت
تقوم غریبش خرد اپنی کسے را بہ آمد	دشمنی پاک کہ دانش مستعد ہی مسرت
بہد تر بود از قوم تو تبہ عت	کہ حیلان دین آوی زندہ شعلی مسرت

گھر پر ہم وطنانِ قدیم اور استغلاص  
 مہادانِ قساوتِ فساد نے من ملبسوں سے  
 سسک برفی و عمارت پر ہندو اتسینے  
 عمل حکم ہنر و آسبیل تہی دست  
 عینتِ وطن است از شکارِ ایسان  
 ہمیں حدیثِ پیغمبرؐ نہ تہی پائی دست

### ۵۔ ذیل بدل جائیں گے تسلیم بدل جانے سے

گرم لہجے تھیں کار اسمان کی تہذیبیت کا اندازہ لگائی تو مسلم ہر گاہ کہ جو جس کا ذوق اسلحہ توئی سیرت کے اسباب کے لئے سے ایک بائیں نئے اسلوب کا امثال ہے جس کی عقل رنگ کی تصویر کا پرہ اسلحہ تہذیب کا پرہ نہیں ہے حالانکہ اسلحہ تہذیب کے بغیر سیری رائے میں وہ حرفِ عجم اسلحہ جگہ اس سے بھی کچھ کم ہے اور وہ بھی اس حدت تک کہ اسلحہ ماضی یعنی قہیم نے اس کے حوالے سے جتنا کہ سزا مل سکا ہے اس کا مدخل مغربی خیالات کی پر لاشہ بنا چاہے اور میں علی ٹیس کا مشاہدہ کرتا ہوں کہ اپنی قومی روایات کے حوالے سے عاری ہر گاہ اور مغربی لٹریچر کے لہجے میں ہر وقت سرشار رہ کر اس نے اپنی قومی زندگی کے سستون اسلحہ کر کے نسل سے بہت پرے ہٹا دیا ہے۔ جہاں تہذیب میر پرہ دھویا ہے کہ دنیا کی کس قوم نے ایسی اسلحہ تہذیبی تفسیر نہ کی ہے اپنے افراد میں پیدا نہیں کیا جیسی ہماری قوم نے لیکن اس پر ہمارے رجحان کو چاہی تو ہم کی سوانح عمری سے بائیں کا بدل ہے مغربی تہذیب کے ساتھ ہر سے استھان اور استبداد چھٹا کر پڑا ہے۔ عقل اور اور اس لحاظ سے وہ مغرب و دنیا کا غلام ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس کی دورح اس میں تمام خردی کے مغرب سے خالی ہے چاہیے آئیے اور قومی لٹریچر کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے۔ ہم نے اپنی انہیں جلد مد میں اس حقیقت پر جس کا احزان تجربہ آج ہم سے کر رہا ہے نظر نہیں ڈال کر انہوں کے تہذیب کو جو مشاہدہ اس سے اپنا ہر وقت کا رہن بنا لے رکھا گیا اپنے تئیں اس تہذیب کا حشر گوش بنا لیا ہے۔ یہ وہ حشر گوش ہے جس کے ساتھ کس دھڑ سے تہذیب کے دائرہ میں داخل ہونے سے بڑا کہ حشر آگ ہے جس اسلحہ اس معنی سے اس حقیقت کو بولا لکھرا اور آبادی سے زیادہ واضح طور پر نہیں بیان کیا جیسا کہ نسل کے سفر کی موجودہ عقل زندگی پر ایک نظر غائر ڈالنے کے بعد عسرت آ کر اس ہمیں پھر آٹھتے ہیں۔

۶۔ شیخ مروج کا یہ لکھیے یاد آ رہے  
 دل بدل جائیں گے تسلیم بدل جانے سے

شیخ مروج کا یہ ہے ٹھیکہ اسلحہ تہذیب کے اس قدم استقامت نام لیا سے جو مغربی قہیم کے اسلحہ میں سرسبز اور اس مروج کے ساتھ خدمتِ لٹریچر جگڑا کیا آج میں معلوم ہوتا ہے کہ جیسا کہ شیخ کا خون ہے بسنیار۔ حقا کہ اسلحہ جی کی کو اس میں کام ہے کہ شیخ مروج کے دل میں جو سچائی کا شہرہ "مغرب ہے اس پر ہماری تعلیم کا اصل ذمہ گواہ ہے جیسے تہذیب کے اس کی خردی کیل ہوں کہ نئے دانے بے حساب فراہم گئے آج کی کل کا بعد ماہ زندگی سے

پھر کہ گزشتہ دس اور سال حدت میں مجھے سابقہ پڑا رہا ہے اللہ میں اپنے صلیبوں کو دیکھ کر دیکھ کر کہیں گزشتہ سے فرق  
 کا تعین ہے لہذا میں اس است کا تورا بہت استحقاق رکھتا ہوں کہ میری باتیں سنیں جائیں۔ جیسے وہ رو کر کہ وہی وہ تجربہ ہوا  
 ہے کہ مسلمانوں کا علم اپنی قوم کے مٹانے، اخلاقی اور سیاسی تقاضات سے وابستہ ہے۔ وہ حال قوم پر مبنی ایک بیچل  
 لاشن کے ہے اور اگر موجودہ صورت حال سے اصلاحات اور میں اسلئے قائم رہی تو وہ اسلامی عدالت کو مقرر اسلامی تہذیب کے  
 چند علمبرداروں کے فروردہ قالب میں انہیں تک زندہ ہے ہماری جماعت کے جسم سے بالکل ہی نکل جائے گی اللہ  
 وہ لوگ جنہوں نے تعلیم کا یہ اہل اصول قائم کیا تھا کہ ہر مسلمان بچہ کی تعلیم کا آغاز قرآن مجید کی تعلیم سے ہونا چاہیے وہ ہمارے  
 ساتھ رہیں ہماری قوم کی ماہیت، ولایت سے زیادہ باخبر رہتے۔

(دیکھیں نکتہ بیضا ہر ایک اس لئے نظر کرو: غفر عنہما)

حضرت مولانا حسین احمد مدنی امیر مالٹا

پیکر زہد و تقدس، جانشین انبیاء

شانِ تقدیس اس ائمہ ناموس دینِ مصطفیٰ

راہتائے عالمِ اسلام، فخرِ ایشیاء

یعنی مولانا حسین احمد امیر مالٹا

جن کے اٹھتے ہی چینِ جاویدہ خود جھٹک گئی

ایک ساعت کیلئے نہیں دو عالم رک گئی

شرفِ ستاروں سے

جہادِ قلبی کا محور و مرکز

## مولانا حسین احمد مدنی اور علامہ اقبالؒ

عادی فوجیوں کی زبان و زبیاں

یہ اس زمانے کا ذکر ہے جب تحریک پاکستان کا آفتاب نصف النہار پر تھا۔ ان دنوں دہلی میں مسلم لیگ کا ایک جلسے عام تھا کسی دیکھی طرح مسلم لیگ کے مقامی رہنما مولانا محمد الیاسؒ نے انی چھبیس چھاسے کو جلسے میں سے آئے۔ خوب دعوایں و حصار تقریری ہوئیں۔ تقریباً تمام باورہ گو مشروروں نے مولانا حسین احمد مدنیؒ کے حلاف انتہائی گندہ زبان استعمال کی اور اس طرح اپنا نقطہ نگاہ پیش کیا۔ یہی ان کا سلیوہ تھا۔ ادریش پر وہ اس کے سوا کچھ جانتے ہی نہ تھے۔ ان کا خلاصہ بیان اس پر ختم ہوتا کہ شیخ الاسلام حسین احمد نہیں مولانا محمد الیاسؒ ہیں، دوران کی قرابت میں دو چار زور دار کلمات کہہ کر اپنی تقریر ختم کر دیتے۔ آخر میں مولانا محمد الیاسؒ نے خطاب کیا اور صرف چند کلمات کہہ کر اپنی تقریر ختم فرمادی۔ مولانا نے فرمایا کہ

مولانا کی سیاسی رولے میرا کچھ سے الگ ہے۔ اگر میں ان سے اتفاق کرتا تو ان کی کفش پر لایا کرتا لیکن میں ان کی ذات کے حلاف کرنی لگا اپنی زبان پر لا کر ختم کی آگ خریدنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کے مرتبہ سے آگاہ ہوں۔ اس قسم کا احوال وہی لوجران کر سکتے ہیں جو حسین احمد کے درجہ و مقام سے واقف نہیں ہیں۔ اور نہ قرآنی اخلاق کی اسلامی حد و حد سے بہرہ ور ہیں۔

مولانا محمد الماجد دینا آبادیؒ مولانا حسین احمد مدنیؒ سے بیعت ہونا چاہتے تھے۔ لیکن مولانا مدنیؒ نے ان کی طبیعت کا اعزازہ کر کے جوئے انہیں مولانا اشرف علی تھانویؒ سے بیعت ہونے کا مشورہ دیا۔ اور وہ ان کے حلقہ میں شامل ہو گئے۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ مسلم لیگ کے حلقہ سیاست میں شیخ الاسلام تھے۔ ان کا مرتبہ و مقام بھی

اچھا چھاپا نہیں۔ جب کسی فن سے سولانا مانی کے متعلق سوال کیا گیا۔ انہوں نے عرض کیا یہی کہ کہ تمل سنت اسلام کی دلیل ہیں ؟

حضرت مفتی کشمیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ زانا وچرمد سے مسلم لیگ کے طرفدار ہیں۔ انہوں نے تحریک پاکستان کی جدوجہد کی ہے۔ ان سے پوچھئے کہ تملیہ غیرت اسلام کی دلیل تھے۔ اور لقر اسلام کا لرنہ یا ملت اسلامیہ کے لدار تھے ؟ اور ہندو اسکے اجیر ؟

ہم سولانا، قشام الحق نقاری کو دین کی بھاننے دیا کا انسان سمجھتے ہیں۔ ان میں واضح اور سمجھوں کے ناچو دیکھی حکومت سے ٹکراؤ کا حوصلہ نہیں۔ وہ سیاسی اقتدار کے انسان ہیں ان سے دریافت کر لیئے کہ سولانا حسین احمد مانی یہ آیات الہی میں سے تھے یا ہندو کے ایکٹ تھے ؟

ہن دونوں کے چٹاں کو لنگا مارا جسے سلطانہ میں لکھا ہے انہیں یاد ہوگا کہ ہم نے دیکھی پندرہ سو سال پہلے جانہ حیر کے ایک راجہ النقیہ بلی روجن ڈاکر مولوی اکرام الحق مرحوم کی دہائی میں ان کی س روایت کو لکھا تھا کہ۔ سولانا مانی وہ جانہ حیر اسٹیشن سے ٹرین میں جا رہے تھے تو ایک لکڑی کے دو بوجھوں ان کے ڈبے میں گھس گئے ایک نے سولانا مانی رک ڈا جس بچڑائی۔ دوسرے نے ان پر تھوکا۔ سولانا مانی نے آہ تک دئی۔

جب یہ روایت ان لوجھوں کے جانہ حیر سلم لیگ کے صدر ڈانا عظمیٰ کو سنائی تو سولانا عظمیٰ نے ان بوجھوں سے کہا کہ بڑھک یا لکڑی رہے میرا واقعی تہے جیسا کیا ان میں پر فر کر رہے ہو ؟

جب دونوں بوجھوں سے تصریح کی کہ انی ارا تہ وہ بکر آئے ہیں تو سولانا عظمیٰ نے کہا کہ اپنے وہب سے صفائی لگو۔ مانی یہ اہل اللہ میں سے ہے۔ اس نے دتوں رو ہنڈ رسول کی بچوں سے ملو وہب کشی کی اور استانا تہہ سے سلسلے چیز کہ حدیث پڑھائی ہے۔ مجھے کوس ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے مانی کے ساتھ یہ سوک کیا ہے وہ پالی میں آدھ جایش کے بائیں آگ جات لے گی۔

ڈاکٹر اکرام الحق نقاری ہیں کہ ان دو بوجھوں میں سے ایک تقسیم کے وقت دریا سے بیاس کی تہہ ہو گیا۔ اور دوسرے پاکستان میں آکر پٹنوں کی صورت ایک بلی لڈ رہی کے ہتھوں آگ کی ہتھی میں پھینک دیا گیا۔ اور وہ صدمہ ہو گیا۔

یہ تخی واضح اور بین شہادتیں ہیں کہ اس کے بعد کوئی جگر دار اور چھاسٹن قلم کار سولانا مانی رہ کی شان میں گستاخی کرنا اور قانہ اعظم کی آٹھ لکڑیوں یا ان کے ساتھیوں کو اجیر ملا۔ لکھا ہے تو حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک بد بخت انسان سے اور اسے اپنے لیس کی غلطوں پر ساری دیا کا قیاس ہوتا ہے اس قسم کے لوگوں سے دنیا کبھی حال نہیں رہی چارہ معصومی پر شہرہ بولہوں سے جیتہ دیکھنے کے ہیں

جو لوگ اپنے دل میں خدا کا خوف رکھتے ہیں وہ اسی قسم کی باتیں نہیں کہتے۔ اس نثر اڑھائی کا حوصلہ صرف انہیں لوگوں کو جرتا ہے جنہیں اپنے دل سے میں معلوم نہ ہو کہ وہ کس قسمی کا پتا ہیں؟

کجا دنیا میں نہ قائد اعظم ہے۔ علامہ اقبالؒ۔ رحمت مولاؒ حسین احمد دہلویؒ۔ اور دڑا ہوا عظیم آزادؒ۔ وہ پرانی بساط تمام تر لپٹ چکی ہے۔ اب ان سب کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے لیکن ان اکابر کی موت کو سالہا سال گزر جانے کے بعد بھی جو لوگ ایک کی آڑ میں دوسرے کو بڑا کہتے ہیں وہ بہر حال انسان نہیں ہیں۔ گراں قسم کے افراد سگنے پتھے ہی ہیں۔ مثلاً صحیفوں میں قادیانی امت کے دسترخوان کا درجہ تن تنہا اس طرز کا ہڈیاں بکے میں پیش کرتے ہیں۔ اور اکثر بیشتر آڑیوں کی جاتی ہے کہ علامہ اقبالؒ سے مرانا حسین احمد دہلویؒ کے متعلق درج ذیل قلم لکھا تھا۔

جسم جنون خدا در صور دیں ورنہ	روایت حسین احمد ایچ پور لکھی امت
سرود پر مرتبہ کلمت ارٹوں امت	چھ بے جبر مقام کلمت عربیہ امت
بہ مصطفیٰ برسال خولین واکہ دین جبر او امت	اگر ہاؤر سیدہ کی تمام پورہ امت



اشعار بالا اور مقالہ مجاز کے آخر میں درج ہیں۔ علامہ اقبالؒ نے ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء کو انتقال فرمایا۔ اور مقالہ مجاز نومبر ۱۹۳۸ء میں شائع ہوئی۔ علامہ اقبالؒ زندہ ہوتے اور اور مقالہ مجاز کی ترتیب دیکھیں گے شائع ہوتی تو یہ اشعار اس میں کس نہ ہوتے۔ علامہ اقبالؒ مرحوم شخصیات کی درجہ قدر سے بالادہ ہوتے۔ اور عمر کے آخری دور میں یہ چیریں ان کے قصہ ہی سے لگتا رہتی تھیں۔ انہوں نے اس طرز کے تمام اشعار اپنے کلام سے ہمیشہ خارج کر دیئے۔ اگر مزاجی استغنی ہی دیاست دہستے تو انہیں کم سے کم مولا نا محمد علی جوہرہ کا مرثیہ اور مقالہ میں ضرور متنازل کرنا چاہئے تھا۔ جو ایک دور نامے ہی کے صفحہ اول پر متنازل ہوا۔ اور کلمے کے تمام اشعار و نثر نقل کیا۔ اور شاید کوئی دوسرا مرثیہ اس پاسنے کا نہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی چیریں ہیں جو وقتی سیاست کے ساتھ نقل و کلمتی تھیں اور علامہ اقبالؒ ہی کے قلم سے نکلی ہیں۔

مثلاً حضرت علامہؒ سے علی بزدوان کی رباعی پر جو اشعار لکھے وہ سلم لیک کے اعلان علم مستندہ انیسر میں پڑھ کر سنائے۔ لیکن باگب ورا میں جب کہ ان کا ابتدائی دور تھا شائع کئے تو علی بزدوان کا ذکر کیا۔ اسی طرح مہاتما گاندھی کی تشریح میں چھ اشعار لکھے جس میں اس میں مرد پختہ کار و دن انیشین دبا صفا سے مخاطب کیا۔ وہ اشعار ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳ کے زمیندار میں چھپ چکے ہیں۔

علامہ اقبالؒ اپنی عمر کے آخری ایام میں قائد اعظم کے ساتھ تھے۔ لیکن نومبر ۱۹۳۱ء کے زمیندار



میں کھد ملی جناح سے میں پانچ شہرہاں میں چنگی لی اس طرح پہل جنگ عظیم میں غلام۔ سنے دلی کی بار کا ٹھونس میں تو  
 بندگی یک سندی کھ کر سانی۔ جس میں شہناہ انگلستان سے ستنق رو بد قصید سے کا اٹھنائی لٹو سکتے ہیں۔  
 جب یہ تمام تنظیمیں مشہورہاں کے باوجود غلام سنے اپنے کسی بلبر عہ میں شان میں نہیں گیں تو مولانا حسین احمد ملی  
 سے ستنق تین اشعار کا ارغوان سجا میں شامل کئے عانی اور، تو کس باس پر نہ تھی اور مدہی عاوشبے اس میں پہلا  
 اور بھی لکھ سکا کہ معلوم ہوتے ہیں کہ غلام افضل، سنے جس خیر سے متاثر ہو کر یہ اشعار لکھے تھے۔ اس کی حقیقت  
 سے آگاہ ہوتے ہی "روزنامہ احسان" میں اس مطلب کا ایک خط چھپوا دیا کہ مجھ کو اس مزاحمت کے بعد کسی قسم کا کوئی  
 حق ان پر اعتراض کرنے کا نہیں رہتا ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ میں مولانا کی حمیت دینی کے احترام میں ان کے کسی  
 عقیدت مند سے پیچھے نہیں ہوں۔

غلام اقبال، سنے جناب طاہت کو ایک خط میں لکھا کہ وہ مولانا حسین احمد ملی را کی تصریح کے بعد اپنے  
 اشعار کی لکھی کے لئے عذرت خواہ ہیں۔

اس حقیقت کی سانی کے بعد اگر کوئی قلم دراز یا دہاں دراز مولانا ملی را در ان کے وقت پر شہرہاں کر سکتے  
 تو وہ دعوت یہ کہ پاکستان کی فضا سے غلام فائدہ اٹھا سکتے بلکہ قائد اعظم اور غلام اقبال کی مددوں کو بھی مدد  
 پہنچانے کا سبب ہوتا ہے۔ اس قسم کے غلط کاروں کو پاکستان میں غالباً یہ تصور کئے جیتے ہیں کہ وہ کوئی تاریخی کارنامہ  
 سرانجام دے رہے رہتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے دل کی کالک اپنے چہرے پر مل رہے ہیں۔

(شکوہ حجت دورہ جناح ۱۹۰۰ء، ج ۱، ص ۱۰۰)

○  
 حضرت شیخ ملی

عالم و عابد ولی تھے شیخ      واقف و آئینہ نبی تھے شیخ  
 اہم دنیا کی راہ نشان کو      اور مرزاں کی روشنی تھے شیخ

(از ٹھونس علیہ خاتون)



ملاحظہ ہو "انوار اقبال" مرتبہ لٹیر احمد ٹلہ۔ میں نے غلام جناب سناہ حسن۔ سابق خاں سیکری حکومت  
 پاکستان شائع کردہ اقبال اکادمی کراچی۔

# اقبال = بنام = اقبال

ڈاکٹر اقبال حسین بی ایچ اے ڈی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

ۛ

کے کہ خردہ گرفت است حسین لہو؟  
 کہ گفت بر سر منبر کہ گفت ارطین است  
 در دست گفت محبت کہ قوم اردین است  
 زمان وطن کشوری و این نہ دانستی  
 تفاوت است فراوان میان ملت و قوم  
 بہ ملت ارچہ برناہیستی ست سرور  
 در قوم خویشی شہر اہل کھنہ را نامہ  
 طہائے گفت لہنہ را نکلن قوم باد  
 بقوم خویشی مطالبہ پیغمبران شکر  
 بلند تر بود نہ قوم تہبہ ملت  
 کہے کہ ملت اسلام نورسینہ اوست  
 مگر ہم وطنان در ہمسوا و استخلاص  
 سلوک وفق و مدارا بہ جاد و دی القرانی  
 محبت وطن است از شغف اثر ایمان  
 نظر ہر بودی و ناویدہ نور در افتادہ  
 رموز حکمت ایمان و فلسفی جتن  
 خودشن از سخن نامہنا گردیدہ تراست  
 بدو بوسہ در آگر نہات سے طلہ

زمان او عجمی و کلام در عربی است  
 در روح گوئی و ایراد این چہ بودی است  
 کہ استفادہ فرمودہ خدا و ہی است  
 کہ فرق ملت و قوم و لطائف ادبی است  
 سیکے زکیش و دیگر کشوری است نہیں است  
 و سہ بقوم جہازی بہ نسل مطلبی است  
 در صلہ پاک کہ ناشن محبتہ حرہ است  
 مگر بہ نکتہ کہ پے برو کہے کہ حلی است  
 پر از شکایت یا قوم مصحف حرہ است  
 کہ جبل دین قوی تر از شہرت حسی است  
 برادر است اگر رنجی است و حلی است  
 مجاہدان تعاون بزود شہت حق طلبی است  
 عمل حکیم اپنی و اتہام ہی است  
 ہمیں حدیث پیغمبر حدیثہ بانی است  
 دو گونہ مشیرہ جوصلی و لہر ہی است  
 تلاش در دست حرفان رہا رہے ہی است  
 کہ ہرزہ لاف زدن طیرانی و سہ ادبی است  
 کہ در نفس سلو و دانش توہمی است

نگہ را حسین احمد در حسدا خواہی  
 کہ نائب است نبی مادیم و آل ہی است

ۛ

تہذیب، تہجد و بی تنہا

# مکتوباتِ مدینہ

حضرت شیخ مدنی کے غیر مطبوعہ مکتوبات

حکرم العتصام زیدت عنایا نکم !

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - مزاج شریف -

آپ کا والا امر مجھ کو ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۰۰ء دیکھ کر حیرت و شگفتگی سے ڈھل گیا۔ آپ نے جو خط لکھا ہے اس سے کوئی دانا ماہر نہیں بھیجا مگر معلوم ہوا کہ یہ بالغ برحق تھا۔

مخبراً! مصائبِ منورہ بہ نسبت میں جن کی شاعت کرنا ضروری ہے، یہ ملک میں دورہ کرتا۔ قوم کی تنظیم کرنا ان کو پیدا کرنا نسبت منورہ سے ہے۔ لگو کیا گیا جانے فقط الرجال ہے۔ قوم مسلم بہ طرح کی کمزوری، نادبی و روحانی اصلاحی و جسمانی میں مبتلا ہے۔ اگر ملازمت، سکی حلسے تو میٹھ کس طرح یا اجاڑے اور اگر ملازمت میں وقت صرف کیا جاسے تو قومی کام کس طرح ہو۔ مریض کو طبیب کھنڈے۔ عداوت کریم چند کس تا یوں خصوصاً مسلمانوں پر رحم فرمائے۔ انشاء اللہ حسب ارشاد ایک چوڑا کھدر کے کپڑوں کا ڈاک میں ارسال کرتا ہوں۔

آپ میری زندگی کی داستان پر پختے ہیں۔ میری زندگی میں ایک معمولی طالب علم ہوں میری حالت معلوم کرنے سے کیا فائدہ؟ لائف میں لوگوں کی دلچسپی جاتی ہے جن کو نادمے کوئی خاص وقت دی ہو۔ ان سے مرہب اور قوم کو کوئی خاص فائدہ حاصل ہوا ہو۔ ہمارے جیسے ہزاروں آستے اور پٹلے گئے۔ حج

کے سید کی چون تو پرورد و کشت

بگ و برگ نہ سہ دارم در حیرت کہ دہشت ہی بچہ کار کشت دارا

میں امت مسلمہ کی غرض سے کچھ مختصر عرض کرتا ہوں۔

جہاں تک کچھ کو والدین سے معلوم ہوا ہے، نبی کریم سے ہمارے بزرگوں کا تعلق حضرت امام حسین

شہید کرنا یعنی اللہ تعالیٰ سے حسرت ہے۔ صلح فیصل آباد کے پاس موضع اللہ آباد میں چھارے اسلام میں سے  
 شاہ خزانہ ۱۰۱۰ ہجری اور کفار کے فتنوں کو جس کے نشانات اب محض موجود ہیں حج کر کے دینی پروردگار کی عبادت  
 اسلام اس زمانے سے کہ اب تک اس فتنہ میں دلوان ہوتے رہے یہ لکھ کوئی بڑی عبادت دینی صحت چھوڑنا خود  
 جن کو گڑھی کہا کرتے تھے۔ ہمارے والد مرحوم سید مصیب اللہ شاہ صاحب تحصیل سکول میں بیٹہ ہاشم تھے۔ ۱۰۱۹ھ  
 ہجری میں ماہ شوال ۲۱ تاریخ شب کھٹ پگوارہ کے میری پیدائش ہوئی۔ راکین کا وہ زمانہ ہے کہ میں پادریوں کی  
 لہجہ پر کھیل رہا تھا کہ والد محترم تبدیل ہو کر گھر ہی میں آگئے۔ جب لکھ کو بچشیں دلا اس آیا تو میں نے اپنے آپ کو اتنی ذہن  
 عورت موضع اللہ آباد پر۔ صلح فیصل آباد ہی میں ۱۱ چار برس کی عمر میں لکھ کو اساتذہ تعلیم میں داخل کر دیا گیا۔ والد صاحب  
 گھر میں قاعدہ بنوادی اور اس کے بعد پادری ختم و غیرہ پڑھائی تھیں۔ اور اسی وقت سے اردو سکول میں جس میں  
 صاحب بیٹہ ہاشم تھے اردو کی تعلیم حاصل کرنا تھا اس طرح قرآن شریف اور فارسی کی تعلیم گھر میں حاصل کرنا تھا اور اردو  
 لکھنا پڑھنا۔ حساب۔ مساحت۔ جغرافیہ۔ جبرج۔ اقلیدس وغیرہ سکول میں پڑھنا تھا۔

میری عمر کا بیڑا سال تھا جب کہ میں سکول میں پڑھ رہا تھا۔ وہ زمانہ ۱۰۲۹ھ کا تھا کہ یکایک والد  
 صاحب مرحوم کو خیالی ہوا کہ اس کو عربی تعلیم حاصل کرنے کے لئے دارالعلوم دیوبند بھیج دیتا چاہئے وہاں پر  
 پہلے سے میرے دو بڑے بھائی تعلیم پابے تھے۔ الفرض اسوں نے مجھے وہاں بھیج دیا۔ اور میرے وہاں پر عربی کی  
 ابتدائی کتابیں شروع کیں۔ ۱۰۲۹ ہجری سے شعبان ۱۰۳۱ ہجری تک میں وہاں ہی مقیم رہا۔ انیم فیصل میں سہ ماہ  
 پادریوں کے بعد والدین مرحوم کی زیارت کو وہاں آنا تھا اتنی مکمل قیام دارالعلوم دیوبند ہی میں رہا سانسے ست  
 برس کی تعلیم میں عربی علوم کی وہی کتابیں تقریباً ختم ہو چکی تھیں کہ والد صاحب مرحوم کو شوق زیارت مدینہ منورہ پیدا ہوا  
 آجانی وہیں کو درحمت کے مصداق راہ عربی شریفین میں گیا۔ اور ارادہ کر لیا کہ شعبان ۱۰۳۱ھ کے آخری ایام  
 میں روانہ ہو جائیں ہم پانچ بھائی تھے جن میں تین متاہل تھے۔ والدین مرحوم میں اور ایک بس اور ایک بھتیجہ۔ یہ بارہ  
 آدمیوں کا عائدان میاں سے روانہ ہوا ایک کی وجہ سے بچی کی ہند گاہ بند تھی۔ اس لئے فقط چالیس آدمی  
 کی اجازت تھی چونکہ ہم اور وہ کے رہنے والے تھے۔

اللہ ہم کو ہمت کلام میں بانٹنا۔ آگے حاجی ریزر دیشن کیسپ میں تقریباً ایک ماہ رہنا پڑا۔ شوال ۱۰۳۱ھ  
 میں سمانہ روانہ ہو کر ایک ماہ سے کچھ زائد میں حدہ پہنچا۔

۱۰ جو ہند سے روانگی سے پہلے حضرت صاحب للعالم عارف اللہ مولانا کشتیہ احمد صاحب گنگوہی قدس اتہ  
 امرتسرہم کی خدمت اللہ میں حاضر ہو کر طریقیہ حبشیہ نقشبندیہ۔ قادریہ۔ سمرودیہ میں بیعت ہوا مگر مولانا نے کچھ تفتیش و  
 فریانی جگہ کرنا کہ کچھ ترکہ مکتوب میں ہمارا ہے وہاں حضرت مولانا عالم مولانا اللہ احمد صاحب مکتوب حضرت

دو گروانا صاحب کے پیر و بھتیجے، ۱۷۰۶ء میں ان سے تعین حاصل کر لیا۔ مولانا سلمہ سے لڑایا کہ ہجرت کی بہت بدکاری تم کو وہاں سے وہاں ہونا چاہئے تو گروگان کی اہمیت رکھنے۔ اور اسی قسم کی ناکید حضرت حاجی صاحب نے موصوف کے لکھنؤ میں لڑائی تھی چنانچہ ہم گروگان میں سے سوائے والد صاحب مرحوم کے کسی سے بہت ہجرت نہیں کی۔ آپ اس سے کوئی مسلمہ کر سکیں گے کہ جو لوگ میرے نام پر ہجرت نہ کر سکتے اور پڑھتے ہیں وہ خلافت سکتے ہیں۔ میں نے مارا اس پر تفریق کی جگہ لوگ نہیں مانتے۔ موصوف میں دلچسپی کے واسطے میں پہنچ کر بعد از عوافہ۔ اسی حضرت مرشد عالم حاجی صاحب نے موصوف کی خدمت میں حاضر ہونا پڑا۔ اور پھر ہمیشہ خدمت اقدس میں رہنے کی اہمیت پائی وہی عنایت شفقت اور عنایت سے بد و ملازمت فرماتے رہے اور تعلیم سلوک بھی فرمائی۔ اور آخر وہ لوگ جو ادا لے کر سے خارج ہو کر وہیں سوزہ کو روانگی ہوئی۔ اور ۱۷۱۱ء میں وہاں پہنچ گئے۔ سال بھر کے لئے مکان کراہ پر کر رہا گیا اور والد صاحب نے جو کچھ نقد بعد مصارف سفر چاہا گیا تھا حسبِ حصص شریعت تم سبوں میں تقسیم کر دیا اور لڑایا کہ میں تو یہاں رہتا اور یہیں سونے کی نیت سے آیا ہوں۔

تم لوگوں کو راست یا رہے خواہ یہاں رہو خواہ ہندوستان چلے جاؤ وہاں ہی سگے پڑھنے پر خرچ کیا ہے سوائے موجود ہے۔ ہم سبوں نے وہاں کی اقامت کو ترجیح دی، انہیں ہم نے توجہ دے کر ایسے دوکان کی وہ مختلف طرح سے ناکام رہے۔ بالآخر میں نے ہجرت پر کثرت سے شوری کی۔ اور وہیں وہ رہیں کہ بھی جیاد ڈالی چند ماہ کے بعد لکھنؤ میں حضرت مرشد عالم حاجی صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کا مکان ہو گیا۔ اسی کے بعد ان کی تعلیم کے مستحق سلوک بھی شروع کیا۔ اور عرض رکھتے ہیں مولانا گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں ارسال کرنا ہوا۔ دلیقہ ۱۳۱۰ء میں حسبِ ارشاد مولانا حضرت اللہ علیہ تکمیل سلوک کی عرض سے بہرہ فرمایا تھے بھائی صاحب ہندوستان روانہ ہوا۔ اور حج سے فارغ ہو کر باوہائی ہمدان کے دربار سے نکلا اور مستطاب ہوئے جو نے ۱۱ بیج اول ۱۳۱۹ء میں براہ کراچی گنگوہ شریفین پہنچا اور وہاں سلوک طاعت کرنا اور حسبِ اجازت مرشد قدس اللہ سرہ العزیز پر کچھ عرصہ قیام کر کے رمضان ۱۳۱۹ء میں براہ ہند ۱۱ دی قندہ ۱۳۱۹ء میں لکھنؤ پہنچا اور حج سے فارغ ہو کر عزم ۱۳۲۰ء میں مدینہ منورہ پہنچا۔ وہاں اوفائیت سال تواتر مقیم رہا۔ علی مطالب کے سوا اور کوئی مشغلہ نہ معلوم رہا۔ عزم مقیم شریفی میں علوم عربیہ حدیث، تفسیر و فہرہ کی تدریس دیتا رہا۔ ۱۳۲۶ء میں میری اولیٰ کا انتقال ہو گیا۔ والد صاحب مرحوم کی یاد رکھنے ہوئی کہ جو کچھ جلدی آمدنی بہت کم ہے اور یہاں کی عورتوں کے اغوا بہت بہت زیادہ ہیں۔ اس لئے تم کو ہندوستان جا کر ایسے رشتہ داروں میں نکاح پائی کرنا چاہئے۔ حسبِ ارشاد مولانا دی قندہ ۱۳۲۶ء بمصر کی آخری تاریخوں میں وہاں سے روانہ ہو کر کراچی پہنچا۔ ۱۳۲۷ء کے ابتدائی مہینوں میں دیوبند پہنچا۔ اور حضرت شیخ اللہ قدس اللہ سرہ العزیز کے یہاں روانہ حدیث شریف پڑھنا شروع کیا جس کی



ہم عقائد میں اسلاف اور اہل سنت کے تابع ہیں۔ اور نرواح میں امام احمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہیں۔ وہاں کوئی خاص دہشت نہیں ہے۔ میری نظر سے چند سالے یہاں گزرنے پر جن میں نسبت ہی کشمکش میں لے دیکھی ہیں مگر تمام مسائل کو اور ان کے تمام حصوں کو دیکھنے کی اہمیت نہیں آتی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہماری طرف حج حج نہیں خلاف عقیدہ اہل سنت والجماعت نسبت کی جاتی ہیں وہ سب ملاحظہ فرمائیے ہم تہذیب اور میں طریق اہل سنت والجماعت کے تابع ہیں۔ البتہ بعض برائیوں میں ہم مخالفت کرتے ہیں۔ جن کے لئے ہمارے پاس کتاب وسنت اور اقوال فقہاء سے دلیلیں موجود ہیں۔ پر وہی تفصیل ان کے احوال کی وفد خلافت اہل سنت والجماعت علماء کی۔ والہی پر معلوم ہوگی۔ اس لئے ہم کہنا چاہتے ہیں کہ حاضر دور کی بات ہمارے علم میں ابھی تک کوئی بات ایسی نہیں آئی جس کی وجہ سے ابن مسعود اور اس کے تابعین کی تکفیر کی جاسکے۔ اور نہ ہم کو کسی طریقہ سے معلوم ہوا ہے کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عاقبت اور آپ کے نبی آخر الزمان ہونے کے متکرم ہیں۔ بلکہ ان کے دماغ سے اس کا قرا معلوم ہوتا ہے۔ تکفیر کا سمایہ سنت امر ہے۔ ذہب اسلام میں امن اور تکفیر کے برابر کوئی اور گناہ اور شرک و قتل نہیں تکفیر اور سنت کرنے والا خود کافر اور مشرک ہو جائے اگر وہ شخص تکفیر واقع میں سنتی تکفیر دہن ہو۔ اس لئے اس پر حرجات کرنا سمایہ بے عقلی کی بات ہے۔ جب تک ابن مسعود خلافت شریعت حکم نہیں کرتا اپنی عرب کو اس کی اعانت کرنا ضروری ہے اور اگر خلافت شریعت کوئی حکم کسے تو ایسے وقت میں کسی کی بھی اطاعت ضروری نہیں۔

سوائے افریقہ گورنٹ کی چیرہ دستیوں معلوم ہوتی رہتی ہیں۔ مگر یہ سب ہندوستان کی خلافت کا حیدر ہے۔ جب تک ہندوستان آزاد نہ ہو جائے ہر گز ہندوستانی حفاظت اور ولایت ہی کی فکر سے دیکھی جائے گا۔ انوکھوں کے ہندو قوم یہ اسی کے بیٹروں کو دلا بھی احساس نہیں۔ انہوں نے اپنی دل شکنی اور بے عقلی سے تحریک آزادی ہند میں وہ کام نہیں پیدا کر دی ہیں کہ اس طرح تک کے لئے آزادی ہند کا مسئلہ متاثر ہو گیا اور اگر یہی دلیل و مدار ہے تو تمام ہندوستان در را در براء ہوتا ہے گا اور کوئی صورت خلافت کی بے خبر نہیں ہوگی مسلمانوں نے ہندو قوم کی چیرہ دستیوں اور بے انصافانہ کارروائیوں پر برابر تین برس صبر کیا اور اب بھی کر رہے ہیں۔ مگر اب مجبور ہوئے کہ واقعت کے لئے قدم اٹھائیں اور ترکی حجاب دیں گورنٹ خوشیوں میں نہا رہی ہے۔ دونوں طریقوں کو کم و بیش پہلے عام اور پچاسی پر لگا رہی ہے۔ مگر یہ واقعہ امتیاز شرف و ارادہ اختلاف اور غیر مجید ٹھکرنا میں در را در قدم رکھنا سنتے جا رہے ہیں۔ اور ارادہ ہے کہ مسلمانوں کو ہندوستان سے بالکل ناپید کر دیا جائے۔ مسلمانوں کا عدالین کا کا نظریہ ہے دشمن اگر قریب سے لڑان قوی تر است۔ ہندوستان کے مسلمان اس وقت جنگ کے پائے ہیں اور گورنٹ ان کو ہر طرف پھینک رہی ہے۔ اور ہندوستان کے

ہندو قوم ان کی جان و حرمت، مال و منصب سبھی کے دشمن ہے جسے بیٹھا بندھی اور اجتماعی فرست کے ساتھ ہر قسم کی کاڈ لائی کر رہے ہیں۔ وہ گورنر اور دارن کے طریقہ پر ترقی و فادرت کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ جمہور و اعلیٰ تاجران کے ذریعہ سے کورٹ میں بھی نقصان پہنچا رکھا ہے۔ سنگٹن اور شدھی کے ذریعہ سے ہر قسم کا حملہ ہو رہا ہے۔ دہلی فراسیے اللہ تعالیٰ سلطہ اور مسلمانوں کی دست گیری فرمائے۔ والسلام واقعین پر سائن حال سے مستقیم سلوٹ، عرض کر دیجئے۔

حسین احمد غفرلہ  
 از سلہٹ خلافت آفس دارلحدیث۔ قارہ واقعہ



محترم المقام زید عابدی علیکم السلام  
 السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج مبارک۔

کل آپ کا دوسرا کارڈ باعث سرفرازی ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ میں پہلے سے اس ارادہ میں تھا کہ جن مصائب کا جناب مطالعہ فرما رہے ہیں ان کی نسبت کچھ لکھوں۔ مگر ہایت انکس سے کس پڑتا ہے کہ فرصت بالکل میں ملتی۔ اس وقت میرے سامنے میری تقریباً سو سے زائد خطوط کارڈ اور لفافے پڑے ہوئے ہیں جن کا جواب دینا ضروری ہے۔ کسی کئی لینے لڑنے کے جواب دے سکا۔ روزانہ پانچ سات خطوط آتے رہتے ہیں۔ مصائب کے لکھنے کے مطالبے طیورہ ہوتے رہتے ہیں۔ چونکہ میں لہذا حدیس قومی ملازم ہوں اس لئے تقریباً چار گھنٹہ روزانہ حدیس میں صرف کرنا ضروری ہے۔ پھر حرنی اور خصوصاً علم حدیث کی اعلیٰ درجہ کی کتابیں اور دوسرے فنون و علوم کی طرح نہیں کر پڑیں کہ مطالعہ و ترویج کی ضرورت میں ہوتی۔ یہاں تو کم از کم ڈیڑھ دو گھنٹہ مطالعہ کرنا ہی ضروری ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے طلبہ کے بھی حاجی اسماں ہیں۔ لوگ ملاقات کے لئے آکر روزانہ کچھ نہ کچھ وقت صولح کرتے رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ اپنے شخص اسٹائل ضروری ہیں جن کی وجہ سے دو چار خطوط کارڈ لکھ لگنی پڑتا ہے۔

آپ کا پراسل کا معلوم کس وجہ سے بیرونہ ہو گیا تھا ڈاک والوں نے کہا کہ ممالک خارجہ سے آیا ہے اس پر اس قدر ڈیڑھ رات ہے۔ اس لئے انہوں نے اس پر گیارہ آنے یا اس سے کچھ کم یا زیادہ لئے تھے۔ مغربی حیثیت سے تو وہ سمت میں قیمت تھا کہ اس میں خاک شعا اور دوسرے تبرکات تھے۔ مگر ظاہری حیثیت سے وہ اتنی قیمت رکھنا تھا جنہی آپ سے لکھنؤ پر امداد سے ٹیکس پر فرج کیا میں نے ہمیں دونوں ایک عربیہ، آپ کی خدمت میں پراسل پہنچے، اور یہ کہ میں انشاء اللہ بوقت فرصت مصروف نہ ہونے کا قصد کروں گا، اس کی اطلاع





# احادیث

## جزيرة العرب عن ابي



۱۔ لا يخرجون اليهود والنصارى من جزيرة العرب حتى لا يدخل الامم مسلم

رواه مسلم وابوداؤد وترمذى عن حماد

ترجمہ ۱۔ میں یہودیوں اور نصاریوں کو ضرور بالضرور جزیرۃ العرب سے نکال دوں گا یہاں تک کہ سوائے مسلمانوں کے یہاں کسی کو نہ چھینوں گا۔ اس کو مسلم، ابوداؤد اور ترمذی نے بواسطہ عمر رضی اللہ عنہ روایت کیا۔

۲۔ لأن عشتان شاء الله لا يخرجون اليهود والنصارى من جزيرة العرب

رواه ترمذى والحاكم فى المستدرک عن عمرو بن

ترجمہ ۱۔ اگر میں زندہ رہا تو انشاء اللہ ضرور بالضرور یہودیوں اور نصاریوں کو جزیرہ عرب سے نکال دوں گا اس کو ترمذی اور حاکم نے حضرت عمرو کے درویش سے روایت کیا ہے۔

۳۔ احريبا اليهود من جزيرة العرب رواه ابوداؤد والحاكم عن

ابى عبيدة بن عبد الرحمن بن عمار بن عبد الله بن مسعود

ترجمہ ۱۔ یہودیوں کو حبشہ عرب سے نکال دو۔

۴۔ اخرجوا يهود سحران من الحجاز رواه ابو بصير فى المعرف عن ابى عبيدة بن

ترجمہ ۱۔ یہودیوں کو حجاز سے نکال دو۔

۵۔ اخرجوا يهود الحجاز واليه - - حران من جزيرة العرب واعلموا ان

شتر الناس الدين اتحدوا قبوداشيا وهم مساجد روه اعلموا ان  
فى مسنده و ابوداؤد والحاكم فى المعرف والترمذى فى المعرف و ابن  
عساکر و ايضا القدسى فى المختار عن ابى عبيدة بن جراح قال اخرج

ما تحکم بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حال حد حکمہ -

ترجمہ - عواد اور اہل نجران کے یہودیوں کو جریرہ عرب سے نکال دو۔ اور بیان کر کہ سب سے بڑے ہیں جنہوں کے آپ سے پیغمبروں کی قبریں مسجد میں مٹائیں صحوت ابو سعید دست فرمایا کہ وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے آخری بات یہ تھی۔

۶ - ابن عثمت لا یرحم الیہود والنصارے منہم مہریرہ العرب حق لا اتک  
یہما الا مسلمہ دروہ الامام احمد و مسلم و ابودؤد و الترمذی و  
السنائی و ابن الجارود و ابو حوامہ و ابن حبان و الحاکمی لستدرک  
عن عمرو -

ترجمہ - اگر میں زندہ رہتا تو جریرہ عرب سے ضرور بالفرد یہود و نصاریٰ کو نکال دوں گا۔ تاکہ سوائے مسلمانوں کے کسی میں کسی کو پھونڈوں۔

۷ - لہن یقینت لا ادع جزیریۃ العرب دینین - رواہ ابن سعد عن  
عبید اللہ ابن عبد اللہ بن عتبہ مرسلہ  
ترجمہ - اگر میں باقی رہتا تو جزیریۃ العرب میں دو دین نہ پھونڈوں گا۔

۸ - لیس علی مؤمن حرباً ولا یجتمع قبلتان فی جزیریۃ العرب رواہ البیہقی  
عن ابن عباس -

ترجمہ - مسلحوں پر جزیریہ نہیں سے اور دو قبیلے جزیریہ عرب میں جمع ہونے جائز نہیں۔

۹ - قاتل اللہ الیہود والنصارے اتحدوا قبور انبیاء ہم مساجد لابقیان  
دینان یارح العرب - رواہ البیہقی عن ابی عبد اللہ -

ترجمہ - خدا اور کہ کرم یہود و نصاریٰ کو قتل کر کے کہ انہوں کے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو مسجدیں بناؤ والا۔  
عرب میں دو دین باقی نہ رکھے جائیں۔

۱۰ - لا یبقی فی جزیریۃ العرب دینان رواہ الامام احمد عن عائشہ -

ترجمہ - دو دین جزیریۃ العرب میں باقی نہ رکھے جائیں

۱۱ - لا یجتمع دینان فی جزیریۃ العرب رواہ البیہقی عن امین عمرہ -

ترجمہ - دو دین جزیریۃ العرب میں جمع نہ ہوں۔

۱۲ - یا علی ان ولیت الامم نبوی فاحرج اهل حبران من جزیریۃ العرب

رواہ الامام احمد عن عمرؓ۔

ترجمہ ۱۔ اے علیؑ اگر تم میرے بعد مسلمانوں کے حاکم بنائے گئے تو اہل بحرین کو جزیرۃ العرب سے نکال دینا

۱۳۰۔ عن ابن عمرؓ قال قال عمر لا تفرحوا باليهود والنصارى بل ابدنہ

توفي ثلاثة قده وما يبغون سلعة دقال لا يجتمع دينان في جزيرة العرب

رواہ داؤد و ابن مہدیہ ۲۔

ترجمہ ۱۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ کو یہ جزیرہ میں تین

دن سے زیادہ نہ ٹھہرانے دو۔ یعنی جس مقدار میں کہ وہ اپنی جو زمینوں و سامان تجارت، اُکو فروخت کر سکیں۔ اور فرمایا کہ

دو دن جزیرہ عرب میں جمع نہ ہونے چاہئیں۔

۱۳۱۔ عن ابن شہاب قال سمعت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما اتاه الشلح و العقیقین

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یجتمع دینان فی جزيرة العرب

طاب لہما عمر یہود حبیب و رواہ ملائک و السجقہ ۳۔

ترجمہ ۱۔ ابن شہاب زہری فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے سمت آپؐ کی یہاں تک کہ ان کو نعیم اور الطینان

حاصل ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دو دن جزیرۃ العرب میں جمع ہونے چاہئیں

اس لئے حضرت عمرؓ نے خیبر کے یہودیوں کو خیبر سے شہر بدر کر دیا۔

۱۳۲۔ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال قل

وفاة لا یبقی فی جزيرة العرب دینان (ابن ماجہ)

ترجمہ ۱۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات سے پہلے فرمایا کہ جزیرۃ

العرب میں دو دن باقی نہ رہنے چاہئیں۔

۱۳۳۔ عن علیؑ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یترک بارض العرب

دینان دین مع الاسلام (رواہ ابن حبیر بنی تمذیبہ)

ترجمہ ۱۔ حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عرب کی زمین میں دو دن دیکھنے

چاہئیں۔ دو سرکاری دین اسلام کے ساتھ۔

۱۳۴۔ عن ابی عبیدہؓ انہ اخبرنا حکم بن ابی صبیح عن ابی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اخبرنا

اليهود اهل الحجاز و اهل بحرین من جزيرة العرب و اعدوا رب بشر

لناس الدين اتحدوا فبئذ انشأتم صاحبہ (رواہ الامام احمد و

۱ ابو یوسف -

ترجمہ حضرت ابو یوسف فرماتے ہیں کہ آخری گنگو دسوں اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بی بی معنی کہ میوہ الہی مبارک اور اہل نجران کو مزیدۃ العرب سے نکال دو۔ اور عمان کو کہ سب سے بہتے وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو مسجدیں بنالیاں ۱۱



حکزم القام

دیکھو کہ حکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مروج شریف۔

عرصہ کے بعد دالانامہ باعنت سرکاری ہوا۔ یاد آوری کا شکر یہ ادا کرتا ہوں۔ اپنی بہن کی اماں کی طرف توجہ دیا بہت خوب اور بہتر ہے۔ اسی میدان میں قابل اطمینان کام کرنے والی صوبہ آجھا میں ہیں۔ ترجمہ مسلم دیکھ کر کہیں۔ اور امارت شریعہ پھیلانی شریف ہوا۔

میں ایک مالائق وہ ناکارہ خادم قوم ہوں۔ آپ کو اس طرف توجہ کرنی کہ اخباروں کے پرچے محفوظ رکھیں اور ان کے شائع کرنے کا طریق کریں یہ سب موقع ہے۔ دغا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی کی مکمل توفیق عطا فرمائے اور مسلم قوم کو احساس اور نعرہ دہائی کا سہارا دے۔ آمین

دارالعلوم دیکھو کہ علم دیکھو کہ مرکز ہو گیا ہے اس وقت میں تفریق گیارہ سو چھپا مشہر طالب علم اس میں مختلف علوم و فنون کی تعلیم پاتے ہیں۔ جن میں نو سو سے زیادہ باہر کے طالب علم ہیں۔ ان میں ترکستان۔ چینی۔ بھارت افغانستان۔ بلوچستان وغیرہ کے طلباء کی بہت بڑی تعداد ہے۔ انہوں نے ان دنوں ملک سے امداد و اعانت میں بہت کمی ہو رہی ہے۔ اس سے اسی پر مصروفیت کا باعث زیادہ ہے عمارت دہلی طلبہ میں بہت کمی ہے عمارت کی بہت حاجت ہے۔ اہل ذہن اور سادہ فہم فرقہ کے ماحول سکولوں کو اسی طرف خصوصیت سے متوجہ ہونا چاہئے بہت بڑا صدقہ حدیث ہے اور نہایت ضروری کام ہے۔ امید ہے کہ اس کا ہمیشہ وہ فرقہ العادت حیاں دکھا سکتے گا۔ جو نہ صرف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تہذیب سے جلوہ ہو گیا تھا وہ فرقہ کی ہر یا امریکن یا اور کسی ماحول اسلام کی وہ مردود ہے۔ ہمارا مصلح نظر صرف نبی عربی (روحی مداح) علیہ السلام کی تہذیب اور ان کا طریق تمدن ہونا چاہئے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی داغی سبک گمان تھی۔ طول و عرض کہتی تھی۔ اس میں گنگو کی باقی تھی۔ بوقت و نماز میں مسجون انگلیوں سے کیا جاتا تھا۔

چونکہ وہ اتباعِ سنت میں بہت زیادہ محنت میں رہے تھے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دائرہ صلی مبارک ایک شہسی جوتی تھی۔

خلاصہ یہ کہ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشابہت اور آپ کی تابعیت اور انہیں ہر قسم کی فلاح و سبوتا ہے۔ اور کشمالانِ عداد رسول کی مشابہت اور ان کی تشبیہ کی تا بعد انہی میں ہر قسم کی بلاکت کا خوف ہے اس لئے کوئی پیش ہو لیسہ پرہ نہیں جو یہ تک کہ وہ عدا اور اس کے مقرب بندوں کے بغیر ہیں سے۔ ہو یہ اغیار کے عین سبب ناجائز اور مبہوت ہیں۔

حضرت امام مہدی م قیامت سے پہلے بلکہ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام۔ اور خروجِ دجال و نختہ خروجِ دجال و دائرہ الارض و طلوعِ شمس من المغرب و غیرہ سے پہلے ظاہر ہوں گے۔ قیامت میں تو تمام اجیا۔ اور اولیاء کا اجتماع ہوگا۔ حضرت امام مہدیؑ دنیا میں مہمب اسلام کی زندگی اور اس کی تقویت کے باعث ہوں گے وہ اس وقت میں طور فرمائیں گے جب کہ دنیا ظلم و ستم سے بھر گئی ہوگی ان کی وجہ سے دنیا جس عدل و انصاف۔ دین و ایمان سے بھر جائے گی۔ ان کا اور ان کے ہمب کا نام صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اور آپ کے اولاد کا نام کے نام کے مطابق ہوگا۔ صورت بھی آپ کی صورت کے مشابہت ہوگی۔ آپ ہی کی اولاد سے ہوں گے۔ پس حضرت حاضر میں شدت اس لئے انہما کی نسل میں سے۔

مکو مسئلہ میں ظاہر ہوں گے۔ اول جرحا امت ال کے آنحضرت پر معیت کرے گی وہ میں سو فیروز آدمی ہوں گے حسب وعدہ اصحابِ بدر اور اسی پہ طاقت۔ لوگوں میں بیکارگی انقلاب پیدا ہوگا۔ مجاز کی اصلاح کے بعد سیرت اور فلسفین دھیرہ کی اصلاح کریں گے۔ ان کا دارالسلطنت بیت المقدس ہوگا۔ ان کی حکومت پانچ (۵) یا سات یا نو برس ہوگی اس بارہ میں صحیح روایتیں تقریباً پالیس میری نظر سے گری ہیں۔ اور حسن اور ضعیف بہت زیادہ ہیں کرمدی شریف مستند کہ حکم۔ ابو داؤد۔ مسلم شریف و غیرہ میں یہ روایت موجود ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمائے ہیں کہ اگر قیامت آنے میں صرف ایک دن باقی رہ جائے جب بھی اللہ تعالیٰ مہدیؑ کو ضرور نظر ہر کرے گا اور قیامت ان کے بعد لائے گا۔ لہذا اس میں بجز تسلیم کوئی چارہ نہیں۔ بہت سے جھوٹوں نے اب تک مہدیؑ ہونے کا دعویٰ کیا مگر کسی میں یہ علامتیں نہیں پائی گئیں جو مہدیؑ ہونے کے متعلق ذکر کی گئی ہیں۔

میں نے ماننا ہے سے پہلے درجہ مندرہ کے کتب خانہ میں تلاش کر کے صحیح صحیح روایتیں جمع کی تھیں مگر انکو کسی کہ وہ رسالہ "دوسری انقلاب" میں جاننا۔ اب میرے پاس وہ نہیں رہا۔ اور جن لوگوں نے اس کو نقل کیا تھا وہ بھی وہ دفاتر ہ گئے اور رسالہ بھرنے لگا۔ والسلام۔

دعوتِ صالحہ اور دعوتِ نجات سے یاد فرماتے رہیں۔ موصوفہ عیسیٰ میں بھی شیخ اکبر صاحب نے اسی کے احوال اپنے کشف سے صحت ذکر فرمائے ہیں۔

میں آپ کو پھر فریب دلاتا ہوں کہ دارالعلوم دیوبند کی ادارات بہت بھید اور سرور کی ہے جس سے ممکن ہر اس کو راز میں ترقی دینا انہیں ضرور کی ہے۔ والسلام

شکستہ کلاں  
حسین احمد غفرلہ

۲۲ ہفتہ النظر ۵۳ ۵۳



مختم المستام ربہ من بانکم  
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ  
شیخ شریع

واللہ اعلم بالصواب اور اس وجہ سے اکثر اصحاب اور بزرگوں کے خطوط چڑھے رہتے ہیں جو اس کی ترمیمی نہیں ہوتی۔ اس قدیم الفرضی پر آپ کا ایشاد ہے کہ مولانا شیخ احمد کے کچھ احوال آپ کی خدمت میں پیش کر دیں میرے مختم پر ہفتہ نو کبریاں لکھی گئی ہیں۔ مولانا سید امیر حسین صاحب نے تقریر پر حضرت شیخ الحداد کی سونے کی کھڑکی سے اس سے کچھ احوال معلوم ہو جائیں گے۔ میں نے احمد آباد جیل میں اردو کیا تھا کہ اپنی سلوٹ کو مولانا رحمان علیہ السلام کے تعلق غم بند کر دیں کچھ مصالحتیں جیے کیا گیا مگر ایک ایک ٹکڑا پیش کیا جس کی بنا پر کاغذ قلم دولت و تیرہ چین گئے۔ پھر اس کے بعد کوئی دوست ہی نہ تھی۔ حضرت شیخ الحداد بیوم و حضور نے دس پارے تیرہ کے بعد کستان میں لکھے تھے۔ باقی دس پاروں کے تراجم حضرت رحمان میں تحریر فرمائیں اس وقت عبارت قرآن شریف کی میں لکھتا تھا اور حضرت اردو میں ترجمہ قلم سے کر دیا کرتے تھے۔ میرا کوئی علاقہ نہیں ترجمہ میں نہیں۔ حضرت مولانا علیل احمد صاحب مدینہ منورہ میں وفات کر گئے۔ ان کی ایہ عمر تیرہ تھی کہ آج کوئی اولاد نہ ہے ہمیں ہے سماجیت بھائی صاحبی مقبول احمد صاحب مدینہ منورہ میں موجود ہیں۔ ایہ حضرت مولانا علیل احمد صاحب کی بڑی صاحب زادی جو کہ پہلی بیوہ تھی سماجیت میں موجود ہے۔ آپ اگر تقریرت کا خط تحریر فرمائیں تو مولانا احمد اللطیف صاحب ناظم مدرسہ مظاہر العلوم سماجیت کے نام تحریر فرمائیں۔ موصوفہ مولانا مرحوم کے داماد ہیں مگر ان کی بیوہ وفات کر چکی ہیں۔

کچھ طلبہ صاحبان شہدہ اور کچھ طلبہ مدینہ دہلی میں موجودہ دائرۃ اہتمام کے رجسٹرار کا ایوانی کبھی

تیس برس سے مدرسہ کی حد نہیں پہنچاؤ گئے ، اس لیے مخالف ہو گئے ہیں ۔ اور انہوں نے مزارع شریف و شہب ، مساد و شہادت مینا کر رکھی سے ، بقصد یہ ہے کہ یا تو موجود اسٹاف بالکل علیحدہ ہو کہ مدرسہ ہمد سے قبضہ میں لیتا آجاؤ گئے یا مدرسہ بالکل فنا ہو جائے ، اور پھر نکلے بیرونی ہاتھ اس میں خفیہ طور سے کام کرنا ہے ۔ اس لئے دشمنوں کی طرف سے یہ ہے کہ جس طرح جو ملتان سے دیر بند کی اجتماعی قوت مائل ہو جائے ، یہ مدرسہ بر باد ہو جائے ملتان سے دیوبند کا اثر عام مسلمانوں سے اٹھ جائے ، اس لئے وہ بیرونی ہاتھ حصہ کارہ دانتیاں کر رہے ہیں ۔ اور یہاں کے ناواقفیت انڈیش ٹوگ ان کے اشاروں پر کر رہے ہیں ۔ خدا انجام بیکر کرے یہ لوگ ہر طرح کے فساد پر پاکر رہے ہیں ۔ اور مدرسہ کو بنام کر کے میں کوئی دقیقہ انہوں نے باقی نہیں رکھا ہے ۔ طلبہ کو درنگ ہے ہیں ان سے اسٹریٹنگ کر لیتے ہر نئے مدرسہ کی بنیادیں کھودتے ہیں ۔ اسلام کا ستارہ چوکنگ گین ہیں کہ اسے اس لئے ہر طرف سے اسی قسم کی منتر حشیانہ خبریں آ رہی ہیں ۔ امید ہے کہ دعوات صالحہ اور خدمات لائقہ سے ، فراغتیں ۔ والسلام ۔

نگاہ سلط

حسین احمد خضر

از دیوبند ، استاد محترم شیخ الحدیث مولانا محمد سعید

۱۶ رجب المرجب ۱۳۷۶ھ



محترم المستام زید محمد کم  
اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ مزارع شہادک ۔

جناب کا والا نامہ نمبر ۲۱۰ ، دسمبر ۱۹۶۱ء ، جنوری کو پہنچا میں سوار دسمبر سے یہاں سے روانہ ہو گیا تھا کیونکہ بلگام میں حلاوت کا نفرین کا سالہ ۔ اجلاس تھا اس میں شرکت کے لئے مرکز ہی سے دعوت آئی تھی ۔ اور ضروری قرار دیا گیا تھا ، اس لئے میں چند مقامات پر ضروری کاروبار سمجھنے ۔ عرضیکہ ۲۳ ، دسمبر کو لکھی ہوتا سوار بلگام پہنچا وہاں پر اجلاس ختم ہوئے سے پچیس سالہ ۔ اجلاس جمعیت بنانا منقذہ مراد آباد کی شرکت کے لئے مجبور کیا گیا ۔ جو کہ ۱۱ جنوری کو شروع ہونے والا تھا ۔ اس لئے پیارم ٹریڈ ۔ مدراس یعنی سوات دیوبند جہاں مراد آباد پہنچا ۔ وہاں سے فائدہ ہو کر لوگانالی کے جلسوں میں شرکت کرنا ہوا ۲۵ جنوری کو ملت آ یا تو حساب کا والا نامہ ۱۱ جولائی اس کے متوا اس سے نانہ اور جملہ ستنے ہو کر اس ڈیڑھ ماہ کی مدت میں جمع ہو گئے تھے ۔ ان سنیوں کا جواب دینا بھی ضروری تھا اور حریکی سلسلہ جس کے لئے یہاں قیام ہے اس کو بھی احکام دینا ضروری ہے ۔ لقیہ و دعوات



ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ امر پڑھ لیں یا آدھوں کے اسمیں میں سے بہت۔ اور یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ بعض پہلی قرین اس قسم کے اشتہادات شائع کر کے بدلیہ مکر و مدح اپنے مخالف لہجہ کو حاصل کرتے ہوں گے۔ بہر حال کوئی قابل اعتبار چیز نہیں ہے۔ ان اشتہادوں میں قبر شریف کے پاس سے کسی پیر کا حاصل کرنا بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ حالانکہ قبر شریف اور لوگوں کے درمیان میں دو دیواریں ایسی عالی ہیں کہ وہاں تک جانا ممکن ہی نہیں۔ کوئی اور دائرہ بھی نہیں دکھا گیا جسیر کی جالی ہے۔ جس میں خاص خاص اوقات میں خاص کو جاسکتے ہیں پھر قبر شریف تک کسی طرح آسانی ہوئی۔ جس قدر کہ اسے اسٹان مرسلے کی ذکر کی گئی ہے وہ بھی سچ ہے۔ فقط ہندوستان میں ہی سالانہ تقریباً بیس لاکھ آدمیوں سے زیادہ مسلمان مرلتے ہیں۔ اور تمام دیہات سے ڈر کوئی حد نہیں۔ پھر اس میں بھی قدر اچانک ملنے ڈر کئے جاسکتے ہیں۔ اس سے زیادہ فرمیں اور بار ایشہ اسی بے حدت ہمسیر ہر ملے ہیں۔ آفتاب و آفتاب۔ غوث و جبر و جبر۔

حضرت قرآن کے سے ترمذی شریف میں وہ صاحب وہ عمل دیکھ میں جس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بتلایا تھا۔ جب کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ لہ اپنے قرآن کے حفظہ کے لئے کی کتابت کی تھی۔ اس عمل کو حافظہ سورت کر ہی ایشہ۔ شہ شہید جلیلہ حاضر ہو گا۔ دعوات صالحہ سے راہوشی نہ فرمیں۔

والسلام  
تکب اسلام حسین محمد خفرا

از دارالعلوم دیوبند۔ آستانہ عالیہ حضرت شیخ الحدیث علامہ

۱۰۶ و تقسیم ۱۲۵ ۱۲ ۵



مختم مقام پر چسبہ کم  
اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ  
مراجہ سادک

دعوت کے بعد والا نامہ آیا۔ حال معلوم ہوتے۔ میں نے دیر بند کا تعلق ملازمت دہلی میں چھوڑا اور حبیب کس کوئی شخص صمد مدنی کی خدمت کام دیتے والا نہیں آئے گا نظر ہر میدان سے جدا ہونا میری ہے۔ والسلام عند اللہ۔

میں سلسلے میں بعض قطعی کے ایام میں وہاں کے لوگوں کے سخت تقاضوں پر چلا گیا تھا پھر قطعی دعوات پر سبیاں پہنچ گیا۔ جناب حضرت شاہ صاحب ان دنوں دیوبند ہی میں ہیں۔ مگر خبر ہے کہ حضرت شاہ صاحب

حدیث ڈا بھیل منیع صورت میں چلے جائیں گے۔

کسی صحیح پاحسب بلکہ ضعیف قابل عمل روایت سے ادا ان کے وقت انگلیاں چوسنا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور آپ نے ارشاد فرمایا۔ جو روایتیں اس باب میں ذکر کی جاتی ہیں وہ یا تو مرفوع ہیں یا حد درجہ کی ضعیف ہیں۔ اس لئے اس کو عبادت اور وہی امر کھڑا کرنا سخت نادانی اور اطلالی سے ہے۔ ہاں بعض مشائخ سے ثابت ہے کہ یہ عمل آنکھوں کی بیہوشی کے لئے مفید ہے اس لئے وہ انہوں کو کرنا جائز ہو گا۔ بہر حال لوگوں کو نرمی سے کھانا دینا چاہئے۔ ادا ان کے خیالات کو درست کر دینا اچھا ہے مگر انہوں نے ٹھکرنا، گالی گلوچ کرنا، فستق و نسا و خصوصاً جھلا کے ساتھ اٹھانا، نارنجیاں کھانا، اور چونکہ خود کھانے سے گرام اناسس اس کو دبی اور دہی امر کھانے لگتے ہیں اس لئے اعراض ادا ان سے۔

کافروں کے لئے تہذیبی آیت کا لکھا جائے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حدود کسرتی و قیصر و قیصر نس و غیرہ کفار ملک کو سکھے ہیں ان میں قرآنی آیتیں لکھی ہیں۔ حلال کو حلال تو ہیں وہ ہر گج برابر ہے۔ بلکہ حد میں زیادہ تھا۔ خصوصاً جن جنوں کا حد آپ نے تحریر فرمایا تھا۔ اس لئے کہ کسرتی کے لئے اس کو چاک کر ڈالا۔ تہذیب کو کفار بھی احترام سے رکھتے ہیں۔

ہارقا میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قیصر و دم کو آیت جسہ اللہ الرحمن الرحیم لکھ کر دی تھی تاکہ اس کے سر کا درد جاتا رہے۔ چنانچہ جب وہ تاج محمد میں حضرت حمزہ کا لکھا ہوا تہذیب تھا۔ سر پر رکھتا تھا۔ درد موقوف ہو جاتا تھا اور جب تاج انار تھا درد پھر ہونے لگتا تھا۔ تاہم اولیٰ ہی ہے کہ آیت لکھ کر ان کو نہ دی جائے۔

عید کی تبریک اور کارڈ کا شکریہ ادا کرنا جوں و جہات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔ والسلام

حسین محمد عظیم

از دارالعلوم دیوبند آستانہ عالیہ حضرت شیخ الحدیث

۲۱ دلفیورہ ۱۳۴۶ھ



محترم المقام رہنما

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزین شریف۔  
آپ کا والا نامہ باعث سرفرازی ہوا۔ میں لیکر معمولی طالب علم ہوں جو کچھ آپ پر پڑھیں گے اپنی لیاقت

کے مطابق عرض کر دوں گا مگر کیا کروں درست نہیں جہتی مسائل صحت زیادہ ہیں اور پھر ہی کسل اور ہلاکت اور بھی زیادہ ترسہ راہ ہوتے ہیں آپ کے اجوبہ بعد اسکا عرض کرتا ہوں

سوال ۱۷۔ اگرچہ بعض اوقات گھبراہٹ کے مسائل ذکر کرتے ہیں مگر اس کے ساتھ ہی اس عام کی خبر بالاعتقاد نرد کاغذ و موافق سطر ہے۔ مگر کسی طرح دلچسپ سے تفصیل کے ساتھ جہتیں جو حضرت سیدنا راج سعید میں سے منع کرتے ہیں وہ بہت زیادہ مظلوم ہیں۔ بلکہ اس عام کا جاننے کے لئے دہر یعنی ہر دم مسلمان غالب ہو یا کوئی شخص اپنے ذہب اور دل، امام کے موافق اور اسے نیکہ کر سکتا ہو اس وقت ہی دلچسپ صحیح ہوگا اور اگر سلف میں تاجر کرنا چاہئے اس وقت کسی کو اس عام قائم ہو جائے۔

سوال ۱۸۔ اس جہاد میں جو کہ حسب قاعدہ شریعت قائم کیا گیا ہے یا امر نام مسلمین منفرد کسی عربی مخالف کے قتل کرنے سے مسلمان قاتل صحت ہو سکتا ہے اور ہوگا۔ مگر وہی اور صحت اسلام، باعری مصالح اور سالم و درہ کا فر عربی جس کے ساتھ ایمان سلام یا دوسرے مسلمانوں سے صلح کر رہی ہے اس کے قتل کرنے سے صحت گن مگر ہوگا اور بہت زیادہ عذاب کا مستحق ہوگا۔ اگر کسی عربی مخالف کو میر جہاد میں اور دوسرے قیدیوں کا مستحق ہے۔ اگر وہ عربی کسی دوسرے سے قتل ہی کیوں نہ ہو۔ بلکہ اگر کا فر عربی ملکر مے اور پھر قتل کرنے والا اس کا حالت ہی میں قتل کرانے تو کوئی گرت نہیں ہو سکتے۔

سوال ۱۹۔ اس پر بھی مال کی وصیت باطل اور گناہ ہے اس کے لڑکوں کو اس پر عمل ذکر کیا جائے۔ باب، بادشاہ، استاد و جبرو کی اطاعت اس چیز میں ضروری ہے کہ جس میں خداوند ہی ایزال نہ ہو۔ لاطاعۃ لحدوثی فی معصیۃ الخالق۔

اس گنبد و غیرہ کو توڑ ڈالنا چاہئے بشرطیکہ کوئی ایسا قصور لازم نہ آئے جو کہ کسی سے بھی بڑگناہ ہو۔ عورت کا خیال باطل ہے۔

سوال ۲۰۔ جیل پر جس کے علاوہ مختلف مقامات پر اسم مبارک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوا بجزت تو کوئی نہ دیکھا۔ وادشاہ اعلم۔

جناب مولانا علیل احمد صاحب کے تشریف لکھنے کی کوئی حیرت نہیں۔ اصحاب و تابعین سے سلام مسنون عرض کریں اور دعوات صلوات و خدمات لائق سے فرزند کشوں نہ فرمائیں۔ والسلام۔

غیب اکابر حسین احمد عفری

ادریہ ہند آستانہ عالیہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سعید رحمہ - ۲۰ محرم الحرام ۱۳۴۹ھ



## حضرت مدنیؒ اور حضرت تھانویؒ

امیاءِ عظیمہ اسلام کے سوا باقی تمام انسانی طبقات میں اختلاف رائے نہ رہتا ہے۔ اور اسے بھی ہے۔ اور ترقی دنیا تک سب سے گا۔ اختلاف آج کل کے انسانی ذہنی دماغ کے تصور کی نشانی ہے۔ اسی طرح صلی راہت کا کسی فرد کی سستہ میں اختلاف امام الانبیاء سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد وامت میں "رحمت" ہے۔ مفسرین کو امام کی تالیفات کا تصور محمد بن کی تشریحات اور ائمہ مجتہدین کے استنباط میں اختلاف کوئی سی بات نہیں اور نہ ہی کوئی شعی عیب ہے۔ البتہ حسب متعلقین اختلاف کو حلاف اور ضد کی شکل دے دیتے ہیں قرہ و کھانے رحمت کے رحمت بن جانا ہے۔

برصیر کے سلمان جاسے ہیں کہ شیخ العربیہ و اہم مولانا مسیحہ حسین احمد مدنی اور شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی قدس سرہما کے درمیان کسی قدر شدید سیاسی اختلاف تھا مگر جن دو بروں کے درمیان اصلاح اور موافقت عقیدت اور احترام کا اندازہ صدر جو ذیل واقعہ سے ہو سکتا ہے۔

مولانا عثمانی کے زور بزرگ سوالنا مطلوب الرحمن عثمانی کی مجلس میں کسی سلسلے تحریک پاکستان کے علمبرداروں میں حضرت مدنی کے متعلق نامناسب بات کہہ ڈالی تو آپ سے سخت طعن میں آکر فرمایا کہ تم باکوئی اور کیا جان سکتا ہے کہ مولانا حسین احمد کی ہیں اور ان کا کیا مقام ہے؟ میرا طودیہ حال ہے کہ میں کھن مولانا کی تکلیف کے خیال سے کھہ رہتا ہوں وہ ہیں اسی کو ضروری نہیں بھون۔ مولانا حسین احمد کا دل جتنا روشن ہے آج کسی کا نہیں ہے۔

دہشتگردان دہلی بہت گھست ۲۰۱۶ء

اسی طرح حضرت مدنی اور حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان بیگانگی  
اختلاف تھا مگر یہ سیاسی اختلاف رجحان سیچہ کے منظر پر نظر انداز ہو سکا ذیل  
یہاں دونوں علیحدہ علیحدہ کی ملاقات کا ایک منظر پیش کیا جاتا ہے۔ جو کہ حضرت مولانا  
الحاج حافظ ریاض احمد صاحب اشرفی قاضی خلیفہ سید عثمانیہ سولہ لاکھ روپے کی  
کاچنم دید ہے۔ ادارہ جہاد حافظ صاحب کا صدقہ الی سے لنگر گزرا ہے کہ انہوں نے یہ  
گراں قدر رواد عمارت لودھی، جہاد، نقد، محسن الجزائر، علیہ السلام،



ان سے تقریباً چالیس برس پہلے کی بات ہے کہ سیدہ آفا زبوانی میں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی  
تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تھانوی صاحبوں حاضر ہوا تھا، ان کا کہنا ہے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے ناوہ دوستانہ  
کے حضرت کی طرف سے سحر و جہنم ہونے کے ساتھ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اکثر امور کی انجام  
دی کے سلسلہ میں تھانوی صاحب کا رد جو دیکھتے سنتے، حاضر ہوتے اور ان پر عرض کیا کہ حضرت وہ آگے، حضرت وہ  
مولوی حسین احمد، حسین احمد مدنی، کاندھلوی یا فیض آبادی کہا یہ صحیح یا نہیں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے  
بڑے شہداء اور اہل بیتان سے فرمایا۔ کیا تم اپنے مولانا حسین احمد سے بد اور بدنامی والوں کی بات کر رہے  
ہو، مولوی شہیر علی صاحب سے ایات میں جواب عرض کیا۔ تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا صاحب  
دشمنیت کے، ہذا کے حامل گھڑ بٹھ آمیر لہجہ میں فرمایا۔ "گراں! کہہ رہے؟" اسے ہی حضرت مدنی نے تشریح  
سے آگے، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے تباہ اور جہنم اعلان سے حضرت مدنی کے استقبال کے لئے تشریح سے آگے  
لنگر ہوئے۔ بد کے اپنی آنکھوں سے جو منظر دیکھا وہ آج چالیس چالیس سال بیت جلسے کے بعد بھی یوں  
ہے جیسے یہ ابھی ان سطور کے رقم کرتے ہوئے اس سے ہی بین آیا ہے۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی دست جو کا لودھی اور حضرت تھانوی رحمۃ  
اللہ علیہ کی دشمنیت بھری آنکھوں سے حضرت مدنی کی طرف دیکھتے رہے، جب حضرت مدنی کا یہ عمل ختم ہو کر  
تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو دو بار گلے لگایا اور حضرت مدنی نے کانڈھا، جیٹھالی جوڑ کر ان کا اٹھنے سے  
سیٹھ پر لگایا اور پھر الہیہ، بنی شہت پر تشریح لاسنے اور حضرت مدنی کو اپنے ساتھ سجادہ پر بیٹھنے کا حکم فرمایا۔  
حضرت مدنی نے سجادہ سے ہٹ کر بیٹھنا چاہتے تھے لیکن حضرت مدنی نے اپنی سبک زوال سے فرمایا کہ میرا حکم ہے کہ  
آپ میرے ساتھ ہی سجادہ پر بیٹھیں۔ حضرت مدنی نے تو زانیں ارٹھ دیں۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے شکایا فرمایا کہ آپ نے بہت زیادتی کی کہ آمدنی کے پستے سے اطلاع نہیں کی۔ بدو شرمندہ ہے کہ آپ کی آمد کے لئے سواری کا بندہ نسبت کرنے سے قاصر رہا۔ یا جیسے میں حالتاً ہوتے۔ کم الزم کہ عزیزوں کو استقبال کے لئے بھیج دیتا۔ اس پر شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:۔  
 .. حضرت آپ نے گھر میں بھی کوئی اطلاع نہ کی تھی۔ آپ نے گھر میں تو ہمیشہ جبر ایمانت اور بغیر اطلاع ہی کے آنا ہوتا ہے۔ اس پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے چہرہ کی سرخی، آنکھوں کی پمپک اور شفقت آمیز لہجہ میں یہ کہنے کی لذت حقیقی طور پر صرف وہی محسوس کر سکتے ہیں جو وہاں موجود تھا اور یا وہ جو ان دونوں مسلم مشائخ کا گرد و پیش اور دل دادہ ہو۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:۔ "جو شک و شبہ آپ کی مات و دست سے۔ اور بندہ تو ہمیشہ سے آپ کو اپنے استاد حضرت مولانا محمد دہلوی شیخ الحدیث، توحید سرفا کا قائم مقام اور حامیین سمجھتا ہے، یہ منظر ظم اور گنگو بھی ادا نہیں کیا ہوگا۔ اس منظر کوئی بدو سے ممکن ہی نہیں۔ البتہ آج تک اس کی عداوت امیر ملت سے اپنے دل و دماغ میں اسی طرح محسوس کرتا ہوں جس طرح چالیس سال قبل کی تھی۔"

اس کے بعد حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مدنی سے کھانے کے متعلق دریافت فرمایا، تو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے بالکل بے تکلفی اور اپنا نیت کے لہجہ میں تسلیم کے انہماک اور دہا پاد تسلیم اور روٹی کی لڑائی کی۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا شبیر علی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا: ان الفاظ کی تصدیق یا منکر یا نہیں وہی غالباً اسی طرح فرمایا تھا کہ، بڑے گھر سے انہماک، روٹی، اور چھوٹے گھر سے تسی سے آؤ۔

چنانچہ کچھ دیر کے بعد غالباً ایک گھنٹہ بعد یہ سب کچھ آگیا۔ میرے اور اوسو کے عداوت کے دل اس پر پلایا ہے۔ نئے کرشمین کا پس خوردہ ہمیں بھی اگر مل جائے تو ہمارے لئے نسبت پر مزقہ سے کم نہ ہوگا۔ لیکن حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے نظام اور ضوابط کے سخت کسی کو لب کشائی اور اس قسم کی کیا۔ بلکہ ہر قسم کی درخواست یا اجازت قبل از وقت جرات ہی نہیں ہو سکتی تھی۔ لیکن قرآن جاسیے رحمۃ اللہ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدمہ سس سب کے ماتحت اور حامیین شیخ الحدیث کے احوال غالب کے۔ اسوں سے خود ہی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ اگر، اجازت ہر نو روز روٹی اور انہماک اپنے ان دو تین "طبیعی" کو دے دیا جائے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس میں اجازت کی ضرورت ہے، آپ نے جب اسے اپنا گھر فرمایا ہے تو یہ سب آپ کا ہے ہر ایک صاحب سے کوئی اعتراض نہیں۔ تو اس پر حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے صرف اس بنا پر اجازت کے لئے عرض کیا ہے کہ "ہمان کھانے کا مالک نہیں جوتا اسے اس میں تصرف کا اختیار نہیں، اسے صرف کھانے کا اختیار ہے اور نقابا میرا ان کی ملکیت ہے؟"

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس پر سکھائے اور عرض فرمایا: اجازت بھی مرحمت فرمادی۔ چنانچہ بدو کو مع،

دوسرے دو فریقوں کے برابر کیا اور یہ شرک جیسی صورت ملی جزا اللہ علیہ سے عطا فرمایا اور پھر یہی سمی بتایا اور  
 عرض کیا گیا۔

جب حضرت ملی جزا اللہ علیہ سے رخصت ہوئی تو حضرت مخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے گھومتے ہوئے  
 عدو مثل کی ہمتا سلوان اور حضرت ملی جزا کو عطا فرمائی حضرت ملی سے وہ دستار اچھے سر پہ رکھ کر اس کو خواست  
 کے ساتھ اپنی فرمادی کہ حضرت اچھ کے علم میں ہے کہ بدو نے انگریزی ال کا بیجاٹ کر رکھا ہے اس  
 کے بندہ استعمال کرے سے بچو ہے اس پر حضرت مخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح نصیحت فرمائی کہ اب میں ہر  
 دیکھو وہ کس کس سے شکر ہے کہنے اور کہنے میں وہ تاثرات میں اپنے جاسکتے، حضرت مخاوی رحمۃ  
 اللہ علیہ نے فرمایا۔ "بھائی صاحب کرنا! میں نے جان بوجھ کر نہیں کیا ہے یہ انت مطلقاً اہیان میں نہیں رہی بلکہ  
 سے سہو ہو گیا۔"

چنانچہ وہ بگڑی حضرت ملی جزا اللہ علیہ سے ملے کر مولانا کشمیر علی رحمۃ اللہ علیہ کو واپس کر دی گئی اور حضرت  
 مخاوی نے فرمایا کہ بڑے گھومتے گھومتے کہہ کر بگڑی سے آؤ۔ چنانچہ حضرت مخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ملی جزا  
 اللہ علیہ کو یہ کھد کی بگڑی عطا فرمائی۔ تو حضرت ملی جزا اللہ علیہ نے اپنا سر مبارک کسے کر کے عرض کیا کہ حضرت  
 اچھ کو ہی ہاتھ دیں۔ چنانچہ حضرت مخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دست مبارک سے ہی حضرت ملی جزا اللہ علیہ  
 کے سر پر بگڑی لپیٹ دی۔ اور وہ پہلے پیر بھی دینے پر حضرت ملی نے بڑے ادب کے ساتھ اپنے  
 دونوں ہاتھوں سے لے کر انہیں اپنی بگڑی کے ایک کھمبے میں باندھ کر سر میں ڈالیا۔ اس کے بعد حضرت مخاوی  
 خاٹقا، اداویہ بخار بھون کے اہر تک تشریف لائے اور حضرت ملی جزا اللہ علیہ کے بار بار اصرار پر واپس  
 تشریف لے گئے

اس کے بعد پاکستان بن گیا اور مشیخت مسلمانوں اور دیگر مسلمانوں کے اہم حلقوں نے خود دلربندی سنگ  
 کے پروردگار مسلمانوں میں وہ دھڑلے کر دیئے اور سرزمین پنجاب میں ان کے من اتنا پسند ہی کا جلدی عام ہے۔ اللہ  
 چنانچہ اسی جذبہ کے تحت برسرے میں دو طرفوں نے حضرت مخاوی رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں مسلم لیگ سے  
 اپنے اختلاف کے سبب حمایت کا ریمانہ و مکروہ کلمات کہنے شروع کئے۔ جن کا نتیجہ بے حد صدمہ ہو تا تھا۔  
 بعد سے اسی صدمہ کے سبب حضرت شیخ الاسلام مولانا ملی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں ایک ولید لکھی جس  
 کے جواب میں حضرت قدس نے جواب ارشاد فرمایا اس کے کچھ اقتباسات بھی پیش خدمت ہیں۔ یہ مکتوب  
 گرامی مکتوبات شیخ الاسلام محمد دوم کے صفحہ ۲۹ پر بھی درج ہے

حضرت مخاوی رحمۃ اللہ علیہ کو میں... بہت عالم باعمل و روحانی کامل جہاں جہاں...

حضرت تھامری مرحوم کی سنان میں۔ میں گستاخی کرتا ہوں۔ اور نہ کسی اور گستاخی کر ڈا کھت ہوں؟

مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ..... بہت بڑے توفیق۔ خدا پرست

تھے۔ قصور میں ان کا قدم بہت راسخ تھا :

یہ چند جرج اللہ ۱۰، ۱۱، ۱۲ میں تحریر فرمایا گیا ہے یعنی اس خط کو بھی آج تقریباً اٹھائیس سال ہوئے کریں یہ تھا وہ تعلق اور شہیت میں نے بندہ کو حضرت تھانوی اور حضرت دینی رحمۃ اللہ علیہما کا حلقہ تکمیل بخش بنا دیا۔

اللہ اعلم بالصواب دارحیو دارموت دارسع دارع و درمہا و درحشرنا معہما تحت لواء بیستنا و بیستنا علیہ الصواب النصحۃ و النشاء



پیدائی مددگار کی کے مددگار کی کیفیت اسلام میں سب سے پہلا دینی مدرسہ صدقہ ہے جس میں سید پیر علی رحمۃ اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو قرآن و حدیث کا درس دیا پھر بعد کے علماء کو میں سے حضرت دینی قدری سرور اللعزیز ہی وہ سجدت سے درس میں جنہوں نے تقریباً پندرہ سال گیارہ پندرہ کی پروردگاریوں میں بیٹھ کر علوم دینیہ کا درس دیا جس کا اختتام وید حال حضرت مولانا عاشق الہی پیر تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان فرمایا۔

مولانا حسین احمد صاحب کا درس حرم ہوئی میں کچھ اللہ بہت عروج بہت ہے اور عزت و عباد بھی حق تعالیٰ سے وہ خطا فرمایا ہے کہ جسی علم کو کبھی کسی دستانی فکر دینی علم کو جس وہ ہمت حاصل نہیں نکالت حاصل اخذ فریاد من یشاء آپ سر تا پا ملحق مہمان نماز۔ غنیمہ اما مہار اور بعض ان صفات حمیدہ سے مستغنی ہیں جن پر دیکھنے والوں کو حیرت ہوتی ہے :

شرح مکرمہ الموشیح ج ۲ ص ۱۱۵

اسکا درسی کی مختصر سی کیفیت حضرت دینی کے شاگرد رشید مولانا محمد دینی کے قلم سے درج کی جاتی ہے۔ مولانا نے حضرت دینی رحمۃ اللہ علیہ سے حرم ہوئی میں کتاب ڈیجر کیلئے مولانا کا مضمون عربی میں ہے جس کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔ حضرت دینی روزانہ بعد از نماز ظہر تا نماز آدھ تک دیتے تھے حکم نماز عشاء کے بعد بھی ایک جماعت کو پڑھایا کرتے تھے ہر دن میں ایک گھنٹہ یا آدھ گھنٹہ کا پورا پورا محاوروں کے حلقہ میں کم از کم تیس اور زیادہ سے زیادہ چلیں ملنا ہوتے تھے اہل مدرسہ کے لایا میں آپ کی محبت اور احترام بہت زیادہ تھا بلکہ رحمت میں کچھ لوگ آپ کی محبت سے حسد و حسرت کو جو جسے کہتے تھے جو کاداراج اہل بند خود ہی فرماتے تھے آپ حاضر جواب تھے ہر سوال کا جواب ہندی شیخ و استاد کی مانند دیا کرتے تھے اور کلام کہتے ہوئے انھوں نے فرمایا کرتے تھے کہ اگر یہ عزت اسکی ہوتی ہے تو جواب سے عاجز ہو اور آپ ہلا کسی خواہ کے درس دیا کرتے تھے۔ حق امت کہتے ہیں کسی کی بھی پرواہ نہ کرتے تھے اور کر وروں۔ بیویوں اور بیواؤں کی مدد فرمایا کرتے تھے :

چنانچہ ایسی مٹھنک یا دنگار آج بھی گند حضرت کی کے ساہ میں بنام مدرسہ علوم الشریعہ موجود ہے اللہ تعالیٰ قائم دائم رکھے۔ آمین۔



# تقدیم

ڈاکٹر ہزار احمد

جس میں ایک سو تیس اہم ماہرین اور موزوں لوگوں کے سبھی رتبہ و منکب کھنٹے ہیں اس سے اعتدال نہ پہنچے گا، مختار آئین ہے، لیکن جہاں تک فن کے وہی علمی مقام اور افتادگی و نودمانی مرتبے سے انکار نہ ہونے کے خصوصاً ان لوگوں اور سبہ نفسی اسے عرضی کے بارے میں حکایت کا تعلق ہے وہ جیسے ایک بہت بڑی جماعت تھی۔ اور اس سے بھی آگے بڑھ کر جہاں تک فن کی شہرت میں گستاخانہ اور توہین آمیز رویوں اور سطورا استہزاء کے تعلقاً کتاب کا متن ہے وہ جتنا بہت گرا، اور غلطوں، افسوس دہیہ حالت کا کامل مصداق بنا اور پڑھا جس سے میں سرد ہوتی تھی یہ لازم ہے کہ باوجود اس قدر تنقید اور علمی اہمیت کے کہ اسے اور علمی اہلیت کا شہرہ پہنچانے کا اجر جن کے لئے ہر نئے علم و فن کے سے مسلمانوں کا فرض ہے۔ گندمی پورہ سیرت سبب علی مرتضیٰ پر چند سال کا برا عنصر کو پروا کیوں اس شکل کام کو توہین بڑا اور اور ذی سے حاصل ہو گئی۔ وہ نہ عقل مند نہ ذہین ہیں، جیسا کہ ہدیہ صاحب کے اس سے ہی انکو معلوم ہے کہ وہ تاؤ فراسم ایک صدی فراموش ہو کر ایک ہلکا پلوش اور اٹلنگ ہو گیا ہے، جس کو اس کی ایسے لوگوں کی کہ نہیں جن کے کافر جی، اصل میں ایک تحریک پاکستان کے تصور امریت نہ پایا، کہ اور اور تقریروں کی گئی گئے مہربانوں کی اس تحریروں میں اگر کہہ سکتے تو اسے جن کے خدشات اس سبب ہی معلوم کرنا چاہئے اس سے کہ تحریک پاکستان کے نام علم کے گنڈ کر ڈکٹن میں پیش آمد حالت و کیفیت سے جس ایسی اور لٹل شکل (POST RATION) کہہ رہا ہے۔ ہر مختلف (موجوں) اس کے احساس کی شدت فطری طور پر شخص کے ذاتی خصوصیات کی امیدوں اور واقعات کے نسبت ہی سے پیدا ہوتی ہے اور آئندہ صورت میں وہ اصل ایک ایسے شخص کا علم اور انداز ہی کی صورت میں ظاہر ہو اسے جس نے اپنی فکر کے سبب سے اپنی پہلی بلاصورتیں اور نام تو ان میں حصول پاکت کے مقصد میں کمپانی تھی۔ ہدیہ صاحب کی اس تحریروں میں ایک کتاب کے نام کی ترتیب کا تعلق ہی غلط ہے اس لئے اس کا منشا و مقصد نہیں ملتا ہے اور توہین و مہربان کے رقم کرنے کا سارا ہے جس کا اصل میں بے راہی و ڈکٹر ہیں سے پیدا ہوا ہے یہی

۳۔ لفظ مسکرم ہی ہے اور لٹلٹی تقریر میں ہے

ڈاکٹر ہزار احمد ہی نے یہ لفظ لکھا۔ ذی۔ حیدر آباد دہلی ایجنٹ خدام عزیز قزاقی

# مسئلہ قومیت

مولانا سید حسین احمد مدنی اور علامہ اقبال مجرم کے خلاف لڑنے کی حقیقی وحدت

تعمیر پر ہم موجودہ زمانے کے اکثر مذاہبن اقبال سے تو ارمغانِ حجاز میں مندرجہ اشعار بجز ان حسین احمد کے ہیں شکر سے آگاہ ہیں لہذا اس بات سے واقف ہیں کہ جب علامہ اقبال پر حقیقت حال منکشف ہو گئی تو انہوں نے اس امر کا احترام کر لیا تھا کہ اب بچے مولانا حسین احمد مدنی پر اعتراض کا کوئی حق باقی نہیں رہا۔ اس لئے موجودہ دور آئندہ نسل کی آگاہی کے لئے اس ماستان کو مفصل طور پر سپردِ قلم کر رہا ہوں تاکہ حرام اور حرام دونوں حضرت اقدس مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں گستاخی کے مجرم سے محفوظ رہیں۔

مثلاً اپریل ۱۹۶۸ء کے ریڈیو میں علامہ عبدالرشید طاہر نے جو مضمون اقبال اور نیشنلسٹوں کے حنون سے سپردِ قلم فرمایا ہے اس میں انہیں اشعار کو مسئلہ بنا کر حضرت اقدس کی شان میں وہی گستاخی کی ہے جس کا اردن کتاب ۱۹۵۳ء میں نہیں خود کر چکا ہوں۔ بعض اس لئے کہ علامہ اقبال کا احترام میرے دہن سے ٹوٹ گیا تھا۔ علامہ طاہر نے اس مضمون میں جو معارف بیان فرمائے ہیں ان پر بشرطِ زندگی ایک مفصل مقالہ لکھوں گا۔

علامہ اقبال کی خدمت میں بد قسمتی و فحش قسمی سے بچے بھی ۱۹۲۵ء تا ۱۹۳۸ء قریباً ۱۳ سال تک حاضر ہونے کا موقع ملا ایک آدمی کی ذہنیت اور سیرت کا مطالعہ کرنے کے لئے یہ مدت کافی سے زیادہ ہے، میرا دل نہیں مانتا کہ علامہ اقبال مجرم، ملاقاِ احتیاج سے اتنے پست زفر ویرا، تھے کہ ایک مشہور و معروف عالم دین شیخ احمد کے ہاتھ میں اور علومِ دہندہ کے شیخ نے لاکھوں مسلمانوں کے روحانی پیترا اور لاکھوں سرفروشیوں کے سیاسی رہنما، جن کے قدموں کو ۱۹۲۱ء میں رئیس الاحمد مولانا محمد علی جنت آبادی نے سبھی عبدالست میں بوسہ دیا تھا، جس نے ساری عمر کلمہ حق کہا، جس نے ساری عمر ملاحظہ فرنگ کے خلاف جہاد کیا، جس نے گایاں کھا کر دغا میں دیں، جن کی عنکبوت پر آج بھی مالا گواہی دے رہا ہے، کراچی، امین، بریلی، فیض آباد

مراؤ اور خدا معلوم کئے شہروں کی جلیں آج ہی اس کی آؤ پھر گاہیں اور تہنک انگریزی برکات سے احوال یہ ہیں نے ایک دو تیس برسے چڑھ سال تک حرم نبوی میں حدیث بری کا درس دیا

سہ گروں رہ چکی جس کی کسی شاہ کے آگے جس کے مس گرم سے نزدوں میں پائی ہیں

جس کی ملوہ بہت کا یہ عام تھا کہ اس سے لامر رنگ کے خطا است در کار خود کو مست ہند کے خطاب پر ہم بکوشش اور طمانی تھے دروں کی یہ کہہ کر داپس کر دیا کہ میں سے اپنے وطن کو کسی خطاب یا باگیرا میں کرنے کی نیت سے آزاد نہیں کیا یا بیکر اپنا مرض ادا کیا ۱۰ انگریز میرا دشمن تھا میرے وطن کا دشمن تھا اور سب سے بڑھ کر میرے دین کا دشمن تھا اس لئے اسے ختم کرنا میرا دینی فرض تھا۔

ایسے شخص کے لئے اقبال ایسا کاروائی کا استعمال کرتے؟ اقبال کا دوسرا دین تھے اس لئے اس شخص کے (CONNOTATION) معلوم سے واقف تھے اور وہ خود بڑے شریف آدمی تھے اور تربیت کی پہچان یہ ہے کہ وہ دوسروں کی توہین نہیں کیا کرتے، اور تمام طراری شریفوں کا شہید نہیں رہا۔

ما خود راجہ اعلیٰ خانہ والا فخر تو یہ بھی اقبال کے قلم سے نہیں نکل سکتا۔ کیونکہ وہ اس حقیقت سے آگاہ تھے کہ حضرت اقدس ساری فخر اپنے نام سے پہلے "تکب اسلاط" لکھتے رہے ان کے بڑا دلی فخر و استیجا بھی ان کے شاگردوں امریوں، عقیدت مندوں اور ماحمل کے پاس موجود ہیں کسی خط میں حضرت اپنے ہم گراہی کے ساتھ لفظ "ملن" کا اتنا ذرا زیادہ لہذا خود راجہ اعلیٰ خانہ "خوب حقیقت ہے لیکن دوسری جے نزدیک ہے۔ اور اقبال اس جرم کے مرتکب نہیں ہو سکتے تھے۔ حضرت اقدس کے عشاق اور ملاحظہ بعض اظہار حقیقت کے طور پر اکی جناب کو حق کے لقب سے یاد کرتے تھے اور آج بھی یاد کرتے ہیں، اور بجا طور پر کیونکہ حضرت اقدس کی زندگی کا بڑا حصہ مدینہ منورہ میں ہی بسر ہوا۔

واللہ فضل اللہ بیونہ منہ منہ

سے یہ رتیبہ نیکند بنا جس کو ملی گیا ہر دمی کے واسطے دارو دین کہیں

یہ تو حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی مدعاں حکمت کی دلیل ہے کہ آپ خود ساری فخر اپنے آپ کو "تکب اسلاط" لکھتے اور دیکھنا آپ کو حق کہتی رہا اور انشاء اللہ کہتی رہے گی۔

سے ہرگز نیسرو اسکو دشمن نہ ہو نہ بدعشق

تہیت آست بر جسم دروۃ عالم دوام رخا لہ

سے اشارہ بجا سب شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہ العسری۔

تقدیر سے اس اعراض میں المومنین کی معافی چاہتا ہوں۔ یہ سطور بے اختیار ذکرِ تکلم پر لکھیں۔ بعض اوقات ایسے مواقع پیش آجاتے ہیں کہ دل پر اختصار باقی نہیں رہتا۔ آپ میں اس واقعہ کی تفصیل سپردِ قلم کن ہوں، میں

و اگر از سرِ عیسدم قصہٴ زلفتمو پر لیتاں را

۸ جنوری ۱۹۳۸ء کی شب میں حضرت اقدس مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ نے صدر بازار دہلی متعلقہ پریکٹس ایکسپلین میں تقریر فرمائی جس کا براہِ حصہ ۹ جنوری کے ریح اور الفیاری دہلی میں شائع ہوا۔ چند روز کے بعد ان کا روضہ دہلی نے اس تقریر کو قطع درود کے بعد اپنے صفحات میں جگہ دی۔ ان پرچوں سے زمیندار اور انقلاب لاہور نے اس تقریر کو نقل کیا اور پچھلے حضرت اقدس کی طرف منسوب کر دینے کہ حسین احمد مدنی دیوبندی نے مسلمانوں کو یہ شرع دیا ہے کہ چونکہ اس زمانے میں قریش اور ان سے بنتی ہیں، مذہب سے نہیں بنتیں، اس لئے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنی قومیت کی بنیاد وطن کو بنائیں۔ (لوگوں کا نقل)

جب یہ اخباری الملاح علامہ اقبال کے کان میں پڑی تو انہوں نے حضرت اقدس خدس سرور المومنین سے استفسار کیا جس کے بغیر میں اخبار سپردِ قلم کر دینے



ان اشعار کی بنیاد ہندوستان کے علم اور دینِ حق میں ایک سنگم سا رہا ہے، پھر جس کی تفصیل اس زمانے کے روزنامہ اور ہفت روزہ اخباروں سے معلوم ہو سکتی ہے۔

غرض قسمتی سے ایک روز منہ مسلمان نے جموں نے مصلحتاً طاریت کا نام اختیار کر لیا تھا حقیقت حالِ وقت کرنے کے لئے حضرت علیؑ کی خدمت میں ایک خط لکھا، جس کے جواب میں حضرت موصوف نے یہ خط انہیں لکھا:-

عزیم القام فیہ محمدکم۔

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج مبارک۔

دلائل اور اسٹ سر فرمائی ہوا، میں آپ کی محبت کا شکر گزار ہوں، ان مخصوص اس بنا پر کہ اگرچہ عدم ملاقات اس قدر اتفاقات فرماتے ہیں میرے پاس بہت سے خطوط اس کے متعلق آئے مگر میں اتنا ہی دہکتے ہیں حدیث الغرضت ہوں اور اس قسم کے افتراءات اور سب و تہم کا سبب کم و بیش اس زمانے سے سبب کہ میں نے فریاد کیا ہے وہیہ اور بلیہ میں حکم اٹھا ہے، ہزار ہا ہوا ہے۔ اس لئے ایسی باتوں میں وقت صرف کرنا، مباحثت وقت بھرتا ہوں اور ماد احاطہ ہم

الجباحیوں و آذربائیجان پر رسائیوں میں اس وقت بھی چھپ تھا، مگر آپ کے والد اسے  
نے ابھریا کہ حقیقت واضح کی جائے اس نے باوجود عدم الرضی عنہما عنہما کے کہ اسے  
وہی صحت پر پیش کرنا ہوا۔

صحت واقعہ یہ ہے کہ صدر بازار دینی مصلحتوں کی جگہ پر معاملات میں، والدین میں کیا گیا تھا، اس میں  
ابن علی کی طرف سے اولیٰ میں پیش کیا گیا اور اس میں سہری علی احمد دین عداوت کو سرا گیا جسے نہ تو  
دعا و نصیحت کا تھا اور نہ اسلامی تعلیمات کے بیان کرنے کا ایک روز مجھ کو ایک مہم میں جسے  
مجھ کا تھا اشپ کے بیٹے کے اعلان میں، وہ بیچ کیا جا چکا تھا کہ حسین احمد کی یاد میں پیش کیا  
جائیگا، ایڈمیں کے اس بیٹے میں میگیوں اور انیسویں سوویں صلیب الدین صاحب ابن علی کے بیٹوں  
یہ انتہائی فخر پیدا ہوا تھا۔ کرکشن کی ماہر ہی میں کہ جسے کہہ رہے ہیں کہ یہ کیا ہائے جس کا اس  
کہ کے جناب صدر نے اپنی عدالت تقریر میں کہا یا تھا کہ جسے میں کا عمر میں صدر سلم ایک کے  
متعلق کنی تقریر نہ ہوگی، اس کے بعد میں اولیٰ میں کا جواب دینے کے لئے کراہا میں نے بعض  
سروری مصباحین کے بعد جس کی بیرون ملک اند خیر اقامت خیر امدان تک میں آمادی اتندی  
صحتوں شروع کیا تو کہا کہ موجودہ زمانے میں قومی اعلان سے ختم ہی انیس یا سب سے نہیں،  
دیکھا، انگلستان کے بیٹے واسے سب ایک رقم شمار کئے جاتے ہیں، ماہ محفل میں بیوی کی  
ضرورت میں ہیں اور شہادت میں کیتو کسے ہیں۔ میں حال امر کے جاپان اور فرانس وغیرہ کسے جڑا  
بیٹے کو ہم پر ہم کر کے آنے تھے اس نے فخر کیا اور دعا کر، یا میں اس وقت سے نہ کہہ سکا کہ شہد کو  
کیا ہے جسے جدی رکھنے والے لوگ اور وہ جدا آدمی جو شہد و فرقا چاہتے تھے سوال و جواب  
میتے رہے اور چھپ رہو کے الفاظ سنا دیئے، اگے روز اعلان میں چپا کہ حسین احمد نے  
تقریر میں یہ کہہ کر حقیقت وطن سے ہوتی ہے مذہب سے نہیں ہوتی اور اس پر خود کو مہربان  
اس کے بعد اعلان میں اور دیگر اخبارات میں سب شہد چپا گیا کہ کوئی بڑا اور اتنا کہ مذمت  
کہہ گیا اور کرکشن کی گئی کہ عام سوالوں کو نہ غلاما جائے۔ میں اس تقریر و اتمام کو دیکھ کر یہ کہہ گیا  
تقریر کا بڑا حصہ اخباری اور تہذیب میں چپا، مگر اس کو گن سے نہیں لیا، اعلان اور خصوصاً اسے  
مذہب "اور" زمین کرتے لیا، اور اپنے اپنے وطن کی بھرپور نکال

اور جزئی کے "اندر" اور "تہذیب" کو نہ نظر فرمائیے، میں نے یہ بزرگ نہیں کیا کہ وہ مذہب و ملت کا  
دلو مدار و طبیعت ہے، یہ بالکل لغز اور دہلی ہے "اسلم" مورخہ ۲۱ جنوری کے تقریر

یہی میرا عقائد ہیں بتا گیا۔ جگہ جگہ یہ کہا گیا ہے کہ قوم یا قومیت کی اساس وطن پر ہوتی ہے۔ مگر یہ بھی غلط ہے مگر یہ ضرور تسلیم کیا گیا ہے کہ مذہب و ملت کا ہمارا عظمت پر ہمیں نے نہیں کہا تھا۔  
 شملے کی چٹوٹیوں اور نئی دہلی سے تعلق رکھنے والے ایسے افراد کرتے ہی رہتے ہیں، اس قوم کی تکریریں اور سب قوموں کے فرائض میں سے ہے۔ مگر سابقہ جیسے ہندو اور تین شخصوں کا ان کی سمت میں آجما اور مذہب ٹیسرے امر ہے، ان سے میری خط و کتابت نہیں، بلکہ جیسے لدائی ہندوستان کاٹن کی بارگاہ عالیہ تک پہنچا اگر محال نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ اگر ضرور مناسب ہو تو ان کی بارگاہ عالیہ میں یہ شعر ضرور پہنچا دیکھئے۔

ہیا مریا علیہ ایدہ محاسن

احزوة من امر اخصاما استقلت

انٹرنس کہ بھڑا راشناس اور آپ جیسے عالی خیال تو یہ ہاستے ہیں کہ کتنا لغت کی بنا پر یہ اختیار ہر قوم کی اعزاز اور ہمساز کاروائیوں کرتے ہوئے ہیں۔ ان پر ہرگز اعتماد ایسے امور پر نہ کرنا چاہئے۔ اور سراقاں جیسے عالی خیال اور جملہ منہ مذہب میں ڈوبے ہوئے تکریر اور شخص کو یہ خیال نہ آوے، نہ تحقیق کرنے کی طرف توجہ فرمائیں۔ ان جہاں کم حاصل ہوا فیتنوں اور گمراہوں کی لنگر سے نہیں گھدی۔ سراقاں فرماتے ہیں:-

سے سرور بر سر منبر کہ ملت از وطن است

چہ بے خبر ذم مقام تہذیبی است

کیا یہ قومیت کی است نہیں ہے کہ ملت اور قوم کو سراقاں ایک قرار دیکر ملت کو ذمیت کی بنا پر نہ ہونے کی وجہ سے قومیت کو بھی اس سے منترہ قرار دیتے ہیں۔ یہ براہی نہیں تو اور کیا ہے؟ نزلان عربی اور مقام تہذیبی و علمی اسلام سے کون بے خبر ہے؟ اور انہوں نے فرمائیے۔ میں نے اپنے تکریر میں لفظ قومیت لکھا ہے، ملت کا نہیں کہا۔ دونوں لفظوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ملت کے معنی شریعت اور دین کے ہیں اور قوم کے معنی مردوں اور عورتوں کی جماعت کے ہیں۔ قوموں میں ہے وہاں تکریر شریعت اور دین۔ یہ ملت کی بحث میں ہے نیز قوموں میں ہے۔  
 التعمیر للجماعت من الرجال والنساء معاً ان الرجال خاصة لو قد خله الف وجبة.

(بحث قوم)

جمع الجہار میں ملت کے معنی من الرجال کے ساتھ ذکر کئے گئے ہیں۔

ما مشرع الله فعبده على حسنة الامسياء ويشتمل في جملة الشرائع لاني احدها  
ثم التفت فاستعملت في اللغة الابلانة لتبيل الكفر ملة كواحدة.

میں میں کہ سنا یہ بظن کہیں سے ہے! اسی کا نام وقت اور تازہ عملی ہیں۔ اس کے سر کو نشت  
عملی سے پچھے اور دیکھے کہ کس ملت عملی میں قوم خود علی بدو اس نام خود دین کو اور ان کے نام  
قرآن سے اس میں کجاست خود اہانت کرنا تو یہ خود نہ صاحب کی ہما جی کی وار دینے

گوریری تفریکے سبب ان وہاں کو بھی مدون کر دیا جائے کہ ہاں میں صاحب اللہ میں جو ہاں  
قوم آرمیت کی اس میں دین پر ہوتی ہے۔ "جان جانے تہب ہی میں نے کب کہا کہ وقت اور ان کی  
اس میں دین ہے، پھر اس میں کہ وہ نسبت "سرور ہر ہر سبب" لا اقر العین نہیں آلود کہا ہے  
انہوں کا وہ تہب انہوں کو ایک فرمودہ نسبت خود زین حلی سے اور اقصیت خود خود کہ ہے!  
آپ بلکہ خود فرماتے ہیں کہ آپ نے خیانت سے خود کہ صلیح کہ جہاں اس میں ہے کہ قوم انہوں

اپنی حالت پر اعلان کیا جاتا ہے جس میں کوئی وجہ جاہلیت کی راہد برا خواہ وہ نہایت بر یا  
اسل یا دین یا پیشہ یا رنگت یا کون اور صفت اور یا نسبی کہا جاتا ہے۔ عربی قوم بھی قوم  
عراقی قوم، مصری قوم، پنجتن قوم، اسپین کی قوم، چین کی قوم، انڈیا کی قوم، بھارت کی قوم، اٹلی  
کی قوم، گنڈ کی قوم، امریکہ کی قوم، اور دیگر وہ ملکات نام لیا میں مشرق میں اور دین عربی بلکہ

آیات و احادیث میں بکثرت سے اور ہر ملک کو قوم کہا جاتا ہے۔ اس میں ہر دوستانی قوم ہی ہے  
موجودہ زمانے میں ہر دوستانی قوم سے عربی ملک میں تمام باشندگان ہندوستان بگے جاتے  
انہی خواہ ہندو کے واسے ہیں یا بلکہ خواہ کالے ہیں یا گہرے، ہندو ہیں یا مسلمان یا کھلیا  
یا کھنڈی یا کھنڈی ہر ہندوستان پر اعلان کیا جاتا ہے۔ جہاں ہندوستان سے باہر تفریقہ متروکی

ماہوں، عرب، شام، چین، ایران، مصر، اور دیگر وہاں رہتا ہے۔ ہر ملک کے باشندوں سے بنا  
جنا، اشنا، جینا، ادا، عربی، تاشی، بگیر، اور گری، فرانس، آسٹریا، امریکی، چین، افغان  
جاہان تک عربی و غیر مسلم اور غیر مسلم کے ساتھ سولہ مل ملنا جہاں اور نسبت و رغبت کی نسبت  
آئی۔ اگر وہ ترک عربی یا تنگ و غریبی یا ہندو کے واقف ہوتے تھے تو جہاں وہ نہ ہندو نہ تھے  
کھنڈی تھے۔ بس اس میں، عربی، ہندو، اور دیگر ملک رہتے تھے۔ جہاں نے ہندو ملک کے  
عہدوں کو اس جہاں اور غریب سے پر پا کر ہندوستان کو ایک قوم کہتے ہیں اور سب  
اور ہر ملک اور ہر وقت میں وہاں ہونے کے ایک ہی لای تھا ہر وقت ہی لای

اسی اس سے انکار ہی نہیں ہوتی اس کا مستثنیٰ ہے پھر اس کے انکار کے کیا ہی ہیں۔ یہ دعویٰ کہ مسلم کا تعلیم، قومیت کی سب سے بڑی چیز انسانی مدد و فلاحی دعت و دیگر کی کھیلانی کی بجائے شرف انسانی یا عزت بشری پر مرکوز ہے (جیسا کہ میرا حسن کا دعویٰ ہے) ایسے نہیں معلوم کیا کہ قلعوں یا کھنسی سے ثابت ہے جس کی بنا پر اختلاف اور طعن وغیرہ اور طعن لغو اور قوم لغو اور برائے میں معلوم نہ کرنا اور یہ اور اور معاہدات دوسری چیز ہیں۔ حالانکہ ان میں امتیاز عرفی اور شرفی اعتبار ہے اس کے علاوہ تقریر میں تو اسلامی تعلیم اور نظریہ کا کوئی ذکر بھی نہیں تھا۔

میرے عزیز میں ایسی اور طرح میں حکومت اور طعن چھٹے والی قوم نے میں تقریر نہ تھی اور حکمت اور فطرت والوں کے تیرہ و تار گلے میں تمام ہندوستانوں کا گندہ افرادوں کے گٹھ ڈارن جاری ہے۔ وہ اس قدر ظاہر ہے کہ اس کے بیان کی حاجت نہیں ہے۔ میرا اس آزاد ہونا اور کب وقت کی زندگی اور ہیرو کی فکر اور سنی کہ ہر حیثیت سے سبوں کا فرائض ہونا بھی انہی کی شمس ہے ان دونوں چیزوں سے بجز خلی یا سکا پر کوئی شخص ہی مکر نہیں ہو سکتا ہے اگرچہ اس پر مدنی تو ان کا رقم سے نہات کے اندر لائح میں عقلاً لیکن میں مگر جس قدر قوی اور مؤثر ذہن تمام ہندوستان میں کاشف اور متحد ہونا ہے۔ لہذا کوئی مدیہ نہیں ہے۔ اس کے آگے اس حکومت کے بعد اٹھ اور تمام قوتیں بیکار ہیں اور پھر نقصان عظیم ہندوستان اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ لہذا آئندہ ضرورت ہے کہ تمام باشندگان ملک کو شکر کیا جائے اور ان کو ایک ہی رشتے میں منگ کر کے کامیابی کے میدان میں گامزن بنا دیا جائے ہندوستان کے مختلف عناصر اور استغراق مل کے لئے کوئی رشتہ اتحاد و یکجہتہ قومیت کے نہیں جس کا اس وطنیت ہی جو گت ہے میں دمج ہے کہ انگریزوں نے ابتداء ہی سے اس فکر کو اپنے اعراض و مقاصد میں داخل کیا ہے۔ ۱۸۵۵ء میں جب انگریزوں کا ہندوستان پر قبضہ ہوا تو میرے یہ مقصد منصفہ ذیل الفاظ میں ظاہر کیا گیا۔

"ہندوستان کی آبادی میں مختلف اور متضاد عناصر سے مرکب ہے ان کے حقوق اور مفاد کے یکساں بیٹ فارم بنا دیا جائے۔"

یہی متحدہ قومیت انھیں ان کے دل میں پیشتر سے کھٹکتی رہی ہے اور ہر انگریزوں سے مخالفت اور اس کے رازوں کرنے کے۔ بڑے ہر طرف سے حامی ہے۔ یہاں مندرجہ ذیل نے (EXPANSION OF ENGLAND) میں اس کے متعلق یہ لکھا ہے۔



"اگر ہندوستان میں متحدہ قومیت کا کردار ہر دو بھی پیدا ہو جائے اور اس میں استعماری کے  
 طے سے کوئی عملی نواح بھی نہ ہو بلکہ اس قدر اس کا سامنا ہو جائے کہ اپنی حکومت سے اتنا  
 عمل ہندوستان میں کیجئے کہ شاہانہ کے قومی وقت سے ہماری شہادت بہت کافی ہو جائے  
 کیونکہ ہم ذہنیات ہندوستان کے فلاح میں ہیں اور اس پر فائز نہ مگرانی کہتے ہیں۔  
 اگر ہم اس طرح کا حکمت کرنی بھی چاہیں گے تو اقتصادی نوہ پر قطعاً بار ہو جائیں گے۔"  
 اسی بنا پر بیشتر سے یہی کوشش بدتران برطانیہ کی جاری رہی ہے کہ یہ جذبہ ہندوستان پر  
 پیدا نہ ہونے دیا جائے اور اگر کسی کو صورت اس کی پیش آتی ہے تو اس کو ہندوستان پر  
 ہر ممکن صورت سے تفرقہ ڈرا کر فنا کر دینے پر لڑاؤ اور حکومت کو کی انگریزی پالیسی شہ  
 اور مٹا دینا بہت اطمینان کا عمل ہے کہ پیدا ہونے کے بعد تو اس ماہ میں استانی بدو جمع جاری ہے  
 مشرک اور مشرکین اور سرکار کی کالوں کی استانی انگریزی مساعی اور پھر ۱۹۰۰ء میں اجتماعی  
 مساعی اس کی مشہور مدد میں جس کے ماتحت اولاً اس سٹیج میں پورے انڈیا میں پورے انڈیا میں  
 قائم کرانے میں کلاسر نام ۱۹۰۱ء میں کاغذیں اور پورے انڈیا میں ۱۹۰۲ء میں مختلف  
 ایجنسیوں میں ڈپٹی ایجوکیشن آف اہل انڈیا "تکلیف کی گئی جس کے مقاصد حسب ذیل  
 قرار دیئے گئے۔

۱) مسلمانوں کی رائیں، انگریزوں اور گورنمنٹ ہند کے سامنے پیش کر کے مسلمانوں کے  
 سیاسی حقوق کی حفاظت کرنا۔

۲) عام سیاسی شورشیں کو مسلمانوں میں پھیلنے سے روکنا۔

۱۹۰۶ء تک اس میں اتحاد و یکجہنت برطانیہ کے استقام اور اس کی حفاظت میں مسلمانوں پر  
 ہندوستان میں اس قائم رکھنے کی کوشش کی اور لوگوں میں وفاداری کے جذبات پیدا کرنا۔  
 مشرک اور مشرکین اور غیر ہندو کی انگریزی مساعی کا نتیجہ تھا کہ سرسید جیسے تیز اور سخت سیاسی  
 آدمی کے خیالات پر نہایت زہر ملا اثر ڈالا گیا اور اس سبب بغاوت ہند کے کھینے والے  
 شخص کے عقائد اور اصولوں کو ہم مساعی سے بالکل ہی جدا اور انگریز پرست اور ٹھکرے کا بنا دیا گیا۔  
 مسلمانوں کو بیزدھمکا دیا گیا اور آج بھی نہایت قوت اور جانک سے دھمکا دیا جاتا ہے۔ جن کو  
 چاہئے کہ گورنمنٹ کو ایسی کامیابیوں سے نوازا جائے اور اپنے نفع کو دیکھ کر مسلمانوں کو  
 سے میری بے زور درخواست ہے کہ وہ مسلمانوں کا روشن مستقبل "یہ کتاب تمام مسلمانوں کو پہنچا

تعماری دماغوں کے چھپی ہے اس کا بیڑا مٹا کر فرمائیں۔

دوسرے

تکسب اسلامین صین احمد خزاندہ، ذوالحجہ ۱۳۵۶ھ

# حضرت اقدس کا دوسرا خط طالوت کے نام

عزم اللقائم      ذوقہذکم      اسدکم      مزاج شریف

واللہ اعلم کہ گلستانہ ۲۳ روزی لہ کو طالع میر سے فرسج اسر سوون کار شاد ہے کہ اگر بیان واقعہ مقصود سے کسی سوسوں کوئی کام نہیں ہے، اگر شکرہ مقصود ہے تو وہ غلطیہ درست ہے اس لئے میں خیال کرتا ہوں کہ الفاظ پر پھر غور کیا جائے اور اس کے ساتھ ساتھ تقریر کے ساری دلائل پر نظر ڈالی جائے۔ میں عرض کر رہا تھا کہ موجودہ زمانے میں تو میں مدظن کے بنتی ہوں۔ یہ اس رسالے میں جاری ہونے والی نظریات اور روایت کی خبر ہے۔ یہاں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ تم کو ایسا کرنا چاہیئے رہین خبر ہے، انشاء نہیں ہے کسی ناقص نے شکر سے کا ذکر نہیں کیا، نہ امر و نشا کا لفظ ذکر کیا ہے، پھر اسکو شکرہ قرار دینا کس قدر غلط ہے!

واقعہ اصل یہ تھا کہ میں تقریر میں من امور کو گوارا ہوتا جہت سے کہیں کہیں اسدوم اور مسلمانوں کو بالخصوص باغریہوں سے بندھ سکتا میں یہ پتے ہیں، لیکن کچھ ایسے ذکر میں ذمت آتی تھی کہ اس وقت ہم تمام دنیا میں ذمیس شمار کئے جاتے ہیں کیونکہ ساری دنیا کا خیال ہے کہ ہندوستان کے بادشاہ سے ایک قوم ہیں اور وہ سب کے سب غلام ہیں اور غلام ذمیس و ذوار ہوتا ہے اس لئے ہم بیرونی ممالک میں منارت دیں دیکھے جاتے ہیں، وہاں کے لوگ ہمدرد، ہمسکھ، ہمداری، بیہودی و غیرہ کا نام ہیں یا نسلی یا بعضی فرقہ نہیں دیکھتے سب کو گوسہی لاشی سے سمجھتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ہندوستانوں کے متعلق مثالاً ذرا دل دزدیجبار، کیپ، کالہ، مارکس، نیرو، کینیا، فجی، آسٹریلیا، کینیڈا اور امریکہ وغیرہ منارت فرما کر اور ذمیل ترین قوانین اپنے یہاں جاتے ہیں اور ہندوستان یا مسلمانوں کی کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ گوارہ یہ سوک جا پان یا چین یا اطالین یا انگلیٹہ یا ڈچ وغیرہ انہی قوموں کے ساتھ کر سکتے ہیں! اسی طرح ہم اپنے مسلمان بھائیوں کے متعلق تو مسلمان، مصر، سیرا، عراق، اطالیہ، الجیریا میں موجود ہیں آواز میں اٹھاتے ہیں مگر کوئی برسرین کا

بدی آواز کی طرف تڑپا میں کرتا اور نہ مٹا رہتی ہے، اس کی دہریہی دولت سے، اور اس سے  
 کے مقابلہ پر ہم اس کے کہنے چور نے مقالہ پر جو ہندوستان کو سرحد میں اور ہے جن کا راست  
 کرتے ہی مراد کان کی نہیں دھرتی۔

دوسری چیز میں نے ذکر کیا تھا، تیسری ہمیشہ اتفاق اور تھی ہمیشہ نغز و جلا  
 پانچویں چیز میں جہالت، چھٹی چیز میں کس اور کس، ساتویں چیز میں بد چھٹی، آٹھویں چیز میں یہ کہیں  
 دھیرہ مسلمان کہیں صومری اور ہندو کا اور ظرب ہو جا، عالم اسلام کا اس عدلی کہ جس سے  
 بددہریا، سر میں انور کا عدوت ہو اور غیرہ میں کئی مشورہ، بجز اس کے، ذکر نہیں کیا گیا تھا کہ عدوت  
 ہے کہ عدوت، عدوت کشتی کے بندہ کشتی کو آزاد کرالیں، اگر اس مشورے کے عدوت دین وراثت  
 شکر کہا جاتا ہے توصلی الامین کسا ہیں کہ میں ہو کو فرض کیا ہیں۔

”تذللنا ذنوبنا منہ الاصب“

”یہ ایسا گناہ ہے جس سے میں تہہ نہیں کر سکتا“

دنیا اور سے آدمی جو ہائے یہ مشورہ دیا گیا اور میرا امتداد ہے کہ اس میں تغیر کی مسلمانوں کیسے  
 خواہ ہے ایسا حالت کے مطابق اس میں جسے کسا ضروری ہے۔

دنی رباقت اسلامی کا بوالسب، بلا اطلاق، بلا الزم، باصانع و حیر و متحد ہونا اور کہ کفر  
 یہ دوسرا امر ہے۔ اس کو بھی ہم جانتے ہیں، ہماری کئی جہاں پڑا ہے، اس کی بہت اور ہم مسلمان  
 میں تغیر ہے، ہم نے کراچی کا جیل کاٹا اور سیکیورٹی مسائل اٹھانے اور انہیں سے اسکی  
 تعمیر پائی اور کشتی کی آیات، اصلاحیہ حیر اور روایت آج سطور میں بجز صدر میں کر دینے  
 جگہ ہوا مسابہ پر بجایا میں ہم پڑتے ہیں اور اس کا وسط سٹائے ہیں، کوئی اور صورت اس کا قول  
 ہوا ہوگا، ہم اقبال اور انساں دونوں ہیں۔ قوم کے لیے جس اندک زندگی کی وجہ سے اس حالت میں پڑے  
 ہوتے ہیں، پھر کئی تغیر خوب خیر ہے کہ قوم اور ملت اور دین کو ڈر نہ لگایا میں فرق کر چکے  
 خلاصی شکل کر چکا ہیں، اگر غلاب نعمت سر صاحب موصوف کا نظریہ دونوں کے اتحاد کا ہے  
 خون کو اپنے نظریے کے مخالفت کو ایسے ہشتادویں سال کے کا کیا حق تھا۔ ہر حال۔

سے ہم کئی دوسرا سلام حناک اللہ کو کھنستی

جانب بخائی فریب سب لعل شکر مارا

میر سے مترجم، ہم فریاد سب، دشتم کے عادی ہو چکے ہیں اس سے دشمن کر کوئی تغیر نہیں

سے سچا کا ٹوکر ہوا انسان فرسٹ جا آئے رہنما  
 مٹھکین اتنی پڑھی پڑھی کہ آسمان پر گھسکیں  
 ششم رنگ کی شرتاک کا دریا میں مشاہدہ کرنے کے بعد جب سے ملحدہ ہوا ہوں، اپنی قسم کے  
 سبب پر شرم کا یہ نسبت سائیں زیادہ لاشاہد ہونا ہوا ہوں۔ وہ کرن سے الفاظ اور معاشقہ میں جو  
 میں کئے گئے اس پر موصوف صاحب کو کبھی بھی نہیں۔ یہاں اپنے ہی کیا کیا کر رہے ہیں  
 دوسرے \_\_\_\_\_ رنگ اساتذہ میں محمد فوزانہ روزی لکھنؤ ۵۵

## جائے طاہوت کا خط علامہ اقبال کے نام

مناجی محترم اسلامیان اسلام علیکم ورحمۃ اللہ  
 اگرچہ میرا یہ حرج نہیں کہ آپ سے شرفِ معاشرت حاصل کر سکوں مگر ان ضروریات میں اختلاف  
 کی بنا پر، جو دو اس علم کے کہ آپ کی طبیعت پر کتنا ساز بہتا ہے سمجھ دینے کی معافی  
 چاہتا ہوں۔

مولانا حسین علی صاحب قیصر کے متعلق آپ کی نظم "عجم ہنوز حادہ" کو "روز ہمسامان" میں  
 چھپی۔ اور اس سے پہلے "آسمان" "گرینڈار" اور "انتخاب" میں ان کے خلاف متواتر  
 پردہ پسگندہ کی طرف توجہ دلائی۔ اس کے برابر میں انہوں نے ازراہ شفقت ایک مفصل  
 تقریر بھی لکھی ہے جس کے اہم اقتباسات ذیل میں درج کرتا ہوں۔  
 فریڈ: "طاہوت صاحب نے مذکورہ بالا خطوط کے جواب میں اقتباسات درج کئے ہیں انہیں نہ صرف  
 طواغیت و تکرارِ حدوت کرتا ہے۔"

یہ مولانا کی تقریر کے وہ اقتباسات ہیں جو میرے نزدیک مزوری تھے کہ آپ کی نظر سے  
 گذر جائیں۔ جہاں تک میرا خیال ہے مولانا کی پوزیشن صاف ہے۔ آپ کی نظم کی اساس  
 قطعاً پردہ پسگندہ ہے۔ اس لئے آپ کے نزدیک ہیں اگر مولانا سے تصور ہوں تو میری فکر  
 اپنی حالی نظر کی بنا پر اخبارات میں ان کی پوزیشن صاف فراموشی سے بھرتی ہو گئی ہے اپنے  
 خیالات سے متعلق فراموشی تاکہ مولانا سے مزید تعلق نہ لگے۔ ہمارے جیسے نیاز مند جو  
 دونوں حضرات کے عقیدت نگین ہیں، دو گنا رنج و غمناک ہیں۔ امید ہے کہ صحیح الفرضی

کے اور جو آپ بھی اس روز جزا سے نکلے ہیں آپ رحمتِ مہربان سے

”ظاہر“

## علاؤ اقبال کا خط جناب طاہر طاہر کے نام

۲۱ فروری ۱۹۳۸ء

جناب من مولانا حسین احمد صاحب کے ”مقدمین اور اصحاب کے بہت سے خطوط میرے پاس آئے ہیں۔ ان میں ہمیں میں قراصل معارفہ کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ مگر میں نے ٹھنڈے دل سے فرمایا ہے اور عروزی صاحبہ کو بھی اس میں خط لکھے ہیں۔ چنانچہ آپ کے خط میں عروزی صاحبہ کے خط کے اقتباسات درج ہیں۔ اس سلسلے میں نے آپ ہی کے خط کو جواب کیسے انتہا کیسے جواب الی و اللہ اخبار ”اسلام“ میں شائع ہوا ہے۔ فریادِ فردا عدالت کی وجہ سے خط لکھنے سے قاصر ہوں۔

”مخلص مولانا اقبال“

## علاؤ اقبال کا دوسرا خط جناب طاہر طاہر کے نام

۱۸ فروری ۱۹۳۸ء

جناب من سلام سمون میں حسبِ وعدہ آپ کے خط کا جواب ”اسلام“ میں چھپونے کو تھا کہ میرے ذہن میں ایک بات آئی تھی گا کہش گذار کر، فروری میں ہے۔ امید ہے کہ آپ عروزی صاحبہ کو خط لکھ کر اس بات کو صاف کر دیں گے جراتہ سلامت آپ نے ان کے خط سے درج کئے ہیں۔ میں سے یہ معلوم ہوا ہے کہ عروزی صاحبہ نے فریاد لکھا کہ ”تو کون تو میں اور ظاہر سے متعلق ہیں“ اگر ان کا مقصد ان الفاظ سے صرف ایک سرور لائقہ کر بیان کرنا ہے تو اس پر کسی کو اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ فریاد ہی سبب سے کہ یہ نظر اپنا پیشامد میں بھی مشغول ہو رہا ہے۔ البتہ اگر ان کا یہ مقصد تھا کہ ہندی مسلمان بھی اس نظریے کو قبول کریں تو یہ سبب سے گنجائش والی بات ہے۔ کیونکہ کسی نظریے کو اختیار کرنے سے پہلے یہ دیکھ لینا ضروری ہے کہ آیا وہ اسلام کے مطالبات سے متعلق ہے؟ اس خیال سے بحث شروع کر لوں تو پہلے پائے۔ اس بات کو جان بوجھ کر فریاد میں لکھا گیا ہے کہ مولانا کا مقصد ان الفاظ سے کیا تھا؟ اور فریاد کو فریاد کے عین حقیقت میں دیکھنے کے لئے ہمیں اس کے ہست و حیات میں کس مسلمان سے

پہچھے نہیں ہیں نہ

”مخلص محمد اقبال“

## علامہ اقبال مرحوم کا ترویجی بیان

جمہور نامہ ”مخلص“ مورخہ ۲۸ مارچ ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا، میں نے مسلمانوں کو اس قومیت اختیار کرنے کا مشورہ نہیں دیا۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنی کا بیان

مجھے اس اعتراض کے بعد میں پر اعتراض کرنے کا کوئی حق باقی نہیں رہتا

علامہ اقبال کا جواب

## قوم و وطنیت کے سلسلے میں ایک علمی بحث کا خوشگوار خاتمہ

جناب ایڈیٹر صاحب ”مخلص“ لاہور۔ السلام علیکم

میں نے جو تبصرہ مولانا حسین احمد صاحب کے بیان پر شائع کیا ہے اور جو آپ کے اخبار میں شائع ہو چکا ہے اس میں میں نے اس امر کی تصریح کر دی تھی کہ اگر مولانا کا یہ درستاد ”رمانہ حال میں تو میں وطن سے ہنسی میں نہیں تکر رہا ہے تو بے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اور اگر مولانا نے مسلمان ہند کو یہ مشورہ دیا ہے کہ وہ ہر قطر پر قومیت کو اختیار کر لیں تو ذہنی طور سے مجھے اس پر اعتراض ہے۔ مولوی صاحب کے اس بیان میں جو اخبار ”الافتادہ“ میں شائع ہو چکا ہے مندرجہ ذیل الفاظ ہیں:

”لہذا ضروری ہے کہ تمام ہندوستان کو منظم کیا جائے اور ان کو ایک ہی رشتہ قرار دیا جائے کہ اسے کامیابی کے میدان میں گامزن بنا دیا جائے، ہندوستان کے مختلف حصہ دار متفرق مل کیلئے کوئی رشتہ اتحاد بھر قومیت اور کوئی رشتہ نہیں جس کی اساس ملحقہ نہیں ہو سکتی ہے۔“

ملفوظات سے تو میں نے یہی کہا کہ مولوی صاحب نے مسلمان ہند کو مشورہ دیا ہے، اسی بنا پر میں نے وہ منظر کشی جو اخبار ”مخلص“ میں شائع ہو چکی ہے، لیکن بعد میں مولوی صاحب کا ایک خط طاعت صاحب کے نام آیا

میں نے علامہ مرحوم کے اس فقرے سے ثابت ہوا ہے کہ وہ مشرعی طور سے مسلمانوں سے منسوب کیا ہے ان کا نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ کسی کا احترام کرتا ہے وہ اسے ”ذوقیہ“ نہیں کر سکتا۔

ہیں کہ ایک شخص اٹھواڑھنے نے جو کہ جس ارسلان کی ہے۔ اس خط میں مولا ارشد فرماتے ہیں۔  
 ”میرے مضموم ہر صاحب کا ارشاد ہے کہ اگر یہاں واقع مشورہ متعلق اس میں کوئی کام نہیں ہے۔  
 اور اگر مشورہ مقصود ہے تو وہ غلط دانت ہے اس لئے میں نہیں کرتا ہوں کہ ہر اٹھواڑھنے کو  
 جانے اور اس کے ساتھ ساتھ تقریر کے لئے اس کے سابقہ پر نظر ڈال جائے۔ میں یہ عرض کیا  
 تھا کہ موجودہ زمانے میں قومیں اوطان سے جٹی ہیں۔ یہ اس زمانے کا ہماری ہر سے الی نظر  
 اور ذہنیت کا ضرب ہے یہاں یہ نہیں کہا گیا ہے کہ ہر کوئی کہہ دیتے یہ عرب و اعراب ہیں  
 کسی ناطق نے شروع سے کو ذکر میں نہیں کیا۔ ہر اس کو مشورہ قرار دینا کسی قدر غلطی ہے۔“

خط کے مندرجہ بالا آیتوں سے صاف ظاہر ہے کہ مولا اس بات سے صاف انکار کرتے ہیں کہ ہر  
 مسلمان ہندو اور پھر اجماع امت یا کرنے کا مشورہ دلا۔ لہذا میں اس بات کا اعلان ضروری سمجھتا ہوں کہ جو کہ مولا کے  
 اس اعتراض کے بعد کسی قسم کا کوئی حق اعتراض کرنے کا نہیں رہا۔ میں مولا کے ان حیرت انگیزوں کے پیش عقیدت  
 کی قدر کرتا ہوں جنہوں نے ایک دین امر کی توجیح کے سلسلے میں پرائیمریٹ خطوط لکھ کر ہر میں لکھیں ہیں۔  
 خدا تعالیٰ ان کو اللہ کی محبت سے اور دینا مستند فرمائے۔ نیز ان کو یقین دلاؤ کہ ہمیں کہ مولا کی محبت دینی کے احترام میں  
 ”ہر من کے کسی عقیدت مند سے بچے نہیں ہوں۔“

## حرفِ آخر

الحمد لله کہ میں نے اس زمانے کے عقیدت مندوں کو ان کی آگاہی کیسے اس صداقت کو دوبارہ واضح  
 کر دیا کہ حقیقت حال سے آگاہ ہوجانے کے بعد مولا اقبال نے اپنا اعتراض واپس لے لیا تھا۔ لہذا وہ اشعار میں اس  
 سلسلے اور مغلبن ہماز میں رادیا گئے کہ اس اعتراض کے صورت میں جنہوں کے بعد مولا دعوات پا گئے۔ اور اس میں یہ  
 ہدایت دینے کا موقع نہ مل سکا کہ ان اشعار کو اور مغلبن ہماز میں مٹا دیا جائے۔ اگر کوئی صورت میں پیدا ہوجائے  
 کہ اور مغلبن ہماز میں اس نظم کے ساتھ ہر صحت کر دینا لے کہ حقیقتے حال سے آگاہ ہونے کے بعد مولا ہر دم  
 نے ان اشعار کو اللہ تعالیٰ قرار دیا تھا تو بہت اچھا ہو۔ لیکن کہ اس تقریر کی بدولت قادرین حضرت اقدس کے خلاف  
 مڑکن سے محفوظ ہوجائیں گے۔

اس سلسلے میں قادرین کی توجہ اس خطبہ صدارت کے حسب ذیل فقرے کی طرف مبذول کرنا چاہیے  
 جو پہلے پاکستان لیگ میں ۱۹۴۶ء کو لکھی گئی تھی۔ اس خطبہ کے سلسلے دیا تھا۔ یعنی۔

”تمہارا وہ کسی بھی مذہب عقیدے یا ملت سے تعلق ہوا اس کا مک سے کئی واسطہ نہیں ہے۔ چونکہ وہی وقت گزرے گا آپ خود دیکھ لیں گے۔ مہدی معنی میں نہیں بلکہ قومیت کے اعتبار سے 'ہندو' اپنے آپ کو ہندو کہیں گے اور نہ مسلمان اپنے آپ کو مسلمان کہیں گے۔ مذہب پر شخص کا ذات حتمیہ ہے لیکن سیاسی معنی میں سب کا امتیاز نسل و مذہب کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ تاہم ظلم کی گنجی میں ایک تقریر



ہم بشر و انصافیت مذہب سے مراد کرتے ہیں کہ کوئی تحریک مسلم لیگ کے قائمہ منظم اور ان پاکستان کے مندرجہ بالا الفاظ جراحیوں نے انتہائی ذمہ دارانہ حیثیت میں ارشاد فرمائے تھے ہمارے حیرت کھراتی اور انہیں احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ و قدس سرہ کے نظریات سے کس درجے میں بھی تعلق ہے؟ (جنیوا اور توہجرا)

## ایک خوش بخت خاتون

شیخ لاسوم سید مدنی نے کئی غیر مسلموں کو سید روحانہ علیہ السلام کی غلامی سے مشرف فرمایا جس کا منتقل ہوا کہ وہ پھر کبھی کیا جائیگا۔ مسعودی میں ایڈورڈ سوم کے مہلک کی اس سعادت مند خاتون کے بیان سے چند جملے درج کئے جاتے ہیں جس نے حضرت مدنی کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کیا اور پھر پورا ہندوستان پر لایا اور انہیں زید بعدِ محمد سے شکار کی سعادت حاصل کی اور شریعی پر وہ اور چار دیواری میں زندگی بسر کرنے کے بعد وفات پائی۔ اسلام سے مشرف ہونے کے بعد اُنہیں مسعد کو اشرافی رہن میں ترجمہ قرآن کا عظیم ہدیہ عطا کیا جو

مستقریب میں ہونے والا ہے۔ آپ فرماتے ہیں

”ہاں لاسوم ولیند کے بارے میں کانٹن ٹیجی تھی اس نے اپنی ٹنگ کے چہرہ ہندوئیوں کو اللہ کے وہاں پہنچا دیا۔ ہم لوگ کہہ سکتے ہیں احمد صاحب مدنی سے ملنے کی اجازت دی گئی پہلی ہی نگاہ میں ہم لوگوں نے ان کی قابلیت کا احراز کر لیا، میں نے بحث شروع کر دی۔۔۔۔۔ انہوں نے مجھے مسلمان تسلیم کر لیا، اب میں واقعی ایک مسلمان ہوتی تھی۔ میں احمد صاحب اُس دن ایک حشر نگار اور خوش مزاج سبز بھن بابت ہوئے ہم لوگ رواجی کے وقت بہت زیادہ خوش تھے اور میں اس بات کا احراز تھا کہ ہم لوگوں نے ایک خدا سیدہ متقی بزرگ سے ملاقات کی ہے۔“

”میں نے اپنے لڑکے کو اس لڑکے (جس کا ایک شہری ہے) اور اپنی لڑکی کو جو زمین سکھائی وہی ہم سے ملنے میں میری اتباع کی اور اسلام قبول کر لیا۔“



# تا دل صا جہ دلے نامہ بہ درد بیچ قومے را حنڈا رسوا کنو

من حضرت شیخ کاظمی مروی ہے کہ جب میں نے کہا کہ ہاں ہے کہ مل جن کے قوموں کو ہے اس نے کہا کہ اس کی قومیں ہند  
مردان ہیں احمدی اور ان کے لیے اکابریت، امامت اور خلافت پر ہلاک ہے ان کے سیاسی موقف سے چاہیے کہ  
کتا ہی حکومت پر اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کے علم و فضل، تقویٰ و تدبیر، اخلاص و سچے مہم و ہمت، جانشان و تفسیر، ذہان  
ویند اور علم و توحید کی کئی دوسری مثالیں مل سکتی ہیں، قریب کی آئینہ پیش میں کر سکتی ہیں، ان کی اہمیت کا صرف بہاری گنہگار  
آنکھوں کو قائل نہیں، ہر ایک کو اس کی کھمبہ پر ہم نے پختہ کر کے رکھے ہیں، ان کے متدین و لوگوں کی آنکھوں سے ان کا ہم نشین  
ہی آئینوں کا دریا بہ نکلتا ہے اور ملت و دیوبند کے مدارس کی قیود و ضوابط میں نے ملا، ان کو دیکھ کر ان کی قوم پر  
رہنے والے پر آمادہ ہر جاتی ہے اور فانی قوم پر ہمارے لئے قومیت کی شہادت مولا آج میں امن اس کی ایک سے جن کے لئے  
ہی مولا اس کی معرفت اپنی سیاسی راستے کے ساتھ اعتبار سے ایک مثال شخصیت سے تھے؟

اس مسئلے میں ایک اور تقریب ایک مرتبہ ہونا ملاحی سے مستحکم، اس میں دل کا ٹکڑا اور قوم کی گمشدگی کی گمشدگی  
پر حق اور ملاحی اور ان کے رفقاء و تنقید و استہزاء کا بہت بہت ہونے سے ایک روز خبر آئی کہ کچھ لوگ فرزند اللہ نے ملا کے  
ساتھ نہایت فریب و تلمس کا معاملہ کیا۔ ان دنوں دارالاسلام سرگودھا کاٹھ میں عام مہملہ ہوا تھا کہ شام کے وقت چم چم  
رنگ اگلے سیر کیلئے سر پر کیا کرتے تھے، دگر دیوبند اور ان کی مرکز جماعت اسلامی کی تمام کاشتت تھا اور وہاں زمانہ دوری نے  
ہم سے بھی کچھ کھینک کر فرمائش کی تو میں نے کہا: — میں تو کہہ رہا ہوں جہاں تک ہر قوم نے ملا ملاحی ایسے  
تھم کی قومیں کی ہے اس پر غیبت کتنا بہت بڑی آفت آئی ہے — اس پر پوری مجلس پر ماحوشی بھی گئی تھی  
دیر کے بعد مولا احمدی نے کہا کہ ”مولا آج لوگ قوم کے احکامات و بندوبست کا اصل نہ ثابت کریں ان کے ساتھ قوم  
کبھی گستاخی کی کہ گرسے تو کون سی بڑی است ہے؟ اس پر میں نے مزہ تو کہہ دیا لیکن اپنے اس فقرے کو بہر اویا  
میں اور کہ نہیں جانتا، معرفت یہ جانتا ہوں کہ میں قوم نے مولا ملاحی ایسے شخص کی قومیں کی ہے اس پر غیبت کون  
آفت آئے والی ہے؟

امرار احمد

لے ذکر پل را حنڈا قومین جمعیت ملاحیہ اسلام لا!

# حضرت سید مدنی

## ڈاکٹر اقبال

از پروفیسر علی محمد علی سید شاہ صاحب جمالی امرتسری

علوم آں مدنی ماورائے ہندوستان ہے  
 یگانہ بہت بدھ و مکارش و سبھی است  
 نگفت حضرت ایساں کہ ملت از وطن است  
 پس اتہام بشیح الحدیث بے ادبی است  
 بہر شنیدہ مدہ گوش پرس پرسان نیز  
 بہر شنیدہ زدن چانہ ہشان بوجہی است  
 میان شیخ و خودت داوری بکن اقبال  
 کہ بے خبر ز مقام محمد عربی است  
 ہنوز اد عربی بہت ڈاکشیری تو  
 دین مسکن او بہت دستہ نسی است  
 دوا دین و بداند سخن در ہندی؟  
 حسین احمد نحر برنے؟ چہ بوا بوجہی است  
 گفت حافظ شیراز "گو سفندے بہت  
 خمیر شاعر ہندی اسارت ادبی است

ہیت حسین احمد اس میں بالا

دستہ ہندی قبال ای چہ بوا بوجہی است

شرفیہ احمدیہ

مَعذِرَةٌ بِرُوحِ اِقْبَالِ

## ثالثی رباعی کا تجزیہ

بگم ہنور تمام روز ہیں ؟

قال عليه الصلوة والسلام في حجة الوداع في حديث طويل . . .

لا فصل لربيب على عجبى اللهم

عرب تجم کی تقسیم و تفریق تفصیل میں حضور علیہ السلام نے ایسے انداز سے روک دیا کہ آج مجبستی

سازن کی اصطلاح ہی غلط تصور ہے۔

عرب اور اہل عرب کا روزِ دین کے دانا ہونے سے کسی کو کہاں ایٹکا نہیں لیکن کیا چورہ سو سال سے

عرب کے علاوہ کسی غیر عربی باجمعی سے روزِ دین کو آج تک کہا ہی نہیں

یہ ایک بہت بڑا سوال ہے جس کا جواب اقبال کیرسوں کے دستے، اگر صحیح ہو تو پنجادی و سلم

ترندی و باری، قرآنی و روئی کون، وہ کہتے ہیں۔

دلئے گر داپس امروز بود فردائے

اگر تا ہنور۔ کسی نے دین یا روزِ دین کو کہا ہی نہیں تو چورہ سو سال سے دین کا کام کیے ہیں اور

اد دین کیے کہا اور کہا یا جانا دے یہ ایک بہت بڑی جہالت ہے کہ ایک شاعر جو بڑی دنیا کو دین، روزِ دین

سے ناواقف قرار دے، اور کہاں کی بات یہ کہ حضرت شاعر محمدی ہیں۔ عرب و عربیت اور اہل عرب سے

تعلق نہ دارو

اور دوسرا مصرعہ کیسے خود عمل ظہر ہے

صل الصاب کو آواز دو اور عرب دگم سے پوچھو کہ دیوبند اور گلستانے دیوبند سے دور دین

کی تعلیمات کے لئے کچھ کام کیا یا نہیں ؟ سخن شناسی ہی دلیر احتیاجی است۔



میں عربی و عجمی میزاج کے درمیان میں بیٹھنے لگے۔ جس سے اپنی داڑھی سے روئے اسی سلی منہ  
 لٹا کے علیہ وسلم کی صفائی کی جرم۔ ایسے مرد مجاہد۔ شیخ الحدیث کے متعلق محض کسبائی  
 اختلافات کی بنا پر ایسی افتراء پر دازی کرنا گنہ ظلم ہے۔ قرآن کریم ایسے ہی لوگوں  
 کے متعلق اعلان کرتا ہے۔ والشعراء بنقہم الصادون۔

اللہ آخری شرا ایکسپتیا ہے۔ اور ان لوگوں کے لئے ایک تارا بار عبرت  
 ہے۔ جو کہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث کو دین میں حکمت نہیں سمجھتا۔ جو  
 حدیث رسول کے خلاف مضامین لکھتے ہرگز اپنا نام اعمال کسبوا کرتے ہیں۔  
 اور پاکستان کے مسلمانوں کو گمراہ و گمراہ بنا دیتے ہیں۔ ایسے بدو بران صحر  
 کو یہ شعر پڑھ کر اپنے خیالات سے رجوع کرنا چاہئے !

آخر میں ہم شہر مشرق کی روح کو سلام کہتے ہیں افستان بحر عربی  
 سے یہ رزم دین پڑھنا چاہتے ہیں کہ اتناں مرحوم کی وفات کے بعد "ادمان جہاڑ"  
 میں یہ رہائی کیوں چسپاں کر دی گئی۔ جب کہ ڈاکٹر صاحب رجوع کر کے اسی مسئلہ کو  
 حل کر گئے تھے۔

اور ناوانان قبیل سے سوال کرتے ہیں کہ یہ رہائی فارسی میں ہے یا کہ

اردو میں ؟

حاجو ! تم سے سال قبیل سے پہلے اس فارسی کلام کو شہر کے اردو کلام  
 کا جزو کیسے بنا دیا؟ میں فارسی میں اردو کا ٹانگا لگا دیا۔ یہ صرف قبیل بحر عربی کا تصور  
 ہے۔ اور میں ہی کی شہر مشرقی یا غیبی ہاں ہے

ہم آخر میں شہر مشرق کی روح سے سعادت کر کے ہرگز اس بحث کو  
 ہمیشہ کے لئے دبی کرتے ہیں۔ اب کوئی صاحب قبیل کے نام پر ایسی جرات نہ کرے  
 درج ۵ ہرگز ہمیں منہ میں زبان نہ لکھتے ہیں ! لفظ۔



## ڈاکٹر اقبال پر بریلوی علماء کا تکفیری فتوے

یہ دو زمانہ تھا جب تحریک مولائت کے بعد جہنوں میں شہمی اور سکھن کا پرش موزش  
**استفتاء بابت علامہ اقبال** پر ہوا اور مسلمان اس کے جواب میں تبلیغ و تسلیم کے ادارے منظم کر رہے تھے پھر  
 سلطان ابن سعود کے قلمبر حمار کے غلطی نے جہن و سکن میں مسلمانوں کو دو تہوں کی پیموں تقسیم کر رکھا تھا۔ سلطان ابن  
 سعود کے صاحبزادے ابن سعود کے درمیان سخت کٹ کش ہو رہی تھی۔ دونوں طرف کے علماء نے تکفیر کا ہنگامہ برپا کر رکھا  
 تھا۔ علامہ اقبال سلطان ابن سعود کی حمایت میں بیان دے چکے تھے اور بدعتی علماء ان کے خلاف جارکھائے بیٹھے  
 تھے۔ میں ایک ٹکسٹ میں مسلمان کو دل لگی ہو بھی اس نے ایک استفتاء امر تب کر کے مولا، ابو محمد سید و دیگر علما کو  
 (بریلوی) خطیب مسجد دربر ماں لاہور کو بھیج دیا۔ یہ صاحب اپنے حقوق تکفیر کے لئے بے حد مشہور تھے۔ چنانچہ سلطان اکابر  
 مسلمین کو کاہر بنا چکے تھے اس ٹکسٹ میں مسلمان نے اپنا نام پیر راہ محمد صدیق سہاروی "تکریر کیا اور یہ استفتاء لکھا۔  
 "کیا راستے میں علماء دین اور حامیان شرع تین اس مشن میں کہ ایک شخص اشعار میں آفتاب  
 کو مدائی صفات کے ساتھ متعقبت کرے اور اس سے مرادیں طلب کرے، آخرت پر  
 یقین نہ رکھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر صحابہ سے استہزاء کرے، علماء کو کام  
 اور ہرین عظام پر آواز دے کہے اور انہیں بڑے خطابات سے یاد کرے۔ جہنوں کے ایک  
 بزرگ کو جسے وہ خدا کا اولاد مانتے ہیں "وام" اور چراغ ہدایت کے الفاظ سے یاد کرے اور  
 اس کی تعریف میں وغب مسلمان ہو۔ کیا ایسا آدمی اسلام پر سہے یا کفر پر؟ اس کے ساتھ میں  
 دین، انصاف و برصحت اور ہر طرح کا معاف کرنا چاہتا ہے یا اجازت دہر نہ کرنے والے  
 کے متعلق کیا حکم ہے؟

بیتناؤ تو جبروانے

اشعار حسب ذیل کے ہیں :

۱) اے آفتاب ہم کو ڈیائے شعور دے  
ہے فعل وجود کا سماں نظر آنے کو  
ہر چیز کی حیات کا پروردگار تو  
نے ہستہ کوئی نہ کوئی ہستی تیری  
ہم چشم فرد کو اپنی تجلی سے نور سے  
یہ وطن مکانِ نسیب و نسا از تو  
نہائید گونہ کو کہ ہے آجسوار تو  
آزاد تہذیب اول و آخر سیا تیری  
(ترجمہ کا تیری مستر)

۲) کہاں کا آتا کہاں کا جانا فریب ہے امتیازِ مہتمی  
خود ہر شے میں ہے ہماری بہارا کوئی وطن نہیں ہے

۳) حصرِ میست نہیں کہہ اس میں اے کلمہ تیری  
تجربہ جبر میں خدا سے کام کرتے ہیں

۴) غضبِ ازی یہ مرشدان خود ہیں خدا تیری قوم کو پچانے  
بجا کر تیرے مسول کو یہ اپنی عزت بنا ہے ہیں

۵) راتم کی تعریف میں فرماتے ہیں نذ

اس دلش میں جو ہے ہیں ہزاروں حکمِ سرشت  
مشہور جن کے دم سے ہے دنیا میں ہم ہند  
ہے راتم کے وجود پر ہندوستان کو مار

ابنِ نظر کہتے ہیں اس کو اسماءِ ہند  
اجسا اس چراغِ ہدایت کا ہے یہی

روشن تر از کھوپے زمانے میں مشامِ ہند  
قولہ کا وہی تھا تہمت میں سرد تھا

پاکیزگی میں بخش نیت میں درد تھا

(المستحق پر راہِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سہارنپوری)

# فتوے



اسم پروردگار اور بڑوں عرفا مخصوص ذات جناب ہادی ہے، اور لوگوں پروردگار کے نزدیک خدا کے حکم پہنچنے کو کہتے ہیں انہی میں سے حضرت یزدان اور پروردگار آفتاب کو کہتا صریح کفر ہے علیٰ ہذا خدا کے حکم پہنچنے کا عقیدہ بھی کفر اور توہین عمومی علیہ السلام بھی کفر اور تہمین بزرگان دین فسق۔ لہذا حسب حکم ان کفریات سے قائلی اشعار مذکور توہین کرے وہ اس سے بنا جتنا نام مسلمان ترک کر دیں ورنہ سنت گناہ گار ہوں گے۔

ابو محمد ویدار علی النخعیب فی مسجد وریضان مرحوم  
 بحوالہ زمیندار ۱۵ اکتوبر ۱۹۹۵ء

اس فتوے پر ایک بھر میں شور مچ گیا، مولوی ویدار علی دیر پٹی (۱) پر ہر طرف سے طعن و ملامت کی برپا ہوئی، مولانا سعید حسین ندوی نے "زمیندار" میں اس جاہلانہ فتوے کی چند آگہی خود "زمیندار" نے فتوے پر تبصرہ کیا، ایک گنم ستار شکار دعا لیا چہرہ پر شکر حسین ایم (اسے) نے ایک مدلل مضمون میں اس فتوے کا جواب دیا۔ لیکن اشعار مستورہ کے ایک ایک لفظ پر بحث کر کے ثابت کیا کہ اس سے مرکز کفر کا شاخہ تک پیدا نہیں ہوتا مولوی ویدار علی دیر پٹی کا کہ اس حرکت سے علماء اسلام کے اچھوتی وقار کو سنت صدر پہنچا۔ کیونکہ مسلمانوں کے تمام عقائد عالم دعائی قدیم تعلیم یافتہ اور جدید پڑھے پوسے لوگ علماء اہل کونہایت نفس مسلمان عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دیندہ نبوت حامی دین اسلام تسلیم کرتے تھے انہی کے تھے انہی کے تھے کہ اگر ہمارے علماء کے نزدیک اہل جیسا مسلمان بھی کافر ہے تو پھر مسلمان کون ہے؟

ذکر اقبال \_\_\_\_\_ از \_\_\_\_\_ عبدالمجید صاحب  
 صلبرہ بزم اقبال رستگرواں گارڈن کلب بوڈو

لاہور



عبد العزیز صاحب

## ذکر اقبال اور مولانا سید حسین احمد مدنی

سنہ ۱۹۳۸ء کے آغاز میں کہیں مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تقریر میں کہا کہ وہ تھا کہ اس زمانہ میں قریب دو دن سے نئی ہیئت اس کی تشکیل جو برہمنوں کے ہمسایوں میں شائع ہوئی اس سے ظاہر ہے جو آنتا کر مولانا نے مسلمانوں کو جدید نظریہ و طبیعت کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ جس میں مذہب، آئین، جہیزیت، اختیار کرنا ہے۔ چونکہ علامہ اقبال مگر جہیزیت کے اس تصور کے خلاف جہاد کرتے رہے ہیں اس لئے انہیں مولانا حسین احمد مدنی کے فخر سے سب سے دور ہوا۔ اور انہوں نے وہ تین اشعار لکھ دیئے جو ان لوگوں میں۔ لیکن اس کے بعد جب مولانا حسین احمد مدنی نے ایک اخباری مضمون میں اپنا موقف واضح کر دیا تو صدر اقبال مرحوم نے بھی اس منظر کی تلافی کر دی جو ان کے فخر سے بعض قوموں کو سبک ہو گیا تھا۔

۱۹۳۸ء کو کراچی سے لکھا۔  
 "مولانا اس بات سے صاحب انکار کرتے ہیں کہ انہوں نے مسلمانوں کو جدید نظریہ و طبیعت کے اختیار کرنے کا مشورہ دیا تھا جس سے اس بات کا اعلان ضروری تھا کہ ان کے لئے جو کچھ مولانا کے اعتراض کے بعد کئی قسم کا کوئی حق ان پر اعتراض کرنے کا نہیں رہتا  
 میں مولانا کے عقیدت مندوں کے پریشانی عقیدت کی قدر کرتا ہوں جنہوں نے ایک دینی امر کی ترویج کے لئے میں پریشانی مطلقہ اور ایک تحریروں میں لکھے گائیاں دینی حد و تعالیٰ ان کو مولانا کی صحبت سے زیادہ مستعد فرمائے۔ میں ان کو عقیدت دلاؤں کہ مولانا کی حیثیت دینی کے احترام میں ان کے کسی عقیدت مند سے بچے نہیں ہیں۔"

"ذکر اقبال" از عبد العزیز صاحب، مطبوعہ برہمن پستال لاہور

عبد العزیز صاحب "۲۸ مارچ ۱۹۳۸ء"

# اولین تقریب "اقبال"

ڈاکٹر اقبال مرحوم کی وفات پر راقم دستِ دِہانم کی دعوت پر حضرت علامہ "افروز صابری" دیوبند سے چنبرٹ تشریف لائے۔ مہرم اقبال چنبرٹ سلسلہ امیر اہل سکول کے زیرِ نظام ایک عظیم مشاعرہ ہوا۔ جس کی صدارت حضرت علامہ مطاوعت رحمت اللہ علیہ نے فرمائی۔

علامہ افروز صابری نے فی البدیہہ پر وہاں اپنے مختصر صدارت میں پیشین فرمائی۔

دورِ ماضی کے پرستارِ خرمِ حال کو رو      اپنے اعمال کے پس منظرِ احسان کو رو

آج بھی مرقدِ اقبال سے آتی ہے صدا      تو کبھی صاحبِ اقبال تھا اقبال کو رو

\_\_\_\_\_ اقبال۔ بنام۔ اقبال و کلامِ اقبال۔ \_\_\_\_\_

ہے جبکہ جو صدرا عندِ اولے اقبال تو      رونقِ نگارِ محفل بھی ہے تہما بھی ہے

اقبال بھی اقبال سے آگاہ نہیں      کچھ اس میں تمہیں نہیں واللہ نہیں

اقبال بڑا اپنی شاکے من باقر ہوا      گفتارِ کاغذی بن گیا، کہ لور کا غازی بن نہ سکا

چپڑ ز سکا حضرت نیرداں میں بھی اقبال      کہتا کوئی اس بے شگفتہ گستاخ کا منہ بند

آغا شورش رحیم

## مکفرین اور علامہ اقبالؒ مولانا ظفر علی خاں

مزانیت کی طرح بدعتی ملت بھی برطانوی سلطنت کا خود کا شتہ پر دل بستے، جس طرح مرزا میوں نے مسلمانوں کے سواہ اہل علم سے کٹ کر ظلم اور برود کی نبوت کا ڈھنگ رکھا اور برطانوی مفاد کی خاطر ملت اسلامیہ کی مسنونیت میں تشکیک و اعتراض کی تحریک برپا کی۔ اسی طرح بدعتیوں نے مرزا علی حسن انگاہ اور مرزا عثمان علی کے خلاف دارالافتخار دارالکفر و کفر کے برطانوی سلطنت کی جڑیں خنبرہ کر کے کی کوشش کی۔ اس سلسلے میں بدعتیوں کے اس گروہ نے جو برطانوی استعماریت کا پروردہ ہے، ہر ایسی مسلمان کے خلاف کھر کا فتوے دیا۔ جس سے برطانوی حکومت کے سیکل سے برصغیر اور مشرق وسطیٰ کے اسلامی ممالک کو آکر دکھانے کے لیے اس آواز بلند کی اور برطانوی سلطنت کے خلاف مسلمانوں کو متحدہ محاذ قائم کرنے کی دعوت دی۔

جسے جب مالگیری میں بدعتیوں کے اس گروہ نے نہ صرف برطانوی نوک کے لئے دنگر وٹ اور سبھی ہی سپا کے بلکہ محبوب سہانی، طوط صمدانی، سیدنا عبدالقادر سیالوی، حضرت اشد علیہ کی گیارہویں دینے والے اس گروہ نے اس وقت انتہائی سرور و شادمانی کا اظہار کیا جب ہندوستانی جوں کے انگریزوں کا ٹڈی دل کے در قیادت آمد ہرین جگت کے دیسایہ دیں کوڑھکی کھنے والی اس عظیم شخصیت کے روضۃ الطہر پر گوہیل جلائیں۔ اور لٹنڈا میں مسل فوں کو بھیڑ بکھڑوں کی طرح ڈک کیا۔ بدعتیوں کا یہی وہ فرقہ تھا جس نے کرنل مارٹن کی ذریت شریف حسین، امیر فضیل اور امیر محمد اللہ کی ترکوں سے عداوت پر خوشی کے ڈانگڑے برسانے اور اڑن جگہ در حدیۃ الرضیٰ صل اللہ علیہ وسلم سے ترکوں کے اطوار پر لگی کے چرخ حلائے۔ ترکان احوار کی اس تباہی ویرانی پر حسب مسلمانان برصغیر عثمان کے آسوردہ سے تھے تو بریل کے نوریات اور بدعتیوں کے بڑھائی بریل ہی حیح کی خوشی میں بطنیں بجا رہے تھے اور انگڑیوں کو مبارک باد کے تار دیا۔ کہ رہے تھے۔ ات اسی جگہ ختم نہیں ہو جاتی، لیکن بریل کے نوریات اور بدعتیوں کے بڑھائیوں کے

مسندہ و محاذ سنی مسلمانوں کے رہنماؤں کے خلاف برطانوی لوہیت کے، شادہ پرکھ کی توہین سے گورنر کا مسلسل شروع کر دیا۔ اور ہراس مہاجر کو کافر اور گدہ رتی قرار دینا شروع کر دیا۔ جو برطانوی استعمار سے جمہور اور مشرق وسطیٰ کے اسلامی ممالک کو آزاد دیکھنے کا تھی تھا۔ امام الزمخشری نے ابو الکلام آزاد سے لے کر سعودی سے جمہوری حریت پسند ہما کار بھی ان کی کفر اندازی سے محفوظ نہ رہ سکا۔

سر میں جمہور میں ان دنوں حکیم الامت علامہ محمد اقبال کی شاعری، نظریاتی حوالے کی شکل بیانیہ معروضہ تھی۔ تحریک خلافت ختم ہو چکی تھی اور ماری میسے ملک میں شدہ تھی اور انگلش کی تحریک پورے دور دستور سے جہادی کر رکھی تھی۔ مولانا ظفر علی خاں اور ڈاکٹر سیب الدین کپورہ کی صورتیں تھیں کر رہا ہو چکے تھے۔ ڈاکٹر سیب الدین کپورہ نے ماری میسے کی تحریک شدہ تھی کے مقابلہ میں ان دنوں تنظیم کی تحریک کو ہم نے دیکھا تھا اور مولانا ظفر علی خاں نے مسندہ از کے در لید ان تحریکوں کے بگڑا دیا ہے۔ ان دنوں ہی عرب کے مرنجاہ سلطان ابن سعود نے نجد کے ریگزار سے پیش قدمی کے لئے ہندوستان سے شریف صلیبی اقتدار کا ٹاٹا الٹ دیا اور حجاز متحد کر کے سعودی مہاجرین کا قبضہ ہو گیا۔

مسلمان حریت پسند اور احرار جو ابھی عہد میں برطانیہ کی کٹھنٹی حکومت کے قیام کے سخت خلاف تھے اور عزیت الرسول صلی اللہ علیہ وسلم درمک مسئلہ کو انگریزی اثر و بعد سے آزاد اور پاک دیکھنے کے تھی تھے سلطان ابن سعود کی کامیابی پر مسرت تلاش ہوئے اور انہوں نے شکالے کے نفس امارت کے کہ اللہ تعالیٰ نے شریف حسین کو ترکوں سے فداری کرنے کی سزا اس صورت میں دی ہے کہ سلطان ابن سعود کی زیر منظم اور تھی دست فوجوں کے سامنے برطانوی کسبہ و تعداد کے باوجود وہ چند دن بھی ٹھہر نہ سکا۔ کبھی کبھی مہاجرین نے کرمل لارنس کی اس ذریت کو ابھی حجاز سے اس طرح نکال باہر کیا جسے وہ دوسرے ٹھکانے کو نکال باہر کیا سنا ہے۔ انگریز کب یہ برداشت کر سکتا تھا کہ اس کے لگاتار ہونے پورے کو اس طرح بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینکا جاتے۔ چنانچہ ہندوستان میں برطانوی حکومت کے کار پر ادا دل نے برائی کے ہر انہوں اور ہر ایوں کے بڑھائیوں کو اپنے اہتمام میں لے کر سلطان ابن سعود کے خلاف پروپیگنڈے کا ایک ذریعہ دست محاذ قائم کر دیا۔ اور شریف حسین کی حمایت اور سلطان ابن سعود کی مخالفت میں زور و شور سے پروپیگنڈا ابولے لگا۔

انگریزوں کے پیدا کردہ اس شور و شعوب کے دوران حکیم الامت علامہ محمد اقبال نے سلطان ابن سعود کی تائید و حمایت میں ایک بیان دیا جس کی شائستگی پر بریل اور ہدایوں کے کفر ساز ملاؤں نے زخم خوردہ انہی کی طرح بے حد بیخ و تاب کھائے۔ علامہ اقبال پر وائنت پیچھے، انہیں سبہ و ذر خاں کے جلسوں میں ننگی اور فحش گالیاں دی گئیں یہ سب کچھ انگریزوں کے استدادہ پر ہوا شایعہ کی وجہ تھی کہ پنجاب

کونسل کے انتخابات ہونے والے تھے اور حضرت ماہر اقبال بھی مسلمان لاہور کے امرا پر لاہور کے عدز سے امید دار تھے۔ لیکن اس وقت برسرِ اقتدار حکومت نے علامہ اقبال کو انتخاب میں ناکام بدلنے کے لئے ایک گھری جال پھیل اور وہ جال یہ تھی کہ ایک شخص نے علامہ اقبال کے چند اشعار کی آڑ میں مولوی سیدہ جلال شاہ امری نام لاہوری سے علامہ اقبال کے متعلق استفسار کیا۔ جس کی تفصیل مولانا عبدالمجید صاحب نے اپنی تصنیف "ذکر اقبال" میں باحفاظہ دلیل بیان کی ہے۔

استفسار بابت علامہ اقبال

پر وہ زمانہ تھا کہ جب ترکہ مملکت کے بعد ہندوؤں میں شدھی اور سنگٹھن کا جرم و خردش برپا تھا اور سلطان اس کے جواب میں تین تنظیم کے ادارے منظم کر رہے تھے پھر سلطان ابن سعود کی تشہیر جہان کے طے ملنے کے بعد ستان کو دوڑی کیوں میں تشہیر کر رکھا تھا سلطان ابن سعود کے حامیوں اور مخالفوں کے درمیان سخت کڑی کشش ہو رہی تھی دونوں طرف کے علماء نے حکمیر کا سنگٹھن برپا کر رکھا تھا۔ علامہ اقبال نے سلطان ابن سعود کی حمایت میں ایک بیان دے چکے تھے اور بدلتی علماء ان کے خلاف غار گھاسنے بیٹھے تھے اسے میں ایک ہوشیاری طبع مسلمان کو دل لگی سوچی وہی نے ایک استفسار مرتب کئے کہ مولانا ابو لکھنوی سیدہ دیدار علی شاہ خلیفہ سیدہ در پرغال لاہور کو بھیج دیا۔ یہ صاحب اپنے شوقی ٹیکیز کے لئے بے حد مشورہ تھے۔ چنانچہ سیدہ اکابر سلیمان کو کافر بنا چکے تھے۔ ان میں مولانا غفر علی حان۔ ڈاکٹر سیف اللہ میں گلہ اور دیگر اکابر احادیث مل تھے۔ اس کشش طبع مسلمان نے اپنا نام پر بادہ محمد صدیقی تجویز کیا۔ اور یہ استفسار لکھا۔

کیا فرماتے ہیں علامہ نے دین اور حاسیاں شرح متین دی منٹے میں کہ ایک شخص اشعار میں آداب کو قدنی صفات کے ساتھ مصنف کر کے اللہ سے مراد میں طلب کر کے آخرت پر یقین نہ رکھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے علیل اللہ پہنچے سے پہلے کہے علامہ نے کلام اور پیران عظام پر آواز سے کہے اور انہیں برے خطابات سے یاد کر کے، ہندوؤں کے کب بزرگ کو جیسے وہ خدا کا اوتار مانتے ہیں۔ نام اور چراغ ہدایت کے الفاظ سے یاد کر کے اور اسی کی تشریح میں رطب اللسان ہو گیا ایسا آدمی سب سے پرہیز یا کفر ہے، اسی کے ساتھ لین دین، نشست و برخاست اور ہر طرح کا معاملہ کرنا جائز ہے یا ناجائز اور ذکر کے لئے دالوں کے متعلق کیا حکم ہے؟

مقیما و فوخر و ا۔ امتداد حسب ذیل ہیں۔

### آفتاب

ملے آفتاب ہم کو صیانتے شہور ملے  
 بے محل وجود کا سا مان ملے از تو  
 پشیم غم سے کہ اپنی شجلی سے لڑنے  
 یران سکناں شیب و فدا از تو  
 راع گان و رکابے تا جسدا از تو  
 آزاد قہد اول و آخر ضیا تری

درد بر گاتری سنس

کہاں کا آ، کہاں کا جانا ہے اس کے اختیار اختیار  
 نمود پریشی میں ہے ہماری، کوئی ہمسلا وطن نہیں

۲

خصوصیت میں کچھ اس میں ملے کلیم تری  
 شجر جگر بھی حسد سے کلام کہنے میں

عصیب میں یہ سرت مال خود میں عشق تری قوم کو پکانے  
 بگاڑ کر تیرے سکون کو یہ اپنی عزت بنا رہے ہیں

نام کی تعریف میں۔

اس دین میں جسے ہیں ہزاروں ملک برشت  
 ہے نام کے دھڑ پر بندہ ستان کو تار  
 مشور ہیں کے دم سے ہے دنیا میں نام ہند  
 دل مٹا سکتے ہیں اس کو نام ہند  
 اکشن تراد سکھ ہے ذرا سے میں شام آند

تھوار کا دھنی متف شہامت میں مسد تھا  
 پاکسردگی میں جوئی صحبت میں مسد تھا

المستفی پیر زادہ محمد صدیق مہار پوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فتویٰ

اہم پروردگار اور یزدان عرفاً خصوصاً ذات جناب باری تعالیٰ ہے۔ اور اوقات ہنود کے  
 نزدیک خدا کے جنم لینے کو کہتے ہیں۔ امد میں صحت یزدان اور پروردگار آفتاب کو کہنا صحیح

کفر ہے۔ مل پرا خدا کے نام لینے کا عقیدہ بھی کفر، اور توہینِ موسیٰ علیہ السلام بھی کفر اور قرہیں بزرگانِ دین مسن نیز اجنب کسان کفرایت سے قابلِ استبعاد مذکورہ کورہ نہ کرنے اس سے بل ملنا نام مسلمان ترک کر دیں اور کفایت گنہگار نہ ہوں گے :-  
(مجموعہ دیارِ اعلیٰ تنظیم لکھنؤ اور برہان)

اس فتویٰ پر کچھ مہر میں شروع کیا گیا۔ مولوی دیدار علی پر برطرس سے مس و ملاست کی موجد ہوتی۔ مولانا سید سہیل ندوی نے ۱۵ ستمبر ۱۹۲۵ء کو ۱۲۱۹۲۵ میں اس عاجز فتوے کی چھتاز کی خود زبرد ار اہل اس نے فتوے پر کچھ مہر میں اس فتوے کا جواب دیا۔ یعنی ہشتاد ستودہ کے ایک ایک لفظ پر کثرت کے ثابت کیا کہ ان سے برگز کفر کاشا نہ کچھ پیا میں ہونا۔ مولوی دیدار علی کی اسی حرکت سے ملانے اسلام کے اجتماعی و تاد کو کفایت حد مر پیا کیرن کہ مسلمانوں کے تمام طبقات عالم و عامی قدیم تقسیم یا نہ اند جدید پڑھے ہوئے رنگ ملازم قبائل و کوسمت مخلص مسلمان، عاشق رسول، درود ملت، عالی دین اسلام تقسیم کرتے تھے۔ اور کہتے تھے اگر ہمارے علماء کے نزدیک اقبال حبیب مسلمان بھی کانر سے تو ہجر مسلمان کان ہے، علماء اقلان کے خلاف یہ فتوے کفر بھی نفاذ میں گونج دیا تھا۔ ان جتنی گروہ پڑھیں اس کا سلسلہ جاری تھا کہ دینی دروازہ لاجہر کے باغ میں جتنی ملاؤں کی جماعت حزب الاحناف کا ایک زبردست اجتماع ہوا اس میں کفر سار ملاؤں کے نام سروری حاد رضا حال نے بھی شرکت کی۔ اس اجتماع کے دفعہ او کے اجراءات کس سے برداشت کئے ہم اس جگہ اس سے کثرت نہیں کرنا چاہتے اور اس کی پروکشانہ کی ضرورت محسوس کرتے ہیں لیکن برستیت سے کہ اس اجتماع کے انعقاد کی غرض ولایت مگر ایک طرف سلطان ابن سعود کی انگریز پوششی پر گندگی اچھا لانا تھی، تو دوسری طرف ان سران حق آگاہ کو جفت کفر و ملاست بنا تھا جو بعض مقدس حجاز سے انگریز کی ذریعہ کے اجراءات پر اظہارِ مسرت و شادمانی کر رہے تھے۔ ان میں مولانا ظفر علی خان کا نام سروریت تھا۔ مولانا ظفر علی خان زبان و قلم دونوں سے بدعتی گروہ اور ان کے سرپرست ہر سار قدر ولایت پسند طبقہ کے خلاف شہر و آرماتھے۔ چنانچہ اس جلسہ میں جس کا اہتمام خاص کر مسکاب و ولایت کی طرف سے کیا گیا تھا مولانا ظفر علی خان کے کفر کا فتوے دیا گیا۔ اور اعلان کیا گیا کہ جو مسلمان ظفر علی خان سے ملے گا یا اس کا احباب اور عزیز ہوں پڑھے گا۔ اس کی عیوی پر مطلق ہوجائے گی۔

ڈاکٹر سیف الدین کچھو، اور ڈاکٹر اقبال کے بعد مولانا ظفر علی خان کے خلاف ملانے برائی و اللہ کے اس فتوے سے سارے شریں جگہ ہر مہر میں ہنگام برپا کر دیا ڈاکٹر کچھو اور علماء اقبال تو کفر کی سند حاصل

کر لے کے بعد خاکسرخ رہے۔ لیکن ظفر علی خاں کو خاموشی کون کر سکتا تھا۔ وہ مرد مجاہد تھا جو حق کی خاطر  
 لٹا گیا۔ اور ظفر علی خاں اور قمر بختیوار سے بدعینوں کا ایسا تاقلد یہ کیا کہ بریلوی کھڑا ہوا۔ ظفر علی خاں کے بقا  
 میں اس نے کے بدلے تخبہ طریقوں سے خطوط کے ذریعہ انہیں قتل کی دھمکیاں دینا شروع کر دیں لیکن ظفر علی خاں  
 ان گیدہ دھمکیوں سے بھلا کب رہنے والا تھا اس نے جب دیکھا کہ بریلوی بدعینوں کے دم دم ٹوٹ رہے ہیں،  
 ہاتھ پاؤں پھول رہے ہیں۔ تو اس سے ان کے جلسوں میں جا کر اعلا، کتہ الخی کرنا شروع کر دیا۔ اس جگہ ہم ایک واقعہ  
 قادری کی معلومات میں اضافہ کے لئے مدد کرنا ضروری خیال کر سکتے ہیں کہ۔

”جن بدعتی ملاؤں نے یہ فتوے دیا تھا کہ جو مسلمان ”زمیندار“ بنے گا اس کی بیوی پر طلاق ہو جائے  
 گی۔ فتوے کے دوسرے درجہ میں ان کے جہول میں ”زمیندار“ کا نازہ شمارہ دیکھا گیا۔“ صرف اس ایک واقعہ  
 سے ہر شخص پر بریلوی بدعتی علماء کے اخلاق و کردار کا اندازہ کر سکتا ہے  
 ہم یہ تو سمجھ جاتے کہ فتوے ان کے اپنے فتوے کے ال کی بیویوں کو طلاق دینی یا نہیں اور انہوں  
 نے اپنے بھائیوں کی شہادت کی یا نہیں۔ لیکن اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ بریلوی بدعتی علماء میں جرات و حق گوئی  
 کا فقدان ہی نہیں تھا بلکہ وہ دہری اعتبار سے بھی بالکل حق و امن تھے۔

ان تو ہم سے کچھلی سطور میں یہ لکھا ہے کہ مولانا ظفر علی خاں سے بریلویوں کے جلسوں پر پھاپلے مارنے  
 اور ان کے جلسوں میں جا کر حق و صداقت کا علم لہند کرنا شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ ٹیکسالی دربارہ میں انہیں معافی  
 جہنم کے دیر اہتمام ایک برس گاہ قائم تھی جہاں دن رات بھیکری توہیں ڈھلا کرتی اور کھڑکیوں کا سامان،  
 تیار ہوا کرتا تھا۔ اس ضمن کے دیر اہتمام ہر سال جلسہ ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ ۱۹۲۶ء کے اوائل میں انہیں لہارہ  
 کے دیر اہتمام سالانہ تبلیغی کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں بریلوی مکتب فکر کے بڑے بڑے علماء نے شرکت کی ان  
 میں وہ علماء بھی ملتے تھے جنہوں سے علماء اقبال اور مولانا ظفر علی خاں کے صلوات کھڑے کے فتوے پر دستخط کر  
 سکے تھے۔

چنانچہ کانفرنس کے پہلے روز ہی نماز عشاء کے بعد ہر جماعت علی شاہ کی صدارت میں جلسہ ہوا تھا  
 کہ مولانا ظفر علی خاں جن کی جرات و بیباکی شہرہ آفاق تھی اپنے چند حواریوں کے ہمراہ جلسہ گاہ پہنچ گئے۔ ساری  
 حضار اشد کبر اور ظفر علی خاں رندہ ہار کے نعروں سے گونج اٹھی۔ مولانا ظفر علی خاں کو دیکھتے ہی بدعتی ملاؤں کے  
 چہروں پر ہواستیاں اڑنے لگیں۔ ہوشوں پر پٹریاں چمکنیں۔ رہائش گاہ ہو گئیں۔ اور وہ انہیں جھانکنے لگے  
 مولانا ظفر علی خاں نعروں کی گونج میں اسٹیج پر پہنچ گئے۔ صدر جلسہ حضرت ہر جماعت علی شاہ محدث علی پوری  
 نے مولانا کا استقبال کیا۔ بلا تباہ ہوئے۔ اور پھر زمانے لگے کہ جس شخص سے وہ شیعہ اجماع سے کیا



چالیس برس تک فاروقی میں ادا۔

پھر ٹاٹا جیسی مشہور تارالست سے

اس دور میں کالیس تیس تیر ہو

ابھی چند پارہ نہیں گئی ہوں اسی کے صفحے میں کوئی شہ کر سکتا ہے ! ابھی نہیں تو صرف وہی شخص

لکھ سکتا ہے جو پچا اور ماہنا عاشق رسول ہو :

حضرت پیرسید صاحب علی شاہ محدث علی پوری نے حقیقت میں اپنے کلمات سے ان لوگوں کے من

پر ایک دور وار طرہ پر رسید کیا تھا جنہوں نے علامہ اقبال اور ظفر علی خان ایسے دانشوران رسول علی اللہ علیہ السلام کے خلاف کفر کا نوسہ دیا تھا۔

مولانا ظفر علی خان نے اس مسئلہ عام میں تقریر کرتے ہوئے یہ لکھا کہ اس امر کا اعلان کیا کہ۔

میرا پیش اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ میں اسلام کی سرحدی اور مسلمانوں کی آزادی کی خاطر

اسلام دشمن طاقتوں کے خلاف، علامہ اقبال کے مخالفین کو تاراج کروں۔ اور لہجے سناؤ کہ اس وقت

تک جاری رکھوں جب تک سارا عالم اسلام سرور استغداد کی گرفت سے آزاد نہ ہو جائے

میرا سبک دامن ہے۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ فردی اختلافات کو جو نزاع بنا کر اٹھایا

گئے انہیں مضبوط کر کے لئے جو ملار، حریت پسند عناصر کے خلاف ٹھکر کی دہلے لگا دیے

ہیں وہ اپنے اسی کوس اور قابل خدمت کار و بد سے بار آجائیں کسی کلمہ کو لگا کر کہیں یا کافر

گردانا سب سے بڑا گناہ ہے۔ اور ہر مسلمان کو اس گناہ سے بچنا چاہئے۔ اس وقت

دنیا سنے، اسلام کی سرحدی اور آزادی کے لئے ہم سب مسلمانوں کو متحد ہو جانا چاہئے۔

اور دن طاقتوں کا مقابلہ کرنا چاہئے جو اسلامی سلطنت کی ریخ دیں انہیں پھینک کے مسئلہ

میں گزشتہ کئی صدیوں سے سازشوں میں مصروف ہیں۔ ہمارے ملار کو ان کا آلہ کار بن کر

اپنے ہی بھائیوں کو کافر نہیں بنانا چاہئے اور کشتیاں اسلام کے استحکام کی خاطر

مسلمانوں کی صفوں میں خشیت و اتراق اور انتشار و مفسدات برپا نہیں کرنا چاہئے :

مولانا ظفر علی خان کی اس تقریر نے لاہور میں جمعہ اور کفر سلاطین کے جلنے ہوئے ہر اور

گل کر دیئے دورہ علیہ میں کی اسٹیج پر چند گھنٹے دقین بعض بدعتی طاؤس نے کفر سازی کا ڈرامہ ٹری سچ دیکھ سے

کھینے کی کوشش کی تھی اتحاد بین المسلمین کا پیمانہ بن گیا۔



## دردِ دل سے اپیل

اسے مسند رسول پر بیٹھ کر مسلمانوں کو راہِ ہدایت دکھانے والا اپنے راضی کا احساس  
 کرو۔ مسندِ رسول کو اپنے بھائیوں کی تکفیر و نصیحت کے لئے استعمال نہ کرو۔ چہاں تک جو میر  
 صلی اللہ علیہ وسلم جنتِ للعالمین تھے۔ اس لئے تم بھی جو کہ ان کی کسبہ پر بیٹھ کر دوسری بیٹے  
 سرورِ دنیا کے لئے رحمت بن جاؤ۔ مسلمانوں خاص کر ان عمارتے جن کو جسوں نے اسلام کی  
 سرزندگی اور حق کی فتح کی خاطر اپنی جانیں بچھا دی اور قربان کر دیں۔ کافر کہہ کر اپنے نامن اعمال  
 کو سپاہِ مذکورہ اور زمین و آسمان کی نعمتوں کے مورد نہ بنو۔ دہشتِ روزِ پیمانِ لاہوت



## شیخ العرب و العجم

غنچہٴ با رخِ نبوت تھے حسینؑ  
 داعیِ امن و اخوت تھے حسینؑ  
 یوں تو عالم کیسے باعثِ حریت تھے مگر  
 ایشیا و اوروں کی عظمت تھے حسینؑ  
 حیف اب ایسا جہاندار کہاں پائیں گے  
 پاکِ دل پاکِ طبیعت تھے حسینؑ  
 جب مدِ حیف اٹھے صفحہٴ گیتی سے رہتا  
 پیکرِ رشد و ہدایت تھے حسینؑ

مفتی محمد رفیع



# اقبالیات

## نظریات اقبال

مصلحتہ اقبال کے مفہوم میں سیاست بھی کبھی قافی اہمیت ہوتی رہتی ہوتی  
ہر کے اندر ظن خود مشہور یاری  
ازدواج میں نہ محبت امر لڑائی

وہی کہتا رہا ایک نینہ سے ایسا کہ آبرو اگر انہی کے سیاسی دامن سے نصیب کتر ہوتی ہے، اقبال کو اپنے ذاتی  
وہا حق مفاد کے لئے استعمال کرتے رہے، ادب میں کبھی نہ تقسیم کب سے پہلے بہت سے ایسے لوگوں نے اپنے  
سیاسی مفاد کے لئے استعمال سے اقبال سے اجتناب جنہیں اقبال دل سے ناپسند کرتے تھے کبھی اقبال کو ہنسنا بنا گیا، کبھی اقبال کو کھلا  
کبھی دشمنی دہن لڑ گئی، دیکھیں کہ کبھی کبھی اللہ کا پورا ہی اللہ کا پورا ہی ہے، جو ملوث ہو اسے کہ ایک شخص نے شخصیت، رحمت کی اہمیت گھٹانے پر آمرا  
ہے اور وہی کہنے والا ہے، اس کے سہل اور غیر ڈسے اور طرز رنگ کے مطابق اس کے لئے ایسا کرنے کی ہمتیاد کہ  
چکا ہے، بدقسمتی سے اس کے لئے اقبال ہی سے اظہار ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ شخص رحمت ہی کو نہیں مانا اور اپنے  
آپ کو قرآن کا ترجمہ اور خود سے سزا سزا کرتا ہے وہ اقبال کو کھانے گا۔ مگر ان کے اظہار کے لئے اظہار اقبال کو یہ بھی گاہ ہے  
یہ اظہار و تالی کی مقبولیت کی علامت ہے، گناہی مقبولیت کے اندر اس اقبال کے مذمت بھی کہ ہے، میں اور وہی پہلو  
ہے جس کی خاطر یہ عزم اقبال کی حفاظت کے لئے ضروری ہے۔  
”مگر سید محمد“

”جس اساس پر فکر اقبال کی علامت کھڑی ہے اس کا علم اور اس کی معرفت حاصل کرنے چاہئے، پھر میرا دل اور سر و دیکھ ایک  
خدا میں کھتا ہے، ”میرے کلمہ پر اظہار نظر ڈالنے سے پہلے حقائق اس کے لئے کا مصلحتہ ضروری ہے“  
جس لوگوں نے کوم اقبال پر ”کائنات“ لکھا، وہ اس سے ان میں سے اکثر حقائق اس کے لئے سے بہرہ ہیں۔ یہی وہ ہے  
کہ اسوں نے اقبال کو کئے اور کھلے میں بہت سی ہنسنا ہی شکر کریں، کمالی ہیں۔ یہ لوگ قرآن سے اہل ہیں، حدیث کا فہم نہیں،

میرت سے برادر دوست سے معذرت کی۔ خیر کہ اس کے طرفی انگریزوں سے ہی بددلتی کا صحیح فہم ہے۔ اس کو یہ حال  
 تھی سے ہر جاہل و پڑاؤں کے معصرت سے اسی زمانہ میں انہوں نے اس سے یہ معصرت رکھنا۔ مگر انہوں نے  
 مزید فہم پر صحت کھنہ ہی کہا ہے۔ اس کا تجربہ کہنے کو ہر جاہل کے آئندہ مستحق ایک ہر گھر میں بچے کے جن  
 فک کہ صحت میں ملے ہوئے ہیں کسی نے اس پر غور کیا، کوئی سہل مردی میں جو اس سہلی کو چاہا نہیں۔ من لوگوں نے  
 انہوں کے سن کر اس کے سہی جیسا کہ وہ کہتا ہے اس کے اندر کمال ہے یہی۔

بعض صحت جو صحت کا نام ہو گا اس سے کہہ لیں کہ اس کے آوی اسی میں اسی میں رانگی ہوئی تھی  
 من لوگوں نے اس طرف آج ہی میں وہی بعض سہی ہے جو میں میں اس میں صحتوں کا مخرج یہی ہے۔ من لوگوں میں ہم  
 صحت مگر کے ساتھ صحت کے مشورہ سے کہہ لیں کہ اس کو من سرکاری صحتوں کے بہت ہرادی صحتوں کے شتم  
 سے صحت صحت کے کسی ہی صحت میں ہے۔ حضرت مگر کہ صحت کے بعد صحتوں کے شتم صحتوں کا شتم ہے۔ صحت  
 صحت صحتوں میں لوگوں کے سہی رہیں وہ انہوں میں نہیں ہوتی ہیں۔ سہی صحتوں میں لوگوں کے ام سے یہاں سے کہہ لیں  
 میں صحت صحتوں میں صحتوں کے شتم سے اس کے صحتوں کے شتم ہے۔ خیر صحتوں کا کہہ لیں کہ صحتوں میں صحتوں  
 میں صحتوں کے شتم سے اس سے کہہ لیں کہ صحتوں کے شتم ہے۔ صحتوں کے شتم ہے۔ صحتوں کے شتم ہے۔ صحتوں کے شتم ہے۔  
 میں صحتوں کے شتم سے اس سے کہہ لیں کہ صحتوں کے شتم ہے۔ صحتوں کے شتم ہے۔ صحتوں کے شتم ہے۔ صحتوں کے شتم ہے۔  
 صحتوں کے شتم سے اس سے کہہ لیں کہ صحتوں کے شتم ہے۔ صحتوں کے شتم ہے۔ صحتوں کے شتم ہے۔ صحتوں کے شتم ہے۔  
 صحتوں کے شتم سے اس سے کہہ لیں کہ صحتوں کے شتم ہے۔ صحتوں کے شتم ہے۔ صحتوں کے شتم ہے۔ صحتوں کے شتم ہے۔  
 صحتوں کے شتم سے اس سے کہہ لیں کہ صحتوں کے شتم ہے۔ صحتوں کے شتم ہے۔ صحتوں کے شتم ہے۔ صحتوں کے شتم ہے۔  
 صحتوں کے شتم سے اس سے کہہ لیں کہ صحتوں کے شتم ہے۔ صحتوں کے شتم ہے۔ صحتوں کے شتم ہے۔ صحتوں کے شتم ہے۔

۳۔ اگر ایسی آب و ہوا ہے از رنگ صحت جس میں خود سے ہر روز اور  
 سر کی ماہم ہر پریشانی وہ کہ آسہ صحتوں سے ہر جاہل گرو

انہوں نے تو کے صحتوں کے شتم سے کہہ لیں کہ صحتوں کے شتم ہے۔ صحتوں کے شتم ہے۔ صحتوں کے شتم ہے۔ صحتوں کے شتم ہے۔  
 صحتوں کے شتم سے اس سے کہہ لیں کہ صحتوں کے شتم ہے۔ صحتوں کے شتم ہے۔ صحتوں کے شتم ہے۔ صحتوں کے شتم ہے۔  
 صحتوں کے شتم سے اس سے کہہ لیں کہ صحتوں کے شتم ہے۔ صحتوں کے شتم ہے۔ صحتوں کے شتم ہے۔ صحتوں کے شتم ہے۔  
 صحتوں کے شتم سے اس سے کہہ لیں کہ صحتوں کے شتم ہے۔ صحتوں کے شتم ہے۔ صحتوں کے شتم ہے۔ صحتوں کے شتم ہے۔

کھپ چکی تھی جب آپ شانہ کیا ہر دگتھی سے۔ اقبال نے اسلام کی دینی تاریخ اور سیاسی زندگی کے امت پر جو بیان کے ہیں کہ اسلام کے تخریبی لٹریچر میں اس کو سرخ پر خلیا جامع متاثر آج تک نہیں کھسکا گیا۔ اس سلسلے سے کئی مباحث سید ابوالفتح نے مستقل کتابیں لکھی جاسکتی ہیں لیکن یہ خود ہی ڈھنگ کے تخریبی پست۔ اقبالیوں کا بیشتر مہمہ اس موضوع کو چھیڑنا اور اندی کے عنوان بحث ہے اور یہ رواداری اور انسانیت کو چھاپے اور صراط و طواغیٹ کی مخالفت کرنے سے شروع کرتے ہیں کہ سیاسی حیثیت سے ذاتی معنی میں یہ لٹریچر دیکھ کر اس سے کسی کا افسوس ہے۔ یہ لوگ اقبال کے ان انکار کو ان کے وقت کے مسلمانوں کا افسوس کرتے ہیں ان کے خیال میں اقبال کی بعض سیاسی نظریوں کی ترمیم نہیں آسکتی تھی مگر اقبال نے اپنا ذہن دوسروں کے سپرد کر رکھی تھا اور وہ دینی مطالبے پر مسلمانوں کی وحدت کو برقرار رکھتے ہیں ان کے دماغ میں خارج سے آنے والی اقبالیوں سے ایک جگہ نہیں کئی جگہ ہونے لگاتاری و خطوطی حکمت ہے کہ

”میں نے کبھی دوسرے شخص کے خمیہ کی پیروی نہیں کی، میں اس آدمی کو اسلام اور ملت کا خدا کو سمجھتا ہوں جو دوسروں کے نظریوں کی پیروی کرتا ہے۔“

اقبال کے ان متاثرین میں سربراہ ہے کہ اقبال۔ خاندانیت پر جو کچھ بھی اذکار کیا اس کا تعلق امر اور قیامی ازاد سے ہے۔ علامہ امجد کے پہلی میں آگے سے گریٹا قادیانیت کا مستند مسلم کا مستند نہیں اور ان کا سب سے اعلیٰ علامہ مسدوس سے نہیں اور اس سے متاثر تھے اس بات کو اس نے اسلام کا ہم رو ہے لانا مشعل لانا الیہ و ارجعوف۔

سوال یہ ہے کہ ان لوگوں کے نزدیک وہ کیا معیار سے جس سے مسلمان ہو کہ فلاں انکو پر انہوں سے سوچا اور فلاں انکو پر خدای ایزت کی ہر گز ہونی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کو جو وحدت ہے وہ ان کے نزدیک اقبال کے وہی اور ان کے انہیں ضرورت ہیں وہ اقبال کا نہیں حصہ ہیں۔ اس لیے میں کہوں عقیدہ ایک تہذیب کا جاسکتا ہے کہ یہ ایک جبرور وراثت ہے۔

## علم و ایمانی

قرآن وحدیث میریست | قرآن وحدیث کے حواصص ۱۵، ہماری دینی سے لیکن حرم کے درخ بھی ہیں مگر وہی کے تعلق میں ہیں اور انہی احوال اور حلقہ بری علی اللہ علیہ السلام کی تعلیم دینی چاہیے۔ قرآن وحدیث اور نبوی مطہر عربی انگریز ۱۹۲۶ء علم کے چار لہجے | عربی علم کے چاروں لہجے ہیں اور قرآن پاک سے واضح ہوا ان لہجے چھ ملحدی وہم پر یکا ہے۔ دوسرا انگریز اور کورنگ۔ مسیحیت اور الازخ۔ اس آہیت سے علم آنگہ بنسیا اور کئی ذکر جائی نام اللہ آریج کا بتدلی شہد میں نے اپنی مخلوق جیسے بالکل نوری اور تعلیم پر بند کے۔ تیسرا اور پھر علم نفس ہے جس کا مروجہ انہیں علم اللہ شہد سے ہے۔ چاروا ہے۔ چاروا ملحد میری حضرت ہے جس پر قرآن پاک ہے سنا۔ تیسرا علم کلامی اللہ اللہ اللہ کیف سلطنت

عربی مطہر

نظر | دریا لغت مراد صحبت ہے۔

عربی معانی

و نیز یہ تعلیم کی خرابی | کسی طرز تعلیم کو جس اور آزادی نہیں کہ جاسکتا، ہر ملک کی تعلیمی سرحدیں مختلف ہوتی ہیں۔ جہاں ایک مسلمانوں پر مسکن لکھن کا تعلق ہے ماسں۔ یہی تعلیم سے اچھے نتائج پیدا نہیں ہوتے ہیں۔ \_\_\_\_\_ بین ۱۹ اکتوبر ۱۹۲۳ء ص ۱۹ صحت اعتبار قرآن مجید کی تعلیم | وہ لوگ جنہوں نے تعلیم کا یہ اصل الاموالہ نام لیا تھا کہ ہر مسلمان کو تک تعلیم کا آغاز کام پید کی تعلیم سے ہر اچھے وہ ہمارے مقابلہ میں پوری قوم کی اہمیت و نوعیت سے زیادہ باخبر تھے۔

تعلیمی اساس | مسلمان نوجوان کی تعلیمی اساس اگر دینی اور اخلاقی نہ ہو تو اس میں میرٹھی، بلند فکری اور خود رسی کے وہ اوصاف مستند ہیں پیدا ہو سکتے جو اسلامی میرٹ کے لئے اہل لاقیہ تاز ہیں۔

صحبت | کچھ وقت سچوں اور بزرگوں کی صحبت میں بیٹھ کر روحانی انوار حاصل کرنا ضروری ہے۔

جدید افکار قدیم حقائق | یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ جدید افکار کو قدیم اساس میں بیٹھایا جاتا ہے بلکہ یہ کہتا چاہیے کہ قدیم حقائق کو جدید افکار میں پیش کیا جا رہا ہے۔ \_\_\_\_\_ ڈاکٹر عظمیٰ کے نام فکر و نظر | قومیں جس کے مردم ہرگز تباہ ہو جاتی ہیں۔

پردہ | عورت کا جسی تقدس اس امر کا متقاضی ہے کہ اسے ایسی نگاہوں سے بہرہ عموز رکھا جائے جس سے عورت ایک بہت ہی غلبہ وادیہ تحقیق ہے اور یہ حقیقت ہے کہ دنیا کی عظیم ترین دستاورد اور باری۔ \_\_\_\_\_ اخذ پوسٹ " مسکن عورت | جس قوم نے عورت کو ضرورت سے زیادہ آزادی دی وہ کبھی نہ کبھی اپنی تعلیمی پروردگی و شہسبانی کوٹی ہے۔ عورت کا اصل کام آئندہ نسلی کی تربیت ہے۔ ٹائپسٹ یا لوگ بنا اور بنا عورت قانون مطرت کی خلاف ورزی ہے بلکہ انسانی معاشرے کو ہر ہم پریم کرنے کی افراسی تک کوکوشش ہے۔ \_\_\_\_\_ مددگار فقیر بدلا صلہ فکر و نظر | خردا معنی قسم کو آرت قوم کو چہیت کے لئے شردہ بنا دیتا ہے۔

آزاد خیالی | اگر ہم اسلامی فکر میں کوئی خاص اعادہ نہیں کر سکتے تو کم از کم اتنی ہی کرنا چاہیے کہ آزادی خیالی کی اس تحریک کو جو دنیا کے اسلام میں جڑی تیزی سے پھیل رہی ہے، پکڑ لیا ہی روکنے کی کوشش کریں کہ قدیم نقطہ نظر کے ماتحت اس کی تنقید و تنقیدی سے ہوتی رہے۔ \_\_\_\_\_ پانچویں خطہ تشکیل دینا اور الہیت اسلام ۱۹۲۱ء

آزاد خیالی | کاش اہل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر شریف نہیں اور ہندی مسلمانوں پر پتا دینا ہے عقاب کریں۔ \_\_\_\_\_ سرنگ لکھنیا ہال کے نام

صرف کیم میں ازستی سے درود صبر و صفت آپ علیٰ علیہ وسلم نہیں اور بجا رہی سے ام علیہا ..... لڑائی کے ہم  
 تقلید کا زمانہ ..... اور اسلامی عقیدہ اختیار سے بہتر ہے ..... ہر مسومن رشتہ دار کو پادشہ  
 اس وقت کوئی ..... فریاد اور دروس علی اندہ علیہ سلم تنصیب ہے سزا کا ماحولت کا بہترین طریقہ ہے ..... یہ وہ وقت تھی ایشیا ایٹ عزت  
 جدید و قدیم ..... میرے نزدیک اقوام کی رہ گئی ہیں قدیم ایک ایسا ہی نوردی عنصر ہے جیسا کہ جدیدی جگہ میرا سہل قدیم کی  
 طرف ہے ..... یہ وہی مادی کے ہم

## صحبتِ فرنگان

دل امیدوں بردہ در فرستند

مجدد الف شانی

سے عین سو سال سے ہیں بند سکے جیسا سے بند  
 اسب مناسب ہے تیز نہیں ہو نام آئے ساتی

عرس کی تین سو سال پہنٹ بھاگیں گی، ارشاد ہے ہم فرخ و سازگار اور تھا ایک آپ اس کا احیاء چاہتے ہیں، فریاد۔ یہی  
 شیخ احمد بعد و حافظ خان سرحدی کی طرف اشارہ ہے کہ مسلمانان ہند کے منہ پر دست نہ ہٹاؤ سے ہیں  
 میاں شیر احمد فریاد

شاہ ولی اللہ ..... شاہ ولی اللہ دہلوی نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مغرب کے صلہ کے دو اور صلہ کے لئے مقرر کیا تھا۔ یہ کہ  
 انہوں نے تیسری نبی سے کیا ہے .....  
 ہدایت ہے کہ اس سے پہلے مشق کے بغیر ہند پر حکومت ایک نظام نگر اور رکھ کر ہے، غالباً یہ شاہ ولی اللہ  
 دہلوی تھے جو نے سب سے پہلے ایک نئی روش کی بیداری کو کھولے گا۔

قطرہٴ یادم فشکیں ہدیہ انبیاء اسلام ص ۱۱۴

سید سلیمان ندوی

تب علوم اسلام کے جوئے تیر کے اور ہیں۔ آپ کا قلب ذہنی اور ذہنی برجی ہے آپ استاد اعلیٰ ہیں۔

سید سلیمان ندوی کے نام

عبدالوہاب اور جمال الدین افغانی ..... میرے نزدیک اگر کسی شخص کو دیکھنے کا حق اور ہے تو وہ صرف جمال الدین افغانی  
 ہیں۔ مصر، ایران، ترکی اور ہندوستان کے مسلمانوں کی تاریخ جب کوئی لکھے گا تو سب سے پہلے عبدالوہاب بخاری اور جمال  
 جمال الدین افغانی کا ذکر کرنا ہوگا۔ عورت اور بھی اصل میں جو مسلمانوں کے سامنے ہے۔ وہ اب حال کے مسلمانوں کی نشاۃ الثانیہ کے

پچھری گھاسن ۱۹۲۳ء

عبدالوہاب بخاری اور جمال الدین افغانی

سید محمد شاہ دہلوی نے اسلام کے جدید ترین علمین میں سے ہیں۔ ..... انکا انتقال ۱۹۲۳ء

اسلامی حکماء | میرزا ایک دست سے شراہش ہے کہ اسوی حکما و صوفیہ کے نقطہ نگاہ سے ایسے لوگ کہ وہ شمس کو ایسا مانتے

یقین ہے کہ اس کا ستہ اچھا اثر ہوگا۔ \_\_\_\_\_ میرزا علی محمد علی کے نام

اکبر الہ آبادی | مجھے یقین ہے کہ تمام دستیا وہیں کسی قوم کے اہلیات کو اگر نصیب نہیں ہوا اور اس اسلامی اہلیوں میں آج تک

وہی بخیر رہیں سمجھتا ہوں ہے۔ \_\_\_\_\_ انور اشرف ۱۹۷۰

# قرآن اور اسلام

الحکم للہ الملاس للہ

قرآن مجید | قرآن مجید کثرت سے پڑھا جائے یہ بھر قلب میں خود ہی قسمت پیدا کرتے۔

\_\_\_\_\_ میرزا علی محمد علی کے نام

مطالعہ قرآن | قرآن کو اس راویہ نگاہ سے مست پڑھو کہ نہیں فیسے کے مسائل بھی نئے لگا اسے اس راویہ نگاہ سے پڑھو

کہ انہی لغات سے میرا کیا رشتہ ہے اور کائنات میں میرا کیا مقام ہے

\_\_\_\_\_ مولانا محمد رفیع صاحب

معدیہ نبوت | میرے باپیش کو نہیں میں بھر نہیں کی تعلیم اور اس کی رسم کی برکت کے لئے قسمت سے۔

\_\_\_\_\_ مولانا سعید اللہ صاحب

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم | میرا معیہ وہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہیں اور اس زمانے کے لوگ ہیں اسی طرح مستحق ہیں جو

سکتے ہیں حضرت مسیحا پر اگرتے تھے۔

\_\_\_\_\_ میرزا علی محمد علی کے نام

اسوہ رسول | مسلمان کا فرض ہے کہ اسوہ رسول کو مد نظر رکھیں تاکہ نیکو تعلیم اور جہاد عمل قائم رہے۔

\_\_\_\_\_ تقریر مولانا امین مہر و صوفی انگریز ۱۹۶۰

تفسیر قرآن | کوئی کوئی عربی زبان کے چارم کا مقابلہ نہیں کر سکتا، پھر ہی مسلمانوں کو بڑی جرات کا یہ ہے کہ اس کتاب سے

عربی زبان کا علم حاصل کیا۔ قرآن کی تفسیر میں محاذ عرب سے بائیں کام نہیں لیا جاتا۔ حمایت بے دردی سے قرآن اور اسلام میں

پیدا اور ان کی تمییزات حاصل کئے جا رہے ہیں۔

\_\_\_\_\_ میرزا محمد علی کے نام ۱۹۳۱ء

قرآن و حدیث و میراث | قرآن و حدیث کے خواص بنا، اسی ضروری ہے لیکن تمام کے دماغ اسی میں مطالب علیہ کے

محل ہیں، انہیں ان احوال و احوال بری سے الگ کرنا تعلیم کا علم کی تفسیر میں چاہیے۔

\_\_\_\_\_ تقریر مولانا امین مہر و صوفی انگریز ۱۹۶۰



**قوت الرجال**

یہاں ہرگز میں شہداء است، مسلمان سے ایک شخص میں آگاہ ہیں، یہاں سے یہاں سے کہ یہاں ہرگز ہے۔  
 صوفیہ کہ وہ کہیں ہیں، مگر وہیں میرے ہندی کہ متاع ہیں، ٹی

\_\_\_\_\_ اگروہ دی کے نام وہ کہتے ہیں۔

**تصوف**

**گدی نشین** گدی نشینوں سے سب سے دین کو حاصل دینا کا لیدہ پایا، وقت سے انہوں نے دست بردو کہتے۔

\_\_\_\_\_ صاحب لہ کے نام

**تقلید** میں شریعت سے انہوں نے تفسیر میں ہرگز انہوں نے متاع ہیں

\_\_\_\_\_ پوچھن اسرار خدی مقالات ص ۱۵۵

**حاصلت دین** ..... اپنی تہیہ، ابن عربی و زکریا، ہندوستان میں حضرت مجدد الف ثانی، حضرت عاکبیر دہلی

شاہ ولی اللہ اور شاہ اسماعیل شہسپائی نے مخالفت میں کہا ہے۔ چار ائمہ میں سے کہہ رہے ہیں کہ انہوں نے نہیں۔

\_\_\_\_\_ یہ کہہ رہے ہیں مقالات ص ۱۵۵

**علماء اور دین** اور دین کی اصل حقیقت اور علم، انہوں نے کہتے ہیں کہ سب

\_\_\_\_\_ انہوں نے کہتے ہیں مقالات ص ۱۵۵

**تایخ و سیاست**

ظہر منہم کہ ہے جہاں لا الہ الا اللہ

**صوفیاء اور علماء** انہوں نے کہتے ہیں کہ صوفیاء نے اسلام میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے احیاء کی کوشش کی، مگر صوفیاء کی کوشش

اور سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے احیاء کی کوشش کی، مگر صوفیاء کی کوشش کی، مگر صوفیاء کی کوشش کی، مگر صوفیاء کی کوشش کی،

مگر صوفیاء کی کوشش کی، مگر صوفیاء کی کوشش کی، مگر صوفیاء کی کوشش کی، مگر صوفیاء کی کوشش کی،

مگر صوفیاء کی کوشش کی، مگر صوفیاء کی کوشش کی، مگر صوفیاء کی کوشش کی، مگر صوفیاء کی کوشش کی،

\_\_\_\_\_ سلطان محمد کے نام

**مغربی لڑوہ طہارت** مسلمانوں کا مغرب زندہ طہارت ہے، یہ ہے

\_\_\_\_\_ سید سلطان محمد کے نام

غیر دینی تقسیم کا نام ترغیر دینی ہر نامسلاہوں کے لئے مصیبت کا امٹ باہر ہے

یاں امداد کے نام

بزرگانِ سلطنت اہل علم کے مسلمانوں کی کجاست ہی میں ہے کہ در بزرگانِ ملت کے حیرت انگیز ترکوں کو زندہ کیا جائے۔

دن کے ہم خواہ اہل اہل آفاق میں ترغیر دینی ہر نامسلاہوں

قادیانیت کا عقیدہ، علماء اہل اسلام کے لئے ایک اشد عظیم کاسریشہ رہے ہیں لیکن صدیوں کے عروج کے بعد انہیں کہ

زوال بعد امداد کے زمانہ سے وہ بے حد قدرت پسندی گئے اور سرورائی اجتناب کی نصیحت کرتے گئے۔ وہ ان کو ایک چٹھیوں

صدی کے مصیبتوں کے لئے جو مسافر اور اجتماعی و حقیقت ایک بقاوت تھی علماء کے اسی جہود کے ثبوت۔

انکار پریشان

# قادیانیت

قادیانیت اسلام کے غذا اہلیت

اسلام کا خدا راہیہ وسیعاً نقطہ نظر سے اس نظریہ کو لے رہیں کہ کتنے ہیں کہ اسلام کی استقامت اور سہولتیں تقسیم میں ہوتی ہیں

عقیدہ علم کے بعد کہ ایسے علماء کا امکان ہی نہیں جس سے اسکا کفر کو مستحکم ہو۔ جو شخص ایسے الہام کو دلوئی کہتا ہے وہ اسلام سے خدا راہیہ کرتا ہے۔

قادیانیت کا مقابلہ علماء ہند نے قادیانیت کو ایک دینی تحریک تصور کیا اور رسدینا کہیں سے اس کا مقابلہ کر کے نکل

آئے۔ میر علی شاہ نے اس تحریک کا مقابلہ کرنے کے لئے برطانیہ میں مولا ہیں۔ ۱۸۹۹ء سے ہندوستان میں اسلامی ریاستوں کی ترمیم رہی ہے اس کی روشنی میں احمدیت کے امن فحکات کو کھینکی کرکشی کی جائے۔ وہاں کے اسلام کی اصلاحیں

۱۸۹۹ء کا سال بے حد اہم ہے۔ اس سال ٹیپو شہید کی شہادت ہوئی، اسی سال جنگ اور برطانیہ میں ترکہ کا بیڑہ تادمی اور ایٹمیہ میں اسلام کا انکشاف ہوتا ہے۔

قادیانیت فراوان تحریک نے مسلمانوں کے لئے استحکام کو بے حد نقصان پہنچایا ہے اگر اسے مصلحتاً دیکھا جائے تو آئندہ

شہید بقیہ میں چہ ہے۔

احمدیت کے اداکار تمام بیکر جوں نے احمدیت کے ڈرامہ میں حصہ لیا ہے اور وہاں اور انصاف کے انصاف میں جس

سادہ لوح کو کھپاتی ہے ہوتے تھے۔

سیاسی چال

جب قادیان میں اور سوائے سادات ہیں عہدہ گئی ایسی ہنستہ کرنے پر تو پھر سیاسی لوگوں پر سولہ سوائے سادات کے لئے  
 کیوں صحراب میں؟

علیحدگی کا مطالبہ | آج اس وقت اس مطالبہ کا پورا حق حاصل ہے کہ قادیان میں علیحدہ کر دیا جائے اگر حکومت نے یہ  
 مطالبہ تسلیم کیا اور سوائے گورنمنٹ کے اس مطالبہ کو تسلیم نہیں کیا تو پھر یہی دور کر رہی ہے۔ یہ نیکو دور ہے اور قادیان  
 میں قابل ہے کہ جو حق جماعت کی حیثیت سے سوائے کے برائے نام اکثریت کو صحراب چھو سکے۔

\_\_\_\_\_ ایشیائیوں کے نام خط ۱۰ جون ۱۹۲۵

ہندوستانی پیپلز | قادیان جماعت کا مقصد صحراب کی امت سے ہندوستانی پیپلز کی جماعت تیار کرنا ہے  
 \_\_\_\_\_ ہندوستان کے ہندوؤں کے مفاد میں جو کچھ ہو سکے

قادیانیت اور پالیسی | پالیسی قادیانیت سے کہیں زیادہ فنی ہے کیونکہ وہ کچھ قادیانیت پر اس قدر ہے جی ہے  
 لیکن طرز الذاکرہ اور پالیسی اس قدر کی چند سہایت اہم صورتوں کو ظاہری طور پر قائم رکھتی ہے لیکن اپنی طرف سے اس قدر کی حد  
 اور مقاصد کے لئے ممکن ہے اس کے سمیر میں یہودیت کے عناصر ہیں اور یہ تحریک ہی یہودیت کی طرف راجح ہے۔

\_\_\_\_\_ قادیانیت اور اسلام

قادیانیت | قادیانیت کے لئے صرف وہ ہی مابین ہیں یا وہ یہاں کی تفسیر کریں اور ملک بڑھائیں یا ختم کر کے  
 قادیان کو جو ذکر حاصل کر اس کے لئے ہندوؤں کی تفسیر کر لیں۔ ان کی حد یہ کہ ہمیں بعض اس غرض سے ہیں کہ  
 شاعر اور اسلام میں جو آگاہ ہیں سیاسی اور مذہبی ہیں۔ \_\_\_\_\_ قادیانیت اور اسلام

مرزا غلام احمد قادیانی | آخر میں قرینہ پر صحبت میں مرزا غلام احمد قادیانی کا ذکر آج تھا ایک دفعہ فرمایا۔

”مسلمان بچہ کے جہاد حریت سے آخری دور سے اور ان کی کہ سوائے جمادات کی حکومت کے لئے ایک مستقل خطہ  
 ہے۔ جب تک شریعت اسلام سے اس سوائے خارج نہ کیا جائے ان کا مستقل خطہ ہے۔ چنانچہ مختلف لوگوں کے  
 علماء کو کہہ کر اپنا اثر لیا گیا۔ اس طرح ہندوستان کے سوائے سے جو فتنے حاصل کئے لیکن نتیجہ جس کے لئے ان علماء کو  
 ناکام ہو کر ایک جہاد حریت کی ضرورت محسوس ہوئی جس کا بسا اسی وقت ہی یہ ہو کہ قادیانیت میں قادیانیت کی  
 تشریح کی جائے۔ اجماعیت کا نتیجہ سبب اس ضرورت کا احساس تھا ایک دفعہ فرمایا۔“

”قادیانیت کی تشریح کر دو۔ لیکن یہ سوائے نہ انڈیا قادیانیت سے ان کا تشریح لی جائے سوائے صاحب سے ذکر  
 ایسا قادیانیت سے تفسیر کے کتب خانہ میں گورنمنٹ کی طرف سے دہلی کی حکومت نے سید ریاست علی مدنی کو کہا اور  
 اس کام کے لئے آگاہ کیا۔ فرمایا۔ ”قرآن کے بعد ہندوستان کا دوسرا نام اسبیا کہہ کر قادیانیت ہے یہ ایک ایسا جرم جو  
 کہیں معاف نہیں کیا جاسکتا۔ حقیقت کی دید میں سوائے کی نام قادیانیت کو کہہ کر ہم پر ہم کو دینے کے مترادف ہے

قادیانی فرقہ کا وجود عالم اسلامی، مسلمانوں اسلامی، شریعت اسلامیہ، عقائیت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کلمت قرآن کیلئے قطعاً مفروضہ سنا ہے۔

**علیحدہ جماعت** | حکومت کے سنے بہترین طریق کار یہ ہو گا کہ وہ قادیانیوں کو ایک الگ جماعت تسلیم کرے۔ یہ قادیانیوں کی پالیسی کے بھی عین مطابق ہو گا۔ مسلمانوں سے دینی ہی روداد دہی برقیں گے جیسا کہ آئی دہا میں کے معاملہ میں امتحان کرتے ہیں۔

قادیانیت اور اسلام  
نام نہاد تقسیم یافتہ | ہم نہاد تقسیم یافتہ مسلمانوں نے تم نبوت کے قتل کی پہلو پر کبھی غور نہیں کیا مغربیت کی جو آنے اور میں حفظ نفس کے جذبہ سے جاری کر دیا ہے لیکن عام مسلمانوں کے نزدیک تازہ بہ تازہ اس سحر کیسے کے مقابلہ میں حفظ نفس کا ثبوت دے رہا ہے۔

خطہ | مسلمانوں میں شریکیں کے معاملہ میں زیادہ حساس ہیں جن کی وحدت کے لئے خطر آگ ہیں، چنانچہ ہر ایسی مذہبی جماعت جو تاریخی طور پر اسلام سے وابستہ ہو لیکن اپنی بسبب دنیا نبوت پر رکھے اور ان کے انصاف پر اعتقاد رکھنے والے تمام مسلمانوں کو بڑھ کر افسردہ قرار دے، مسلمانوں سے اسلام کی وحدت کے لئے ایک خطرہ تصور کرتے ہیں۔ اسلامی وحدت، تم نبوت ہی سے استوار ہوتی ہے۔

قادیانیت اور اسلام  
مجتبیٰ الدین ابن عربی | اگر شیخ مجتبیٰ الدین ابن عربی کو اپنے کتف میں نظر آتا، کہ صوفیہ نفسیات کی انہوں کوئی ہندوستانی حق نبوت سے، حکار کر دے گا تو یقیناً وہ علماء ہند سے چلے مسلمانوں عالم کو ایسے عذاب اسلام سے متبرک کر دیتے۔

بجواب ہر دو

قادیانی | علماء ہندوں مبارک اللہ نے اس صبر کی دعوت چاہی

خط۔ ایسی روج بیگانہ کرو آں ہر جبہ دار

فرداۃ جہاد اللہ ایرانی اور علام احمد ندوی۔ میرزا غلام احمد کے مختصرہ حسب اس کے اسباب و علل اور نتائج کی تفصیل یوں کہ۔ اس سال قادیانیت کے متعلق پہلی بیان دیو پیر کان تھا احمد شی کی پچ تاریخ۔

عبدالرشید طاقت لطائف

نتیجہ نبوت | حق نبوت کے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص بعد اسلام اگر یہ دعویٰ کرے کہ مجھ میں ہر دو اجزا نبوت کے موجود ہیں۔ یعنی یہ کہ مجھے اللہ و غیرہ ہوتا ہے اور میری جماعت میں داخل۔ ہونے والا کافر ہے تو وہ شخص کاذب ہے اور واجب القتل، سید کذاب کو اس بار حق کی گناہتا

علامہ اقبال کا خط ہام بیاری مطبوعہ مطبوعہ اسلام، انکڑ ۱۹۳۵ء اور انوار انور

زادۃً الیوم اگست۔ حکم دینے کے بعد اجلاسے بہت کچھ لکھی گئی ہیں۔ یہ سنی تقابلی اصول کی ترقیوں کو ملحوظ رکھتے ہیں۔

مصلحتیں و مفادات

**قادرانیت** | قادرانوں کی نظر میں کہ ایسے کے پیش نظر ہمیں نے مذہبی اور معاشرتی معاملات میں ایک نئی بہت کامیابیوں کے امتداد کے لیے ایک نئے روادار حکومت کا فرض ہے کہ وہ ان کے مسلمانوں کے منہاجی اور اختلافات کو حل کر کے جسے آئینہ قدم اٹھائے (یہیں مسلمانوں سے انہیں ٹک کر دے) اور اس کا نفاذ نہ کرے کہ مسلمانوں کو ملکہ کہتے ہیں۔

اسٹیٹس میں کے ہم نے معبر ۱۹۳۵

## حضرت مدنی کی شجاعت استقلال و بہادری

۱۹۲۱ء میں جبکہ سکول میں حدیث سنت رکھے جانے لگے تھے۔ حضرت مدنی نے یہاں پر بیادیت کے الزام میں "حالیہ دنیا ال" کہہ دی تھی۔ مقدمہ چلایا گیا جس کا حکم سنائے جانے سے پہلے ایک راجی ہر میں یہ نسیب دیا۔

میں اب تک بہت آرام میں ہوں، خانہ پر برسوں حکم سنایا جائیگا، اگر مجھ پر اور دوسرے رواداروں پر کوئی سخت حکم ہو تو آپ لوگ ہرگز مدد نہ کریں اور نہ کوئی ایسی حرکت ظاہر کریں جس سے میری یا حق اور انصاف کا نام ہو جائے۔ پورا چاہیے کہ دشمنان اسلام یہ سمجھیں کہ ان لوگوں کو ذرا بھی پروا نہیں ہوتی اور نہ اپنے مطالبات سے ہٹنے۔

ہم پر مدعا ہے مقدمہ میں آزاد دینی ہند اور دیگر مذہبی مقاصد کے قریب ہوتے جارہے ہیں۔ الحمد للہ اب تک اور قوم کا قدم نہایت تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے، حدادوں کو کرم بردار رہے۔ ہم متعجب ہیں کہ اللہ العزیز کی ایک کپڑے پر کارڈ سنٹ کے رواداروں اور جماعت کو ذرا بھی شبہ نہ کر کے اعلان کراہی کی لگائیں گے۔ یہوں نے استقلال سے پڑا ٹھک کر کہیں دلی صبروں سے کام نہیں۔

جہاں گھبراہٹ نہیں، وہاں جس حد تک ہو، ایک حد پر پیر دوسرے کو اور ہمارے ساتھ سے کشمکش کے جائز، کو یہاں دیکھو گے، حدادوں سے اس کے کوئی سے نہ لڑو اور نہ کسی سے جھگڑو، بلکہ خدا کے کلمے کو، اگر لاد کوئی عالم مدنی پیکر کر لیا ہے تو کچھ پروا نہ کرنا، ہمارا ہمارے ساتھ ہے، وہ سب دیکھنا اور سننا ہے، حدادوں کو کچھ آپ کی بددیہی تمام نسبت لکھنے کی حد کر کے، اللہ ہم سب کو نیک عمل اور اخلاص کی ترقی دے کہ آئیں۔ میرا بہت بہت سلام سب حضرات عالیجناب دینوں حد تک صرف حد پر لگوں کہ یہی دینی۔ سلام۔ میں میں آپ کا سزا دے

مصنفین الختمہ العتق لہذا اور اکتوبر ۱۹۲۱ء (دکھائی)

## ڈاکٹر اقبال اور علم

علم و اقبال اور معاشرے کے نام نہاد دانشوروں کے چکس علماء و کاتبے حد احترام کرتے تھے اعلیٰ کے نزدیک علم ہیستہ اسلام کے لئے ایک اقدار عظیم کا سرچشمہ رہے ہیں۔ \_\_\_\_\_ عرب اقبال ص ۲۲۳

ایک بدستید نذر نیازی کی اکس بات پر کہ آپ نے اسلام کی عقلی تعمیر میں نفس انسانی کو کس دور بالبد اللہ یعنی مسئلے حیات بعد موت یا زمین و مکان کے بارے میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے علماء اسلام بظاہر ان سے سیرگان نظر آتے ہیں علماء اقبال نے کہا۔

”یہ اکتا کہ علماء اسلام ان عقائد سے بے خبر تھے صحیح نہیں۔ وہ اس مسئلے میں بہت کچھ کچھ چکے ہیں، ان کی نظر پر بات پر تھی، وہ تہذیب و تمدن اور اجتماع و کفران کے مسائل سے غافل نہ تھے، نہ علم و حکمت اور بالبد اللہ یعنی اذکار سے جس میں قرآن عیدے فلان کی وہ پہلاں کی یہ باتیں کا کہنا تھا کہ قرآن عیدے خلاصہ کائنات ہے“ \_\_\_\_\_ اقبال کے حضور ص ۱۱۱

علماء کے نزدیک ”اسلام نام ہے علماء اعلیٰ کی صحبت کا“

مکتوب بہم شبیر سہادی ص ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳

تقریب صلوات اور ترک ممالک میں علماء عیدے جند کے ضیاع کے منظر تھے ایک موقع پر انہوں نے کہا:

”ہم مذہب کو تمام چیزوں سے الٹا رکھتے ہیں اور علم کے کام کو اپنا حکم کہتے ہیں عیدے علماء و جند جو عیدے کر سٹ گی، وہی جاری رائے ہے“ \_\_\_\_\_ اقبال لکھنؤ ص ۱۱۱

تذکرہ عیدے کے نام ایک خط میں لکھا:

”جو لوگ یہ جیل کہتے ہیں کہ علماء و جند جنس ایک سیاسی مفہوم کہتے ہیں، عیدے کہتے ہیں

سیاست ہیں جس کے پیلو کے ان ہیں اور سید شیشیاں پہنچ کر کن حدیث سے کچھ سروکار نہیں ہا  
 میری رائے، اقص میں ایک خطرناک پہلو میں مبتلا ہیں جو اسائن و آریٹھ اسلام اور شریعت منہ  
 کے مفاد کے منہ کیجئے سے پیدا ہوتا ہے توئی رنگ کی کوئی صالت ابھی نہیں میں پہنچانے  
 اسلام نے حیرت و انجیر میں ہیں نیکی ہوتے۔ انہل اور انجیر صالت اسلام منہ  
 عذر علماء کے اکثر دشمن کر دینا اور حیرت پسندی سے نرش تھے۔ اسکتے پاس میں نے فرمایا  
 ”مہرباب دینند ہوں نا علماء کی کوئی دوسری جامعیت میرے نزدیک ان کے صہ ہر آؤنی  
 ان کی انگریز دشمنی اور دین کے لئے حیرت و حیرت کی برسی قدر ہے۔

۱۱۔ اقبل کے سنہرے میں

ملا کے نزدیک بڑے علم کے علماء دنیا اسلام کی رہنما کے ابلی تھے۔ سید سلیمان عدوی کے نام ایک  
 خط میں لکھتے ہیں۔

” اہرقت مذہبی امتہار سے دنیا کے اسلام کو رہائی کی مسرت منور است ہے۔ لو میر  
 یہ عقیدہ ہے کہ ہندوستان کے علماء اس کام کو پاسن وجہ امام سے سکتے ہیں سبھی  
 افسوس سے تو ہم جاتی اقامت عالم اسلام کی کوئی ایسی دو میں دے سکتے، ان کا داخلی اعتبار ستون  
 کے لئے بہت اچھا کہ جا سکتا ہے۔“ اقبل اہر صدر لائل میں ۱۳۵۱ء



بڑے علم کے پانچ ہند میں علماء جن کا کردار بیٹھ روزنش اور منشا را بہت ہی اتنی کر گیا میں ہندو عالم ان کے مثل وہ سید  
 اعلیٰ شہید ان کا ذکر تمام ان کو ان کے نام و حیرت و حیرت کی علامت ہیں۔ یہ سب بڑے علم کے  
 سعادت کے قیام اور اسلام کی سر گذشتی کے لئے کرتاں رہے۔ سر و لیم ہارن کے مطابق ”اسلم ہندوستان میں پوشیدگی  
 جنہا ست کام کرتے رہے جن میں بر ملا تیر اور ہندو کے عقائد بر ملا کی نفرت کا اظہار کرتے ہوئے وہ دربارہ اسلامی حکومت  
 قائم ہونے کا خواب دیکھتے رہے۔ ان چند بات کو غنیہ ہائیں مثلاً ” تمام کعبہ دار اور علوم دیند ..... پروردگار ہیں“  
 انڈیا راتھ ریشٹن ڈائیریا ۱۳۵۱ء

اور اسلام دین کے متعلق اور ان کے اشتیاق میں تو شوشی اپنے تھنہ ”پروردگار کے مذہب کی ممت اسلام تہہ ہی لکھتے ہیں  
 ”نورید کاہر سرد اور علوم ہی تمام قدرت پسندی کے اور جو علی مطر فقہر کتا تھا اور  
 اس سے اپنے کام سے کام لیں اس نے علی گوہر سنگ ایسی نہیں کی اگرچہ وہ سید احمد علی کی  
 آراء اور ان کے افعال سے متفق ہیں، اسکتا تھا۔ دیند میں علماء کا ایسے گرد آیا تھا جو انہا اسلام کا

شیل ڈا اور حکومت سے کم ہر چشہ عالی میں تھا مگر اس کو جسے اس خیال کو تبدیل ہانے کے لئے نہیں و  
 اٹھت کی مہم جاری ہیں گاؤہ برقعہ کا منتظر اور اس نے حق کے ہوا سے کے قد لینے باپ  
 عالی سے روایہ پیدا کرنے کی کوشش کی۔۔۔ اور بد کے پہاڑوں اور باپ عالی کے درمیان  
 روایتوں اور پتہ کے متعلق تفصیلات ہماری طرح معلوم ہیں ہیں کیونکہ ان کی قومیت ررو اور ان کی  
 ان کے دور کا اٹھان نوا عبد اللہ مسہمی کی سرگرمیوں سے باہر ہندوستان سے راز ہر کہاں  
 پھیلے گئے اور ان سے پہلی عالمی جنگ کے دوران ترکوں کے لئے حمایت حاصل کرنے کے  
 کوششیں شروع کر دیں اس کے ساتھ خود کو بھی اپنے ہوں مگر ان میں اس کے اس حیدر سے  
 کے مطابق کہ سلطان ترک منید سے اور جب وہ جنگ میں شمول ہے تو اس کی مدد کوئی چاہئے  
 یہ کم سے کم ایک جرات مند اور اقدام ضرور تھا انہوں نے ترکوں کے ساتھ روابط قائم کرنا  
 عیسوی اس کے بعد کیا تھا جنک نون پر یہ واضح ہو گیا تھا کہ یہ عظیم ہیں سلطان دورہ اپنی قومیت  
 قائم نہیں کر سکتے جنگ سے قبل دس سال سے زیادہ کا عرصہ ایسا گرا تھا جس میں انہیں اس  
 کا تیسرا ہوا تھا کہ برطانیہ کی حکومت عملی ذریعے اسلام کی آزادی کے خلاف ہے انہیں اس کا  
 مریہ تھا کہ یہ حکومت بھی ہندوستان پر برطانوی تسلط کو تقویت پہنچانے کیلئے اختیار کی جا رہی ہے  
 یہ امر ان کے حیرت سے کا ہر ہو گیا کہ ہندوستان کی آزادی سے دنیا نے اسلام پر یہ وہاں  
 ہوں ٹیگا کیونکہ اس کے بعد اس کی کوئی دہرہ اتنا نہ رہے گا کہ بظاہر اسلام کے بحیثیت اتحادوں  
 پر قبضہ کرنے کی کوشش کرے۔ اس تجربے میں ہر کہ سال کی تھی۔ یہ ایک عظیم نکل کی تیج کا  
 نظر پر تھا۔ جمہور کی صورت سے پہلے اس میں صداقت کا ایک عنصر موجود تھا کیونکہ یہ ایک  
 برطانوی سلطنت کے معاملات میں آڑے آتے تھے۔

پہلیں ایک ایسی فنٹ اور یہ "ص ۲۳۰ ۲۳۱  
 عنصر مرقوم درالمعلوم دیوبند اور اس کے گدار سے متاثر تھے۔ انہوں نے ایک اور کہا:  
 "دیوبند ایک ضرورت تھی، اس سے مقصود تھا ایک روایت کا تسلسلہ وہ روایت  
 جس سے ۳۰۰۰۰ تقریباً گارتہ اصحاب سے قائم ہے؟

اقبال کے مضمون ۱۹۳  
 صاحب زادہ آفتاب احمد خان کے نام "علوم اسلامیہ" کے مستحق ان کے فرٹ کے باب میں لکھا  
 "میرے رائے ہے کہ دیوبند اور نندوہ کے لوگوں کی عربی علمیت ہماری دوسری بارچہ سٹیٹس



کے گلوبلٹ سے بہت زیادہ ہوتی ہے : \_\_\_\_\_ اقبال اور مصدوم صلیبی  
 نیز "جی آپ کی اس تجویز سے ہمارے علم پر متنی ہیں کہ درجہ لکھنؤ کے امتزجی مواد کو  
 برسر کار لانے کی کوئی سہیل نکال جائے : \_\_\_\_\_ اقبال اور مصدوم صلیبی  
 اس بار سے خط میں علوم اسلامیہ کا علم درجہ بند اور کھو نظر آتے ہیں۔

مردانہ قاری کھوشیاب برادری ہیں کہ ایک بار کون سے علم سے پہچان کر درجہ بندی کیا کر لیں کہ اس میں  
 معتزل پسند و پندار کا نام درجہ بندی ہے : \_\_\_\_\_ اقبال اور مصدوم صلیبی ۵۵

(۲)

فی الحال قانون کی ترجمہ میں چند مسائل کی طرف مہدال کرنا چاہتا ہوں جو نیکو شکستہ اندیشیہ میں معرکہ شہنشاہیت  
 کا آئندہ کے بعد اسلامی ہند میں پیدا ہو گئے ہیں  
 کیا اسلام میں خلافت کا تصور ایک ہی ادارے کے سوا ہے، مسلمان چند اور وہ مسلمان جو انکے سلطنت  
 سے باہر ہیں، ترک خلافت سے تمسک رکھتے ہیں، بعد مسکن و الحارب سے زیادہ اسلام، اسلام میں نظریہ اسلام کا  
 حقیقی منہم کی ہے قرآن کی آیت "خدا رسول اور تم میں سے اولی الامر کی اطاعت کرو" میں الفاظ "تم میں سے" کا کلب  
 معوم ہے، احادیث سے آخر صدی کی ترجمہ میں گنتی کی جاتی ہے اس کی ترجمہ کیا ہے؟ یہ اور اس کی تفسیر کے دست  
 سواہت ترجمہ میں پیدا ہونے میں کائنات پر ہر عرب مسلمان ہند سے ممتا اس کے علاوہ مغربی شہنشاہیت کے اس ترجمہ  
 اسلامی دنیا میں شہرت کے ساتھ تسلط حاصل کر رہی تھی جن سوالات سے گہری دلچسپی تھی۔ جن سوالات سے جو مباحثات  
 پیدا ہوئے وہ اسلامی ہند کی تاریخ کا ایک باب ہیں۔ یہ حکایت و داستان اور ایک طرز فکر کی منظر مسلمان لڑا ہوا  
 سیاست جن کی آنکھیں واقعات پر تھی پہلی تھیں علم ہند کے ایک طبقہ کو اس بات پر آمادہ کرنے میں کامیاب ہو گئے کہ  
 وہ دین سیاسی استعمار کا ایک ایسا طریقہ اختیار کریں جو مسکن و الحارب کے سامنے ہو۔

\_\_\_\_\_ حرت اقبال میں ۱۳۴۰ء

خدا و اہل حقانیت کا علم و قدر اقبال مرحوم نے اپنے مقالہ "اسلام اور احمدیت" میں فرمایا ہے  
 یہ ایک تلخوت و حقیقت ہے کہ علماء کے اسی گروہ نے کئی تعبیریں اندازوں کے سواہت  
 برعظیم میں بری نوبی سلطنت کی اس کو نام بخشا۔ جب ان کے ہم وطن سکھوں اور انگریزوں کے عدالت سلطنت اسلامیہ  
 کے اسیاد کیسے برسر پر تیار کرتے وہ ان کے خلافت برسر پر تیار کر رہے۔ جو بڑے ہمارا کہتے کیسے کے عجزوں کو وہ ان کی  
 کہ یہ ہند کی تبلیغ کرتے پھرتے ہیں اور ہند مسکن و الحارب اسلام کے فترے کیسے اور کھولنے گئے۔ مولوی احمد  
 رضا خاں سے بھی ہند مسکن و الحارب اسلام شہرت کرنے کے لئے مستقل ایک رسالہ نامہ اعلام الاعلام ابن  
 نے خلیفہ احمدیوں کو

ہندوستان دارالاسلام لکھنؤ

روح جہاد کر لینے کے بعد "علاقت" مسلمانانِ عام کا ایک مقدس ادارہ رہتا تھا۔ انگریزوں کو اس کے اثر اور اہمیت کا احساس تھا یہی وجہ تھی کہ ۱۷۹۹ء میں حکم دیا گیا کہ اس ادارے سے مسلمان فنکاروں کو دور ہٹا دیا جائے۔ ۱۸۵۴ء میں انھوں نے پھر مسلمان ترکہ سے استفادے کی کوششوں کو روکا۔ اس وقت سے "علاقہ" میں حرکت سے باز رہیں۔ دارالنگار نے اس عمارت کو بھی زلزلے کی نشان دہی اور آواز میں "قریش" کی خود ساختہ تاویلیں شروع کر دیں۔ دوام "العیش فی اللہ من القریش" تم کی کتابیں ہمیں اور جب مغربی شناسا ہیئت سے علاقت متناہیہ کرتا رہا تو اسی "عیش" کے پکے بزرگوں نے جلیا دارالنگار کو اس کے قتل عام کے ذمہ دار اور ذمہ دار نامہ راجہ جنرل اوڈو وار کو مبارک ہوئی اور ایک تقریب میں اسے سپاسدہ پیش کرتے ہوئے حکمرانوں کو بخیرین دلا دیا۔

ہم اور چاروں سے پیران اور میران قومی و جہاد برسر کار برطانیہ کے پیشوا اساتذہ ہیں ہمیشہ سرکار کے ملنے جو کشش اور جہاد رہیں گے۔ انگریزی انسانیت سے ۱۳۴۰ء کا رویہ اس پر اس نہیں۔ عداقت کے خاتمے کے بعد مسلمان ہند نے سب اور سرکار کو جہاد انگریزوں سے آزاد کرانے کی جہاد جہاد کا آغاز کیا تو یہ گزرا پھر سرگرم عمل ہوا۔ ہندی قیام کا وہ دن سماج نامہ جہاد کے ایک نظریے سے غلط مہا پورا۔ مولانا محمد قاسم خان قادیانی، سر سید، شبلی، حالی، غفران خان، ابوالکلام آزاد، مولانا عبدالمبارکی (جی) منی، محمد علی جوہر کے بعد اب بھی اور قائد اعظم جی کی دست درازوں سے سرچکا سکے۔

۱۔ ناک کے تیرے صید نہ چہرہ آواز مانے ہیں

ایسے کفر یہ تھا وہی سے ہزاروں حضرات سیاہ کئے گئے۔ تقصیلات کے سلسلے میں دیں کتب و رسائل مانے گئے۔  
 ① "قبر القادری علی کفار و الاپاؤر" عقوبت جہاد پڑھنے کی سیاہ کاریاں۔ مسند مولانا محمد شیب قادیانی برکاتی نائل

۲۔ مولانا احمد رضا خان کے پروردگار عارف کاظم علی خاں بریلوی نے انگریزی حکومت کی پریٹیکل عداوت انہما دیں۔  
 دیوانیات اعلیٰ حضرت مسند حضرت غفران مبارکی ص ۱

اور خود مولانا احمد رضا خان کے مستحق فرانسس رائس لکھتا ہے:

"میں کاغذوں کا طریقہ کار حکومت کی حمایت میں جبکہ علم اہل دارالترکیہ و خلافت میں انھوں نے مسلسل حکومت کی حمایت میں اور ۱۹۲۱ء میں راجہ میں ترک مولا کے ملامت علماء کی ایک کانفرنس منعقد کی۔ ان کا حوالہ پرنسپل فرانسس رائس لکھتا ہے کہ وہ نے اپنے ہی حمایت حاصل کیا۔

مولانا سید زبیر امین لکھنؤ مسند حضرت غفران مبارکی ص ۱۹۱۳

مرکزی لیگ حزب الامت لاہور مطبوعہ علیہ صحیفہ ایمن۔ اردو ص ۱۳۵۹

۲) مسلم لیگ کی رہنمائی دینی "مسلم کوئی اور دین کے پیچھے نہیں دوسری جگہ تھی شائع شدہ دستہ  
جماعت اہل سنت حلقہ برکاتہ اردو مطبوعہ ۱۳۶۹

۳) احکام فوریہ فرجہ رسم بیگہ، صنف مولیٰ صنف علی خان۔ صنف: نس با صنف بن صنف لاہور  
مطبوعہ صحیفہ صحیفہ ایمن مطبوعہ ۱۳۶۹

۴) "البررات المستشریہ علی زہد المسائل شریعیہ"

گروہ فدائی ● مولیٰ اردو مولیٰ گروہ میان کلا دہشتین اردو ● تعلیم سید علی محمد سید احمدی مولیٰ ایمنی  
● مولیٰ شمس علی خان ● مولیٰ ایمنی گروہ سید احمدی مولیٰ ایمنی حزب الامت لاہور  
۵) "تہذیب اہل سنت"

مصنف مولیٰ محمد زین قادری برکاتی ماضی مرکزی لیگ حزب الامت لاہور مطبوعہ ۱۳۶۰  
۶) اللہ انصاف اعتبار مولیٰ انگریز الیہ شریہ

مصنف مولیٰ کوشش کاغذی کے زعماء مولیٰ احمد رضا خان کاشفی پتھر زینہ میں مسلم لیگ پر بھی حریف کر دیا گیا اس  
فہرست کی کتاب پر مولیٰ محمد بن مرزا قادری مولیٰ ویدار علی مولیٰ محمد علی محمد علی محمد علی (دولہ پورہ) مولیٰ احمد علی (سیتہ) مولیٰ علی  
محمد کے دستاویز ہیں۔

۷) "مستور علی اور دارالعلوم" عقوبت غیب آمین علی علی رشتہ من کوز  
مولیٰ مولیٰ محمد علی رضا خان مولیٰ مولیٰ ایمنی گروہ سید احمدی۔  
یہ چند نام تھے کون از خود اسے کا حیثیت لکھتے ہیں اور  
"مسجد چاہیے اس بکر سیکر کے لئے"

علامہ اقبال کے متعلق فن کی گہرا دانشوروں کی چند جگہ جگہ ملاحظہ ہوتی ہے  
عبدالحمید سبک "دکرا تہذیب میں لکھتے ہیں

"مولانا محمد ویدار علی صاحب سید احمدی مولیٰ نے صرف انہی کی جگہ کی جگہ تمام مسلمانوں  
کو دنیا کی گروہوں سے غافل کر کے مولیٰ اور محمد گہرا سیکر کے لئے " (دکرا تہذیب ص ۱۳۹)

لیگ مولیٰ ویدار علی اور کے رہنے والے تھے اسی سبب سے حضرت محمد نے اور پھر اشعار لکھے تھے  
ان کے مولیٰ مولیٰ

نہایت سے زیادہ وہیں اور علیٰ سبب حدیثی قادری برائی، تاہم ایسی ناصحانہ اور امن فریبانہ  
 اور کی نصیحت، کجاہ اہل سنت میں بل شہد "ہیں یہاں اور ہر کار کی گفتگوئی سے وہاں مودرہ اور کئی دستہ نامی  
 لکھ رہا گیا ہے۔ - حصہ ۱۰۰

"یہ زمانہ تیرت سے ۱۰۰ ماں، اہمیت" ۱۰۰

"ذوالحجہ سب کی رہاں پر اسے بول پاسے" ۱۰۰

اور "اسکا اہل" سب خود ہی اسباب میں کہ ڈاکٹر - سے سب سب لیکے

۱۰۰

دین اسلام سے کہ یقین ہے۔

قادری لکھ کے ان ٹیوٹ پر بڑے بڑے عالم، عالمی پھر صدیوں بہت ہے۔ دران کے اسکا گزرا

اور القابات ملاحظہ ہوں۔

۱) حضرت ظہیر فرست، حج اللہ اور حج اللہ، اور دست الاکار اور سجاد الایمان و لادنیوں والی اس-من  
 ماہی اہل حق، مولانا مولوی ملاحظہ صحتی سے ۱۰۰ شہادہ اور مولانا صاحب فقیر قادری برکاتی نامی، مہربانی و امنہ براتہ

القدیر سید شہین سجاد عالیہ قادریہ برکاتیہ سرکار کلان، اسرا مہربانی صلیح ایچ۔ انکم اہل کائنات پروردگار اہل حق

۲) حضرت ابراہیمت، اہل سنت، کمرہ مدرسہ، عیب امراض روحانی معالجہ اسرا و جمال کئی گفتگوئی، اسکا کئی چھان

اہل کسینا اسکا، سید انکی، مولانا مولوی ملاحظہ قادری کچھ سید شاہ آجی مصطفیٰ قادری برکاتی نامی و امنہ فریب  
 اہل کسینا سرکار کلان، اسرا مہربانی صلیح ایچ۔

۳) حضرت ابراہیمت، عیب ماہی، اسلام و سنیت، اہل حق پر مہربانی کلاذنیہ سنیت، کلا مولوی

عاجی سنی شاہ ابوالحسن محمد صیاد الدین صاحب قادری رضوی حنیف، دام عظیم اللہ کسینا صحتی و شہرتی اہمیت۔

۴) شیرینہ سنیت، اہل اسلام، ملاحظہ حضرت مولانا مولوی حافظ قادری سنی شاہ ابوالفتح عبید الرحمن کلاذنیہ سنیت علی

نامی قادری برکاتی رضوی مجددی مکتوبی، دام عظیم العالی۔

بقیہ جاتیہ ملاحظہ ہوں | "روز گزشتہ" ہر دو مہینہ نامی

گر رنگ در آواز اور آواز  
 گوشت در صحرای برکت  
 آدمیت در زمین لوت  
 گشت اگر آکب و ہوا از دست  
 اسے کہی داری تیر تیر درشت  
 ہنگہ بر قرطاس دل باہر زشت  
 آسمان میں آواز در آواز گشت  
 زانکہ خاکش را خرد آہر زشت

⑤ اور اس وقت سے پہلے وہاں کسی طرح سے کوئی ایسا واقعہ نہ ہوا کہ وہاں کسی نے اس کو اپنے لیے کسی اور مذہب یا عقیدے سے منسوب کیا ہو۔ اس لیے کہ وہاں اس وقت تک کسی نے اس کو اپنے لیے کسی اور مذہب یا عقیدے سے منسوب کیا ہو۔ اس لیے کہ وہاں اس وقت تک کسی نے اس کو اپنے لیے کسی اور مذہب یا عقیدے سے منسوب کیا ہو۔ اس لیے کہ وہاں اس وقت تک کسی نے اس کو اپنے لیے کسی اور مذہب یا عقیدے سے منسوب کیا ہو۔

”ڈاکٹر برہان پور سے بھی اس پر شاہی کے ہی ہوتے پر اس پر کہہ کر وہاں انہیں پہنچایا جتا۔ انہیں تو اس سے اصرار کیا گیا کہ اس کے لیے کہ وہ اس وقت تک کسی نے اس کو اپنے لیے کسی اور مذہب یا عقیدے سے منسوب کیا ہو۔ اس لیے کہ وہاں اس وقت تک کسی نے اس کو اپنے لیے کسی اور مذہب یا عقیدے سے منسوب کیا ہو۔ اس لیے کہ وہاں اس وقت تک کسی نے اس کو اپنے لیے کسی اور مذہب یا عقیدے سے منسوب کیا ہو۔“

☆ وہ بھی کہہ رہے ہیں کہ اس کے لیے کہ وہ اس وقت تک کسی نے اس کو اپنے لیے کسی اور مذہب یا عقیدے سے منسوب کیا ہو۔ اس لیے کہ وہاں اس وقت تک کسی نے اس کو اپنے لیے کسی اور مذہب یا عقیدے سے منسوب کیا ہو۔ اس لیے کہ وہاں اس وقت تک کسی نے اس کو اپنے لیے کسی اور مذہب یا عقیدے سے منسوب کیا ہو۔

علامہ علامہ اور شاہ کے اسی کردہ سے بولتے اور دیکھیں جی اور اس کے لیے کہ وہ اس وقت تک کسی نے اس کو اپنے لیے کسی اور مذہب یا عقیدے سے منسوب کیا ہو۔ اس لیے کہ وہاں اس وقت تک کسی نے اس کو اپنے لیے کسی اور مذہب یا عقیدے سے منسوب کیا ہو۔ اس لیے کہ وہاں اس وقت تک کسی نے اس کو اپنے لیے کسی اور مذہب یا عقیدے سے منسوب کیا ہو۔

☆ دین تلافی سبیل اللہ ہے۔

علامہ مرحوم کا یہ شعر بھی اسی گزہ کی نذر ہے،

سے یہ التماس مبارک ہو کہ میں کیسے

کہ ایک رہا ہوں تینوں شہر میرے خلائق

مگر کہ پر شاہ شاد کے نام حافظ جامعہ علی شاہ صاحب کے متعلق لکھا،

”حافظ جامعہ علی شاہ صاحب کو میں بہت عرصے سے جانتا ہوں اور وہاں سے

ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے ہیں انہیں کو مسئلہ پیری میری کے آواز سے پہلے

ہی جانتا تھا اور اب میں ان کے حالات سے عموماً غافل نہیں ہوں ایک دفعہ جگہوں میں ان

کا درجہ سے بہت فساد ہونے کو سمجھا اس کا درجہ مسلمانوں میں اختلاف کا باعث ہوا ان کے

مسائلوں نے مجھے ایک طرف دیکھا جس میں یہ تقاضا کیا گیا تھا کہ میں ان کے حالات پر چاروں

روایت لکھوں مگر فساد ہونے میں نے جو کہ مجھے معلوم تھا لکھ دیا۔ لکھ لکھ کر ان سے ختم

ہجرت اور عادل صاحب سے مریدوں کے دل سے رحمت ہونے پر  
 پرستار آئی تھی اور میری مریدی سے کہیں کچھ نہیں ہے۔ شمالی اور جنوبی انجمن  
 صحیحیوں سے اور اس میں سبکدوش ۱۰۰۰ ہجرت ہونے میں طرہ نہ ہو کہ  
 بیس آئے ہیں اس طرہ میں کہ معبود کون سمجھتے ہیں۔ ان کے اہل مائے کے ضرورت نہ تھی۔  
 آپ اُن کی کہ درگت سے ہلا رہیں۔  
 انجمنی اور حصہ دوم میں ۱۰۰۰ ہجرت  
 جیسے ہی ہلا کے متعلق حلالہ مرحوم نے فرمایا تھا:

دین حق اور کامی رسوا تر است	زائد کثرت یون کا نگر است
از شکر فیما مئے آن قرآن فرادش	دیوہ اُم روح الامین را در خوش
را سوئے گردوں ہوش بیگارا	زود ہو اُم اکتاب
بے نصیب از حکمت دین ہے	آہائش تیرہ در سب کو گئی
کم نگاہ و کور حق و ہرزہ گرد	فست از قالی آتش درود
کتاب و دعا و اسرار کتاب	کور ماور را در نور آفتاب
دین کا فرسکو و تدبیر جبار	
دین کثرت سبیل اللہ فساد	

جاوید تار، کلیات شمالی و جنوبی

یہ وضاحت ضروری ہے کہ بریلوی مکتب فکر کے مولوں کے سوا بڑے عظیم پاک و ہند کے کسی  
 صحیح عام نے تکفیر نہیں کی۔

## مرد مجاہد

پر گام پہ نومان کرنا سرگام پہ یکس لہرائ  
 قدم کے حسین قدم کے گرگبار نہ جھن جھن تلی

یہ مرد مجاہد کدو گی گرداب جھکے جسے میں  
 ہوں کے سروں پر درز گیا جب کہ سخی ملت شہزائی  
 غم سہتی

# ڈاکٹر اقبال اور مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری

مولانا سید انور شاہ کشمیری نے مولانا سید محمد انور شاہ کے ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتے تھے جو کہ ایک عظیم علمی و ادبی گھرانے میں پرورش پائے۔ ان کے والدین نے ان کو ایک ایسے ماحول میں پرورش کیا جہاں علم و ادب کی باتیں عام تھیں۔ ان کے والدین نے ان کو ایک ایسے ماحول میں پرورش کیا جہاں علم و ادب کی باتیں عام تھیں۔ ان کے والدین نے ان کو ایک ایسے ماحول میں پرورش کیا جہاں علم و ادب کی باتیں عام تھیں۔

"آپ کا ماحول ایسا تھا کہ آپ کو علم و ادب کی باتیں عام تھیں۔ ان کے والدین نے ان کو ایک ایسے ماحول میں پرورش کیا جہاں علم و ادب کی باتیں عام تھیں۔ ان کے والدین نے ان کو ایک ایسے ماحول میں پرورش کیا جہاں علم و ادب کی باتیں عام تھیں۔ ان کے والدین نے ان کو ایک ایسے ماحول میں پرورش کیا جہاں علم و ادب کی باتیں عام تھیں۔"

مولانا سید انور شاہ نے مولانا سید محمد انور شاہ کے ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتے تھے جو کہ ایک عظیم علمی و ادبی گھرانے میں پرورش پائے۔ ان کے والدین نے ان کو ایک ایسے ماحول میں پرورش کیا جہاں علم و ادب کی باتیں عام تھیں۔ ان کے والدین نے ان کو ایک ایسے ماحول میں پرورش کیا جہاں علم و ادب کی باتیں عام تھیں۔ ان کے والدین نے ان کو ایک ایسے ماحول میں پرورش کیا جہاں علم و ادب کی باتیں عام تھیں۔

مولانا سید انور شاہ نے مولانا سید محمد انور شاہ کے ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتے تھے جو کہ ایک عظیم علمی و ادبی گھرانے میں پرورش پائے۔ ان کے والدین نے ان کو ایک ایسے ماحول میں پرورش کیا جہاں علم و ادب کی باتیں عام تھیں۔ ان کے والدین نے ان کو ایک ایسے ماحول میں پرورش کیا جہاں علم و ادب کی باتیں عام تھیں۔ ان کے والدین نے ان کو ایک ایسے ماحول میں پرورش کیا جہاں علم و ادب کی باتیں عام تھیں۔

زمانہ زود خاص و عام تھے۔ اس علمی دور کی اور وہ کی کشمکش نے مولانا کو ۱۳۰۸ء میں مولانا سترہ برس کی عمر میں دریائے سندھ پہنچا دیا۔  
 دریائے سندھ میں مولانا اور شاہ ایک مظلومک الممالک اور مظلومک الممالک کی حیثیت سے مولانا مشیت اللہ صاحب مجاہد کے  
 ساتھ رہے۔ بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا مگر آپ نے ہمت نہ ہاری اور ہمارے صبر و تحمل سے تحصیل علم میں مصروف  
 رہے اور جب لڑائی مولانا محمد الدین فرقانی اور سید کوگر ڈی کے اس محل کی بابت معلوم ہوا کہ یہ سنگرزہ نہیں بلکہ محل بدخشاں ہے  
 تو وہ ان کی تعلیم و تربیت کا خاص خیال رکھنے لگے۔ آپ نے چار برس کی باقاعدہ تعلیم اور مشاہیر مشائخ مصر کے باہر کتب  
 کے طبعی غنوں عزت و شہرت کے ساتھ سسر فرار حاصل کی اسوقت آپ کی عمر صرف بیس یا ایکس سال تھی۔ دارالعلوم  
 دریائے سندھ میں جن علماء و فضلاء نے آپ کی علمی اور علمی تربیت میں حصہ لیا ان کے اسما و گرامی درجہ ذیل ہے۔

● شیخ الحدیث مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ دریائے سندھ (امیر لانا)

● مولانا سافا ظہیر احمد صاحب سہ ماہی پوری رحمۃ اللہ علیہ

● مولانا محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ ساہراوال۔

● مولانا غلام رسولی رحمۃ اللہ علیہ ہزاروی دریائے سندھ۔

● مولانا حبیب الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ دریائے سندھ

● مولانا محمد العلی صاحب لغت

● مولانا حکیم محمد حسین صاحب دعوہ جم اکبر۔

دارالعلوم دریائے سندھ سے فارغ التحصیل ہو کر آپ گنگوہ قشربیت لے گئے جہاں حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نے  
 شیخ رشید ہدایت روشن کر رکھی تھی۔ یہاں سے آپ نے حدیث کا مستند عامل کی اور وہی کے مدرسہ عالیہ میں بڑھان کے دوست  
 مولانا امین الدین صاحب نے قلم کیا تھا۔ حدیث اعلیٰ مقرر ہوئے اور بارہ برس تک درس و تدریس میں مصروف رہے۔  
 وہی سے کثیر واپس آئے سسپیکر اور صاحب علم آپ کی شاگردی میں رہے اور ہزاروں سے ہدایت پائی جس کے  
 باعث آپ عوام الناس میں نہایت ہی عزت و تکریم کا نگاہ سے دیکھے جانے لگے۔ ویسے ہی آپ کی علمی و شعری شہرت فائدہ  
 تک پہنچ گئی تھی مگر طبیعت میں درویشی اور فقیری پر مستعد تھی۔

۱۳۲۱ء میں آپ بارہ مولانا (کشمیر) کے منیر نہیں بلکہ عبد اللہ گدوہم (والد محترم خواجہ حبیبیت گدوہم) نے ہدایت لے کر  
 گدوہ کی رفاقت میں ہزاروں مسلمانوں کی میر کر گئے اور مسافر ہزار ہزاروں اور بصرہ کی سیاحت کی وہاں کے علماء و فضلاء کی  
 زیارت و فطانت اور علم و مہمانداری سے بے حدود فر ہوئے۔ اس سفر کے دوران میں آپ نے اسلامی ملکوں کے بعض  
 مستند عاملوں سے بھی علمی مصلحت حاصل کی۔

سید احمد شاہ شاہ دولہ کی راوی ہیں کہ جب آپ مصر میں پہنچے تو آپ سے وہیں ایک اور علمی کتاب دیکھی جس کا



دیباچہ میں صرف ایک ہی نسخہ تھا۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لائبریری میں سے کتاب پڑھ کر درحاصلت کی جو اس  
منظر کو مل۔ آپ نے کتاب کو لہو پڑھا اور پھر یہی ہے پنا قوت حافظہ اور دو اشیت کی بنا پر قرآن کریم اس کتاب سے  
جب اس کا متن ملا گیا تو اس میں ایک غلطی بھی نہ تھی۔

کشمیر واپس آ کر آپ نے اپنے رفیق خواجہ عبدالعزیز اور مولانا محمد گورچم کی تحریک اور خواہش پر بارگاہ عالیہ مدینہ میں عام  
کی سنہ یاد کی آمد تیس سال وہاں دس دیا۔ مولانا گورچم کی ہمیشہ یہ خواہش تھی اور گورچم کی کہ کشمیری ذہب غفلت سے  
بیدار ہوں۔ انھوں نے اپنی وطن کو دیکھ دین بھی دیا اور دس تربیت بھی۔ مگر حالات بتاتے ہیں کہ انھیں سب ہم وطنوں  
سے ایسی ہوئی اور پھر واپس تشریف لے گئے۔ اس ضمن میں مولانا محمد دین ترقی لکھتے ہیں:-

”جب میں انھیں کشمیر میں رہنے اور واپس نہ جانے سے روکا تو فرمایا: کوئی ایسا آدمی  
پیدا کیجئے جو ہماری آہیں سن سکے، ہمیں عدوت وطن سے لڑ کوئی اختیار نہیں“ لے

اپنی تہذیب اور عبادت گداری کے سبب مولانا نے علم ہی اپنا مقام علی واکرم کی صف اول میں پیدا کر لیا۔  
ان کے ہمعصران کی اپنی تعلیمت اور علمی صلاحیت کے اتنے قائل نہ تھے کہ کسی سے ”بنا دینی وقت“ کے ہم سے پکارا  
اور کسی نے ”ایضاً“ کا لقب دیا۔ اس سلسلہ میں ان کے ایک ہم عصر ہم ذمہ دت علامہ راہب بن الحسن کی شہادت  
یہ ہے:-

”علامہ ابن الہمام (متوفی ۱۱۰۱ھ) کے بعد ملو شاہ صاحب کے پایہ اکلا دوسرا شخص پیدا ہوا  
جو اچھے حدیث سے نئے نئے ماحول و نکات کے استنباط و استخراج کی اہمیت  
لکھا جو اندر یہ وقت شاہ صاحب اور ابن ہمام کے درمیان کوئی معمولی واقعہ نہیں“ لے

مولانا گورچم نہایت ہی حرور اور دلیر تھے قوت حافظہ کے پناہ تھی، شہسختی حدیب لغز تھی اور پڑھتے  
میں جو کوئی ایک بار دیکھ لیا پھر نظر ہی چربے سے نہ اٹھاتا۔ انہیں بہت کم کہتے تھے لیکن ہر بات سے وہ تھپکتا تھا  
صاف سترے کیڑے پھٹتے تھے، کمانے پینے کے معاملے میں جو ہرزادوں کے ساتھ آئے اسے خوب میر جو کہتے تھے  
طبیعت شگفتہ تھی اور جہاں نکل تھے، وہی کم گئی کے باوجود بڑی پیاری اور پڑھتے باتیں کہتے تھے ایک اور سن  
پڑھا ہے تھے کہ کسے تھے ”جو اپنے گھر کا راستہ لڑا، سبھی انھیں اللہ ہی چاہے گئے ہیں“ پڑھنے دہلے نے حیران  
سے پوچھا کہ کون کون کسے تھے، تو دیکھتے ہوئے سڑھ کی طرف اشارہ کر کے کہا: ”ہا جو دیکھتے نہیں، وہ سبھی انھیں اللہ  
رضعت ہر سب سے ہیں انھیں سے ہیں پڑھ کر کیا کر گئے“ اس میں تو لغت نہیں آئے گا؟

اہم اللہ حضرت مولانا محمد امجد علی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی دینداری، علمی شخصیت اور مدنی سیرت سے بخوبی آشنا تھے اور اکثر آپ کے بارے میں سوچا کرتے تھے آپ کو اس بہت کامیابیوں کا کوئی عالم دین ان کے بعدوں کے منصب سے کاہل و کسب پر سکا ہے تو وہ مولانا محمد امجد علی ہیں اس لئے چاہتے تھے کہ مولانا اور شاہ "مستقل" اور یہی دلچسپ اور میں جاویں۔ تحصیل علم اور تبلیغ دین میں مولانا مرحوم اپنے عزیز کا بیشتر حصہ صرف کر چکے تھے اور اس کام میں ایسے مستغرق تھے کہ ۴۴ برس تک شادی نہ کی۔ چنانچہ اس کا وزیر کو حضرت مولانا محمد امجد علی صاحب نے مولانا صاحب کو نصیب فرمایا صاحب نے سراہا نام دیا اور ان کی سماجی حیدر سے لشکر کے سامانہ خانہ میں شادی ہو گئی اس وقت تک آپ جو معاوضہ کام کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں شاد الحق ایہ۔ اسے لکھتے ہیں۔

"مستقلین نے بہت چاہا کہ آپ کو انکم اپنی بنیادی ضرورتوں کا خیال کرتے ہوئے ہی کچھ سہرا تہل فرما دیں مگر آپ کسی طرح راضی نہ ہوئے اور معاوضہ ہی کام کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ البتہ ہستم دار العلوم دیوبند حافظ احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بے حد اصرار پر آپ نے دونوں وقت ان کے ساتھ علم میں شرکت کر قبول کر لیا اور دارالعلوم کے احاطہ میں ایک مقرر سا جگہ رہائش کے لئے مل گیا اس میں یہ سیدانی علم ایک طبعی عرصہ تک خود بھی علم کے استفادہ کنندہ میں خواہی کہ راہ اور بعداً تشکلات کی جیسا بجا تھا۔"

۱۹۱۲ء میں جب حضرت مولانا محمد امجد علی صاحب نے گئے تو یہ بگاری کا درس آپ ہی کے سپرد ہوا اور آپ نے اس کام کو بہ طریق امن سراہا نام دیا۔ آخری طرح صرف سا طرہ پر ہمیدہ خواہ جیتے رہے۔

"گنہگار" (غیر ملوہ) جو کہ بعداً ترقی کی گئی ہے) میں لکھا ہے کہ ان کو "سید" رکھا جائے فرمایا کرتے تھے کہ میت "سید" نہیں ہیں۔ یہاں یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ ان دوروں کے مشہور شاعر ادیب اور فرما رہے اور آغا محمد شاہ مقرر بھی آپ کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور اسی طرح کثیر کے مشہور سیاسی رہنما مولانا محمد سعید سوہی کا سلسلہ نسب بھی مولانا اور شاہ کا تہری کے بزرگوں سے ملتا ہے۔ ان دونوں بزرگوں نے بھی آپ کو "سید" نہیں کہا۔ مولانا اور شاہ کو اپنی جگہوں پر کثیر سے بے حد محبت و عقیدت تھی۔ ایک بار آپ نے کثیر جوں کے ایک دفعہ کی قیادت میں فرمائی تھی جو وہاں سلیم اللہ آف ڈھاکہ کے پاس گیا تھا۔ مولانا مرحوم نے وہاں پر وہاں کی خدمت میں برابری کرنا جو سیاست پر عادی تھے اس سیاست اور وہاں کا اعلیٰ اور کارنور انجا آپ سے ۱۹۱۱ء میں ملائے آپ اپنے والد مرحوم سے رو گیا بل کہ سے ملاقات کی غرض سے کثیر گئے اور کثرت مطلق میں اپنے محافظ سے لڑیں کہ مستفیض فرمایا۔ آپ کے دو بے چاروں بھائی کثیر جی دین اسلام کے مبلغ رہے اور انہوں نے بھی تدریس و درس و تدریس کو پیشہ بنا لیا۔ آپ کے ایک فرزند دارالعلوم دیوبند سے وابستہ ہیں ان کا نام گرامی ابن اللہ سید محمد امجد علی ہے اور وہ دارالعلوم کے رسالہ کے مدیر ہیں

مولانا اور شاہ قاضی فیض نعیمی کو گواہی سے تھے جن کی علمی و ادبی عظمت کا حیران منی کے ہم عصروں نے  
 جی کیا ہے اور جو کئی مہینے دین و ملت سے تھے۔ اس ضمن میں علامہ رشید رضا صاحب نے "معارف" میں لکھا ہے کہ  
 صاحب نے دارالعلوم دیوبند میں آیا تو مولانا اور شاہ کی "مسکب حنفیہ اور اصول اساسی" پر لڑائی رہاں میں لڑائی اور جانتا  
 تقریر میں کہ سب حدیث شریف اور میری زبان سے برابر یہ جیسے جیسے تھے کہ بخفا میں نے اس مرد کی آنکھوں کو کھینچ لیا  
 علامہ رشید رضا صاحب نے مولانا کی تقریر اور دارالعلوم کے نفیست سے حدیث شریف  
 اور جاتی دفعہ یہ کہہ گئے کہ "اگر میں اس دارالعلوم کو نہ دیکھتا تو ہندوستان سے نہایت ایس جاتا" اس دارالعلوم نے  
 تیار ہے کہ ہندوستان میں ہی علوم عربیہ اور تعلیمات مذہبیہ اعلیٰ پایا نہ پرمرد ہیں۔  
 ۱۱۱۱ شریف منی صاحب تھائی نے فرمایا۔

"جب انگریزوں کا قتل تھا کہ اسلام کی حقانیت کا اس سے قائل ہوا کہ خزانہ عیسائیت پر اسلام کو حق سمجھتے  
 ہیں کہتا ہیں جب انہوں نے ایسا دعویٰ اور مدعی عالم اسلام کو حق سمجھتا ہے تو میرے نزدیک اسلام کی حقانیت  
 کی ایک بڑی دلیل ہے۔"

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"اگر ہماری آنکھوں نے شاہ صاحب کا شکل نہیں دیکھا تو ہمیں یقین ہے کہ شاہ صاحب کی آنکھوں نے بھی  
 شاہ صاحب کا شکل نہیں دیکھا، وہ نام الہامی کی زبان ترجمان ہیں اور اگر کوئی کلمہ کہے کہ تم نے شیخ الفی الدینی  
 اپنا دینی سید اور مدظلہ نظر ابن حجر مستطانی کو دیکھا ہے تو میں کہہ دوں گا کہ میں نے انہوں کو لایا ہے۔"

ابک اور مقام پر علامہ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں۔

"قد تبارک آنکھوں نے ان کی نظیر کوئی اور نہ خود انہوں نے اپنے کسی زبان اور لاش کو دیکھا ہے۔"

مولانا سید سلیمان ندوی فرماتے ہیں۔

مرحوم کم سن لیکن وسیع الشکر عالم تھے ان کی مثال اس سمد کی ہے جس کی اوپر کی سطح ساکن لیکن اندر کی  
 سطح موجوں کے گولتھر منڈالی سے معمور ہوتی ہے۔ وہ وسعت فکر و توفیق و فہم میں اس حد میں ہے مثال سے علم  
 حدیث کے عالم اور مجتہد شمس العلوم و آداب میں بلند پایہ، معلومات میں ہر شعرو سخن سے بہرہ مند اور زہد و تقویٰ  
 میں کامل تھے اور اللہ تعالیٰ انہیں فراز شمول کی جنت میں ان کا مقام اعلیٰ کرے کہ مرے دم تک علم و معرفت کے اس  
 شہید نے نقل اللہ قال الرحمن کانفرہ جنہر کما۔ مرحوم معلومات کے مدد حاصل کرنے کے بارے میں اور وسعت علم کی نادر

مشکل تھے ان کو زمرہ کتاب خانہ کوٹہ بھجوا دیا۔ شاید یہی کوئی کتاب معروف ہو یا علمی ان کے مطالعہ سے یہی ہو۔  
عظیم الاسطعم مولانا قاری محمد طیب صاحب بہتر دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں:-

آپ کے یہاں درجہ قابلیت کا خاص اہتمام تھا اور اس وقت کی عظیم القین شہادت تھے اس سلسلہ میں کوئی معرکہ آراء کتابیں بھی تصنیف فرمائی اور بڑے اہتمام کے ساتھ اپنے تلامذہ سے بھی لکھوائیں۔ اس بارے میں بڑے شغف کے ساتھ لکھنے والوں کو حلی مدد دیتے تھے اور کوئی بھی اپنا حصہ لاکر سنا تو تخریر میں خوشی کا اظہار فرما کر مٹا دیتے تھے تقریباً ۱۳۶۹ھ میں آپ نے دارالعلوم میں درس کا آغاز فرمایا ۱۳۳۳ھ سے ۱۳۴۵ھ تک آپ دارالعلوم کے صدر مدرس رہے۔ اس دوران میں تقریباً ایک ہزار طلبہ نے آپ سے استفادہ کیا جن میں سے آپ کے تلامذہ مدعی ہیں ۸۵۹ طلبہ نے درس حدیث لیا اور اس میں باک کو تقریباً دو تہائی اور درساؤتہ لیباً دو تہائی اور درجہ تک پھیلایا۔  
علامہ اقبال سے تعلقات | علامہ اقبال کو حضرت العزیز شاہ کشمیری سے بہت عقیدت و ابرارست تھی اور اکثر دینی امور میں آپ ہی سے رجوع فرماتے تھے بلکہ کوئی مکتوب پر علامہ اقبال نے مولانا العزیز شاہ کی علمی و دینی اور عقلمندی کا بیست کا نہ صرف احترام کیا بلکہ ان سے رہبری اور رہنمائی میں حاصل کی۔  
مولانا عبدالصمد سائبر لکھتے ہیں:-

علامہ اقبال مرحوم خود بڑے پائے کے فاضل تھے، فلسفہ قدیم و جدید پر ان کی کئی کئی نظر تھی علوم جدیدہ میں ان کو کمال حاصل تھا لیکن وہ بھی شاہ صاحب کی بجاہ التفات کے خواستگاروں میں سے تھے۔ ڈاکٹر اقبال مرحوم نے شاہ صاحب سے بہت کچھ فیض حاصل کیا اور اس کا اعتراف انہوں نے خود ہی کیا ہے لکھتے ہیں:-  
مولانا ضیاء الرحمن فاروقی اپنے ایک مضمون "ڈاکٹر اقبال کی علمی شخصیت" میں لکھتے ہیں:-  
"اسی کے متعلق علامہ اقبال نے کہا تھا "سوقت روئے زمین پر اور شاہ سے بڑا کوئی عالم نہیں"۔  
علامہ اقبال اور علامہ العزیز شاہ مرحوم کے تعلقات کا باقاعدہ آغاز اکتوبر ۱۹۲۱ء میں ہوا۔ اس سلسلہ میں ڈاکٹر حفصہ آئی لکھتے ہیں:-

ہندوستان میں سیاسی طور پر ۱۹۱۸ء سے ۱۹۲۲ء تک کارنامہ بڑے اہم و کارنامہ تھا۔ چنانچہ عبید اللہ ہند نے تجویز کیا کہ لوگ عام جلسوں میں سیاسی حالات کے تحت کیا جائے اس کے روح رواں مولانا عبدالقادر قصوری تھے اور یہ عظیم الشان جلسہ اکتوبر ۱۹۲۱ء میں لاہور کے ریڈ ہال میں منعقد ہوا۔ راتم نے اتے علامہ دین کا بیچ پر نہیں لیا اس جلسہ کی مدد سے مولانا عبدالقادر آواز دے کے اس جلسہ کا افتتاح مولانا ندوی نے کیا اور مولانا ندوی کی

حکومت سے ہوا اور تحریکِ صدارت کی نایبہدی کی ملامت سے تحریک کی تھی۔ مگر وہ تقریباً جو مولانا مرحوم علامہ شہید عثمانی اور مولانا صاحب کاندھلوی نے کی تھی شاہجہان پور میں۔ خطبہ صدارت کا پرچم مولانا ابوالکلام آزاد نے اٹھا کر ۲۳ مئی ۱۹۲۵ء میں مولانا عبدالرشید علی آبادی نے اٹھا دیا اور مولانا عبداللطیف الغفاری نے پڑھا تھا۔ اس جلسہ میں انہی مرتبہ میں نے علامہ اقبال اور علامہ شاہ کاشمیری کا خطاب کر دیا تھا۔ اس کے بعد اقبال اور مولانا انور شاہ کی مستعد ملاقاتیں ہوئیں۔ اقبال کی شدید خواہش تھی کہ وہ ہرگز کسی مستعد عالم کو مستقل قیام کی دعوت نہ دی جائے تاکہ وہ خود اور اپنی لاپرواہی سے استفادہ نہ کر سکیں۔

اقبال کے نزدیک لاہور میں ایک متنفس میں مزاریات اسلامی سے لگاوا نہیں تھا اور پنجاب علمی طور پر اچھا تھا۔ اکبر آبادی کے ام ایک خط میں لکھتے ہیں:-

"یہاں لاہور میں مردوں سے اسٹری سے ایک متنفس بھی سمجھا نہیں جاتا، کالج اور ٹیگر سائپ کے سوا اور کچھ نہیں۔ پنجاب میں علما کو پیدا ہونا بند ہو گیا ہے۔ صرف ایک دوکانیں ہیں مگر وہاں سیرت اسلامی کی کتاب نہیں پتی۔ ایسے میں اقبال کی نظر انتخاب برصغیر ایک دہائی دور خصوصیت پر پڑی جنہیں لاہور میں مستقل قیام کی دعوت دی جائے۔ ایک سید سلیمان مدنی اور دوسری مولانا انور شاہ کاشمیری لیکن بدقسمتی سے دونوں بزرگ گمراہ آئیکے لئے اس ضمن میں ڈاکٹر عبدالرشید چغتائی لکھتے ہیں:-

"ایک مرتبہ علامہ انور شاہ کاشمیری لاہور تشریف لائے وہ راقم کے مکان کے قریب تھکیے سادھوں میں رہتے تھے۔ علامہ انور شاہ ۲۲ جنوری ۱۹۲۰ء کے دن یہاں تھے۔ ان کی آمد سے پہلے علامہ اقبال نے انہیں اسلام آباد اور انہیں حمایت لاسلام سے معاملہ نہیں کئی تھی کہ اگر آپ یہاں تشریف لائے آئیں تو آپ طیب بادشاہی سید اور اور اسلام آباد کالج میں علومِ دینی اسلام کے سربراہ ہوں گے۔"

مولانا انور شاہ کاشمیری جب مارچ ۱۹۲۵ء میں انہیں خدام الدین کے اسماس میں شرکت کے لئے لاہور تشریف لائے تو علامہ اقبال نے ۱۹۲۵ء مارچ ۱۳ء کو انہیں حسب ذیل خط لکھا۔

مخدوم و کرم حضرت قید مولانا:  
 السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بھگت سنگھ صاحب اللہ سے ابھی علوم تو ہے کہ آپ انہیں خدام الدین کے جلسہ میں تشریف لائے ہیں اور ایک دو روز قیام فرمائیں گے۔ یہاں سے اپنی بڑی سعادت تصور کریں گا اگر آپ کل شام اپنے دیرینہ شخص کے ہاں کھانا کھا لیں۔ جناب کی وساطت سے حضرت مولانا صاحب الرحمن

صاحبِ قبور عثمانی حضرت مولانا شہزادہ صاحب اور جناب مخدوم عزیز الرحمن صاحب کی خدمت میں  
 بھی یہی التماس ہے۔ مجھے امید ہے کہ جناب اس سلسلے کو شرفِ قربیت بخشیں گے۔ آجیو کیا نگاہ  
 سے لکے کے سلسلے ساری یہاں سے بھیج دی جائے گی۔

۱۱۱۱۱۱۱۱

اس دعوت میں مولانا سید علاء الدین شاہ بخاری اور مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی بھی شریک تھے۔ حضرت مولانا  
 الزرقانی نے ۱۹۲۶ء میں دارالعلوم دہلی ہند سے استعفیٰ دیا۔ ان کے استعفیٰ کے یہی سبب تھے کہ مولانا صاحب دارالعلوم میں بیان کرتے ہیں کہ  
 ۱۳۲۳ھ میں شیخ الحدیث مولانا محمود الحسن کے قید ہونے کے بعد شاہ صاحب کو دارالعلوم صدر مدرس مقرر کیا۔  
 دارالعلوم کی انتظامیہ نے بہت سے اصلاحی کام کئے لیکن پھر بھی کچھ لوگ ایسے تھے جو مزید اصلاحات کے حوالے تھے  
 جن لوگوں میں علامہ شہزاد عثمانی کے علاوہ خود شاہ صاحب بھی شامل تھے۔ یہ تحریک اصلاحات انتظامیہ کو منظور نہ تھی  
 چنانچہ صاحب شاہ صاحب نے انتظامیہ کی یہ ہمت دھری دیکھی تو صدر مدرس کے عہدے سے استعفیٰ دیا اور انتظامیہ نے  
 مشکور کر لیا۔ اور اس کے بعد شاہ صاحب اسلام آباد سبیلِ شریعت سے گئے۔

یہاں اس بات سے بحث نہیں کرتے کہ شاہ صاحب کا استعفیٰ دینا شایع تھا یا انتظامیہ کا استعفیٰ منظور کرنا بحث  
 اس سے ہے کہ جب شاہ صاحب نے انتظامیہ کی ہمت دھری کر غلط سمجھا تو انہوں نے دارالعلوم کی صدر مدرس سے  
 (جو ایک بہت بڑا قابلِ عزت عہدہ ہے) بھی استعفیٰ دینے سے دریغ نہ کیا۔ اس سے آپ کی خود داری کا ثبوت پڑتا ہے  
 جس تک حضرت مولانا الزرقانی کے استعفیٰ اور علامہ اقبال کے اس میں لاہور ٹکے کا تعلق ہے اس سلسلہ  
 میں مولانا سید احمد داکر آ رہے ہیں کہ:

دارالعلوم دہلی ہند میں اختلافات کے باعث جب حضرت الامام نے اپنے عہدہ صدر الامام سے  
 استعفیٰ دیا تو یہ خبر اخبارات میں چلی۔ اس کے چند روز بعد ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فرماتے تھے کہ آپ کا  
 اور دوسرے مسلمانوں کا جو بھی کا فر ہو، میں بہر حال شاہ صاحب کے استعفیٰ کی خبر پڑھ کر بہت حوش ہوا ہوں! میں نے  
 تعجب سے عرض کیا:

۱۱ کیا آپ کو دارالعلوم دہلی ہند کے لوگوں کا کچھ ملل نہیں؟ فرمایا کہیں نہیں، مگر دارالعلوم کو صدر الامام میں  
 اور میں مل جائیں گے اور یہ جگہ خالی نہ رہے گی لیکن اسلام کے لئے جو کام میں شاہ صاحب سے لینا چاہتا ہوں کہ  
 سوائے شاہ صاحب کے کوئی دوسرا انجام نہیں دے سکتا۔ اس کے بعد انہوں نے اس اجمل کی تفصیل یہ بیان کی۔

کہ آج اسلام کی سب سے بڑی ضرورت فقہ کی جدید تدوین ہے جس میں زندگی کے سیکڑوں پہلوؤں کا صحیح حل پیش کیا گیا ہے۔ جن کو دنیا کے سوتوہ قریں الدین ملاقاتی سب سے پہلے اور سماجی اور سماجی امور و ظروف سے پیدا کر دیا ہے۔ بے پورا یقین ہے کہ اس کام کے لئے میں اور شاہ صاحب دونوں کی کوششیں کر سکتے ہیں۔ ہم دونوں کے علاوہ اور کوئی شخص اس وقت عالم اسلام میں ایسا نظر نہیں آتا جو اس عظیم ذمہ داری کا حامل ہو سکے۔ ہر فریادیں کیا ہیں اور ان کا سرچشمہ کہاں ہے۔ میں ایک غصہ سے ان کا بڑے غور سے مطالعہ کر رہا ہوں۔ یہ سب مسائل میں شاہ صاحب کے سامنے پیش کر دوں گا۔ اور ان کا صحیح اسلامی حل کیا ہے، یہ شاہ صاحب بتائیں گے۔ اسطورہ ہم دونوں کے اشتراک و تعاون سے فقہ جدید کی تدوین عمل میں آجائے گی۔

مولانا محمد امجد الدین صاحب ارشد مصنف ہیں جس سے مسلمان، حضرت مولانا عبدالنور ہزاروی کی رہائی لکھتے ہیں۔

جب علامہ الزماں صاحب نے درالعلوم دیوبند سے استعفیٰ دیا، میں ان دنوں لاہور آ کر ایبٹ جانے مسجد میں خطیب تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے دیوبند ایک تقسیم تھی اور میں میں شاہ صاحب سے درخواست کی تھی کہ آپ لاہور تشریف لے سکیں اور میں قیام فرمائیں جو ابی آ رہا تھا جس کا کوئی جواب نہ آیا جس پر ڈاکٹر صاحب نے مجھے دیوبند بھیجا کہ تم جاکر زبانِ حرم میں کرو۔ میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ شاہ صاحب کو وہ ناراضی دقت دی گئی جب ڈاکٹر صاحب نے ان سے امرار کے وہاں تشریف لے جانے پر راضی نہ کیا تھا۔ میں ملا تو فرمایا۔ انہوں نے کہ آپ کا بیٹا ہم پر ملے اور میں ڈاکٹر صاحب سے وعدہ کر چکا ہوں۔

علامہ اقبالؒ اور مولانا سید انصاریؒ، ان کا وعدہ خط و کتابت بھی چلتی رہی ہے، اظہار ہے کہ یہ خط و کتابت دینی امور کے بارے میں ہی چلتی ہوگی۔ اس ضمن میں قادری محدث صاحب لکھتے ہیں:-

اقبالؒ کے آٹھ آٹھ صفحات کے خطوط و شبہات سے پڑ آتے تھے اور حضرت ان کے ثانی جوابات لکھتے تھے۔

علامہ اقبالؒ شاہ صاحب کی کتابوں کو نہایت دلچسپی سے اور غور و فکر سے پڑھتے تھے اور حضرت شاہ صاحب کی جب کوئی نئی تصنیف چھپ رہی تو وہ بھی علامہ اقبالؒ کے پاس بھیجتے تھے مولانا سید امجد الدین سے ہیں:-

شاہ صاحب اس واقعہ کا ذکر بے محل نہ ہو گا کہ حضرت استاد کا ایک منگوم رسالہ "مدونہ عام" کی بحث پر ہے۔ یہ رسالہ چھپ کر آیا تو اس کا ایک نسخہ حضرت استاد نے ڈاکٹر صاحب مرحوم کے پاس بھی تھا رسالہ فریاد۔ ایک صحبت

میرزا کا کہ میں آرمی ناٹور شاہ کا رسالہ لکھ کر دیکھ رہا ہوں کہ اس کا مقصد کیا ہے اور اس کے مسائل پر اس وقت تک کہ حدیث عالم پر اس رسالہ میں انھوں نے جو کچھ لکھا ہے حتیٰ کہ بے کراچی لکھ کر بڑے سے بڑا افسوس میں اس مسئلہ پر اس سے زیادہ نہیں کر سکتا تھے حقیقت یہ ہے کہ علامہ اقبال نے مولانا انور شاہ کی علمی اور دینی بصیرت کو بے حد سراہا اور ان سے کئی امور پر بہائی بھی حاصل کی انہوں نے ۱۹۲۸ء میں اور انٹیلی کافرنس لاہور کے شعبہ علمی و فکری کے صدارتی خطبہ میں کہا۔

”لیکن مجددِ رمانیات کے اہم ترین تعزیرات میں سے ایک تعزیر کا یہ مختصر ترجمہ بالا میر سے ذہن کو حیران کن کیفیت ”غایبۃ الامکان فی حلیۃ الامکان“ کی طرف منتقل کر دیتا ہے۔ مشہور حدیث ”لا یتوالہ ہولان الہ ہر صوانہ“ میں ”ہر (حقیقی) کج بولنے والا ہے اس کے متعلق مولوی انور شاہ صاحب سے جو دنیا نے اسلام کے حیدر ترین مددین وقت میں سے ہیں۔ ان سے میری خط و کتابت ہوئی۔ اس مصلحت کے دوران میں مولانا موسوی نے مجھے اس سطورے کی طرف رجوع کرنا اور بعد ازاں میری درخواست پر بلا تاؤ و حنا بہت بے اس کی ایک نقل ارسال کی۔

علامہ اقبال اور مولانا انور شاہ کی آخری ملاقات اگست ۱۹۳۲ء میں ہوئی۔ یہ وہ وقت تھا جب مولانا انور شاہ نے ”مقدمہ ہاد ہاد“ کے سلسلہ میں ہاد ہاد جاری ہے تھے اس سلسلے میں انہوں نے دو روز لاہور میں قیام کیا۔ ان ایام میں مولانا انور شاہ جامع مسجد آکسفورڈ میں برکات فاروقی کے بعد دوسری قرآن پڑھتے تھے۔ علامہ اقبال اس موقع پر موجود ہوتے تھے۔ مولانا انور شاہ صاحب نے انہیں میں بیمار ہو کر دیوبند چلے گئے یہاں ۱۹۳۳ء میں ۱۳۵۱ھ کو آپ کا انتقال ہوا۔ انہیں اس طرح سے دست بے دلو آج سے بے سوچا ہو گئے حضور میں افضل و بہر بھکت در کم معلوم و فعل

برکت علی اسلام علی آل لاہور کے تعریفی جلسے میں علامہ اقبال نے فرمایا۔

”اسلام کی ادھر کی پیچ سو سالہ تاریخ مشاہد صاحب کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے“

آپ نے اپنی تقریر کا اختتام اس شعر پر کیا۔

سے ہزاروں سال تک اس اپنی بے لوثی پر دلتی ہے بڑی مشکل سے جو آپ عین میں دیدہ و فریاد

علامہ اقبال اور مولانا انور شاہ کے دینی عقائد میں یکسانیت تھی اور طبیعتیں بھی آپس میں ملتی تھیں۔ سیرت انور شاہ اور سوانح سید انور شاہ کے مطالعہ سے جو بات شاہ صاحب کی سیرت و کردار کے بارے میں آج آگے ہوتی ہے وہ ان کے مطالعے سے مشتق ہے۔ پناہ مانظر، مہین صحت، لطافت و مزاج، خود داری، روانداری، خدمت، شہب اب حقیقی رسول م ہے۔ یہ سب اس سے ہے کہ حضرت علامہ اقبال کی ذات گرائی میں بھی چیزیں درجہ اولم موجود ہیں البتہ ان شخصیتوں میں اگر





محمد حنیف شاہ ایم سے

# اقبال اور انجمن حمایت اسلام

۱۹۲۰ء میں ترک موالات کی تحریک بہت دوروں پر تھی اس زمانے میں علامہ اقبال نے انجمن کی سرکاری شپ کی ذمہ داریاں سنبھالی تھیں۔ یہ بڑا بڑا کام اور تھا۔ ۵ نومبر ۱۹۲۰ء کو نواب دوغفار علی خان صدر انجمن کی صدارت میں انجمن کی کوٹھی پر جنرل کونسل کا ایک ہنگامی اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں لعل مولانا ظفر علی خان بڑے بڑے جتنیوں کا خان بہادر، آئرین اور سر جمع تھے اجلاس میں ترک موالات پر بحث و تمحیص ہوئی علامہ اقبال نے اس امر کا تاثر کیا کہ

گزشتہ اجلاس میں اہل حق برقرار رکھے کے متعلق ہمیں طریق سے رائیں لگائیں وہ طریق

قطعاً غلط نہیں تھا۔

اس اجلاس میں پروفیسر منبری مارٹن پریسلی اسلامیہ کالج معزول کئے گئے اور پروفیسر حاکم علی بھٹو کو سزے دئے گئے کیونکہ انہوں نے بعض بیہودہ تقریریں اور تڑپنی شائق کر کے انجمن کے قواعد کی خلاف ورزی کی تھی۔ چونکہ مسلمان ترک موالات کے حامی تھے اور علماء کرام اس کے متعلق تو نہیں دے چکے تھے کہ حکومت سے اشتراک یعنی قطعاً حرام ہے اور جمعیۃ علماء ہند کی قرارداد یہ تھی کہ جن طلبہ نے ترک موالات کے تحت مدرس چھوڑے ہیں انہوں سے احکام پاس لاسم کی پابندی کی ہے۔ ان حالات میں کالج گورنمنٹ صلی ہوئی لیکن اس کے باوجود ادر وہم کہ کالج کو سزے کی تجویز منظور کی گئی اور یہ بھی فیصلہ ہوا کہ بشرط ضرورت پڑے میں ہی بدلایا جائے گی۔ لی اکثر کپلو کا خیال تھا کہ کالج بند رہنا چاہیے کیونکہ مذہبی حکم ہے کہ مسلمان کو اپنے کالوں کا اہتمام سرکاری پروفیسروں سے قطع کر لینا چاہیے۔ اس لئے فی الحال کالج بند رکھا جائے۔ آپ دو سوئے طلبہ کو اور کالج میں داخل کرا ہی چکے ہیں۔ مناسب یہی ہے کہ جب تک اہل حق کے متعلق فیصلہ نہ ہو جائے کالج

نہ کھرا جائے نہ

ترک مولا سے پر مزبور کر کے کے لئے ۱۳۱۲ ہجری کو ان کی کونسل کا ایک سب سے اب انصاف میں  
 کہ ذریعہ عدالت متعقد ہوا اس اجلاس میں بڑے بڑے اکابر قوم جمع ہوئے جن میں اکثر ایسے تھے جو اپنی سرکاری  
 مصروفیات کی وجہ سے پہلے نہیں جہاں کونسل کے ایک سب سے میں شریک نہ ہوئے تھے لیکن اسی دور میں اسلام  
 کالج کی قسمت کا فیصلہ کرنے والا مناسب میں جو کہ کئی تھے کہ کئی۔ کئی صورت اس لئے کالج کو تباہی سے بچائیں۔  
 کونسل کے اراکین کے علاوہ دعائی تین سو دس مسلمان بھی جمع تھے۔ سب سے پہلے صاحب صدر نے افتتاحی تقریر  
 کی اور اس کے بعد ڈاکٹر محمد اقبال سیکرٹری سے گذشتہ رپورٹ پڑھی اور بتایا کہ اس سب سے میں ہمارے پاس متعقد  
 فرسے موصول ہو چکے ہیں جن میں علماء ہند کا ایک ٹوٹی بے جس پر اُن کئی علماء و کام کے دستخط ہیں علماء مذہبی  
 علماء دہلی، علماء مدرسہ الہیات کانپور کے فرسے بھی موصول ہو چکے ہیں۔ ان کے علاوہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حسن  
 صاحب کاشمیری بھی پہنچا ہے۔ یہ تمام فرسے عدم تعاون کے حق میں ہیں۔ میں نے پیر مہرعلی شاہ صاحب  
 گلڑہ کو لکھا تھا لیکن ان کی طرف سے اب تک کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ عدم تعاون کے خلاف جو فرسے میرے  
 پاس موصول ہوئے ہیں میں ایک ٹوٹی تو حاکم علی صاحب پیر پور اسلام آباد کا ہے دوسرا مولانا اصغر علی راولپنڈی  
 میں ہیں انہوں نے عدم تعاون کی تو تائید کی ہے لیکن سکرٹری اور کالوں کے متعلق لکھا ہے کہ جب تک کوئی اپنا پیغام  
 نہ ہو جائے لڑکوں کو ان دیگر سب سے اعلیٰ اہمیت میں ہے

مولانا عبدالقادر صاحب مجلس خلافت، اٹان بہادر، خواجہ غلام حیات، ڈاکٹر کبیر، شیخ عبدالقادر امیلی  
 فضل حسین، محمد حسین خان، ڈاکٹر محمد رفیق، اختر و غیرہ نے بھٹ میں جمع کیا۔ اس کے بعد علماء آہل سنے  
 ایک پڑائش لکھ کر مقرر میں لڑا۔

میں ہمیشہ ہر معاملہ کو مذہبی نقطہ نظر سے دیکھتا ہوں اور عجیب تک کسی امر پر پورا  
 غور و خوض نہیں کرتا۔ لیکن اسے قائم نہیں کرتا۔ میں مسلمانوں کو بتاؤنا چاہتا ہوں کہ اللہ  
 حق شریعت کے احکام پر نہ چلے تو ہندوستان میں ان کی حیثیت اسلامی نقطہ نگاہ

شعبہ دور ناصر حیدر - ۲ دسمبر ۱۹۴۰ء

شعبہ ایسے اراکین میں ذاب سرجم جن جن، اناب خدائیں، شیخ اصغر علی، جسٹس حیدر ان امیلی فضل حسین  
 خان بہادر و غیرہ غلام صادق قابل ذکر ہیں انہوں نے اجلاس میں شرکت کی۔  
 شعبہ دور ناصر حیدر ۲۰ دسمبر ۱۹۴۰ء صفحہ ۳



۱

اسلامیہ کالج لاہور کا اہتمام چچا صاحب پر ہو سکتا ہے جاری رہا جائے مگر میں اس میں حصہ نہ  
 لے سکتی تھی کالج خیریت مولوی بس صاحب اور انیس پرنسپل ڈسٹنٹ تھی

۲

انہی تین تہائی اسلام لاہور اپنے طور پر ۱۹۰۷ء چناب و ہندوستان کی ایک کانفرنس کر رہے تھے  
 علامہ صاحب دوست و اہل سنت کا رنگ بھلا کر شہر کام کر رہے تھے حضرت علامہ صاحب منہا موصوفی کے ہر موصوفی  
 پر ہی ایک تہائی تھے بعد تاریخ پر یہ تھیں۔ علامہ کی اس بحث میں مشیروں کو رائے دینے کی کوئی  
 حق نہ ہو گا اور فیصلہ کثرت آراء سے ہو گا اختلاف کانفرنس تک اسلامیا کالج کا اہتمام پر خیریت کی تہائی  
 قائم رہے۔  
 مولوی ابراہیم صاحب صاحب گھوٹ

۳

جیسے علامہ صاحب دوست دلی میں تھے یہ بڑے دلالت ان کے فوج ۱۹۰۷ء میں کیا سات اور چند  
 حضرات انہی کی خدمت میں اور صاحبان بیت کی نسبت وصیقت میں تھیں ان میں سے قریب ۱۰۰ لوگ  
 پہلی تجویز تھی قطعاً کرنی سادہ تھی جو امتداد میں تھیں ان سے نہ تعین تھو ۱۹۰۷ء سے ان کے انہی میں نے اس  
 کیا کہ اگر ان کو کراچی میں لفظ شہادت سے اس تجویز پر بحث ہوتی ہے تو انہیں عقد نامہ سے اور پھر سزا دہنی  
 بحث ہو سکتی ہے عدم تعاون یا ترک محاکمات سے نہیں نظر کر کے یہی تعلیم کو نہ تھلا کر نہ کرنے کے داخلی ٹیپے جاسکتے  
 ہیں۔ مولوی غلام علی الدین صاحب نے بھی صدر جلسہ سے اجازت بحث چاہی مگر انہوں نے کہ انہوں نے اجازت نہ  
 دی۔ اصل بات یہ ہے کہ میں صاحب کی تجویز کے بعد الحمد للہ دوسری اور تیسری تجویز پیش کر دی گئیں اور بحث اس میں جاری  
 رہتی رہتی۔ بحر حال تجویز ازل پر اورٹ سننے لگے جن کا نتیجہ یہ ہے کہ کثرت آراء میں فیصلہ میں کی تجویز کے حق میں  
 تھی ۱۱ ممبروں نے جن میں مولوی عبدالقادر قصوری، حاجی شمس الدین صاحب اور خاکسار علی تھے وہ ٹیپے سے  
 اس بنا پر اٹھ چکے کہ ان ممبروں کی رائے میں معاملہ زیر بحث کا ایک مہارت اہم ہے یہی جیو سے جس کا فیصلہ علامہ صاحب  
 استفادہ کے بغیر ایسی نہیں کیسے بنا سکتے ہیں جو انہیں تھائی اسلام کے نام سے ہو موصوفی جو پہلی تجویز کے فیصلہ پر جانے  
 پہ اتنے دلچسپی پر ووش لینا مناسب نہ لگا گیا مگر وہ ۱۱ ممبروں میں سے تھے ان کے ایک صاحب کی تجویز کے  
 نتیجہ تھے۔ میری رائے یہ تھی کہ مولوی ابراہیم صاحب کی تجویز کے مطابق انہی خود علماء کی ایک کانفرنس ہونے کے تاکہ اس  
 تہا کے سننے کے اور پہلے پر مولوی بحث ہو سکے۔ جو تو سے دفتر انہی میں ہو سکتے ہیں ان کے حضرات علامہ سے  
 خود اخروہ حاصل کیا گیا ہے اور نیز بعض ضروری سہولت اس سے پوچھے ہی ہیں گئے مگر حضرت علامہ شیخ الہند مولانا

مگر سوس صاحب زاد بنی کے لئے ہیں اہل حق کے متعلق کرنی کوئی بات نہیں کہیں اس طرح مولانا اشرف علی صاحب صاحب کی  
 کی حالت کا فتویٰ یا مسنون ترک موات کے مسئلے پر ایک عام بحث سے اس میں استثناء بھی درج نہیں۔ علی بن ابی طالب  
 سوس کے لئے ہیں ذرا دبا رہا اہل حق کے متعلق کرنی کوئی سوال حدت ملتا ہے اس سے میں کہتا ہوں کہ اگر سے ترک موات  
 مسلمانوں کے لئے کرنی یا حکم نہیں اور اس سے کسی مسلمان کو باز نہیں ہو سکتا۔ ہاں اس کے علاوہ اور بڑی بات تفسیر  
 میں جاری رہا ہے تو ان سے لئے اور احکام میں اختیار تھا۔ جب ہوں تو ان کے لئے اور احکام میں ہیں۔ اسی فرق کو کسی فتویٰ  
 میں مایاں نہیں کیا گیا جس سے میرے خیال میں حکمت غلط بھی پوری ہے۔

شفق آج تمام ہی میں نے ایک دوست سے سنا کہ پروفیسر حاکم علی صاحب احمد میرا کاج سے اپنے  
 وقتے کی تفسیر میں مولوی احمد رضا صاحب بریلوی سے ایک فتویٰ حاصل کیا ہے پروفیسر صاحب مدد ملی تشریح  
 لے گئے تھے تاہم وہاں اسے پراخوں نے مولوی احمد رضا صاحب مدنی سے اس مسئلے کی کہ وہ بھی مولوی احمد رضا صاحب  
 کے فتویٰ پر دستخط کریں، لیکن چونکہ حضرت پروفیسر مولانا اشرف علی صاحب صاحب فتویٰ پر اس وقت سے میں سب دستخط کیا  
 تھا اس واسطے مولوی احمد رضا صاحب مدنی نے اس پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔

حاکم علی صاحب آکریل میں فضل حسین سے ایک دستخط لیکر مولوی احمد رضا صاحب کے پاس پہنچا اور  
 ان سے التماس کی کہ میں صاحب فرماتے ہیں کہ صلاح دہ بند و غیرہ پر جو آپ نے لے لے اپنے فتویٰ میں لکھی ہے  
 اُسے فتویٰ سے نکال دیجئے لیکن مولوی صاحب نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور میں صاحب نے خط لکھ کر جواب  
 میں لکھا کہ وہ سب لوگ مرتد ہیں میرے دوست نے یہ فتویٰ پڑھا ہے اور مولوی احمد رضا کا وہ خط بھی پڑھا ہے  
 جو مولوی صاحب مرحوم نے میں صاحب کے جواب میں لکھا ہے۔ خیر یہ تو بڑی اٹھرتے ہیں لے اپنے دست  
 سے پوچھا کہ کیا اس فتویٰ میں جواب دہ میرا سب کفار کا لڑن کیا گیا تھا تو اسوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ اس اعتبار کے  
 علاوہ بعض مسابیت اہم اقتصادی سوالات پیدا ہوتے ہیں جن کا پوچھنا معنی سے ضروری ہے تاکہ مسلمانوں کے لئے  
 ایک بڑا نظام عمل مرتب ہو اور ہر خیال سے مسلمان پر اتمام حجت جو کے عرض یہ کہ میں طرح میں کیسے نے علم فقہی  
 کی ضروری شرائط میں اسی طرح مفتی کے علم سے متعین ہونے کے لئے ضروری ہے کہ سائل کو کس کس معاملہ میں  
 اور دیکر جو۔ بالخصوص ایک ایسے معاملے میں جس کا اثر مسلمانوں کا اجتماعی زندگی کے ہر پہلو پر پڑتا ہے پوری  
 چھان بین تحقیق و تفتیش ضروری ہے۔ اور اس تحقیق و تفتیش کیسے بھی وہی راہ اختیار کرنی چاہیے جو شریعت تقدرے  
 بتا رہی ہو۔ خود اردو فتویٰ سے کبھی کام نہیں لگے گا اس وقت مسلمانوں کی بندوبست سے اس ملک میں بااثر اسلامی  
 ملک میں کرنی واجب الطاعتہ امام موجود ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد سے فرمایا تھا کہ واجب الطاعتہ امام نہ ہونے  
 کی صورت میں خلافت کبھی کا فتویٰ واجب الطاعتہ ہے میں نے ان کے ملاں میں سے اس وقت تک کبھی نہ

کی اس رائے سے اتفاق نہیں ممکن ہے۔ وہ دن سننے کے بعد میری رائے بدل گئی۔ ان اہل توحید و  
 زکوک میں راہ کھلی ہے اور یہی راہ شریعت کی راہ ہے۔ یہی غیب و لہلہت کہ حضرات علماء ایک جگہ بیٹھ کر  
 ہر قسم کا اعتراض سننے اور ہر سے بحث و مباحثہ کے بعد مسلمانوں کے لئے ترکیب و حالات کا پر لگانا مرتب کریں اس  
 جمعیت میں حضرات مشائخ اور بڑے بڑے علماء و محققین اور اگر ضروری ہو تو شیعہ اور علماء و اہل حدیث بھی جن کے علم و  
 فہمی پر زور کیا جاتا ہو طلب کیے جائیں۔ میرے خیال میں ایسے حضرات کا انتخاب کئی مشکل امر نہیں۔ بس ان کو  
 بھی اس بحث میں شریک ہو کر کم از کم مسائل کی حیثیت سے مدد دیں۔ حضرات علماء کیسے سمجھیں یہ ایک انداز  
 ہے کہ وہ آپس کے اختلافات کو رفع کر کے اہمیت میں رہ کر اپنا کھرا ہوا عقیدہ اور پھر ممال کریں۔ حدائق انسانی  
 اسباب پیدا کر دیتے ہیں کہ یہ جھگڑا آہر چھوڑ دے اور حرم کی طرف آتا ہے۔

۵۔ قرآن اور حدیث کا کتب ہے پھر سولے حجاز

ایسے حالات تو میں میں شاذ نہیں پیدا ہوا کرتے ہیں اور اگر ان حالات سے حضرات مشائخ و علماء سے فائدہ  
 نہ اٹھا اور مسلمانوں کی راہبانی کر کے ان کو اپنے بچوں سے جوئے محبوب یعنی شریعت حدیث سے لے کر ان کو اس  
 تک میں مسلمانوں کا بحیثیت ایک مذہبی جماعت کے فتنہ تصور کرنا چاہیے اور وہ مسلمانوں ہنسنا اس ہلاکت کے سنا  
 قیامت کے دن ہی کریم صل اللہ علیہ وسلم کے سامنے جواب دہ ہوں گے۔ اگر اس کانفرنس میں علماء کے انتخاب اور اس  
 کے فہمی عمل میں دیانت و راست سے کام لیا گیا تو مسلمانوں ہنسنا نہ ہوگا۔ وہ عظیم اختلافی و روحانی تقویٰ پیدا  
 ہوگا جس کے لئے شاہ ولی اللہ محدث کی روح تڑپا تھی۔

میں جانتا ہوں کہ اس تجویز کو عمل میں لانے کے لئے وقت اور روپیہ کی ضرورت ہے لیکن ایسے اہم  
 مسئلہ کے تصفیہ کے لئے وقت اور روپیہ کا سوال خارج از بحث ہے۔ اور کین جبریل کو سول نے قرآن مجید کی راہ  
 اخت پیار نہیں کی اور صحابہ اسلام کہنا کہ بے دردی سے اسلام کو نظر انداز کرنا ہے لیکن مسلمانوں پرنا بے  
 بری انتہاس ہے کہ وہ اس کام کو توڑیں لیکن اس لئے ضروری اور لاہور یا باہر کے مسلمانوں میں سے کوئی اللہ کا بندہ  
 اور نبی اخی کا عاشق ایسا ملے کہ اس کانفرنس کا نام حرج اپنے ذمے لے لے۔ اس کا ہر خرچ بیکار نہ جائے گا۔  
 پھر براہیقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں اس پر نفاذ و برکت کے دروازے کھول دے گا اور آخرت میں وہ  
 اس کی آرزو میں ہر ایک پرگا جس کی آسٹن برسی کو دنیا کے عظیم ترین شہنشاہوں نے اپنا طرز سے استیاز  
 قصہ کیا ہے۔

شاید آپ کے بعض اقریب کے دل میں یہ خیال گندے کہ جمعیت علماء ہند کا جلسہ دہلی میں منعقد ہوا  
 ہوئے وہاں بھی کانفرنس کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ڈاکٹر گل صاحب کی تجویزیں

بر دست کسی غیر از خود وقت کی ضرورت نہیں تھی۔ جب جہل کوسل میں اس تہاؤ پر بکثت چہرہ ہی تھی تب بعض صاہلوں کی گنگو سے یہ مترشح ہوا تھا کہ وہ اپنی کانفرنس کو کنگو کے چھو سے دیکھتے ہیں۔ اس نادر ہکے یہ کانفرنس ایک خاص خیال کے علاوہ کا جوڑ ہوگی۔ میرا مقصد ہے کہ اس خیال کے اندر بھی مسلمانوں میں اور ہی ملای بہو ایم صاحب کی فکر کرتا ہوں اس بنا پر کہتا ہوں کہ کئی شاخیں ہیں جنہیں کہ ٹیکسوں کا دور ہے اور ایک میں کانفرنس قائم کی جائے جس میں کانفرنس ہونے کے مسلمانوں کے علاوہ بہو کو کسی اور بھی کسی قسم کے اعتراض کی گمان نہ رہے جو لوگ وہ خیال کر سکتے ہیں کہ حالت ضرورت میں ایک سیاسی جہم رکھتے ہیں جو پختہ کاروں کی سیاست ہی اس کے نھد کے اہل ہیں اور وہ نہ تو نہیں بیٹھ کر ان حالات سے سروکار نہیں۔ وہ میری رائے ناقص ہیں ایک طرف تو ان میں جیتو تھی جو مخالف و آریک اس سے ہم فریبت حق کے معاصد کے نہ ہکے سے پیدا ہوں ہے توئی نہ ہکے کہ کئی حالت ایسی نہیں ہے جس پر چھانے اس میں حضرت انجمن جہاں ہیں۔ کی ہو۔ اگر مسلمان اس خطا کے ریلے ہونے قانون سے غلط نہ اٹھائے تو ان کی بد نظمی ہے۔ شاخ الی و الی انت و الی) نے تو وہ اہل ہتے ہیں کہ ان کی بر گیری کے سلسلے میں کے سفری فہم کا قوت میں پر جاوے و کئی اور سرسوں کو مان ہے ایک طبعی کشش ایک اور خیالی نظر آتا ہے۔

حالت ہمہ کا مقصد صرف یہ نہیں کہ ہندوں کو اپنے آپ سے علیحدہ کر کے اس کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ ہندوں کو اس چار خیمہ کی فضا میں سہنے اور انفرادی و ملی رنگ بر کرنے کے لئے ایک عمل آرائی کی خاطر رائے اور یہ آئین خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس وقت تک مسلمانوں کے پاس محفوظ ہے۔ اس سے مستفید ہونے کیلئے وقت اور اس مسئلہ کو حل کرنے کی ضرورت ہے۔ مسلمانوں کو معافان کی متاع گوں اور ایسی ایک بجلی مستعد نہیں ہوں۔ مسلمانوں کے علاوہ مشرکانہ کی رنگ اور حسبہ کی مسلمانوں کا بنا ہوا چاہت نہیں ہے۔ سلسلے و الی ماہ پر کہتا ہے اس کہ اپنے ہر فعل کے لئے قرآن انفرادی ہر خواہاں ہتھی پر کہتا ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل میں نظام کار کاوش کرنا چاہیے اور جو نظام کاروں اور راضی سے اس پر عمل پیرا ہونا چاہئے اور اس است کا خیال تک میں نہ کہ چاہئے کہ ان کا نظام عمل مشرکانہ ہی کے پروگرام کے مطابق ہے یا اس سے مختلف ہے۔ میں آگے کہہ چلا۔ ہے کہ اس وقت جو مصالحت و رکشت میں مسلمانوں میں وہ جہت اس سے کہ جہت اور اس کے معاصد سے بالکل جدا نہیں۔ اسلام کے نزدیک مسلمان کا کئی نوع انفرادی اور اجتماعی ذمہ داری ہے۔ اگر کسی سے آراء نہیں اور یہ وہی دیگر ذمہ داری کے اسلام نے رنگ کے ہر جو کہیے حکم وضع کئے ہیں جو مسلمانوں کے جہت کے لئے ہے انفرادی یعنی اور میں عقلی و عملی اصول الزام الہی پر مبنی ہے اور اس سے ہم کانفرنس کے اس کا عزم اور رسول کی رضا جوئی ہے تو وہی فعل کر رہا نہیں کا باعث ہے۔ خواہ اس کا اثر داخل کی اپنے دست پر چنا ہوا خواہ دیگر اقسام پر۔ وہ سیاست و مذہب کے جہت پر مصالحت و گزارا ہے اور وہ مذہب کا چھانکارا ہر مقام



مذہب است اہل ان کہ لو کہ نہیں رکھنا اور کہ تم کہ افسر رہبانیت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بعض مغربی خواتین ایک ناموس  
 زہر کہ طرح ہمارے وہ تھیں جو سزاوت کر گئے ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مذہب کہ سب سے کفر و وسط  
 ہیں اکثر تفسیرات فرجان ہے سزاوت اس خیال کا اظہار کرتے ہیں اور قوم کہیں اس پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دیتے ہیں  
 جن کو اس بات کا احساس تک نہیں کہ یہ خیال کہ ہم کہ اسلام کیسے ازبیر قتل سے طعن یہ ہے کہ خود اپنے کے  
 مکہ اور اس خیال کے الی ہیں اور جن سے ہمارے نزدیک ہے یہ سب سیکھتے اب اس نسبت تاکہ جنگ کے بعد  
 جو اس شیطان اصل کا نتیجہ تھی اس خیال کی سمت میں متعلق نظر آتے ہیں۔

انہوں سے ہے کہ انہوں نے اس وقت کے بعد ہی اسی اصل پر عمل کیا ہے جسے  
 ان سے شکار ہے یہ ہے کہ انہوں نے کچھ نہیں کہنے سے پیشتر فقہائے اسلام سے استتواب نہیں کیا۔ اگر تم بتاؤ  
 کہنے کے بعد فقہائے اسلام کی یہی رائے ہو کہ الحاق قائم رکھا جائے تو میں بھی نہایت خوش کے ساتھ مانا کرتی تھی  
 کا ہم فراموش قطع نظر اس کے کہ انہوں نے اپنا ایک اہم مذہبی فرض ادا نہیں کیا میری رائے افسس میں اس سزاوت کے  
 مذہبی پہلو کو نظر انداز کر دینے سے اراکین کونسل نے خود انہیں کیسے ایک رنگی دعوت کا سوال پیدا کر دیا ہے۔

میں نے آپ کے، تمہارے ہی جگہ سے فی سب میں بے امید ہے کہ آپ فرائض سے بے صلہ  
 فراموشی گئے۔ اب میں اس طویل خط کو اس ڈیڑھ پر تم کہ آپوں کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا حامی و ناصر ہو اور اپنے حبیب پاک  
 کے صحت میں ان کی تمام مشکلات کا خاتمہ کرے۔

آپ کا مخلص: محمد عبیدلہ، ۱۵ دسمبر ۱۹۲۰ء

حسین! آحمد!

وہ فخر قوم وہ شان وطن حسین احمد

وہ اک ہی صد صد صرف شکن حسین احمد

وہ اک مجسمہ علم و فن حسین احمد

وہ ایک مستبدہ کٹانے سخن حسین احمد

لے روز محمد مصدق احمد دسمبر ۱۹۲۰ء ص ۲۰۱

## اقبال محرم اور بابی تحریک

اقبال مجرور مدعی میں منت اسلامیہ کے وہی کے اولین مبارک ہیں، انہوں نے اپنے نظام نگری میں احمد سے عیسوی  
 اٹھایا ہے۔ ان کی فہرست طویل ہے۔ اسلامی فکر کی تشکیلی جدید اور وقت کے فکری اور جدید دور میں ان کو تبدیل کرنے میں ان کا ہدف  
 بہت ہی بڑا ہے۔ انہوں نے مسلمانوں کے انضباط کے حقیقی اسباب کا جان لیا اور ان کی انہیں کے بعد اسلام کے تفسیر  
 حیات اور اس کی بنیادی اقدار کو ان کی اصل شکل میں پیش کیا۔ اسلام کی جو تفسیریں درج ذیل اقبال نے کی ہے اس کی امتیازی خصوصیت  
 اس کا محرک اور انگیزہ ہی ہے۔ اپنے مفقودہ کے تحت اس نے ایک نیا اسلامی فکر کی تشکیل جدید کی اس غرضی اظہار اور ان کے  
 زیر اثر و بنا ہونے والی تحریکیں پر بحث و تنقید کی اور قوم کو تلقین اور سیاسی اعتبار سے اسلام کی تعلیمات کی ترمیم کرنے اپنے  
 لیے ایک نئی اور مستقل راہ اختیار کرنے میں مدد دی ہے۔ لیکن اس کے اور ذرا اقبال نے اپنی فکر کا سیدھا اسلام کے حقائق  
 اور کامیاب اسلام کی عظمت پر لکھی۔ اور اس میں وہ مختلف ممالک اور اسلام کے اظہار اور ان کی تحریکات سے بھی اثر پذیر  
 ہوئے۔ اپنی تحریروں میں گاہے گاہے اسوں نے ان کے حوالے دیئے ہیں جن سے ان کے ذہن نے اثرات  
 قبول کیے اور ان شخصیات و تحریکات کی نشاندہی کی ہے جن سے ان کے فکر کی آبیروسی ہوئی۔ جدید دنیا جو اسلام میں  
 مسلمانوں کے زوال کو روکنے کی جتنی بھی کوششیں کرتی ہیں ان میں اسے ہمہ گیر اور دور رس افواج کے لحاظ سے ذرا  
 تحریک کو اولیت حاصل ہے باوجودیکہ اس تحریک کا بنیادی مقصد مسلمانوں کی بحیثیت جمہوری اصلاح تھا اور یہ مسلمانوں کو  
 اسلام کے قرون اولیٰ کی طرف واپس لے جانا چاہتی تھی لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ منت اسلامیہ کی نشاۃ ثانیہ کا ایک اہم  
 سبب بنی اور جو بولاری اس کی دہ سے پیدا ہوئی۔ انہوں نے اس کی تصدیق سے انکار نہیں کیا۔

ذرا ذرا تحریک اپنے دور کے زوال آج کی حالات کا نظری تعامن تھی۔ یہ محمد بن عبدالوہاب نجدی سے سبب ہے  
 جن کی ولادت ۱۷۰۳ء میں ہوئی۔ لکن ان کی پیدائش کے وقت جب دنیا نے اسلام کا وہی دراصل اظہار کیا ہے

استاکر چم چکا تھا لغزوف کے میرا مسعودی شہزادہ اور وہ تو نہایت کی کثرت نے مسعودی شہزادہ کو حیدرآباد میں پشت دہلی  
 دیا تھا۔ مسعودی وہاں لہو ہائی تو ہمیں سے کہہ رہے تھے زیادہ تر توڑ گنگا گھڑانے لڑکھن پر اصرار رکھتے تھے۔ سنگ  
 کے بندت کی پختگی کی جاتی تھی، مسعودی کی ہنسی پوری و انھوں نے تعلیمات کو صرف نظر امارا کر دیا گیا تھا کہ وہ کی خوار  
 جی کی جاتی تھی۔ کتاب و سنت کے متعلق میں مسعودی عالمی، بیرون اور تیزوں کے اقول کو ترجیح دی جاتی تھی۔ لگ بھگ  
 برائے نام مسلمان رکھتے تھے سیاسی شعور کسی طور پر بھی ہی نہیں تھا۔ جہاں کہ طاقت تھی وہاں حرکت کا اندازہ  
 تھا۔ ہم شہزادہ مسعودی کے ساتھ ختم ہو چکا تھی اور بعض صوبوں میں اعلیٰ طاقت میں مسعودی کی جاتی تھی۔

میں ایک صدی سے پہلے خود تیرہ چم چکا تھا کہ کے اشراف جیساجوں کی نسبت اپنے سرکار کی نکت  
 میں زیادہ سرگرم تھے۔ یکدم چم چکا کا احساس منظور تھا اور کہ جو حال دو زمانہ مرکز خاندانی میاں میں کی آجگاہ میں چکا  
 تھا۔ حالانکہ اس وقت دنیا نے اسلام کی مدد ہوا دل سے نکال لی سب کے سامنے تھی کہ چند مسلمان جیساجوں  
 کے قبضہ اختیار میں آچکا تھا اور سب جیساجی غیر مسلم طاقتیں توڑ کر بے ضرر ہی نگار رہی تھیں۔ پھر بھی خوار تھی اور  
 سیاسی بد حال عالم تھی۔ اس ابتداء کو رد زوال کر دینے کی کسی کوشش کو بھی متعدد مشکلات میں سے تھیں۔ چنانچہ  
 مرزا محمد علی عبدالوہاب کی تحریک کو بھی متعدد دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔

انھوں نے ابتداء کر ہی میں بیکہ وہ حرب کے ساتھ اہم ہتھیاروں میں تیار ہونے لگے تھے۔ اس طرح وہ  
 کی دعوت دینا شروع کیا کہ ان کی تحریک کا مقصد یہ تھا کہ مسلمان اسلام کی اصل اور اس تعلیمات اختیار کرنے  
 صدیوں کے گزرنے سے اس وقت کی اصلاح اس سرور نکال میں کہ آسان نہ تھی۔ وہ بیرون سے ہماری اور نئی حد  
 نگار رہی پھر ان میں مہارت بازی اور محدودی کی صفات پیدا کر چکے تھے۔ جاہلوں کے غلط عقیدوں اور  
 و شرک کی اصلاح ان کی زندگی کا مقصد بن گیا انھوں نے اپنی دعوت کی بنیاد اور حیدرآباد کی پاکیزگی پر رکھی اور تمام حلقوں  
 کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے وابستہ کرنے پر نذر دیا۔ وہ نذرہ کی رنگ میں مسلمان طریقے کے خلاف جو بدعتیں رائج  
 تھیں ان کو ختم کرنے کے لئے عملی قدم اٹھایا۔ اسلئے لوگوں میں اس بات کی تبلیغ کی کہ وہ مذہب کی اصل پاکیزگی  
 اور سنگ کی طرف لوٹیں اور ان بدعتوں کو ترک کر دیں جو مذہب میں سراسر استکبار ہیں اور امتداد و راس کے ساتھ اس کی

۱۔ ایک مظلوم اور بدمذہب - مولانا ابوبکر - ۱۹۶۰ء میں ۱۲  
 نے ان حالات کا تذکرہ دیا۔ ستر لاکھ کی کتاب "دین خود مملکت" ص ۱۸۸ میں ۱۹۶۵ء میں لکھی گئی ہے۔  
 کے مہیب سکھانے والے وہی انٹرنیشنل آف اسلامک اینڈ ویسٹرن سائنس میں عرب و اسلام - مشورہ - ۱۹۶۶ء میں لکھی گئی ہے۔  
 مرتبہ نئی دہلی - ۱۹۶۶ء ص ۷۰

ہو گئی ہیں کہ غریبوں کی خوشحالی کے لئے ہے۔ ان کی تعمیر کا مقصد غریبوں کا تذکرہ اور ان کے ہمدردوں کی مدد ہے۔ رنگ کی تعمیر و ترقی  
 ان کے بڑے سے بڑے اور گریڈ کر رکھنے کے لئے ان کے لئے مقررہ ہے جس کے نتیجے میں وہ اپنے آئی وین میں سے  
 نکلنے پر مجبور ہوئے اور چند برسوں کے بعد ان کے بعد ان کے امیر لکھنؤ کے ان پناہ گاہ میں اس کے ترقی میں  
 اس دولت کو تعمیر کے مافی بن گئے اور سرگئی سے اس کے لئے کوشش ہوئے۔ ان کے تعلق سے مولانا محمد بن  
 عبداللہ نے اب زیادہ سرگئی اور مستعدی سے تبلیغ شروع کی۔ امریکہ وفات ۱۹۶۵ء کے بعد ان کے ایک فرزند  
 عبدالعزیز سربراہ مملکت ہوئے۔ ان کے زمانہ اقتدار میں "دولت" کی تبلیغ و ترویج بہت بڑے پیمانے پر ہوئی۔  
 اطراف و اکناف سے مستعد علماء اور علماء مولانا محمد بن عبداللہ کے دور میں شریک ہوئے اور ہر جہت سے اپنے اپنے  
 ملک میں اس دولت کو عام کرنے اور نفع مند بنانے میں لگے۔ ان کے لئے اپنے لئے اس ملک میں تبلیغ  
 ان کے بعد ان کے بیٹے اور بھائی نے دولت و تبلیغ کا فریضہ سرگئی سے انجام دیتے رہے اور درجہ  
 امیر عبدالعزیز اپنا دائرہ حکومت وسیع کرتے رہے یہاں تک کہ بعد کا پورا علاقہ ان کے ماتحت آئی۔ حجاز اور مکہ  
 میں ان کے زیر حکومت آگئے اور سعودی حکومت شیخ فارس سے بحیرہ امریکہ میں لگئی۔ اس حکومت کے سیاسی  
 انتظام اور پیسٹاؤ سے بحیرہ فارس کے عرب کو بڑا فائدہ پہنچا۔ مولانا محمد بن عبداللہ نے اس مکتبہ کی تعمیر و تبلیغ  
 یہی قانع دتے بلکہ وہ ایک ایسا معاشرہ قائم کرنے کا حزم رکھتے تھے جس میں اسلام کی خاص اور پاکیزہ تعلیمات  
 کو زندگی کے ہر گوشہ تک صحت میں نافذ کیا جائے۔ سعودی حکومت کے زیر سایہ لوگوں کا طرز زندگی، صحائف و کتاب  
 بچھریں گئے، ہر طرف اس دامن قائم ہوگی۔ جہاں ضرورت ختم کر دیئے گئے اور میں حضرت کا ساتھ ہوا۔ شریعت  
 پر لوگوں کا عمل بڑھ گیا اور مستعد و بہترین لگ کر دی گئیں تھے

وہی تحریکوں کو جاری سے سفر پر ماموروں کا سامنا کرنا پڑا اور مولانا محمد بن عبداللہ کو رنگ کا اکثر مقرر  
 صدر ان کے تیرہ آکر رہتے ہیں بس ہوا۔ ان کے تعلق سے یہ الزامات اس تحریک کے مخالفوں نے لگائے کہ مولانا  
 محمد بن عبداللہ ایک نئے غریبوں کی تعمیر دیتے ہیں جس کا مقصد ہے کہ تعلق نہیں اور ایک یا ترقی بنا ہے

مولانا محمد بن عبداللہ "عرب دنیا" ترجمہ - نکلے سورج میں (۱۹۶۳ء) ص ۱۰

مولانا محمد بن عبداللہ - ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک "مجدد آبادیوں میں" ص ۱۰

۱۰ ص ۱۰ ص ۱۱ ص ۱۲ ص ۱۳ ص ۱۴ ص ۱۵ ص ۱۶ ص ۱۷ ص ۱۸ ص ۱۹ ص ۲۰ ص ۲۱ ص ۲۲ ص ۲۳ ص ۲۴ ص ۲۵ ص ۲۶ ص ۲۷ ص ۲۸ ص ۲۹ ص ۳۰ ص ۳۱ ص ۳۲ ص ۳۳ ص ۳۴ ص ۳۵ ص ۳۶ ص ۳۷ ص ۳۸ ص ۳۹ ص ۴۰ ص ۴۱ ص ۴۲ ص ۴۳ ص ۴۴ ص ۴۵ ص ۴۶ ص ۴۷ ص ۴۸ ص ۴۹ ص ۵۰ ص ۵۱ ص ۵۲ ص ۵۳ ص ۵۴ ص ۵۵ ص ۵۶ ص ۵۷ ص ۵۸ ص ۵۹ ص ۶۰ ص ۶۱ ص ۶۲ ص ۶۳ ص ۶۴ ص ۶۵ ص ۶۶ ص ۶۷ ص ۶۸ ص ۶۹ ص ۷۰ ص ۷۱ ص ۷۲ ص ۷۳ ص ۷۴ ص ۷۵ ص ۷۶ ص ۷۷ ص ۷۸ ص ۷۹ ص ۸۰ ص ۸۱ ص ۸۲ ص ۸۳ ص ۸۴ ص ۸۵ ص ۸۶ ص ۸۷ ص ۸۸ ص ۸۹ ص ۹۰ ص ۹۱ ص ۹۲ ص ۹۳ ص ۹۴ ص ۹۵ ص ۹۶ ص ۹۷ ص ۹۸ ص ۹۹ ص ۱۰۰ ص ۱۰۱ ص ۱۰۲ ص ۱۰۳ ص ۱۰۴ ص ۱۰۵ ص ۱۰۶ ص ۱۰۷ ص ۱۰۸ ص ۱۰۹ ص ۱۱۰ ص ۱۱۱ ص ۱۱۲ ص ۱۱۳ ص ۱۱۴ ص ۱۱۵ ص ۱۱۶ ص ۱۱۷ ص ۱۱۸ ص ۱۱۹ ص ۱۲۰ ص ۱۲۱ ص ۱۲۲ ص ۱۲۳ ص ۱۲۴ ص ۱۲۵ ص ۱۲۶ ص ۱۲۷ ص ۱۲۸ ص ۱۲۹ ص ۱۳۰ ص ۱۳۱ ص ۱۳۲ ص ۱۳۳ ص ۱۳۴ ص ۱۳۵ ص ۱۳۶ ص ۱۳۷ ص ۱۳۸ ص ۱۳۹ ص ۱۴۰ ص ۱۴۱ ص ۱۴۲ ص ۱۴۳ ص ۱۴۴ ص ۱۴۵ ص ۱۴۶ ص ۱۴۷ ص ۱۴۸ ص ۱۴۹ ص ۱۵۰ ص ۱۵۱ ص ۱۵۲ ص ۱۵۳ ص ۱۵۴ ص ۱۵۵ ص ۱۵۶ ص ۱۵۷ ص ۱۵۸ ص ۱۵۹ ص ۱۶۰ ص ۱۶۱ ص ۱۶۲ ص ۱۶۳ ص ۱۶۴ ص ۱۶۵ ص ۱۶۶ ص ۱۶۷ ص ۱۶۸ ص ۱۶۹ ص ۱۷۰ ص ۱۷۱ ص ۱۷۲ ص ۱۷۳ ص ۱۷۴ ص ۱۷۵ ص ۱۷۶ ص ۱۷۷ ص ۱۷۸ ص ۱۷۹ ص ۱۸۰ ص ۱۸۱ ص ۱۸۲ ص ۱۸۳ ص ۱۸۴ ص ۱۸۵ ص ۱۸۶ ص ۱۸۷ ص ۱۸۸ ص ۱۸۹ ص ۱۹۰ ص ۱۹۱ ص ۱۹۲ ص ۱۹۳ ص ۱۹۴ ص ۱۹۵ ص ۱۹۶ ص ۱۹۷ ص ۱۹۸ ص ۱۹۹ ص ۲۰۰ ص ۲۰۱ ص ۲۰۲ ص ۲۰۳ ص ۲۰۴ ص ۲۰۵ ص ۲۰۶ ص ۲۰۷ ص ۲۰۸ ص ۲۰۹ ص ۲۱۰ ص ۲۱۱ ص ۲۱۲ ص ۲۱۳ ص ۲۱۴ ص ۲۱۵ ص ۲۱۶ ص ۲۱۷ ص ۲۱۸ ص ۲۱۹ ص ۲۲۰ ص ۲۲۱ ص ۲۲۲ ص ۲۲۳ ص ۲۲۴ ص ۲۲۵ ص ۲۲۶ ص ۲۲۷ ص ۲۲۸ ص ۲۲۹ ص ۲۳۰ ص ۲۳۱ ص ۲۳۲ ص ۲۳۳ ص ۲۳۴ ص ۲۳۵ ص ۲۳۶ ص ۲۳۷ ص ۲۳۸ ص ۲۳۹ ص ۲۴۰ ص ۲۴۱ ص ۲۴۲ ص ۲۴۳ ص ۲۴۴ ص ۲۴۵ ص ۲۴۶ ص ۲۴۷ ص ۲۴۸ ص ۲۴۹ ص ۲۵۰ ص ۲۵۱ ص ۲۵۲ ص ۲۵۳ ص ۲۵۴ ص ۲۵۵ ص ۲۵۶ ص ۲۵۷ ص ۲۵۸ ص ۲۵۹ ص ۲۶۰ ص ۲۶۱ ص ۲۶۲ ص ۲۶۳ ص ۲۶۴ ص ۲۶۵ ص ۲۶۶ ص ۲۶۷ ص ۲۶۸ ص ۲۶۹ ص ۲۷۰ ص ۲۷۱ ص ۲۷۲ ص ۲۷۳ ص ۲۷۴ ص ۲۷۵ ص ۲۷۶ ص ۲۷۷ ص ۲۷۸ ص ۲۷۹ ص ۲۸۰ ص ۲۸۱ ص ۲۸۲ ص ۲۸۳ ص ۲۸۴ ص ۲۸۵ ص ۲۸۶ ص ۲۸۷ ص ۲۸۸ ص ۲۸۹ ص ۲۹۰ ص ۲۹۱ ص ۲۹۲ ص ۲۹۳ ص ۲۹۴ ص ۲۹۵ ص ۲۹۶ ص ۲۹۷ ص ۲۹۸ ص ۲۹۹ ص ۳۰۰ ص ۳۰۱ ص ۳۰۲ ص ۳۰۳ ص ۳۰۴ ص ۳۰۵ ص ۳۰۶ ص ۳۰۷ ص ۳۰۸ ص ۳۰۹ ص ۳۱۰ ص ۳۱۱ ص ۳۱۲ ص ۳۱۳ ص ۳۱۴ ص ۳۱۵ ص ۳۱۶ ص ۳۱۷ ص ۳۱۸ ص ۳۱۹ ص ۳۲۰ ص ۳۲۱ ص ۳۲۲ ص ۳۲۳ ص ۳۲۴ ص ۳۲۵ ص ۳۲۶ ص ۳۲۷ ص ۳۲۸ ص ۳۲۹ ص ۳۳۰ ص ۳۳۱ ص ۳۳۲ ص ۳۳۳ ص ۳۳۴ ص ۳۳۵ ص ۳۳۶ ص ۳۳۷ ص ۳۳۸ ص ۳۳۹ ص ۳۴۰ ص ۳۴۱ ص ۳۴۲ ص ۳۴۳ ص ۳۴۴ ص ۳۴۵ ص ۳۴۶ ص ۳۴۷ ص ۳۴۸ ص ۳۴۹ ص ۳۵۰ ص ۳۵۱ ص ۳۵۲ ص ۳۵۳ ص ۳۵۴ ص ۳۵۵ ص ۳۵۶ ص ۳۵۷ ص ۳۵۸ ص ۳۵۹ ص ۳۶۰ ص ۳۶۱ ص ۳۶۲ ص ۳۶۳ ص ۳۶۴ ص ۳۶۵ ص ۳۶۶ ص ۳۶۷ ص ۳۶۸ ص ۳۶۹ ص ۳۷۰ ص ۳۷۱ ص ۳۷۲ ص ۳۷۳ ص ۳۷۴ ص ۳۷۵ ص ۳۷۶ ص ۳۷۷ ص ۳۷۸ ص ۳۷۹ ص ۳۸۰ ص ۳۸۱ ص ۳۸۲ ص ۳۸۳ ص ۳۸۴ ص ۳۸۵ ص ۳۸۶ ص ۳۸۷ ص ۳۸۸ ص ۳۸۹ ص ۳۹۰ ص ۳۹۱ ص ۳۹۲ ص ۳۹۳ ص ۳۹۴ ص ۳۹۵ ص ۳۹۶ ص ۳۹۷ ص ۳۹۸ ص ۳۹۹ ص ۴۰۰ ص ۴۰۱ ص ۴۰۲ ص ۴۰۳ ص ۴۰۴ ص ۴۰۵ ص ۴۰۶ ص ۴۰۷ ص ۴۰۸ ص ۴۰۹ ص ۴۱۰ ص ۴۱۱ ص ۴۱۲ ص ۴۱۳ ص ۴۱۴ ص ۴۱۵ ص ۴۱۶ ص ۴۱۷ ص ۴۱۸ ص ۴۱۹ ص ۴۲۰ ص ۴۲۱ ص ۴۲۲ ص ۴۲۳ ص ۴۲۴ ص ۴۲۵ ص ۴۲۶ ص ۴۲۷ ص ۴۲۸ ص ۴۲۹ ص ۴۳۰ ص ۴۳۱ ص ۴۳۲ ص ۴۳۳ ص ۴۳۴ ص ۴۳۵ ص ۴۳۶ ص ۴۳۷ ص ۴۳۸ ص ۴۳۹ ص ۴۴۰ ص ۴۴۱ ص ۴۴۲ ص ۴۴۳ ص ۴۴۴ ص ۴۴۵ ص ۴۴۶ ص ۴۴۷ ص ۴۴۸ ص ۴۴۹ ص ۴۵۰ ص ۴۵۱ ص ۴۵۲ ص ۴۵۳ ص ۴۵۴ ص ۴۵۵ ص ۴۵۶ ص ۴۵۷ ص ۴۵۸ ص ۴۵۹ ص ۴۶۰ ص ۴۶۱ ص ۴۶۲ ص ۴۶۳ ص ۴۶۴ ص ۴۶۵ ص ۴۶۶ ص ۴۶۷ ص ۴۶۸ ص ۴۶۹ ص ۴۷۰ ص ۴۷۱ ص ۴۷۲ ص ۴۷۳ ص ۴۷۴ ص ۴۷۵ ص ۴۷۶ ص ۴۷۷ ص ۴۷۸ ص ۴۷۹ ص ۴۸۰ ص ۴۸۱ ص ۴۸۲ ص ۴۸۳ ص ۴۸۴ ص ۴۸۵ ص ۴۸۶ ص ۴۸۷ ص ۴۸۸ ص ۴۸۹ ص ۴۹۰ ص ۴۹۱ ص ۴۹۲ ص ۴۹۳ ص ۴۹۴ ص ۴۹۵ ص ۴۹۶ ص ۴۹۷ ص ۴۹۸ ص ۴۹۹ ص ۵۰۰ ص ۵۰۱ ص ۵۰۲ ص ۵۰۳ ص ۵۰۴ ص ۵۰۵ ص ۵۰۶ ص ۵۰۷ ص ۵۰۸ ص ۵۰۹ ص ۵۱۰ ص ۵۱۱ ص ۵۱۲ ص ۵۱۳ ص ۵۱۴ ص ۵۱۵ ص ۵۱۶ ص ۵۱۷ ص ۵۱۸ ص ۵۱۹ ص ۵۲۰ ص ۵۲۱ ص ۵۲۲ ص ۵۲۳ ص ۵۲۴ ص ۵۲۵ ص ۵۲۶ ص ۵۲۷ ص ۵۲۸ ص ۵۲۹ ص ۵۳۰ ص ۵۳۱ ص ۵۳۲ ص ۵۳۳ ص ۵۳۴ ص ۵۳۵ ص ۵۳۶ ص ۵۳۷ ص ۵۳۸ ص ۵۳۹ ص ۵۴۰ ص ۵۴۱ ص ۵۴۲ ص ۵۴۳ ص ۵۴۴ ص ۵۴۵ ص ۵۴۶ ص ۵۴۷ ص ۵۴۸ ص ۵۴۹ ص ۵۵۰ ص ۵۵۱ ص ۵۵۲ ص ۵۵۳ ص ۵۵۴ ص ۵۵۵ ص ۵۵۶ ص ۵۵۷ ص ۵۵۸ ص ۵۵۹ ص ۵۶۰ ص ۵۶۱ ص ۵۶۲ ص ۵۶۳ ص ۵۶۴ ص ۵۶۵ ص ۵۶۶ ص ۵۶۷ ص ۵۶۸ ص ۵۶۹ ص ۵۷۰ ص ۵۷۱ ص ۵۷۲ ص ۵۷۳ ص ۵۷۴ ص ۵۷۵ ص ۵۷۶ ص ۵۷۷ ص ۵۷۸ ص ۵۷۹ ص ۵۸۰ ص ۵۸۱ ص ۵۸۲ ص ۵۸۳ ص ۵۸۴ ص ۵۸۵ ص ۵۸۶ ص ۵۸۷ ص ۵۸۸ ص ۵۸۹ ص ۵۹۰ ص ۵۹۱ ص ۵۹۲ ص ۵۹۳ ص ۵۹۴ ص ۵۹۵ ص ۵۹۶ ص ۵۹۷ ص ۵۹۸ ص ۵۹۹ ص ۶۰۰ ص ۶۰۱ ص ۶۰۲ ص ۶۰۳ ص ۶۰۴ ص ۶۰۵ ص ۶۰۶ ص ۶۰۷ ص ۶۰۸ ص ۶۰۹ ص ۶۱۰ ص ۶۱۱ ص ۶۱۲ ص ۶۱۳ ص ۶۱۴ ص ۶۱۵ ص ۶۱۶ ص ۶۱۷ ص ۶۱۸ ص ۶۱۹ ص ۶۲۰ ص ۶۲۱ ص ۶۲۲ ص ۶۲۳ ص ۶۲۴ ص ۶۲۵ ص ۶۲۶ ص ۶۲۷ ص ۶۲۸ ص ۶۲۹ ص ۶۳۰ ص ۶۳۱ ص ۶۳۲ ص ۶۳۳ ص ۶۳۴ ص ۶۳۵ ص ۶۳۶ ص ۶۳۷ ص ۶۳۸ ص ۶۳۹ ص ۶۴۰ ص ۶۴۱ ص ۶۴۲ ص ۶۴۳ ص ۶۴۴ ص ۶۴۵ ص ۶۴۶ ص ۶۴۷ ص ۶۴۸ ص ۶۴۹ ص ۶۵۰ ص ۶۵۱ ص ۶۵۲ ص ۶۵۳ ص ۶۵۴ ص ۶۵۵ ص ۶۵۶ ص ۶۵۷ ص ۶۵۸ ص ۶۵۹ ص ۶۶۰ ص ۶۶۱ ص ۶۶۲ ص ۶۶۳ ص ۶۶۴ ص ۶۶۵ ص ۶۶۶ ص ۶۶۷ ص ۶۶۸ ص ۶۶۹ ص ۶۷۰ ص ۶۷۱ ص ۶۷۲ ص ۶۷۳ ص ۶۷۴ ص ۶۷۵ ص ۶۷۶ ص ۶۷۷ ص ۶۷۸ ص ۶۷۹ ص ۶۸۰ ص ۶۸۱ ص ۶۸۲ ص ۶۸۳ ص ۶۸۴ ص ۶۸۵ ص ۶۸۶ ص ۶۸۷ ص ۶۸۸ ص ۶۸۹ ص ۶۹۰ ص ۶۹۱ ص ۶۹۲ ص ۶۹۳ ص ۶۹۴ ص ۶۹۵ ص ۶۹۶ ص ۶۹۷ ص ۶۹۸ ص ۶۹۹ ص ۷۰۰ ص ۷۰۱ ص ۷۰۲ ص ۷۰۳ ص ۷۰۴ ص ۷۰۵ ص ۷۰۶ ص ۷۰۷ ص ۷۰۸ ص ۷۰۹ ص ۷۱۰ ص ۷۱۱ ص ۷۱۲ ص ۷۱۳ ص ۷۱۴ ص ۷۱۵ ص ۷۱۶ ص ۷۱۷ ص ۷۱۸ ص ۷۱۹ ص ۷۲۰ ص ۷۲۱ ص ۷۲۲ ص ۷۲۳ ص ۷۲۴ ص ۷۲۵ ص ۷۲۶ ص ۷۲۷ ص ۷۲۸ ص ۷۲۹ ص ۷۳۰ ص ۷۳۱ ص ۷۳۲ ص ۷۳۳ ص ۷۳۴ ص ۷۳۵ ص ۷۳۶ ص ۷۳۷ ص ۷۳۸ ص ۷۳۹ ص ۷۴۰ ص ۷۴۱ ص ۷۴۲ ص ۷۴۳ ص ۷۴۴ ص ۷۴۵ ص ۷۴۶ ص ۷۴۷ ص ۷۴۸ ص ۷۴۹ ص ۷۵۰ ص ۷۵۱ ص ۷۵۲ ص ۷۵۳ ص ۷۵۴ ص ۷۵۵ ص ۷۵۶ ص ۷۵۷ ص ۷۵۸ ص ۷۵۹ ص ۷۶۰ ص ۷۶۱ ص ۷۶۲ ص ۷۶۳ ص ۷۶۴ ص ۷۶۵ ص ۷۶۶ ص ۷۶۷ ص ۷۶۸ ص ۷۶۹ ص ۷۷۰ ص ۷۷۱ ص ۷۷۲ ص ۷۷۳ ص ۷۷۴ ص ۷۷۵ ص ۷۷۶ ص ۷۷۷ ص ۷۷۸ ص ۷۷۹ ص ۷۸۰ ص ۷۸۱ ص ۷۸۲ ص ۷۸۳ ص ۷۸۴ ص ۷۸۵ ص ۷۸۶ ص ۷۸۷ ص ۷۸۸ ص ۷۸۹ ص ۷۹۰ ص ۷۹۱ ص ۷۹۲ ص ۷۹۳ ص ۷۹۴ ص ۷۹۵ ص ۷۹۶ ص ۷۹۷ ص ۷۹۸ ص ۷۹۹ ص ۸۰۰ ص ۸۰۱ ص ۸۰۲ ص ۸۰۳ ص ۸۰۴ ص ۸۰۵ ص ۸۰۶ ص ۸۰۷ ص ۸۰۸ ص ۸۰۹ ص ۸۱۰ ص ۸۱۱ ص ۸۱۲ ص ۸۱۳ ص ۸۱۴ ص ۸۱۵ ص ۸۱۶ ص ۸۱۷ ص ۸۱۸ ص ۸۱۹ ص ۸۲۰ ص ۸۲۱ ص ۸۲۲ ص ۸۲۳ ص ۸۲۴ ص ۸۲۵ ص ۸۲۶ ص ۸۲۷ ص ۸۲۸ ص ۸۲۹ ص ۸۳۰ ص ۸۳۱ ص ۸۳۲ ص ۸۳۳ ص ۸۳۴ ص ۸۳۵ ص ۸۳۶ ص ۸۳۷ ص ۸۳۸ ص ۸۳۹ ص ۸۴۰ ص ۸۴۱ ص ۸۴۲ ص ۸۴۳ ص ۸۴۴ ص ۸۴۵ ص ۸۴۶ ص ۸۴۷ ص ۸۴۸ ص ۸۴۹ ص ۸۵۰ ص ۸۵۱ ص ۸۵۲ ص ۸۵۳ ص ۸۵۴ ص ۸۵۵ ص ۸۵۶ ص ۸۵۷ ص ۸۵۸ ص ۸۵۹ ص ۸۶۰ ص ۸۶۱ ص ۸۶۲ ص ۸۶۳ ص ۸۶۴ ص ۸۶۵ ص ۸۶۶ ص ۸۶۷ ص ۸۶۸ ص ۸۶۹ ص ۸۷۰ ص ۸۷۱ ص ۸۷۲ ص ۸۷۳ ص ۸۷۴ ص ۸۷۵ ص ۸۷۶ ص ۸۷۷ ص ۸۷۸ ص ۸۷۹ ص ۸۸۰ ص ۸۸۱ ص ۸۸۲ ص ۸۸۳ ص ۸۸۴ ص ۸۸۵ ص ۸۸۶ ص ۸۸۷ ص ۸۸۸ ص ۸۸۹ ص ۸۹۰ ص ۸۹۱ ص ۸۹۲ ص ۸۹۳ ص ۸۹۴ ص ۸۹۵ ص ۸۹۶ ص ۸۹۷ ص ۸۹۸ ص ۸۹۹ ص ۹۰۰ ص ۹۰۱ ص ۹۰۲ ص ۹۰۳ ص ۹۰۴ ص ۹۰۵ ص ۹۰۶ ص ۹۰۷ ص ۹۰۸ ص ۹۰۹ ص ۹۱۰ ص ۹۱۱ ص ۹۱۲ ص ۹۱۳ ص ۹۱۴ ص ۹۱۵ ص ۹۱۶ ص ۹۱۷ ص ۹۱۸ ص ۹۱۹ ص ۹۲۰ ص ۹۲۱ ص ۹۲۲ ص ۹۲۳ ص ۹۲۴ ص ۹۲۵ ص ۹۲۶ ص ۹۲۷ ص ۹۲۸ ص ۹۲۹ ص ۹۳۰ ص ۹۳۱ ص ۹۳۲ ص ۹۳۳ ص ۹۳۴ ص ۹۳۵ ص ۹۳۶ ص ۹۳۷ ص ۹۳۸ ص ۹۳۹ ص ۹۴۰ ص ۹۴۱ ص ۹۴۲ ص ۹۴۳ ص ۹۴۴ ص ۹۴۵ ص ۹۴۶ ص ۹۴۷ ص ۹۴۸ ص ۹۴۹ ص ۹۵۰ ص ۹۵۱ ص ۹۵۲ ص ۹۵۳ ص ۹۵۴ ص ۹۵۵ ص ۹۵۶ ص ۹۵۷ ص ۹۵۸ ص ۹۵۹ ص ۹۶۰ ص ۹۶۱ ص ۹۶۲ ص ۹۶۳ ص ۹۶۴ ص ۹۶۵ ص ۹۶۶ ص ۹۶۷ ص ۹۶۸ ص ۹۶۹ ص ۹۷۰ ص ۹۷۱ ص ۹۷۲ ص ۹۷۳ ص ۹۷۴ ص ۹۷۵ ص ۹۷۶ ص ۹۷۷ ص ۹۷۸ ص ۹۷۹ ص ۹۸۰ ص ۹۸۱ ص ۹۸۲ ص ۹۸۳ ص ۹۸۴ ص ۹۸۵ ص ۹۸۶ ص ۹۸۷ ص ۹۸۸ ص ۹۸۹ ص ۹۹۰ ص ۹۹۱ ص ۹۹۲ ص ۹۹۳ ص ۹۹۴ ص ۹۹۵ ص ۹۹۶ ص ۹۹۷ ص ۹۹۸ ص ۹۹۹ ص ۱۰۰۰

اور لوگ جن کی ہدایت تسلیم نہیں کرتے، انہیں کانسر قرار دینے ہی میں امت مسلمہ کی گمراہی اور گمراہی کے  
 کے مخالفین اپنے سببوں کو اس صورت کے اور کرانے میں کامیاب ہو گئے، چنانچہ لفظ "وہابی" عجیب لگا جاتا ہے۔  
 اس صورت حال سے برطانیہ نے اپنے مسلم متروک ملاقاتیوں میں خاطر خواہ سیاسی ناکامی کے اعلان اور مطالبہ کے بیان  
 اعتراف کی قطع و پیمانہ کے لئے ہر اس شخص اور گروہ کو "وہابی" کے لفظ سے نروم کیا جو اس کے سیاسی  
 مخالفت کی سنگتوں میں ایس کے لئے راکٹ یا مسرت کا سہارا بن سکتی تھی۔ جیسے پیر سلفیوں کو اس کے وہابیوں  
 کے ہاتھ سے "وہابی" مشہور کر دیا۔ انہیں سیاسی فراملہ ماسٹ کے تحریک مجاہدین تحریک ملی عربیہ کے برطانیہ  
 کے لئے مدد دینا رہی "وہابی تحریک" قرار دے دی گئی۔ مصر کے عسکری حکمرانوں کو عمل نے جب وہابیوں کو نکت  
 فاش دی تو برطانیہ نے اپنے تجاوت مسرت "لیک وورڈ" کو کٹا کر لیا۔ اگرچہ وہابی تحریک حاکم سیاسی صورت میں  
 جزیرہ نما کے عرب ملکوں اور ہی آج کل صحرائے اربعہ سے اس کے ناپاؤں اوقات عالم ہند میں برنگہ کو پارہا  
 لکھنؤ کے گئے۔ اس تحریک کا قابل عقیدہ متعل سے ہندوستان میں تحریک مجاہدین "وہابیوں" میں سنوئی تحریک  
 اور بعد میں عربیہ کے وہابیوں نے۔ اسلام کا لٹاؤ نامہ لکھنؤ میں انیالہ نسبت میں تحریک کو ازیت حال ہے  
 ۱۸۵۷ء میں عبدالمطلب جناب عالم مدنی صاحب نے امام احمد بن حنبل کے منہج امام ابو تمیمہ کے جانتی  
 تھے۔ انہوں نے قرعہ قرآن کی اس نصیحت اور خاص نصیحت رسول، متباد کرنے پر مدد و بر طرف کے بزرگ سے  
 پیکر اللہ قرآن کی مشرف اور احقری حاکم اور حویہ پر قویہ دینے کی بجائے سوسے سارے متن امام کے سوں  
 کی طرف رجوع کرنے کی تاکید کی۔ بن کر انگریزوں، حاکم کو کھول کر اور حویہ انسان کی ذہنی کاوش کا نتیجہ سمجھتے ہیں  
 لئے بے حد نہیں۔ بن کا شرف، حاکم اگر قرآن کو شفق تعبیروں کے ساتھ ملط ملط کر دیا جائے تو کام اللہ کی اس  
 تعبیر تک مسلمانوں کی رسائی ممکن ہو جائے گی۔ اسی طرح انہوں نے مسکت شعوت کی من تمام گروہوں کے خلاف جدوجہد  
 کی جو اسہم کے سب سے دی حویہ توجیہ سے متادم نہیں۔ اس لحاظ سے اولیاء پرستی، قبر پرستی، انیالہ توجیہ سے  
 استانت جملات و شکر اللہ قرآن پر بھری بنائے اور مقبرے سے تعبیر کرنے کا مدعا ان کی عقیدہ کاٹنا۔ ان کے  
 پرکھ نہیں جہہ صدق و عادت پر اسلئے خاصہ مدد دیا جیسے انھاری قاعدت اور صبر و استقل اور حویہ و ملی

۱۸۵۷ء میں... تصنیف شدہ ۱۹۰۵ء تک...  
 ۱۸۵۷ء میں... تصنیف شدہ ۱۹۰۵ء تک...  
 ۱۸۵۷ء میں... تصنیف شدہ ۱۹۰۵ء تک...  
 ۱۸۵۷ء میں... تصنیف شدہ ۱۹۰۵ء تک...

اور ضد و نفوذ کی بیخ کنی وغیرہ، اسلام کے پانچ لوگان غداروں اور کوفہ راج اور جہاد پرستی سے ٹک کر نے کی تھیں ہیں انکی تعلیمات کا بنیادی حصہ تھیں، ان کے تمام تر نظریات حقیقتاً حاصل اسلام کی تعلیمیں ہیں تھے۔ ان کی مذہبی اصلاحات بنیادی طور پر عین پہلوؤں میں منتہم ہے۔

**توحید** خدا بجزوہ بالذات اور کائنات کا خالق ہے اور وہ اپنی صفات میں وحدۃ لاشریک ہے اور وہ اپنی ہی اور نجات قرآن مجیم اور شریعت کے احکام کی کالی بجا آوری میں مضرب ہے، نہ کہ خدا کے وجود میں مخلوط ہو جانے کے تصور فاسد مسلک میں۔

**اجتہاد** حالات خاصہ کے مطابق مسلمانوں کو جو حق تاویل دیا گیا ہے وہ اس کے قائل تھے اور اس حق پر عمل کرکے معاملات پر اصرار کرتے تھے لیکن ان کا خیال تھا کہ اگر اور احکام کے پیرو عمل اس حق سے لائق ہو گئے ہیں، مولانا محمد بن عبدالوہاب اس میں تعلید کے بالکل مخالفت تھے۔ چنانچہ انہوں نے اس کے حامیوں پر تنقید کی (اور خود منہل تھے) **زکوٰۃ بدعات**۔ مولانا محمد بن عبدالوہاب نے من تمام مذہبی اور سماجی اعمال اور رسوم کی مذمت کی جن کی کوئی مثال یا موازنہ شریعت میں موجود نہیں۔ ان میں صدقہ زیادہ قہر مکتبی اور بیرون کی حد درجہ تقسیم و بیروہ کے نکاح نانی کا اقتناع اور زکوٰۃ تقریباً میں فضول خرچی جیسے مسائل شامل تھے۔

مولانا محمد بن عبدالوہاب نے خود کو اور اپنے پیروکاروں کو "مومنین" عقیدہ توحید کے حامل کے لقب سے موسوم کیا اور اپنی تحریک کا مقصد "سلف صالحین" کی طرف رجوع کرنا قرار دیا۔ اسلام مولانا محمد بن عبدالوہاب کے خیال میں محض الفاظ کا مجموعہ اور رسوم کے اقرار کی تعلید کا نام نہیں ہے، احشر کے من بعض یہ وہیں کافی نہ ہوگی کہ جو کچھ لوگوں نے کہا میں نے اسے تسلیم کیا اور وہ ہوا ہے۔"

یہیں لازماً صدم ہونا چاہیے کہ اسلام حقیقتاً کیا ہے۔ یہ شرک کو ترک کرنا اور ایک خدا کو ماننا ہے "حقیق اسلام مولانا محمد بن عبدالوہاب کے مطابق محض سلف صالحین کے وہ ایک راہ"۔

اپنے عقائد و نظریات کے اعتبار سے مولانا محمد بن عبدالوہاب نے کئی نئے عقیدے یا نظریے کو اسلام میں شامل نہیں کیا، وہ منہل کتبہ فکر سے تعلق رکھتے تھے اور ان پر امام ابن تیمیہ کا اثر تھا ہے وہ محض یہ چاہتے تھے کہ اسلام اپنی روح میں اور اصل صورت میں رائج ہو جائے اور مسلمان اپنے عقائد و کردار کے لحاظ سے فرقہ بندی کو ترک کر لیں۔

۱۔ تصنیف کیلئے "مسعود عالم مدنی" محمد بن عبدالوہاب ص ۱۳۱-۱۳۸ بطور تصنیف، مذکورہ ص ۱۲۶-۱۲۷  
 ۲۔ مجموعہات الرکن والسنن النجدیہ، قاہرہ ۱۹۷۵-۱۹۷۶ ج ۱ ص ۳ بکوال البرٹ ہورن تصنیف، مذکورہ ص ۲۷-  
 ۳۔ بحوالہ ایضاً

رجوع کریں، اپنے تاریخ کے صدر سے منکر ترقی۔ نے امر کی مدد کی گزریوں اور بدنامیوں کا انحصار کیا اور ساتھ ہی اس نے فرانس و برطانیہ کی شہنشاہیت کو پیدا کردہ تمدنی قباہتوں اور مسک انصاف کی بے عملیوں کا تذکرہ کیا اور اس کے علاوہ اس نے عرب جزیرہ اسلامی فلسفے بن کا نہیں بلکہ مابین فکر کا بھی تذکرہ کیا، اسی طرح اس نے مہم فرانس، ایسٹریچک کرشمیت کہ جناب ملت مستحکم ہو چکا تھا مخالفت کی گئے وہ ان معنی میں ایک مسلح تھے کہ انہوں نے امداد اسلام عقائد اہل کی مذمت کی اور من کی تہمید کی گئی۔

اقبال نے مولانا محمد بن عبدالوہاب کے من صاحب سے عربی نثر نہیں کیا من کی حکمت اور من کی تاریخ کا زیادہ تر رجوع جن ہی مسائل کا حامل تھا جن پر وہاں ترقی کا رعبہ ہے۔ اقبال نے اسی معنی میں عبدالوہاب کی تہمید کی مگر یہی مسلمانوں پر ایسا سائنس کا اظہار کیا ہے۔ بعد میں اسلام کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ انہوں نے لکھا کہ

” زمانہ حال میں میرے نزدیک اگر کوئی شخص بودا کو ماننے کا مستحق ہے تو وہ عربی جہاں اللہ نے انسانی ہے اور وہ عربیوں، ان کے اور ہند کے مسلمانوں کی تاریخ کو کبھی لکھے گا تو اسے سب سے پہلے عبدالوہاب پڑھنی اور بعد میں جہاں اللہ نے انسانی کا ذکر کرنا ہوگا گئے۔“

اس آیت سے اقبال مولانا محمد بن عبدالوہاب کی تہمید کی مساعی کو دنیا کے اسلام میں نزولیت کا جو دیتے تھے۔ من کے خیال میں مولانا محمد بن عبدالوہاب نے

”..... اس آگ کو جن کی بے چین مدد میں وہی تھی سارے عالم اسلام میں پھیلا دیا۔۔۔ اور جن کی بدست اس میں زندگی کی ایک نئی لہر دوڑ گئی تھی۔“

ایک اور جگہ انہوں نے کہا کہ ”جو یہ دنیا نے اسلام میں زندگی کی پہلی ترقی“ سے تہمید کی ہے اور ان کے خیال میں یہ :-

” ایک چمکوری تھی جس سے عالم اسلام میں برکسیں تقویت اور استہلا کے شعور ایک آگ جھونک اٹھی، صدیوں کا جوہر (روح) قرآن نے علم و فن میں شعل ہو رہے تھے، من میں پھر حرکت پیدا ہوئی یہ بات کہیں کہیں نہ گزرے گی، اس کے ساتھ ساتھ ان کی تہمید کے شعور ایک عارفانہ پناہ دیتے

۱۔ ڈاکٹر ای۔ ایچ۔ ”اسلام میں داخلہ برٹری“ (دوبندیک ۱۹۵۹ء) ص ۲۹ نیز تعصبات کے لئے آیت ص ۲۰ - ۵۱  
 ۲۔ جارج انٹریس ”عرب و ایٹلیک“ (دوبندیک ۱۹۲۵ء) ص ۲۲۔ اقبال، مار محمد سوم روا چہر ۱۹۵۱ء ص ۲۳۱  
 ۳۔ انگلیں جہاں آہیات اسلامیہ ”ترجمہ نذیر نیازی“ لہور ۱۹۵۰ء ص ۲۳۵۔ اقبال، مرتبہ طبعیت احمد شیرانی ۵۰ء و ۳۵  
 ۴۔ کلاس یہ نذیر نیازی، اقبال کے صدر ”(جلد اول) کراچی ۱۹۶۱ء) ص ۳۲۱، ۳۲۲

اقبال وہاں تک کہ اس کے نظریات و مفاسد کے بیشتر حصے سے متعلق تھے۔ مولانا محمد بن عبد الوہاب میں نظریات کے حامل تھے اور جن کی بنیاد پر انہیں مجدد العصر کا لقب حاصل ہوا اقبال کی فکر میں انہیں قدر سے زیادہ دل کیسے تھوڑا کیا سکتا ہے مولانا محمد بن عبد الوہاب کی کل سائنس کی بنیاد پر انہیں حقیقت ان کے نظریہ توحید اور اجتہاد کے ضمن میں ان کے نقطہ نظر میں مضمر ہے۔ اس تعلق سے اقبال نے ان سے اختلاف نہیں کیا ہے۔ توحید پر ان کا جہاد میں ہے وہ غیر متنازعہ اور مستند ہے۔ اور اس کا اظہار، جنوں نے متعدد محرموں اور اپنے کلام میں کیا ہے جیسے۔

یہ مال و دولت دنیا پر رشتہ و پیوند  
 یہ فکر وصل گل و لاله کا نہیں پائیند  
 ہمارا ہو کہ خزاں والا اللہ اللہ  
 جیسے حکم آداں والا اللہ اللہ

ان کا فلسفہ خودی خدا کے وجود میں مطلقاً پر جانے کے متوالانہ۔ سک سے قطع نظر خلافتِ آہریہ کے حصول کے مقصد کا حامل ہے جس میں انسان ضرورتاً ان کے انتہائی کمال تک پہنچنا ہے اور اس کی قوت سب سے اعلیٰ علم سے مل جاتی ہے اور اس کی زندگی میں خیال اور عمل اور عقل اور عقل انسانی ایک ہو جاتی ہے۔

بسیٰ لؤ علیٰ ہم حکم است  
 لہ جہاں قلم بر امر اللہ لہ  
 این بساط کس ما جسم و نہ  
 عالم دیگر بسیار کھ دور  
 روید از کشت خیال او چو گل

ناشب حق بجز جان عالم است  
 از زبور جزو کل اسماہ لہ  
 خیر چوں قد و سعادت عالم زند  
 قطرش مستوردی خواہ نمود  
 صد جہاں مثل جہاں جزو کل

چونکہ خدا ہی تمام کائنات اور زندگی کی مددگار ہے اس لئے خدا سے وابستگی دراصل انسان کی اپنی بلند ترین خودی سے وابستگی کے مترادف ہے

اجتہاد کے ضمن میں ان کا خیال ہے کہ ایک قوم کی زندگی کا دار و مدار انفرادی ذہن و جسمانی نشرو نفا پر منحصر ہے۔ جب تک کسی قوم میں ایسے آزاد مرد اور جوان آزاد پیدا نہ ہوں تو اسے دل کی گہرائیوں اور دماغ کی صلاحیتوں سے قوم کو نئے تصورات سے روشناس کرایں۔ معاشرے کی بدلتی ہوئی ضروریات سے ہم آہنگ ہو کر نیا نظریہ بنائیں اس وقت تک اس قوم کے ارتقاء متاثر نہ کرنے کے امکانات نہیں۔ اقبال اس سلسلے میں کہتے ہیں کہ صدیوں کے فتنی عبور کے بعد امام ابن تیمیہ اپنے شخص تھے جنہوں نے تقیید کے خلاف آواز بلند کیا انہوں نے تمام جہتی مسائل میں کتاب و سنت کی بنا واسطہ رہنمائی کی طرف لوگوں کو مدعو کیا اور اپنے اندر کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے نقطہ نظر





تحریک کے سیاسی پہلو کے ضمن میں ان کا خیال تھا کہ۔۔

”اس سے بعد محمدیوں تک کی نوبت آئی۔۔۔۔۔ اس سے عالم اسلام کے اتحاد کو عامہ صحت پہنچا۔“

پھر مزید انھوں نے اس بارے میں اپنا خیال ظاہر کیا کہ۔

”میرے نزدیک وہابیت کی سب سے بڑی کروری اس کا عقائد میں نسبتاً زیادہ ظاہر ہے اور اسے بحیثیت ایک نظام بدعت اس نے اسلام کے سیاسی اور اجتماعی نصب العین کا کوئی تصور قائم کیا نہ اس تصور کہ عبادت سے امت کا وہ کس طرح کی ہیئت اجتامیہ ہے یعنی آج کل کی اصطلاح میں ہم یہ کہیں گے کہ قوم ہے لیکن مسوں میں وہابیت کی ہی روش ہے جس سے برطانوی شہنشاہیت نے خوب فائدہ اٹھایا اور یہی کہیں مصلحت خشی دلیل ہی ملتی اختیار کیا۔ مخالفت بھی اور موافق بھی ۲۳ ہے“

اس تحریک کے دو اہم اصول، دو بدعات اور دو عقیدے کے ضمن میں ان کا خیال تھا کہ دو عقیدے اور دو بدعات گراہنی جگہ ضروری تھا لیکن اس کا دائرہ چونکہ بحث و نظر سے گئے ہیں بڑھا اور جو بھی گفتگو کی عقائد کے دہک میں۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ اس کے سامنے حجت فی کافرون ایک چلو تھا۔“

اقبال کے خیال میں اس تحریک میں جو خامیاں موجود تھیں ان کے باوجود اس کا ایک عام اور حقیقت اثر عالم اسلام پر ترجمہ ہوا اور اس تحریک میں کئی اور تحریکیں پیدا ہوئیں کہیں یہ مسئلہ زیر بحث آیا کہ مغرب کے ظلم اور استبداد کے کیا تدارک ہے، کہیں یہ کہ لاد اسلامیا پہنچا دینا چاہیے اور وہی کیسے برقرار رکھیں، کہیں یہ سوال پیدا ہوا کہ مسلمان علوم جنوں اور تہذیب و تمدن میں کچھ آگے بڑھیں، کہیں یہ کہ معاشرے کی اصلاح کیسے ہو۔ عرض اس کے ریرا ترقت کی توجیہ کئی ایک مسائل کی طرف متعلق ہو گئی ۵۰ء اور اس طرح دنیا نے اسلام میں جو تحریکیں پیدا ہوئیں ان میں ایک تعلق سابقہ ہو گیا۔ حالانکہ بحر علی مشابہت کے ان میں نظریے اور اصول کا باہم کوئی تعلق نہیں تھا تاہم اس اعتبار سے یہ تحریک دور رس نتائج کی حامل تھی

(العادۃ)

۲۳ آفتاب کے صفحہ ۳۲۰ ص ۲۲۰

۲۴ ایضاً

۲۵ ایضاً

۲۶ ایضاً ۲۲۲۔ اس لاق سے اقبال نے ہندوستان کی تحریک بھادریں کے لئے بعض مقامات پر ”وہابی تحریک“ کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ جبکہ ایسے مقامات پر اقبال نے اس تحریک کا ذکر عرب عام کے طور پر کیا ہے اور نہ وہ اسکو اپنے مقصد و منہاج کے اعتبار سے اہل تحریک سے مختلف گردانتے تھے جیسے ”ایضاً“ ص ۲۲۱-۲۲۲۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ

# اقبال اور عصری نظام تعلیم

**عصری نظام تعلیم کی تنقید** | اقبال کے حسب اپنی بصیرت سے جدید نظام کا جائزہ یہ تو انہیں چند سہولت برنی ، گزریاں اور خامیاں نظر آئیں۔ جنہیں انہوں نے اپنی تنقید اور حساب گولی کو نشانہ بنایا اور ماہرین تعلیم کو اس طرف توجہ دلائے کی کوشش کی۔ وہ جہاں مدرسہ اور طالب علم کے برہم کا ذکر کرتے ہیں وہاں اس سے مراد مغربی مدرس اور اس کے طلبہ ہی ہوتے ہیں۔ ان کے خیال میں اس نظام پائش سے فاسل کے ہی میں سب سے بڑا عہدہ کیا ہے۔ وہ مدرسہ و خانقاہ دونوں سے بیزار نظر آتے ہیں۔ جہاں نہ گنگا کی چل پیل ہے نہ حکمت کا پوسش و غرضی، نہ حکمت و بصیرت ہے، نہ فکر و نظر۔

انہما میں مدرسہ و خانقاہ سے غناک نہ رکھ دھکت، دلموت، گناہ وہ دانش کدوں کی گردنجاہی سے دونی درماتقا ہوسا کی کم طلبی و سبے توفیقی دونوں سے نالاں اور دونوں سے گریزاں ہیں۔

علوتیان مدرسہ گردنگاہ مرودہ دوقی طو تیان بیکہ کم طلب و سب کی کورا  
عصری دانش کا بول کاظم عظیم | اقبال کی یہ سچیدہ واسٹے ہے کہ تعلیم جدید سے نئی شکل کی صرف عقلی اور لسانی تربیت سے استقامت اور طلبہ و روح کی نشوونما و روحانی ارتقا۔ اخلاق کی پاکیزگی اور تزکیہ نفس سے غفلت کر کے اسی پر سب سے بڑا غلط کیا ہے جس کے حسب اس کے فونی میر سترا ان اور اس کی امتحان میر خاں سب ہوتی ہے۔ اور اس کی دھنگا ہم آہنگی کے کاسے نے امتدالیوں کا سود ہی گئی ہے۔ نئی سل کے طاہر و باہل جنسی و روح۔ علم و تقیدہ کے درساں ایک وسیع حلق پیدا ہو گئی ہے۔

یہ مقالہ ماہر پریورٹی و سائنس ماسٹر خدادادوں میں ۵ دسمبر ۱۹۵۴ء مطابق ۱۰ اپریل ۱۹۵۱ء کو شائع کیا

اس کی عقل بڑھیک، مگر روح نازک و کسب ہے۔ اور اس کے رہنے ارتقا کے ساتھ اس کا روحانی روال بھی اسی حساب سے ہونا چاہیے۔ وہ عقلی عمل کو مست قریب سے جانتے تھے۔ اس لئے جب بھی اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کرتے یا کوئی بات کہتے ہیں تو وہ واقعہ کی تصور ہوتی ہے۔ ان کا کسب سے کوئی عمل کا بیاد نہالی اس کی روح پیاسی اور تارکب ہے۔ مگر اس کا چہرہ بہت تیز و بارونق اور اس کا ظاہر بہت چاق و چوبند ہے۔ اس کی عقل راکش مگر بھیرت اندھی ہے۔ سب سے تعبیر اور یاس و قنوط ان کی مدد کی کامالی اور خودی ان کی قسمت ہے۔ یہ وجوہ ان انسان نہیں انسانوں کی لاکشیں ہیں۔ وہ اپنی ذات کے ٹکڑے ہیں، مگر دوسروں پر ایمان لائے ہیں۔ اہلکار و احباب ان کے اسلامی غیر سے یہ دلکشی کی تعمیر کر رہے ہیں اور ان کی صلاحیتیں صرف درسیہ کدہ ہو رہی ہیں سخت کوشی اور جفاکشی کے بجائے، سری اور تن آسانی۔ مدت ظنی اور عینی کوشی بل کا ٹکڑے کی جا رہی ہے۔

ان کی نسبت بہت ہی کا یہ حال ہے کہ امیدیں اور آرزوئیں پیدا ہی نہیں ہوتیں یا پیدا ہونے ہی ٹھٹھ کر جاتی ہیں۔ نئی دانش لگا ہوں سے ان کے ذہنی جد بات کو چہرہ ہی طرح سلا دیا۔ اور ان کے وجود کو ہم صی عدم بنا دیا ہے۔ اپنی ذات اور اپنی شخصیت سے ناواقفیت اور اپنی صلاحیتوں سے بے پردائی ان میں عام ہے۔ مصنف تہذیب کے زہر اثر وہ اپنی روح کا سودا ہونے کے چند ٹکڑوں پر بھی کر لے۔ اور ضمیر فروری کر سکتے ہیں۔ ان کے علم بھی ان کی قیمت اور حیثیت ہرنے سے آگیا ہے۔ اس لئے انہوں نے ان کو شرف و عظمت کے دائرے سے آگاہ نہیں کیا وہ مومن ہیں لیکن موت کی لذت سے بے خبر۔ اور توحید کی طاقت سے ناواقف۔ وہ لڑنے سے تہذیب کے لذت و صفا کی دراندہ کرنے میں کوئی ہار نہیں محسوس کرتے۔ فریاد حرم ہو کر بھی ان کا دل عذاب کرنے طاقت اور تہذیب پاسے صدم سے متضرر نہیں۔ فرنگ نے ہمیں بیز حرب و دھوب اور قتل و مارت کے بھی مار ڈالا ہے ان کی عقلیں ٹھٹھ ان کے دل پتھر۔ اور نگاہ بے باک ہے۔ ان کے خوب بڑے سے بڑے حوادث کی چٹ سے بھی نہیں گھٹنے ان کے علم و فن۔ دین و سیاست۔ عقل و دل سب کا مرکز مادہ ہے۔ ان کے دماغ میں انکار مادہ کی کوئی سو نہیں۔ ان کے خیالات میں کوئی بند ہی نہیں۔ ان کی زندگی پر وجود و قنوط کی بڑھ جی ہوتی ہے۔

یہ بہت ہی عصر حاضر کہے میں سے ہیں      دانا کے کاواڑ اور تاسیس آڈر انڈ

شکایت ہے مجھ پر اب خدا و خدا کی کتاب سے      بسن شائرن بکوں کو دے ہے ہیں حاکم ذکی

کو تو گھر مٹا یا اہل در سے ترا      کہاں سے آئے خدا لا الہ الا اللہ

کھتری میں کہیں رہنا ہی نکار بھی ہے      عافا ہوں میں کہیں لہرتا ہوا بھی ہے

سے لقیں سے خیر حیات بہت پرور      نصیب حد سے باریب : آب آتش تاک

یہی دما دما خسر کی کائنات سے کیا      دماغ و دلشن روں تیرہ دھجکے جیساک

اے کھنڈ کا جوان گرم حوں !      سانسہ اڑنگے کا صبر و ہوں

نوجوانان قتلہ سال ایام      شمشیر و تار یک ماں ، دو بخش دان

کم بجا و سبے لیتین و تارید      جینم شان اندر سماں جسبے اندی

تاکسان مسکر و خود موس بنسیر      حننت بند ار حاک شان مسمارہ

آقبان ہ نئی نسل کے نوجوانوں سے کیا توقعات اور ان کے منتقل کیسے بند خیالات رکھتے ہیں اس کا اندازہ ان کے اشعار سے ہو سکتا ہے -

حبت کے ان جوانوں سے      ستاروں پر چڑھتے ہیں کسرا  
ایک قطرہ میں کتے ہیں

جوانوں کو مری آہ سحر سے      پھولوں پر شاہیں کچھوں کو بال و پیلے  
خدا یا آور و میدی ہی ہے      سزاور بھیرست عالم کر سے

و خطاب روحان اسلام اور دوسری قطعوں میں ان کی اسیدوں اور آور ووں کی جملک دیکھی جا سکتی ہے طلباء علی گڑھ کالج کے نام " عشق کے درد مند تے اپنے پیغام میں صاف صاف کہا -

ہر سبب حرم سے ہے دروغ اکس حجاد کا      اس کا ستم اور ہے اس کا نظام اور ہے  
ان کی نسل ایک جوان کے نام ہیں ، ان کے احساسات بڑی وضاحت سے آگے ہیں ۔  
ترسے و سہے ہیں اور جی تھے کالیں میں پڑی      لہو جھکو دلائی سے جوانوں کی تن آسانی

ادارت کیا شکوہ حسرت کی بھی جو تو کیا حاصل  
 رہا حضرت اس پیر کو تہذیب مہتر کی عمل میں  
 دور و جمیع ساری تجھ میں رہا منتہا کے مستحالی  
 کہ پڑا جس کے استغناء میں معراج مستحالی

حقانی روح جب سیر ہوتی ہے جواں میں  
 نہ ہو سید، فرسیدی و رواں علم و عرفان ہے  
 نظر آتی ہے ان کو ابھی منزل آسماں میں  
 امید ہو جو کس سے، حد کے باز و امروں میں  
 تو شاہیں سبے سیرا کر سپاڈوں کی جینالوں میں  
 سبیں تیرا نشیمن قصر سلطانی کے گسبیر

وہ جب مسلم فوج انہوں کو اسلام کے پھل کے رہنے کے مسول سے متاثر اور متوجہ دیکھتے ہیں تو نظری طور پر انہیں صدمہ ہوتا ہے۔ اپنی نظم " ایک فلسفہ زاہد سید ادا کے نام " میں لکھتے ہیں۔

تو اپنی خودی اگر - کہو تا  
 اکہام عہد دست ہے حضور ہی  
 افکار کے خم اسے ہے صورت  
 وہی سبک زدگار کی تقویم  
 دل وہ سخن مستند کی بسند  
 چوں دیدہ ماہ ہیں نادر کی  
 زخا زخمی برگسٹاں دہو تا  
 بے فلسفہ زنگہ کے دستا  
 میں ذوق عمل کے واسطے موت  
 وہی ستر محمد و ہر اہم  
 لے پر عمل و بر علی جید  
 تا چاند شمس یہ الہامی

اقبال نے اسل کی بے حتی اداس کی اخلاقی لہجہ کا درد و موجودہ نظام تعلیم کو قزحہ دیکھتے ہیں جس کے ان اخلاق پر کوئی رور نہیں۔ اور تربیت کا کچھ خیال ہے وہ کہتے ہیں کہ آج کل کے وجود انہوں کے دل سور اور دل سے خالی اور ان کی نظری حیرت خیز ہیں تعلیم یافتہ نوجوانوں کی زبان مست تیز ہے۔ لیکن اس کی آنکھوں میں اشک خامت اور دل میں خوف و حشیت ڈھا بھی نہیں۔

جو آکھو کہ سے سر زافر گھاسے انور  
 پر کار و جن ساز سے م ناکنت سے ہے

وہ ان سبب باتوں کے لئے کالجوں اور یونیورسٹیوں کو روز ازام مراد دیتے ہیں جنہوں نے نوجوانوں کو اپنے جہاں میں جکڑ رکھا ہے۔ اور ان کی فطرت سچ کر کے رکھ دی ہے۔ وہ دوسرا دوسرا صدمہ سے بڑھی ہوئی " عقلمیت " کو بھی سمجھتے ہیں۔ جو ادوار الفریضوں اور پڑھنے والوں سے روکتی اور ہر قدم پر مصلحت گیری اور خامت میں کامیابان قرار دیتی ہے۔

اقبال کی نگاہ میں اس اسی اکتلا کی ایک وجہ صحت نرسینی جو اس وقت پر مشنی اور اسباب طبعی اور جسمانی  
 حالتوں اور ادب کی کرسیوں کو تعلیم کا مقصد کہنا بھی سے۔ وہ کہتے ہیں کہ بے مقصد افراد کے لئے علم و دانش فائز  
 نہیں تم فانی و فانی ہے اور ایسے رقی سے موت بہتر ہے۔

اسے ظاہر لاہوتی اس رقی سے دوست آجھی  
 جس رقی سے آئی ہو ہر دار میں کھڑا ہی

سورنی تعلیم پر معاد کے بحکائی معاش کا تصور جس طرح چھایا جاتا ہے وہ اس کے لئے جان لیو ہے۔ اسی  
 تعلیم کا پڑھنا ہے کہ سرخ جن مردم نرا اور نظرت بے رنگ ہو کر وہ حالت سے دور رہی میں اکتلا میں نہیں تھی  
 اور وہ سر سے اکتلا سے روح بھی قبض کر لیتی ہے۔

ہر از سببہ مرغ جسمی برآ      بخون لاری سونگس برآ  
 ہاں بکتب ہاں دانش چنانکی      کہ نال در کعبہ زاد و مایاں تن برآ

یہ تعلیم کے تجربہ کر دار کا اقبال نے اسے بے اُن سے پردہ چاک کیا اور اس کی دکھتی رنگوں پر اکتلا  
 سے۔ حد سے لاکھ سائش، نادر و اصلت میں اور غالیٹ گردنی اور معنوں میں تہذیب نقل زندگی اس تعلیم کی  
 مایاں پیداوار ہیں اقبال نے اس کی نشاندہی کی ہے۔

عصر حاضر تک الموت ہے تیرا جس نے      قصص کی روح تری دلے کے قصے لکھ سائش  
 اس جنوں سے تجھے تعلیم نے بے گاد کیا      جو یہ گستاخاں سے کہہ سائے نہ ترا سائش  
 فیض نظرت نے تجھے دیدہ سنا ہیں سائش      جس میں رکھی ہے نکالی سے نگاہ ہنفا سائش  
 حد سے نے تری آنکھوں سے چھایا جن کو      خلوت کوہ و بیاباں میں وہ ملو ہیں کاشش



جدید تعلیم پر اقبال کی کردہی نکتہ چینی

تعلیم بھارت و تامل، محمود احمد، آرام طبعی و لذت کوشی کی تعلیم دینی ہے۔ اور وہ کی کو بکر بکر بنا دیتی ہے۔ وہ طالب علم کو دعا دیتے ہوئے کہتے ہیں۔  
 خدا تجھے کسی طرف سے آستیا کرنے  
 کو تیرے بکر کی موجوں میں اختطراب میں

اسی طرح یہ تعلیم سورنی استعمار کا ہتھکنڈا بن کر مشرق میں اس کی تہذیب ماس کے افکار اور اس کے  
 مستقبل کے لئے لوکاؤں کی زمین حرام اور بھارہ کر لیتی ہے اور جو لوگوں کو انگڑائی دے رہا ہے۔ اور لہذا صحیح

زمین کی جہس پیدا کر کے نئے نئے سال سامنے لاتی ہے

شرق کی روایت و خصوصیات کو ختم کسکے وہاں وہ عمرانی معاشرہ برپا کر دینا چاہیے۔ جہاں قبول بیگانگی شکل و صورت کے لحاظ سے مشترک ہو سکیں دین و مذہبیت کے اعتبار سے مغربی انسان پاسے جاسکے لگیں۔

مغربی تعلیم پر اقبال کی تنقیدوں کا ایک پہلو یہ ہے کہ جس طرح اس کی بنیاد کفر و لٹراچر پر ہی دشتی اور نگرانی بنا کر رکھی ہے۔ اسی طرح وہ یہ تمام بیماریاں نئے دماغوں میں لٹا کر دیتی ہے فکر و فلسفہ، آزادی دہانے و حریت خیال، اور آزادیاد و محض کے نام سے ذہنی بے رہی اور پریشانی کو جنم دیتی ہے۔ اقبال کے خیال میں غلط بنیاد سے کوئی چہی اور عالم ناپسند ہی سے ناوانی ہوتی ہے۔

زمین جیسے زمین کو روئے کوہ ہیشے رہیں نام کے غلط بیٹے کو تو  
زمین جیسے زمین کو نادرے کو گیشے دانش مند سے دیے کو تو

اقبال کہتے ہیں اور بجا کہتے ہیں کہ ان ذہنی جہانوں سے کیا حاصل ہو انسان کو خلا بار اور جہاد بناویں لیکن اس کے جسے ہونے قدم بھی لگڑ جائیں۔ اور وہ اپنا مقام بھی کھو بیٹھے۔

اور ان سے ملک پہا پہ حاصل کہ گرد تاہست دستیار گرد  
مسئلہ پارہ ابرے کہ از باد پہیںانے نصار آوارہ گرد

یہ نظام تعلیم انسان کو شیعوں مسیحوں اور زقروں کے آگے سب قیمت و سب حیثیت بنا دیتا ہے حالانکہ انسان ہی کچھ دعو کا گروہ مقصد اور مزاج ہستی کا حاصل ہے۔ دیا کو انسان کے تابع ہونا چاہئے ذکر انسان کو دنیا اور متاع دنیا کے۔

مزار کعب چراخ آرد و دست اور مقام ہائے دہر دا  
مشو در جہاد سونے این جہاد گم کو بار اور بشکن چہار سو

دوستی را بخود ایہ کشیدن سایہ از حضور خود میدن  
بہر دوکششیں امرور خود را در دوششیں امروز را توہل رہو دن

اس مرشد اسے کوئی نسبت نہیں تھکو توجہ آکان ہے وہ صاحب آفاق  
تجہ میں ابھی پیدا نہیں سال کی طلب میں وہ باکی لڑھکے موا محدود انسان (مذہب)



اقبال کی نظریں نکوشری وہی انہی اور فیضانِ سادی کے لبرِ خام اور ناخام رہتی ہے اس سے نکوشری  
 ناگزیر کے اور جو اسے شروع سے آزاد اور بے قید کرنا پریشان خیال اور تردید و شکاں کو دعوت دینا سے  
 آزادی نکلنے کے عنوان سے انہوں نے ایک بڑے بصیرت اور دراصل معنی غیر قطعہ کیا ہے ۔  
 آزادئی اور کلام سے ہے انکی تپاسی      دیکھنے میں جو ملکہ ذہن پر کا سلیف  
 ہونکر اگر مقام نوا آزادی انکار      انسان کو معال بنانے کا طریقہ

دعوتِ بگیم

شرق میں پہلے انکار و قطعہ نے جو دہائی شکل اختیار کر لی ہے ۔ اور غیر مجسم شدہ خیالات سے ہمیں ہر  
 دہائی میں دستی سے اطمینان پیدا کر دی ہے وہ بھی کالج کا مطلب ہے جو برہی زمین انکا کو قطعہ کا نام دے دیتا ہے  
 پہلے انکار سے ان مدرسوں کا ممبر ۔ خوب ذرا خوب کی اس دور میں سے کس کو تیز  
 " ممبر حاضر " کے عنوان سے اقبال نے ایک قطعہ میں مشرق و مغرب کی بیادہی خرابیوں کو قطعہ نام  
 کیا ہے ۔ ان کا گنہگار کے پیش دور کی خیر روی اور عظمت پسندی سے برہنہ کی کچنگی ختم کر دی ہے ۔ قطعہ کو  
 بے ربط بنا دیا ہے ۔ دباؤ رنگ میں عشق و محبت کو ان کا حقیقی مقام اسی لئے نہیں ملا کہ لا دقت نے اس کا کوئی بچہ  
 پائی نہیں چھوڑا ۔ وہ مشرق میں عقل کو سچا مقام اس لئے نہیں ملا کہ انکار میں کوئی تسلسل نہ تھا ۔

پہلے انکار کس ان ڈھونڈ سے جانے کوئی      اس زمانے کی بڑا رکھتی ہے ہر چیز کو خام  
 مدرسہ عقل کو آز      دکر تا تو سے مگر      چھوڑا آگیا خیالات کو بے ربط و قطعہ نام  
 مردہ لا دینا انکار سے اور رنگ میں عشق      عقل سے رطبی انکار سے مشرق میں نظام

دعوتِ بگیم

نظامِ تعلیم پر اقبال کی تنقید کا ایک درجہ ہے کہ وہ جو اول میں مغرب کی اندھی تقلید اور خاصہ پیروی  
 کا جذبہ پیدا کر دیتا ہے اور ان میں صورت و اعتماد کا کوئی جذبہ نہیں پیدا کرتا ۔ وہ کہتے ہیں کہ دنیا تو خود ہم دو اور میں  
 جھڑی ہوئی ہے ۔ لیکن یہ دانش گاہیں اس سے بھی تنگ والوں میں ہم ہیں ۔ ان میں جا کر جھڑی دماغ بھی اسی  
 عصر کے بنائے اس وقتی اور ماسازی کر سکتے تھے ہیں ۔

مقصود ہر اگر رہیت      لعل و حشمت      پہلے سو دہے ہنگے      جسے گار شہید کا پرتو  
 دیا ہے روایات کے چھوڑ دیں      گرفتار      کیا در کجا مدرسوں کی ٹکٹ دو  
 کر سکتے تھے جو اپنے رسالے کی مامت      وہ کہند رطاب      اہے زاسلے کے ہیں پیرو



اقبال کہتے ہیں کہ نئی نسل کا وجود اس کا ذاتی وجود نہیں۔ بلکہ وہ یورپ کی پرچھائی ہے اور اس کی صورت کی  
 روٹی بھی مستعد ہے۔ نئی نسل کا وہ کا وہ ڈھانچہ ہے جسے مغربی ممالکوں نے تیار کیا ہے۔ لیکن اس میں  
 روح نہیں چھوٹی ہے۔ اس کا وجود دو طرح سے کیا گیا ہے جس میں کوئی تین قاطع نہیں۔ اقبال بڑے بڑے سے  
 کہتے ہیں کہ نئی نسل کی نگاہ میں خدا کا وجود محدود ہے لیکن میری نظر میں خود اس نسل ہی کا بود و وجود ہم نسل کا

خبر داد جو سدا پختہ تھی از رنگ  
 شکر و پیکر حاکم خودی سے ہے حال  
 کہ تو دنیاں کے علمہ نگروں کی ہے شہر  
 فقط پیام ہے تو در نگار دیکھ شہر



ترسی نگاہ میں ثابت نہیں تھا کا وجود  
 دہر گیا ہے فقط جو حسد خودی کی تو  
 سنی نگاہ میں ثابت نہیں وجود تھا  
 گرا ہی فکر کو جو حسد ہے تہ لہر تھا

اورنگ آباد، ۱۹۱۳ء

اقبال کی رائے ہے کہ مغربی نظام تعلیم نے مسلم لوگوں کی معنوی روح کو کپٹنے کی پوری کوشش کی ہے  
 اور انہیں مردانہ کار کے بجائے مرد بیمار بنا دیا اور ان کا سچا اور صحت پسند بن کر رہنا سکھا دیا ہے۔ ان میں ذکاوت  
 و صلاحیت۔ مری اور شخصیت اور نفسانیت پیدا کر کے ہمد و جہاد کی سرگرمیوں سے مست دور کر دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں  
 کہ میری نظر میں اس علم کی کوئی قیمت نہیں۔ جو مجاہد سے اس کے مردانہ اوصاف چھین لے۔ اور مصداق زندگی میں ہے  
 سامان آفرینش دے کر اس کے ہتھیار سے لے۔

اقبال بڑی درد مندی اور جان سوزی کے ساتھ پر غلوں و انداز میں نئی نسل کے مرتئی سے درخواست  
 کرتے ہیں۔ وہ جب ایک شہیق سلسلہ اور مردانہ دم خوار مرتئی کی زبان سے یہ کہتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ  
 سارے جہاں کا درد ہی کے سنگریں اور پوری ملت کا غم ان کے وجود میں سمٹ آیا ہے۔

میں نے پیر جسم رسم و رہ خالق چھوڑ  
 اللہ کے تیرے جو انوں کو ملامت  
 تو ان کو سکھا مسدہ شگانی کے طریقے  
 دل تو رنگی ان کا وہ حسد پرتگی ملامت  
 مقصد و سمہ میری بنائے سوری کا  
 جسے ان کو سبق خود کشی خود نگری کا  
 مغرب نے سکھایا انہیں غن مشیت گنگا کا  
 وار و کوئی سوج ان کی پریشان نظری کا

کہہ جاتا ہوں تیرا وجود میں ترے اسرار  
 چھ کر بھی مسدے سوزی آشفہ سوزی کا

میں نے پیر جسم ازبیکیم

از جناب شاگرد سیکرٹی

مختصر سوانح

## حضرت علامہ طاہر طاہر

حضرت مولانا الحاج علامہ عبدالرشید نسیم  
مولانا نسیم فریدی ۱۹۰۹ء - وفات ۲ اپریل ۱۹۶۲ء۔ مقام چوٹی ریلوے چانک خاں، ضلع ڈیرہ غازیخان۔  
مولانا نسیم طاہر



علف الرشید حضرت مولانا نسیم صاحب جو اپنے علامہ زادہ زاد کے ہر دست عالم حاصل معنی تھے۔  
علامہ طاہر کے والد ماجد کے علمی علم ثابت کی ایک بے نظیر اور اہم مثال یہ کہ ہے کہ حضرت نسیم الامت مولانا نسیم فریدی نے  
جیسے بجز طاہر سے اپنے ذاتی و سنی میں تقریباً ایک درجن مقامات پر علامہ طاہر کے والد ماجد صاحب کی کتب  
کو ترجیح دیتے ہوئے اپنی تحقیقات و سنی سے رجوع فرمایا اور یہ حضرت ممتازی رشتہ اند علیہ اکمال اور بہت  
بڑی قربی اور تعریف کی بات ہے جبکہ حضرت کے ذاتی سے ظاہر ہے ہر حال ایسے علامہ ہمارے قابل دلیہ کے  
لائی بیٹے علامہ عبدالرشید طاہر حاصل دیو بند تھے

علامہ طاہر سے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کیا اور پھر گوکہ دارالعلوم کا طرحی بن مقان کے  
والد ماجد نے حضرت حاجی نور علی انوار جہاں خاں اور مولانا صاحب پتانی جیسے اہل الرائے کے مشورے سے  
اپنے ہر ہار لاکے کو دارالعلوم دیوبند بھیجا۔ وہاں نسیم میں حضرت مولانا علامہ سید انور شاہ صاحب شیخ الحدیث تھے علامہ  
طاہر نے حرم اپنی خدمت اور قابلیت کی وجہ سے حضرت شاہ صاحب کے بہت قریب ہو گئے تھے اور ایسا ہوا کہ  
حضرت شاہ صاحب کی اردو تقریر بخمدی کو سنا کر سنا کر لائی میں کہتے جاتے اور پھر اپنا حرمی، نارس اور منکوم کلام میں  
حضرت شاہ صاحب کو گاہے دکھاتے۔

جب دارالعلوم سے فارغ ہوئے تو طاہر نے عرض کیا کہ حضرت کئی خاص نصیحت فرمائیے کہ  
پر لاکھ سے ایک ہزار عورتیں جا رہی ہیں، حضور صمدی لکھنؤ سے لوگ کم علم ہیں اس لئے کئی نصیحت اور دعا  
فرمائیے۔

حضرت علامہ سید انور شاہ صاحب نے فرمایا: "محب لکھنؤ صاحب دیکھو اللہ نے تمہیں قلم کا علم اور شعری



اور — خدا کی ہمت کی فریادیں تمہیں مرنے والے ہیں

حضرت علامہ طائوت اردلانہ نے فرمیں: اصل معنی زبان اور سانی پہلی تسلیم سے کہنے: بعض معنی ہوتے  
امت صحیحہ میں کہتے تھے: اشعار میں ہر لفظ گیند پاتا اور اشعار سچے تو تیل کا مار بن جاتے کی مجال کہ کسی شعر یا شعر  
سے کوئی لفظ تبدیلی ہوسکے معلوم ہیں جو آہٹا کہ یہ لفظ بنا ہی اس جگہ کہیں تھا آپ کے کلام میں شعر و کلام  
لفظ پر کوشش یہ اتنی ہست اور برہمن ہوتی کہ ہیجست کو جو ہر جاتی اور ذوق کس مجرم ہوا، ہر حال حضرت علامہ طاقت  
نے خواہ مخواہ فریاد کے دران فریاد پر سو سماعت سے زائد ہر طرف در فاسوٹہ مقالہ لکھا تھا اور ان کی کافروں کے سر کچم  
تھے اور تھاج!

پشاور ریورسٹی کی دعوت پر ایم۔ اے عربی لغت و کتب کے ایک کتاب ترتیب دی لیکن پی ایم اے میں  
کیمیل کی اہلیت نہ دی۔ آج کل عربی ادب، ان کی غیر مستطردہ تصانیف میں شامل ہے۔ درآوردانیت پر ان کی کلام  
بیان قلمی ہمارے پاس محفوظ و محفوظ ہے جس کا نونہ شامل اشاعت سے۔

ہے قسم بلیکن سیاہی ریر دم در کشن  
ظہن این تقدس مست در دستر سے گنبد  
لڑ پائیں سیاہی



محمود اور طاوت

از حضرت شاکر یاکوئی

ایک جانب میٹار کے ہست ہیں	دو سری جانب مگر طاوت میں
ایک ہی واؤد کافی سبک ہے	کیلی ہے کر لشکر میں تو جو طاوت میں
بھانگتے ہیں جب ہر ملک کے حکم سے	گھر کے اندر شاہ و باجوہ دست میں
کھاس کے سب راہی کر مٹا لگیں ا	غراب میں وہ ساؤرا ہو دست میں
قتل و جور، اخراج، بگوانی و سب	کرتیب کی نت ہی کر دست میں

تانا، تانا کھنڈ اور تلمیس کا  
حسن ہے ہر طیبہ یہ وہ سوست میں

بیاد حضرت علامہ طاوت علیہ الرحمہ، چھپوٹ ۱۹۳۸ء

# اسلام کے احرار

مقام لومبر خدا تہذیب کی تلوار کو!

ہم مٹانے والے ہیں سب فتنہ آشدار کو  
 قادیانی پائے آزادی میں ہیں خراب میل  
 لے خدا تو فتح لے سلام کے چرا کو  
 دشمنان ملک ملت سے تمہاری جنگ سے  
 نوک سوزن سے نکالو کھائیو اس خاک کو  
 ہر جہت سے تمہاری جنگ سے  
 مقام لومبر خدا تہذیب کی تلوار کو  
 ہم نے تہذیب شرط اولیں  
 ہم نے کیوں کر کہیں پھر شام ابرا کو  
 جب پلوں کی ہونٹا تک وائے ہی سر پر سوار  
 کیوں نہ ہوں الہام اک بدست کو سزا کو  
 خطہ پنجاب میں بھیجا ہے انیسویں نبی  
 رہ لندن سے شکایت سے یہی احرار کو

کہ پنجاب والے ہیں سب سے بلند

قفاخ ہوا گر گستاخوں یہ واں  
 کہ پنجاب والے ہیں سب سے بلند  
 تو روز قیامت یہ ہو گا حجاب  
 کہ پنجاب ہی میں توبہ تاراں

مولانا محمد یوسف لدھیانوی

میری بی بیات

# پروردگاری سے عصر

اور

حضرت مولانا سید محمد یوسف بٹوری <sup>رحمۃ اللہ علیہ</sup>

پہلے روز سے فقہانہ بحث اور نئے کے جسے نہیں میں سے پہلے عکس  
 پھر ایک طرف تھوڑی تھوڑی کے رہا میں ہم لیا اور دوسری طرف  
 پھر الہیت نے اور کلام حدیث کا قدر پر ہوا۔ اس کے بعد خاک را تھوڑی کرنے سر نماز اور پھر سب تھوڑی کا سزا ہوا  
 ظہر میں سزا پر کے بعد میں آیا اور ان سب پر کچھ لازم کا نفع اور سزا ہوا چنانچہ پروردگاری کی طرف میں کچھ لازم کا پر اس کا  
 ڈھانچہ اور اس کی مہربان بیزاری کی بیزاری کی اور پرستی کا اور نیت کا اور کلام اور پھر الہیت کا اور نیت خاک و روں  
 کی عزت و آدمی سب فرمایا گیا موجود ہیں۔ اور سزا پروردگار کے قلم کی روانی سے اس حدیثوں میں اور احادیث کو روایت۔  
 "فان اقام رجسا اخف وجسہم" ۱۰

سزا پروردگار پروردگاری سے اور قلم احمد قادر ان کا ہم نام بھی ہے ہم دونوں ہی "الحمد وزمدتہ میں اس کا  
 ہم سب کا۔ وہ ایک راہ میں حدیث و سنت کا پڑھتی تھی۔ اس کو صریح پر مومن کا ایک ساتھ جو ہر دن گھنٹہ  
 میں پھاٹکا۔ تاہم اگر وہ کی تفسیر سے کتنا ہے لیکن مدتوں سے انگریزی دور اقتدار سے وہی کے سیکرٹریٹ میں پروردگار  
 کی مساحت پر راحت کی ہو مومن نے اپنے پیروں و امین مصلح کے انکار و مخرجات کو مدرب کیا اور انہیں سے اپنے  
 میں اگنا شروع کی اس کے لئے "انہن ظہر اسہم کی بنیاد والی گئی مومنوں کے ذہنی خیالات کا خاکہ اس میں فریب  
 ہی تھا کہ کب تقسیم ہوا اور پروردگار صاحب کو دہی سیکرٹریٹ کی بجائے کراچی سیکرٹریٹ میں رہا۔ علی۔ یہاں لاہور انگریزی  
 کا آخری راہ سے مومنوں سے قرآنی نظام اور بیعت کا خاکہ مرثب کیا جس کے دستہ ساس کی پہلے وہ ہے۔

"قرآن کریم میں جہاں اللہ اور رسول کا ذکر آیا ہے اس سے مراد مرکز لہام حکومت ہے" ۱۱

معادن القرآن ۴۶ ص ۹۱۲ (انہر دیر)

مولانا عبدالرشید عثمان اجیری نے لکھا "مفتی محمد رفیع پروردگار کا ہے" ۱۲ "پہلے پروردگار کے نام جوئے مفتی محمد رفیع سے لئے گئے ہیں"

مرد، غلام احمد تاراوی کو "رسول اللہ" بننے کے لئے وحی دلا دیا کہ ان سے عزت سنا چاہتا مگر چہرہ میں غلام احمد پروردگار کی قرآن بھیرتے " غلام احمد، سکندر مرزا اور ایوب خان وغیرہ کو ایک سنجش قلم سے خدا اور رسول بنا دیا۔ اس قدر انزائی پر لہا ہوا اقتدار کی اجیس کل گئیں۔ پردہ صاحب کے افکار و نظرات کی اشاعت کے لئے سرکاری وسائل کے رخصتے کھل گئے۔

پردہ صاحب نے خدا اور رسول تو بنے تماش کر لئے۔ اب سوال یہاں کہ اس نئے خدا اور رسول کی اطاعت کیسے کی جائے! اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کا کیا کیا جائے! پردہ صاحب کی بھیرتے اس کا حل یہ نکلا کہ ہرے دین کو ان کے نئے خدا اور رسول سے لیں لہا باب اقتدار کے اپنے منشا کے مطابقت بدل دیا جائے۔ وہ تاریخ بدل گیا ہیں، تو بدل دیں، موزہ پر خشک پیچ پھیرا جائی تو پھیر دیں، اور عام زکوٰۃ کو گڑا کر تاجا ہی تو کر دیں، یعنی اس باب اقتدار پر پردہ صاحب کے خدا اور رسول کا کام ہے۔ دین کو سب کرنا اور مسلمانوں کا کام ہوگا۔ اس سنت نئے منشا دین پر لبریزوں چرا کے عمل کرنا۔۔۔۔۔۔ پردہ صاحب لکھتے ہیں:-

"قرآن کے ساتھ انسان کو بھیرتے مطابقت ہے اس لئے میں اس کی تفصیل قرآن نے خود بیان نہیں کی اس کی تفصیل قرآنی اصولوں کی روشنی میں از مدئے بھیرتے متین کی جائے یہی رسول اللہ نے کیا اور ہمارے لئے بھی ایسا کہ منشا قرآنی اور سنت رسول اللہ کے عین مطابقت ہے۔ اس بات میں اختلاف و معالجات اور عبادت میں کوئی تخصیص نہیں۔ اگر تو یہ مستقر ہوتی تو عبادت کی بزیات قرآن خود ہی متین کر دیتا ہے۔۔۔۔۔۔ مقام حدیث، ص ۱۷۲

جس اصول کا میں نے اپنے مضمون میں ذکر کیا ہے وہ قانون اور عبادت دونوں پر مستلزم ہوگا۔ یعنی اگر جاننے رسول اللہ (قرآنی حکومت) نازا کہس جزئی شکل میں جس کا تیس قرآن نے بھی کیا اپنے ذمے کے کسی تقاضے کے، تحت کچھ آدوں جا کر بگے تو وہ ایسا کرنے کی اصولاً مجازت۔

پہلے دونوں اصول طے ہو گئے، اول یہ کہ پاک متین میں "خدا اور رسول" مگر ان کے نام ہے، دوسرے یہ کہ پردہ صاحب کے یہ خدا اور رسول "اسلام کے عقائد و عبادات، اخلاق و معاملات اور سیاست و معاشرت میں جو رز و بدل کرنا چاہیں اس کی انہیں کل جہتی ہے۔ مگر مٹر پر دین کے نزدیک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لہا ہوا پر دین تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ اس رز و بدل کا خاکہ خود پردہ صاحب کو مشرب کرنا تھا اور وہ جن خطوط پر اس خاکہ میں رنگ بھرا چاہتے تھے اس کی صورت دو شاہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

● حلال و حرام کا تقصیروں منشا یا کیا کہ:-

"سید محمد بیچ صاحب نے اس حلال و حرام کی تحقیق میں پایا کہ قرآن کی رو سے صرف مرار ہا متان کم خیر اور خیر اللہ کے نام سے خسوب پھیریں حرام ہیں۔ لیکن کے علاوہ اللہ کو حرام نہیں، مگر پڑھنا پڑھنا پڑھنا پڑھنا۔ (تالی، ص ۱۷)

قرآن کا واضح فیصلہ ہے جس میں شک و شبہ کی گمانش نہیں، ہمارے موزہ جو اسلام میں حلال و حرام کی بڑھائی ضرورتیں ہیں



وہ سب انسانوں کی خود ساختہ ہیں اور کسی انسان کو حق حاصل نہیں کر سکتی ہے کہ حرام قرار دے اور حق صرف اللہ کے ہے۔  
طون اسلام سن ۱۵۶۱ء

● اور اس سے دین کے بارے میں یہ طعنہ اڑنا اور پورا قرآنی احکام مجروری دہ گئے ہیں اور نہ سلام اصل  
مٹاؤ اور کسی ازہم قائم کرنا ہے۔

اب اس سوال کو اگر مسلم میں ادا کیجیے ہیں کہ میری قرآن میں اور رات کو میرے احکام کس سے دین گئے  
ہیں اس کو اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن اللہ کی معاشرہ کو اپنے مقصد میں لے کر اور اللہ کی آفری میں ہے آہستہ آہستہ بتا رہا ہے  
اس لئے وہ ہمیں اس پر اور اللہ کی آفری میں لے کر مقصد میں لے کر آہستہ آہستہ مجروری دہ گئے ہیں اس لئے  
ساختہ پہاڑی دیا چلا جاتا ہے۔ داشت قرصہ میں دین محدود و طریقت سے۔ مقصد احکام ہی مجروری دہ سے مقصد  
ہیں اس میں سے معاشرہ گندہ کہ استانی مقصد تک چھوٹتا ہے اور وہ استانی مقصد ہی اور کسرم (حق)

تمام روایت ص ۲۵

اسی واقعات سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ پورا صاحب نے اپنے مرکزیت کو ترجیح دے کر (اصلی صاحبان  
الف صلوة و سلام کے شروع کرنے کی سیدرست فرادی تھی  
مشرکوں اور کفار کے ساتھ صلوات و سلاموں کے اس خود غرضانہ مقصد سے آگے بڑھ کر نہیں دیکھے اور  
پہلے کے "خدا و رسول" کی سلام میں شکر و تعظیم کی اجازت دینی گئے۔ اس لئے پہلے صاحب نے اسلام کے تمام اصلی ذریعہ  
کیساتر ساتھ اسلام کی سیکورٹی اور معاہدہ اہم کی طرف اپنی تمام توجہیں کاڑھ کر دیں تاکہ ان کو باقی دنیا سے کسی  
ذکرہ کا انہی روزے کا اور انہی حج کا انہی جنت اور انہی اور حج کا اور آخرت کا اور ان سب سے پہلے اس کا کوئی  
بندوبست نہ ہو کہ انسانی کے فرائض انجام دے رہا ہے۔  
پہلے صاحب لکھتے ہیں:-

جب تک دین کی آگ لگے تو دین کے ہتھیاروں سے ہتھیار نہ بنے، صدقات نہ بنے، اور انہی کے انہی جانے لگے اور انہی کے  
دین کی آگ لگے تو دین کے ہتھیاروں سے ہتھیار نہ بنے، صدقات نہ بنے، اور انہی کے انہی جانے لگے اور انہی کے  
رہے۔

قرآنی فیصلہ

پہلے صاحب مرکزیت کے لحاظ سے پارے دین کو ٹیپٹ کرنا چاہتے تھے لیکن اللہ و اہمیت ان کے مالک  
کے رنگ میں بھٹک ڈال رہتے تھے۔ پہلے صاحب کے "مداورہ شامل" (جن کو وہ مرکزیت سے ہی تعبیر کرتے تھے) نے  
انہی فرائض کو سیدر بار جو اس کی دھکی دھکی اور اس کی تمہیل قدرتشکل نظر آئی تو دوسری طرف سے انہی کے ہتھیاروں کو  
ان کے ساتھ پہلے صاحب اپنے سحر اور کین نظام روایت کا لڑنے نہیں فرمائیں تو شاید پاکستان کے علماء و صحیح صحیح

اگر ساتھ کے ساتھ پروردگار صاحب نے دین میں رُو و جہل کی جو سبک تیار کر رکھی تھی اس کی پہلی قسم کی تصدیق ان بیرونی اہل عصمت پر جاسے چنانچہ ۱۹۵۴ء کے ادوار ۵۲، ۵۱، ۵۰ کے ادائیگی میں لاکھوں ایک لاکھ ساگرہ مصحف کی گئی جس کا اہتمام بڑے کھراں سے پروردگار صاحب کے "معاذ رسول" نے کیا تھا۔ اور اس بات کے دو بار خود پروردگار صاحب نے۔

بگٹ کا مومن جنگ کے سود کی حالت اور اسے پرہیزگی کی اجازت تھا۔ جس میں ساری دنیا مشغول تھی۔ حضرت عباس علیہ السلام کو لڑائی کی بجائے صلوات سے آراؤ خیالی میں پیشتر متحرک کیا جاتا ہے۔ پاکستان سے حضرت مولانا امین محمد صاحب نے لکھنؤ کا لکھنؤ منتہی گزرتی گزرتی دی گئی۔ چند ماہوں سے مولانا امین علی مدنی کھسوی اور سعید مدنی کے دربار کو بلا گیا۔

عربوں کے جو مسلمان تشریح کرنے حضرت غزنی کاٹن سے تقارن تھا، وہ کہتی تھیں کہ حضرت نے قرآن حضرت نے لکھا تھا، یہی کہ سازش پروردگار صاحب کی حکیم اور اس مجلس مذاکرہ کے افاضی و مقلدوں کے سامنے تفسیر سے بیان کے دیا جو کہ مسلمان خواہ کتنے ہی گئے گزرے کہیں۔ ہیں ان سے یہ توقع رکھا کہ پروردگار صاحب کے مرکز "مسئمت کو خدا رسول" ہونے کی سہہ صفا کر دیں گے، کلام حق ہے اور اس کی قرآن سکندر زریرا کے سامنے ہیں پروردگار صاحب ہی سے کی جا سکتی ہے کسی عالم دین سے اس کی امید کب ہو سکتی ہے۔

چنانچہ مذہب میں سے عیسائے مذاکرہ میں پروردگار صاحب کا مقلد مسلمانا پیشتر لکھنؤ اس کی تنقید پر عرب ہنر اور پروردگار صاحب اور ان کے مقلدوں کو وہ ذلت اٹھانا پڑی جس کا گھاؤ قرآن حکم ان کے نگر میں ہو گیا۔

افتدائے سامنے میں پروردگار صاحب کے نظریات کی مشروا مشرتا پر ہی تھی علماء و ائمہ اہل اہل و اب نامہ اس کی تحریکات کا ڈر کر رہے تھے۔ اور ان عرب سے بحث و مہال کا معرکہ پر پڑھا حضرت سے عوس کی کہ یہ لکھنؤ کی کھٹ کھٹ اس فن کے قلع قمع کے لئے کافی ہیں۔ ہر ذرات ہے کہ اس شجرہ حبیبہ کریم دین سے اکھڑ بیٹا جانے، اس مقصد کے لئے آپ نے پروردگار صاحب کی لکھی گئی کہ اس کا ایک سسٹم کی شکل میں مرتب کر کے جناب مفتی ولی حسن لکھنؤ مدنی حریز اسلام سے اس کا جواب لکھا اور پھر اس فتویٰ کو صلا و پاک وہند کے سامنے پیش کیا چنانچہ مشرقی و مغربی پاکستان کے تمام دینی اہل علم، اہل حدیث اور شیعہ علماء نے متفقہ طور پر تصدیق کی کہ جو شخص ان کتابوں کا بے چارہ کہ جو پروردگار صاحب کی کتابوں سے مرتب کئے گئے ہیں اس کا اسلام سے کوئی واسطہ نہیں۔ اس طرح جو جری علامہ احمد پروردگار صاحب کے ہم نام، ہم وطن اور ہم مسلک مرزا قلام احمد قادری کے ساتھ وادائیگری میں دس کر گیا۔

اس فتویٰ کو تقریباً ایک ہزار علماء کی تصدیقات کے ساتھ ایک ہزار کی شکل میں مشائخ لکھنؤ اس کے بعد ایک سو ان سو عربی میں خود مرتب لکھنؤ اور عرب لکھنؤ۔ "علم سے اس کی تصدیق چاہی جو میں تشریحیں امت م اور مصر کے علماء نے میں پروردگار صاحب کے مقلد و زنیوں ہونے کا فتویٰ دیا تو اس پروردگار صاحب کے سامنے مولانا کا متفقہ فتویٰ ہے "انسانات جبروت کے ام ہے اور ان مشائخ فرمایا۔ یہ تھا حضرت نور علی کا پروردگار صاحب کی کتاب ام ترین کارند جس سے اس فن کی لکھنؤ گئی۔

## کیا اقبال مُنکرِ حدیث تھے؟

قا۔ نمود جلتے سینہی قرآن کو ہرل دیتے ہیں۔

ڈاکٹر سید عبدالرشید (شایع اقبال) فرماتے ہیں۔

”اور لاہور میں یہ بھی طلوع ہوا ہے کہ ایک شخص جو شخصیتِ رسول کی اہمیت گمنامی پر نامور ہے اور دین کو گنہگار اور رسولوں کے پہل اور غیر ضروری اور لفظِ مکی کے مطابق اُتھانے کے لئے ایک فرقہ کی بنیاد رکھ چکا ہے۔ برقی سے اپنی مجلس کی روئی، شعائر اقبال ہی سے بڑھا رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو شخص رسول ہی کو نہیں مانتا اور اپنے آپ کو قرآن کا عرش و ابو بکر سے ستر حصہ سمجھتا ہے وہ اقبال کو کیا کہنے گا؟ مگر وہ تو بڑھلے کے لئے اشعار اقبال کو تو بھی گاتا ہے۔ یہ ظاہر اقبال کی مشہوریت کی علامت ہے۔ مگر اسی مشہوریت کے اندر ہی اقبال کے نمائندگی ہو رہے ہیں۔ اور وہی یہ پہلو ہے جس کی خاطر یہ تمام اقبال کی مخالفت کی بھی ضرورت ہے“

ڈاکٹر سید عبدالرشید

شکستیں معلوم تحریر فرماتے ہیں۔

”جس احساس پر دیکھو اقبال کی حماقت کھڑی ہے اس کا علم وہ اس کی معرفت حاصل کر لیا جاسکتا ہے۔ پرو کلیئر کی احمد سرور کو ایک خط میں لکھا ہے۔ ”میرے کلام پر ناقذات نظر ڈالنے سے پہلے حقائق سبب اور اس کا مطالعہ ضروری ہے۔“

”میں لوگوں کے کلام اقبال پر ”ناقذ“ نگاہ ڈالنے سے ان میں سے اکثر حقائق اسناد سے بے خبر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اقبال کو سمجھنے اور دیکھنے میں بہت سی مہمیا دی تھوکر یہی کہانی ہے۔ یہ لوگ قرآن سے نااہل ہیں۔ حدیث کا نام نہیں۔ بیروت سے بچاؤ اور

سنت سے متعلق ہیں۔ تاریخ اسلام کے نظری، نگری اور سیاسی مباحث کا انہیں شعور نہیں۔ اسلام کو جن داصل مستغلوں سے دوچار ہونا پڑا، ان کے تصرات سے انہیں شائستگی نہیں۔ اور انہیں اس بارے میں بصیرت رکھتے ہیں۔

فقہ کتب سنی علام احمد اول سے غلام احمد پر دو پر دو دم کا فقہ کم نہیں علام احمد مرزا اسلام نبوت کا منکر تھا۔ اور علام احمد چوہدری کلیم نبوت کا منکر ہے۔ اور بڑے تعجب اور کسم کی بات ہے کہ وہ اپنے جدید مفلوج ہونے والے اسلام کو اقبال کی طرف منسوب کرتا ہے۔ مفلوج اسلام پر "بیاد گلزار اقبال" لکھتے ہوئے یہ باور کرانے کی سعی ناپاک کرنا ہے کہ اقبال بھی پر ویزی نظریہ کے حامل تھے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ڈاکٹر اقبال مرحوم قرآن و سنت اور عین حدیث کے قائل تھے۔ غلام ثانی پر دو پر دو دم کو اپنے جدید مفلوج اسلام کے سرورق پر اقبال کا نام لکھتے ہوئے شرم آنی چاہئے۔

اقبال فرماتے ہیں :-  
چو دست خویش برستم اریں خاک  
چو گشت دیا کو گشت واد کعب اور

**اقبال اور حقیقت حدیث**

اقبال ایک حدیث کی طرف اشارہ فرماتے ہیں :-  
جہاں تمام میراث ہے مرد مومن کی  
دوسری جگہ اس حدیث کی تشریح ہے :-  
عالم ہے فقط مومن جاسبار کی میراث  
ایک مقام پر سورہ وانجم کی آیات معراج جسمانی پر بول گویا ہیں :-  
شرح در مامونی گفتار او  
ڈاکٹر اقبال نظام مصطفیٰ کو اس طرح لکھتے اور لکھتے ہیں :-  
ہست دین مصطفیٰ دین حیات  
ناشعار مصطفیٰ از دست رفت  
ختم الرسل کے حوالے لکھتے ہیں :-  
گلن از دستم الرسل ایام خویش  
اور حدیث و سنت کو ماہ مصطفیٰ سے بڑی تعبیر کرتے ہیں :-  
شرح او تفسیر آئین حیات  
قوم ما روز لغت از دست رفت  
نیکو کم کن بر فن و بر کام خود خویش

مقام خریدش اگر خواہی درمی در  
 سخن دل بسند در او مصطفیٰ مجید  
 کشورم پر وہ را در دے تخت پر  
 مشور فریبند در او مصطفیٰ مجید  
 مشکوٰی حدیث کے خلاف ڈاکٹر اقبال کی ایک درجہ مانتے ہو۔

کون سے آدکٹ آجین رسول بخار  
 مصلحت وقت سے کس کے من کا سبب  
 کس کی آنکھوں میں سما ہے شعاع عیار  
 ہر کس کی نگاہ طرز سلف سے بیزار

فلسفہ میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں

کچھ بھی نہیں بیانیہ کسند کا پاس نہیں

قارئین کرام ذرا احتیاطاً لفظ پر غور و فکر فرمائیے۔

آجین رسول بخار، حدیث و سنت ہی کا نام ہے۔ ہر لوگ حدیث و سنت کے تارک ہیں مشکوٰی میں وہی مصلحت وقت کا ڈاگ لاپتے ہیں۔ وقت کے تغایروں کی تبدیلی سے اسلام کے مسائل کو دیکھنا چاہتے ہیں اقبال پر چھتا ہے کہ تشادی آنکھوں میں حیلوں کا شمار کیوں سمایا ہو ہے اور تم طرز سلف سے کیوں بیزار ہوتے جا رہے ہو۔ سلف صالحین اور اسلاف کا طرز اقبال کے نظریہ میں نہایت ضروری ہے۔

آخر میں اقبال صاف صاف لفظوں میں پروردگار کا قصہ اور پروردگاریت پر نصت بھیجا ہے۔

ناز آں رحمتہ للعالمین  
 کہو چاک از کبر پر و بر اہمیں!

دو جہاں ہر آنکہ پروردگار کسند  
 ناز آں سے مصطفیٰ ماسے ہر

ڈاکٹر اقبال اس ناصحی میں پروردگار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ پروردگار "تو سے رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے ناز مبارک یعنی حدیث و سنت اور پیغام رسالت کا انکار کیا یہ دو راہوں کا پروردگار تھا جو حدیث و سنت نبوی کا انکار کر کے گمراہی ہوا۔

اقبال کہتے ہیں کہ ہر وہ شخص جو حدیث و سنت کا انکار کرے وہ اپنے وقت کا پروردگار ہے۔ "ناز مبارک کو بھلا ڈھنڈے والے پروردگار سے کسی صورت میں کم نہیں۔ بلکہ حدیث کا انکار کا فریب ہے ڈاکٹر اقبال اپنے کلام میں متعدد مقامات پر پروردگار ان میں حاضر رکھتے ہوئے اپنے کلام پر درجہ عیب و نکرانہ حدیث کی طرف تلمیحات فرماتے ہیں۔

ان دلائل و شواہد کے بعد یاد تو علام پروردگار کو انکار حدیث سے توہ کہہ کے جمیت حدیث کا قائل ہو جانا چاہیے۔ دور اپنے سے طرز جو سنے والے اسلام سے اقبال کے نام کا استعمال ترک کر دینا چاہئے کہ اقبال جمیت حدیث اور دین میں سنت رسول کے قائل تھے۔

## ڈاکٹر فضل الرحمن کا جتنہ

مشرقی دور کے خلاف حضرت نبوی نورانیؐ سے جو اقدام کیا، اس کا پس منظر یہ تھا کہ صدر ایوب خان "فیلڈ مارشل" بن جانے کے بعد مسندِ اجتہاد پر بھی قاضی ہو چکے تھے۔ اور دلتہ دلتہ اسی دلتے پر گامزن تھے جس پر پل شہنشاہ اکبر اعظم علی نکلا تھا۔ چونکہ مشرقی دور نے انہیں "مرکزِ ثقل" کی حیثیت سے دیکھا وہی میں تغیر و تبدل کے اعتبار سے سوچ دینے، بلکہ دورِ عہدہ کے "علا اذ رسول" کا منصب بھی عطا کر دیا تھا۔ اس لئے صدر ایوب خان "مرکزی دارالافتاء" قائم کرنے کی فکر میں تھے جس کا مشن "اعظم مشر" پر وزیر کو بنا جانا تجویز ہو چکا تھا۔ مولانا شبیر علی خاوری مرحوم نے حضرت نبویؐ کے سامنے صورتِ حال کا سارا نقشہ دکھا اور اس شوکے متراب کے لئے کسی مؤثر اقدام کی اپیل کی۔ حضرت نے علمائے اسلام کا تعلق فرمے "پر وزیر کا فریضہ" مرنے کے اس عظیم ترین سازش کو خاک میں ڈال دیا۔ عام پبلک پریسن پر یہ کی حقیقت واضح ہو گئی۔ اور ادبِ اقتدارِ اندری اندر تک کر رہ گئے۔ اب انہوں نے اس کے لئے ایک نیا راستہ اختیار کیا۔ کراچی میں ایک "مرکزی ادارہ تحقیقات اسلامی" قائم کیا اس میں اسلام پر تحقیقات کرنے کے لئے جن جن کو ایسے افراد بھرتی کرنے گئے جن میں اکثریت کچھ اور کچھ عامہ کی تھی اور پھر اس ادارہ کی سربراہی کے لئے سیکرٹری پریوسٹی کے ایک مشرقی گرو امریکہ سے درآ کر آیا گیا۔ یہ شخصیت ڈاکٹر فضل الرحمن کی تھی۔

ڈاکٹر صاحب کو "ادارہ تحقیقات اسلامی" کے دوریہ کیا کام تفویض کیا گیا تھا۔ اس کو سمجھنے کے لئے، میں جناب حضرت مولانا محمد منطوق سہانی دہلوی کے ایک مکتوب کا جو انہوں نے ۲۰ دسمبر ۱۹۷۳ء کو حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ارسال کیا تھا، اقتباس نقل کرنا ہوں۔ موصوف کئے ہیں "کئی سال ہوئے ایک بہت بڑے مسلمان سرکاری عہدے والے جو نبی "تشر" کا خطاب بھی رکھتے ہیں۔ کچھ سے دوران گفتگو کہا تھا کہ آپ لوگ اور آپ کے یہ مذہبی

حقائق کو مسخ کیا جا رہا ہے، اور باطنیت و الماد کا جو نقشہ سزا برسوں پہلے ظہور پر ہو چکا تھا آج تمام عالم اسلام میں پھیل چکا ہے۔ علامہ سے آج میدان کو معال و کجھ کر اور نضار کو سزا گزار کر وہ شگوشہ کھلائے شروع کر دیتے ہیں کہ نقل حیران رہ جاتی ہے۔ تحریف دین کا نام تقیہ اسلام ہے "المدلول الدین کا نام اطمینان حقیقت ہے حقائق دین کو اس طرح پامال ہونا دیکھ کر شرا دیکھ جرتا ہے کیا کیا جانے

"از اسنت کر باست"

اسلام کی عبرت و سبق چارگی کا یہ دور انتہائی حسرت ناک بھی ہے اور عبرت ناک بھی۔

انا لله وانا اليه راجعون

اس سید کے بعد فرقہ گریم کی آیات سے "دینی" کی تشریح فرماتے ہیں۔ دینی کے اوصاف و خصوصیات تفصیل سے دیکھ کر رہے ہیں اور آخر میں لکھتے ہیں۔

"سوئے اس کے کیا کیا جانے کہ یہ سب کچھ ایمان بعیرت اور ایمانی نور سے محرومی کا نتیجہ ہے، یا پھر ان حقائق اللہ سے پہلے معلوم کا ثمرہ ہے۔ خدا را انسان کیجئے کہ تمام قرآن اور تمام دینی کو پلیدہ کا اطلاق تحریر اور تفسیر ذلت بتلایا جائے کیا یہ صریح گواہی نہیں! حقائق میں لگا ہیں محسوس کرتی ہیں کہ یہ لوگ اللہ کے دین اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس ارشادات کی جڑیں کاٹ رہے ہیں اور اپنے اسلاف کی تشریحات کی دل آرزوئی کو پورا کر کے وہ کام انجام دے رہے ہیں جو ان سے مذہب رکھتا۔

یہ ڈاکٹر صاحب کے خلاف حضرت ر کا آخری واریر تھا، جیسا کہ اوپر عرض کر چکا ہوں۔ چہر سان لکھ سلسل حضرت اس فرسٹ کے قلع لے کے سٹے سرگرم رہے اور اس تہی تلخی، اور تیزی سے اس پر چلے دے پنے حزب میں لگاتے رہے کہ پوسے ملک میں اس کے خلاف ایک طرفاں اٹھ کھڑا ہوا، اور "فیڈ بکشن" کا مطلق العنان قنار اور ڈاکٹر فضل الرحمن کا خدمت پسند سلطنت اس طرفاں کے تھریڈوں میں بچکھنے کھانے لگے بالآخر ڈاکٹر صاحب، سلامی تحقیقات کے منصب سے معزل ہو گئے۔ حضرت ر اس آخری ادارہ میں، جس کا اقتباس اوپر نقل کر چکا ہوں۔ لکھتے ہیں۔

"یہ سطرین ریفرقم نہیں کہ معلوم ہوا "ادارہ تحقیقات اسلامی کے ڈائریکٹر جو ان لونیٹ کے طلبہ و اسٹڈنٹس کے احتجاج پر اپنے منصب سے برطرف کر دیئے گئے۔ لیکن سٹاٹ تو یہ ہے کہ اس وقت قرآن کی دہمائی میں "ہیٹا مکر و نظر" اور اسلام و غیرہ کتابوں

کے ذریعے جو بیچ والا گیس ہے اس کا کیا کیا جائے گا ؟

جب تک صنایع اور دیگر شعبوں میں آپ کا گیس ہے وہ عرفی سے اب اسے "لا مصداق" ہے  
تجربہ جس کا کہ دیا برو کیا جائے اس وقت تک کہ اطمینان ہے کہ آئندہ پھر کچھ نہیں  
ہو گا۔ اور ان تحقیقات والہامہ پر اس وقت تک پاکستان کے خریدنے کا ہر لاکھوں روپیہ  
خرچ کیا گیا، اس کا کیا ہو گا کیا جائے گا ؟ اور جو یہ خیال سسٹم ہے اور اگر وہ جمع کیا  
تھا اس کا کیا حشر ہو گا ؟

ضرورت اس بات کی ہے کہ یہ ادارہ "آئین" ناموں میں دیا جائے اور ان کی طبعی و  
دینی معاشرت کے لئے غلطی سے امت میں سے مستند ترین اور دکا انتخاب کیا جائے۔ جس  
کے علم و تدوین پر اجماع کو اختیار ہے، اور وہ شرعی مسائل معلوم کرنے کے لئے ان  
کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

اور یہ بھی نہایت ضروری ہے کہ ان تحقیقات کے لئے دائرہ عمل تعین کیا جائے۔  
اور دین کے مسائل کو یہ بحث لانے کی اجازت نہ دی جائے۔ جب تک یہ روک تھام  
نہ ہوگی اس وقت تک قابل اطمینان صورت تک میں پیدا نہ ہوگی !

لیکن اگر کسی ہے کہ اقتدار سے اس مخلصانہ نصیحت کو گوشہ پوش سے سما گوارا گیا۔ نتیجہ یہ  
کہ ڈاکٹر صاحب کے ساتھ ان کے تفریق و مخالفت "فیضانِ ماریش" کی بساط اقتدار بھی الٹ گئی۔ ع  
صدر نے چہرہ پاکستان اہمیت میں نظرت کی تو میری

داز بیات اشاعت خاص حضرت بنوری سیر



### مشعل دین

حضرت مولوی حسین حسینیہ | مشعل دین حق ولی اللہ  
ان سے تھی بزم دین - رونق | رمی اللہ عنہ تم ارضاء

مؤرخہ خورشید جہاں





# لیڈر اعظم

نڈھیت سے بے لیڈر بے نبر      عشق بے ہتکون سے اور کوٹے  
 لیڈر آزادی سے قطعاً بے نیاز      اس کو الفت سے تو بس ایک وردے  
 بھشیاں ہیں آتماں کی انتخاب      اب کھمے ہو گئے انگ ہر کھوٹے  
 خبیث تمذیب فوجی سے آشکار      حملے کو کرتے ہیں ٹوڈی اودے  
 یہ بے چارے ہیں کرائے کے غلام      کام کیا کیا جیل بے میں نوٹے

ظالمو! یہ مسالوں پر پھپھبتیاں

بچنا دست بے صدا کی چوٹے

حسرت مشاکرہ سیا کھل

# ”تصحیح نامہ الرشید“ دارالعلوم دیوبند نمبر

دارالعلوم دیوبند عام شمارہ ”الرشید“ کے قارئین و ناظرین کی خدمت میں ”تصحیح نامہ“ پیش کیا جا رہا ہے۔ بعض حضرات سے ناقدانہ انداز سے تنقید کا اظہار پر حار و ساری حرمانی۔ اور بعض اہل علم سے بعض صفحات پر کچھ کہیں کی اہم افلاط پر توجہ ساری دینی۔ قارئین ”الرشید“ خصوصاً دارالعلوم دیوبند نمبر کے مطالعہ کنندگان حضرات کی ذمہ داری کے لئے یہ تصحیح کردہ حضرات کے شکر سے مخصوصی ہے۔ میں شامل اشاعت کی جاتا (۱۵)

نمبر شمارہ	صفحہ نمبر	افلاط	تصحیح
۱	۲۰۸	۵۱۳ ۵۶	سن ۱۳۵۶ تا سن ۱۳۵۷ ہجری
۲	۲۱۰	۵۱۲ ۸۶	۵۱۲ ۸۶
۳	۲۱۲	حضرت گنگوہی کی شہادت پر نظر سے	
۴	۲۸۳	۵۱۲ ۸۶	۵۱۲ ۸۶
۵	۳۳۹	۵۱۱ ۷۳	۵۱۱ ۷۳
۶	۳۳۹	محقق طلوسی	نظام الملک طلوسی
۷	۳۳۹	ابوالحسن	ابراہیم
۸	۴۲۲	۶۱۹ ۲۸	۶۱۹ ۱۸
۹	۵۲۸	۵۱۳ ۵۲	۵۱۳ ۵۲
۱۰	۵۳۹	۵۱۳ ۰۰	۵۱۳ ۰۰
۱۱	۵۴۳	۵۱۳ ۳۷	۵۱۳ ۳۳
۱۲	۵۷۹	۶۱۹ ۲۲	۶۱۹ ۳۲
۱۳	۶۵۳	۶۱۹ ۱۶	۶۱۹ ۱۵
۱۴	۶۵۵	۳ سال	۳ سال
۱۵	۷۲۰	۱۳ ۶۰	۱۳ ۱۶

# المذنب العزیز لاسلامیتنا

مکراتھی رقم (۱۰)

پاکستان

سیر انوار

از آرزو خود جو اپنے لیے دماغ اسے نکلیں

اسی طرح کہ درود ... درود ... درود ...  
 ہفتہ کی ہفتہ میں اس درود ... سرسختی کا وسیع کی شدتوں سے کوئی برکت  
 کا درود ... اس درود ... اس درود ...  
 تار میں ... اس درود ... اس درود ...  
 درود ... اس درود ... اس درود ...  
 درود ... اس درود ... اس درود ...  
 درود ... اس درود ... اس درود ...  
 درود ... اس درود ... اس درود ...  
 درود ... اس درود ... اس درود ...  
 درود ... اس درود ... اس درود ...  
 درود ... اس درود ... اس درود ...

قریباً

گرامی خدمت حضرت مولانا عبدالکلام صاحب دست مصانہم  
اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

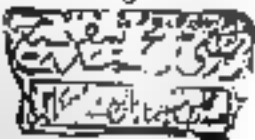
خدا کرے مزاج گرامی سعادت ہوں آمین

دارالعلوم دیوبند کے گزشتہ صدی میں اسلام اور مسلمانوں کی جو بینظیر علمی اور اصلاحی خدمات انجام دی ہیں وہ حساب سے مٹتی ہیں ابھی منظم خدمات کے بند کرنے اور دیکھنا کہ ان سے آگاہ کر کے کیسے دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ سے تاریخ ۱۹۷۱ء میں "دارالعلوم دیوبند کی مدرسہ تقریب" ماسے کا امدادہ کیا ہے حسین اطراف عالم سے تمام علماء دارالعلوم کو مدعو کیا جا رہا ہے، اس کے علاوہ عالم اسلام کے ممتاز اہل علم وفضل بھی التا واللہ اس سادگاہ اجتماع میں شرکت کرینگے۔

دارالعلوم دیوبند کے علماء کی بیت مٹری تعداد چونکہ پاکستان میں سے ہے اس تقریب کے بیت سے مسائل پاکستان سے والستہ ہیں۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند آج کل پاکستان تقریب لائے ہوئے ہیں، اور ان کی خواہش ہے کہ مسائل کے سلسلے میں بعض مصرعوں اور علم کی ایک مجلس مشاورت اور تاریخ ۱۹۷۱ء بروز چار منہ صبح ساڑھے نو بجے دارالعلوم کو رگنی کے ایئر یا کراچی میں کوئی ٹی ہے، حسین خود حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مد ظہم بھی تقریب ورا ہوئے، دارالعلوم دیوبند بھاری مامد میں ہے، اور ہم سب بر اس کے حضور ہیں۔ ابدا حساب سے گوارش ہے کہ مذکورہ تاریخ پر اس اجتماع میں مرد و تقریب لائیں، تاکہ اس تقریب سے متعلق فروری مسائل یا بھی مستورے سے لے کٹے جاسکیں۔ قیام و طعام کا انتظام دارالعلوم کو رگنی میں تجویر کیا گیا ہے تقریب آوری کی تاریخ اور وقت سے پیشگی مطلع فرمادیں۔ تاکہ استقبال کیلئے آوری پہنچ سکیں

والسلام  
عبدالحق صاحب

محمد رفیع صاحب



السلام  
السلام العربیۃ الاسلامیہ  
فیہ ثلاثون کراچی نمبر ۵

مذہبی و عمرتی حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ  
از احقر الامام احمد علی رضی اللہ عنہم - اس کا حکم درج ذیل ہے ۱۸۵۵ء تک ہمارے ہاں

بادشاہ ہند کی اطلاع پہنچی۔ آپ کی اس مبارک تبریک کا خیر مقدم کرنا ہوا۔  
اگر کوئی فری مانع پیش نہ آیا تو انشاء اللہ تعالیٰ شریکین بھی ہر جا ہنگامہ سر پرستی کے  
متعلق یہ عرض ہے۔ کہ میں اس بارہ بگلا کے لئے اپنے آپ کو اس کا اہل برگزین  
سمجھتا۔ کئی اور جہاں کو تو میری زانیں۔ حضرت مفتی صاحب نے حسین برکاتی کی خدمت

سلام مستوفی فرمائی۔ فقط ۱۱۹۵ھ

مذہبی و عمرتی مولانا حبیب اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ

از احقر الامام احمد علی رضی اللہ عنہم - اس کا حکم درج ذیل ہے۔ اچھا ہے  
رشیدیہ کے تمام مشیروں کے ساتھ کرام اور تلامذہ علیہ السلام کے  
میں ان احوال و شہادہ کو خطیہ جہاں میں ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ امید ہے

کہ جواب سے جلدی اطلاع دیا جائیگا۔ فقط  
۱۳۴۴ھ  
۱۱ رمضان المبارک

مکتوبات حضرت شیخ الفیروز آبادی علیہ السلام

بنام ناظم المذاہب و مدیر جامعہ رشیدیہ

ساحوال

۳۰ سالہ دل روشن شاہ دیوبند

ترجمان جامعہ کشمیریہ

# الکر مجلہ سبیل کا سید

تاریخی دستاویز علمی شاہکار

# دارالعلوم دیوبند نمبر

پاکستان گلستان سہ ماہی

## آئینہ مضامین



..... دارالعلوم کا جنسی اور حال	..... فتح باب
..... اکابر دارالعلوم	..... آئینہ دارالعلوم
..... صحاح تہذیب	..... قادی محمد طیب
..... از سیر البیضاء	..... علامہ غلام محمد
..... ۱۸۵۶ء کے بعد	..... مکتوبات گرامی دینہ
..... تصنیف خدمات	..... الہامی مدرسہ
..... مسئلہ تکبیر اور عقائد دیوبند	..... دارالعلوم کا مزاج و مذاق
..... دارالعلوم دیوبند	..... دارالعلوم کا جائزہ
..... سبکی مشعلیں اور دارالعلوم	..... مسکب الحمد اور دیوبندیت
..... دارالعلوم ایک تحریک	..... دیوبند مکتبہ تکوین
..... اکابر دیوبند اور عشق رسول	..... تعلیمی خصوصیات
..... شاہ ولی اللہ احمد دارالعلوم	..... خاندان قادری
..... دارالعلوم دیوبند	..... دارالعلوم اور علامہ رشیدیہ ضیاء
..... دارالعلوم کی تفسیری خدمات	..... شہادت دارالعلوم
..... دیوبند کا برہنہ کا علاج	..... باقی دارالعلوم دیوبند
..... دیوبند اور عملی لحاظ	..... سرپرست حضرت گلگوشی
..... دارالعلوم اور قرأت و تخریج	..... رشیدی روحانی کی تحریک
..... دارالعلم اور تحفظ ختم نبوت	..... دارالعلوم کی ادبی خدمات
..... دارالعلوم اور فرقہ بانگ	..... دارالعلوم اور حدیث
..... کرامت اولیاء دیوبند	..... دارالعلوم پر علمی مقام

اور ان کے علاوہ دارالعلوم دیوبند اور اکابر دیوبند پر علی مستطاعت نشر و منقولات پر صد سالہ تاریخی تجزیہ و دستاویزات تاریخی و سیاسی معلومات حاصل کرنے کے لئے دارالعلوم دیوبند نمبر جامعہ کشمیریہ سہ ماہی پاکستان سے حاصل فرمائیں۔



## دیوبند

کیا پہلے انشاء ہی میں ہے ان کی  
 فتنہ بیگانہ ورت کو لاکے پہنچو  
 اور تیرے سے مستحق سے ہوا  
 تیری بہت ہزار تو اس میں سے  
 اور اچھی ہے تو تمہاں سے تو  
 ہے تیرے ہرگز تیری فتنہ کو  
 ہوا کہ لے سکے وہ توں توں پہنچے  
 تمہاں ہی لے سکے ہر وہ توں کا توں  
 ان میں توں ہی لے سکے کہ توں  
 ان میں توں ہی لے سکے کہ توں

کہ انہوں نے سے کان دستاں

نہ سے ہم سے اتنا ہوشیار

